اِس شمارے میں

ابتدائیہ

عنوان	مصنف	صفحہ
سرگوشیاں	مدیرہ	14
حمد	بہزاد لکھنوی	15
نعت	صبیح رحمانی	15
درجواب آں	مدیرہ	16

دانش کدہ

عنوان	مصنف	صفحہ
مالک یوم الدین	مشتاق احمد قریشی	21

ہمارا آنچل

عنوان	مصنف	صفحہ
شیریں تبسم/آمنہ غلام نبی		
سلمیٰ گوری/اقرا سحر	ملیحہ احمد	25

بہنوں کی عدالت

عنوان	مصنف	صفحہ
فاخرہ گل	ادارہ	29

انٹرویو

عنوان	مصنف	صفحہ
راحت جبیں سے ملاقات	شائستہ جبیں	37

سروے

عنوان	مصنف	صفحہ
عید کے رنگ	ادارہ	40

سلسلے وار ناول

عنوان	مصنف	صفحہ
موم کی محبت	راحت وفا	81
ٹوٹا ہوا تارا	سمیرا شریف طور	135
شب ہجر کی پہلی بارش	نازیہ کنول نازی	211

مکمل ناول

عنوان	مصنف	صفحہ
میں خوشبو اور رات	سمیرا غزل صدیقی	51
محبت کا فسانہ	ندا حسنین	165

ناولٹ

عنوان	مصنف	صفحہ
خوشبوؤں کی بہار	فصیحہ آصف خان	113
اناڑی پیا	صائمہ قریشی	193
محبت اک سجدہ ہے	سباس گل	253

افسانے

عنوان	مصنف	صفحہ
زہر	طلعت نظامی	131
وطن کی مٹی گواہ رہنا	نظیرہ فاطمہ	237
عید کا تحفہ	شازیہ فاروق	241
حسنہ کی عید	سحرش فاطمہ	273

پبلشر مشتاق احمد قریشی نے ... حسن پرنٹنگ پریس
... 7 ... عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400

مستقل سلسلے

عنوان	مصنف	صفحہ
روحانی مسائل کا حل	حافظ شبیر احمد	275
بیاض دل	میمونہ رومان	277
ڈش مقابلہ	طلعت آغاز	279
بیوٹی گائیڈ	روبین احمد	283
نیرنگ خیال	ایمان وقار	285
یادگار لمحے	جویریہ مالک	298
آئینہ	شہلا عامر	304
ہم سے پوچھیے	شمائلہ کاشف	313
آپ کی صحت	ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا	317
کام کی باتیں	حنا احمد	321
دوست کا پیغام آئے	ہما احمد	291

خط وکتابت کا پتہ: "آنچل" پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 [illegible] ای میل info@aanchal.com.pk

"حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب میری امت میں گناہوں کی کثرت ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ خواص و عوام سب پر اپنا عذاب اتارے گا۔" (احمد)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
ستمبر ۲۰۱۵ء کا آنچل حاضر مطالعہ ہے۔

آج جب میں یہ سطور لکھ رہی ہوں ہفتہ 15 اگست کا دن ہے میں نے عرصے بعد یوم پاکستان یعنی 14 اگست کے دن اپنے شہر کراچی کے لوگوں میں ایک ولولہ ایک جوش و جذبہ دیکھا جو ہر خوف اور دہشت سے آزاد تھے۔ بوڑھے جوان عورتیں بچے بچیاں جوق در جوق شہر میں کیے گئے چراغاں سے لطف اندوز ہونے نکلے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ شہر قائد پر چھائی نادیدہ خوف اور دہشت کی فضا کا کسی قدر ہی سہی خاتمہ تو ہوا۔ ہاں وہ خاندان جن کے پیارے ان سے ماضی میں جدا کردیے گئے بڑی حسرت و یاس سے ان مسکراتے کھلکھلاتے لوگوں کو تک رہے تھے۔ اللہ کا شکر ہے دیا یہ درست آیۂ اللہ کرے کہ نہ صرف کراچی بلکہ وطن عزیز کے گوشے گوشے میں یونہی امن چین وسکون کی فضا قائم رہے اور وطن عزیز کے بدخواہ دشمن امن و چین کا یونہی منہ کالا رہے اور وطن عزیز کے باسیوں کے دن عید اور شب...... شب برأت کی مانند روشن اور تابناک ہوں آمین۔

اکتوبر کا شمارہ عیدالاضحیٰ نمبر ہوگا آپ کی فرمائشوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی تیاری کی جارہی ہے یقیناً آپ کو پسند آئے گا۔
آپ کے مشورے اور آرا ہمارے لیے روشنی اور رہنمائی کا باعث ہیں۔

اس ماہ کے ستارے

☆ میں خوشبو اور رات — خوشبو میں بکھری احساسات سے جڑی سمیرا غزل صدیقی رشتوں سے قریب کرتی تحریر کے ساتھ۔
☆ محبت کا فسانہ — محبت خاموشی کو بھی فسانہ بنا دیتی ہے نمرا حسنین اپنے منفرد انداز کے ساتھ شامل ہیں۔
☆ اناڑی پیا — احساسات کو نا سمجھنے پر پیا کو اناڑی کا خطاب دیتا صائمہ قریشی کا خوب صورت ناولٹ۔
☆ عید کا تحفہ — خوشی میں انسان بہت کچھ بھول کر اپنوں کو بھی نظر انداز کردیتا ہے جس کا احساس اسے بعد میں ہوتا ہے یہی احساس اجاگر کرتی شازیہ فاروق کی منفرد تحریر۔
☆ وطن کی مٹی گواہ رہنا — وطن کی محبت کے ساتھ جڑی ماں کی عظمت و ممتا کو بیاں کرتی نظیر فاطمہ کی ایک لازوال تحریر۔
☆ حسن کی عید — گزری عید کی خوشیوں کو دوبالا کرتی سحرش فاطمہ کی تحریر۔
☆ زہر — اپنے دامن میں بظاہر نیکیاں بھرتے لوگ، بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں ایسے ہی نقطے کو واضح کرتی طلعت نظامی شریک محفل ہیں۔
☆ خوشیوں کی بہار — زندگی میں اگر خوشیوں کی بہار نہ ہو تو زندگی بے رنگ لگتی ہے فصیحہ آصف خان خوشیوں کی بہار کے ہمراہ موجود ہیں۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو
قیصر آرا

حمد

الٰہی تو غفار ہے اور کریم
الٰہی تو رحمان ہے اور رحیم
تو ہی تو ہے واحد تو ہی تو احد
تو ہی ہے سمیع اور تو ہی ہے علیم
تو ہی تو تھا اور رہے گا تو ہی
تو ہی تو ہے دائم تو ہی ہے قدیم
تو ہی غنچہ و گل تو ہی برگ و بار
تو ہی رنگ و نکہت تو ہی ہے نسیم
تجھے دیکھ لیتی ہے چشم رسا
تجھے مان لیتی ہے عقل سلیم
بھلے وقت کے تو سبھی ہیں شریک
بُرے وقت کا اک تو ہی ہے ندیم
مدینے کا ارماں ہے بہزاد کو
کرم اس پر کردے سبھوں کے کریم

بہزاد لکھنوی..... کراچی

نعت

لکھے تھے کبھی نعت کے اشعار بہت سے
گھر میں ہیں مرے آج بھی انوار بہت سے
اے شافع محشر لب اعجاز ہلائیں
تکتے ہیں کھڑے منہ کو گناہ گار بہت سے
شاید ہو اسی سال مدینے کی زیارت
آئے ہیں نظر خواب میں آثار بہت سے
پائی نہ جہاں بھر میں مثال شہ لولاک
جبریل نے دیکھے تو طرح دار بہت سے
ہم کو بھی صبیح اس در رحمت نے نوازا
جس در سے ہوئے صاحب دستار بہت سے

صبیح رحمانی

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

نگہت عبد اللہ...... کراچی

پیاری بہن! سدا شاد و آباد رہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی والدہ کو صحتِ کلی عطا فرما کر ان کے حق میں راحت والا معاملہ فرمادیں' آمین۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ بہن نگہت عبداللہ کی والدہ کی لیے دعائے صحت کریں جو طویل عرصے سے علیل ہیں۔

نازیہ کنول نازی...... ہارون آباد

ڈیئر نازیہ! سدا شاد وخوش رہو۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو شفاءِ کلی وصحتِ کاملہ کے ساتھ خوشیوں بھری زندگی عطا فرمائے اور آپ کے قلم میں مزید تاثر عطا فرمائیں' آمین۔ آپ بہنوں سے بھی نازیہ کنول نازی کے لیے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

عشناء کوثر سردار...... کراچی

پیاری عشناء! سدا خوش وخرم رہو۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی والدہ کو کامل صحت عطا فرمائے اوران کا سایہ شفقت تادیر آپ کے سر پر قائم رکھیں' آمین۔ آپ بہنوں سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

کوثر خالد...... جڑانوالہ

پیاری کوثر! سدا مسکراؤ' خوب صورت الفاظ' برجستہ انداز' دعائیہ اشعار' غرض آپ کا ہر انداز ہی جدا تھا۔ آپ کی اس قدر چاہتیں ومحبتیں' ہمیں بے اختیار خود پر رشک آنے لگا کہ آپ جیسے مخلص لوگ بھی اس دنیا میں موجود ہیں۔ حمد ونعت بھی ضرور آنچل کے صفحات پر اپنی جگہ بنالیں گی' بے شک آپ کا اس صنف پر قلم اٹھانا آپ کے لیے توشۂ آخرت ثابت ہوگا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی ساس کو صحت وتندرستی عطا فرمائے' بے شک آپ ان کی خدمت کرکے جنت کمارہی ہیں یونہی شریک محفل رہیے گا۔

سلمیٰ فہیم گل...... کراچی

عزیزی سلمیٰ! گلوں کی مانند مہکتی رہو اور سب کو شاد کرتی رہو۔ طویل عرصے بعد آپ سے نصف ملاقات بہت اچھی لگی۔ زندگی کے مصروف لمحوں میں سے چند پل آپ نے ہمارے نام کیے بہت خوشی ہوئی۔ کاغذ وقلم سے ناطہ کیونکر توڑ رکھا ہے یہ ہم بھی جاننا چاہیں گے آپ کی دیگر تحاریر بھی ہمارے پاس محفوظ ہیں لیکن نئے موضوعات پر مختصر افسانہ لکھ سکتی ہیں۔ بعض اوقات ہمارے لکھے یہ الفاظ ہمارے کتھارس اور دلی تسکین کا سبب بن جاتے ہیں امید ہے آپ بھی اس بات سے اتفاق کریں گی اور آنچل کے زیر سائے اپنی تحریروں کے ذریعے قارئین کو اصلاح کرتی رہیں گی۔ نازیہ اور میرا تک آپ کی مبارک باد ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں۔

شمائلہ اکرم...... فیصل آباد

ڈیئر شمائلہ! جگ جگ جیو۔ ہم آپ کو کیونکر نہ پہچانتے آپ ہماری پرانی قاری ہیں بہرحال آپ سے نصف ملاقات جہاں اچھی لگی وہیں آپ کی بیماری کے متعلق جان کر بے حد دکھ ہوا۔ اتنی سی عمر میں آپ اس قدر تکلیفوں سے گزر رہی ہیں بے شک اسے اپنے رب کی آزمائش جانیے جو وہ اپنے نیک بندوں کے لیے مخصوص کردیتا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور آپ کی زندگی کو خوشیوں سے بھردے' آمین۔ آپ کی تحریر اگر آنچل کے معیار کے مطابق ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی' خوش رہیں۔

مونا شاہ قریشی...... کبیر والہ

پیاری مونا! شاد وآباد رہو۔ الفاظ کی خوب صورت مالا میں پرو کر آپ نے اپنا شکوہ قلم بند کیا ہے جو کہ بالکل

بجا ہے اب جواب شکوہ بھی سماعت کرلیجیے۔ نازیہ نے اپنی تصاویر آنچل کے لیے ارسال نہیں کی تھیں' جس کی اجازت ان کو ان کے گھر اور سسرال سے نہیں تھی تو ہم کیسے اور کیونکر ان کو آنچل کے صفحات کی زینت بنا کر آپ سے داد وصول کرتے جبکہ جہاں یہ تصاویر شائع کی گئی ہیں وہاں بھی ہماری پیاری رائٹر نے اسے سراہا نہیں بلکہ اپنی ان تصاویر کے جو دھوکا دہائی سے چھپنے پر شدید مذمت کی ہے کیونکہ یہ بات شاید آپ بھی بخوبی جانتی ہیں کہ یہ پرچے صرف قارئین کے ہاتھوں تک نہیں جاتے بلکہ بہت سے لوگوں کی نظروں سے بھی گزرتے ہیں۔ امید ہے آپ کی الجھن اور شکوہ وشکایات دونوں ہی ختم ہوگئی ہوں گی۔

ثوبیہ بلال...... ظاہر پیر

پیاری ثوبیہ! سدا مسکراؤ آپ کا کہنا بجا ہے انتظار کی گھڑیاں طویل ہوتی ہیں ہمارے پاس ایک کثیر تعداد میں تعارف موجود ہیں ایسے میں دیر سویر تو ہو ہی جاتی ہے کوشش کریں گے کہ جلد لگا سکیں۔ آپ جن موضوعات پر پُرمزاح انداز میں لکھنا چاہتی ہیں ضرور لکھیں اور ہمیں ارسال کردیں نئے پرچے اور آنچل میں ضرور شامل کرلیں گے بشرطیکہ معیاری اور مستند ہو۔ بہنوں کی عدالت تو اس مرتبہ شامل ہے آپ دیگر رائٹرز کی تحاریر کا بغور مطالعہ کریں اس سے آپ کو لکھنے میں کافی مدد ملے گی۔

مہرمہ ارشد بٹ...... گوجرانوالہ

ڈیئر مہرمہ! سدا مسکراؤ۔ یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آنچل کے ذریعے آپ میں بہت سی مثبت تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ بے شک اس پرچے کا مقصد بھی یہی ہے کہ کہانی کے پیرائے میں نسلِ نو کے کچے اذہان کی ایسی آبیاری کی جائے کہ وہ نیک وبد تمیز وشر کو بخوبی پہچان سکیں۔ تحریر کے لیے لازمی ہے کہ آپ ایک سطر چھوڑ کر لکھیں جبکہ دیگر کالمز کے لیے یہ ضروری نہیں آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ ویسے ابتدا میں ناول کی بجائے افسانے پر طبع آزمائی کریں تاکہ آپ کے لکھنے کی صلاحیت بہتر ہوسکے۔

ثناء عرب سنی...... ٹوپی' ضلع صوابی

پیاری ثناء! شاد رہو۔ آپ کی جانب سے ارسال کردہ خوب صورت مہندی کے ڈیزائن آپ کی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہیں لیکن افسوس کہ آنچل کے صفحات کی زینت نہ بن سکے۔ آپ نے جو کاغذ استعمال کیا ہے ان پر سطور کی وجہ سے ڈیزائن واضح نہیں ہو پارہے تھے اس سے پرنٹنگ میں مسئلہ ہورہا تھا۔ آئندہ بغیر لائن کے سادہ کاغذ پر یہ ڈیزائن بنائیے گا' بہرحال آپ کے ڈیزائن ہمارے پاس محفوظ ہیں۔

حمیرا نوشین...... منڈی بہائو الدین

پیاری حمیرا! سدا سلامت رہو۔ آنچل سے تو اب آپ کا تعلق استوار ہوچکا ہے۔ آپ کی تحریر ونگارشات وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہتی ہیں۔ "پیوستہ رہ آنچل سے اور امید بہار رکھ" جلد آپ کی یہ تحریر بھی آنچل کے صفحات پر اپنی جگہ بنالے گی ہماری پوری کوشش تو یہی ہوگی کہ گنجائش بنا کر اس کو جلد شامل کرلیا جائے۔

رائو کرن...... ہالانیو

عزیزی کرن! شاد رہو۔ اپنا تعارف ارسال کردیں ان شاء اللہ باری آنے پر شامل کرلیا جائے گا۔ ہماری جانب سے بھی آپ کی بہن کو اس نئے رشتے سے منسلک ہونے پر ڈھیروں مبارک باد۔ آپ کی تحریر پڑھنے کے بعد ہی اپنی رائے دے پائیں گے اگر معیاری ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

علوینہ چوہدری...... خیابان کالونی فیصل آباد

ڈیئر علوینہ! جیتی رہو۔ سب سے پہلے تو بزم آنچل میں شرکت پر خوش آمدید۔ آپ کی چاہتوں اور محبتوں کی بھرپور عکاسی کرتے خوب صورت ستارے آپ کے نامے پر جھلمل کرتے بے حد اچھے لگے۔ نازیہ اور میرا

تک آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچ جائے گی۔ آپ قلمی سفر کے آغاز میں اپنا لکھا افسانہ ارسال کردیں، آنچل کے معیار کے مطابق ہوا تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

دیا احمد...... چکوال

پیاری دیا! سدا مسکراؤ۔ صد شکر کہ آپ کی غزل آپ کی نظروں سے گزری اور آپ کی ہماری جانب سے بدگمانی دور ہوگئی۔ بہرحال شکریہ کی قطعاً ضرورت نہیں یہ آپ بہنوں کا ہی پرچہ ہے اور آپ کی نگارشات ہی اسے پایہ تکمیل تک پہنچاتی ہیں۔ آپ کی دونوں تحریروں کو پڑھ کر جلد اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے۔

نورین مسکان...... ڈسکہ، سیالکوٹ

ڈیئر مسکان! آپ کے لبوں پر ہمیشہ مسکان رہے۔ آپ سے شگفتہ انداز میں یہ نصف ملاقات بہت اچھی لگی۔ آپ کی شاعری تو گاہے بگاہے شریک کرتے رہتے ہیں۔ آپ کا افسانہ "سوال" قبولیت کی سند حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہرا ہماری جانب سے مبارک باد قبول کیجیے آپ کا قلمی سفر یونہی کامیابی کی شاہراہ پر گامزن رہے آمین۔

ارم کمال...... فیصل آباد

پیاری ارم! سدا سہاگن رہو۔ آپ کو بھی جشن آزادی کی ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ سبحان و تعالیٰ ہمارے وطن کو حاسدوں کی نظر سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ میٹرک کے امتحانات میں شاندار کامیابی پر آپ کی بھتیجی کو ہماری جانب سے بھی ڈھیروں مبارک باد۔ "حجاب" ان شاء اللہ ماہ نومبر میں آپ کے ہاتھوں کی زینت بننے کو بےقرار ہے۔

شگفتہ خان...... پھلوال

پیاری شگفتہ! سدا مسکراؤ۔ شکوہ و شکایات سے بھرپور آپ کا نامہ موصول ہوا آپ کی نگارشات پچھلی بار باعث تاخیر موصول ہونے کے سبب شامل ہونے سے محروم رہیں۔ ڈاک کا نظام جس ابتری کا شکار ہے اس سے آپ بھی خوب واقف ہیں امید ہے اب آپ کی بدگمانی و خفگی دور ہوگئی ہوں گی۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

پیاری طیبہ! سدا خوش رہو اس بار آپ کا خط شامل ہے اور جواب بھی حاضر ہے اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعاگو ہیں کہ وہ آپ کی تمام مشکلات کو راحت میں بدل دے اور آپ کی تمام آزمائشوں کو ختم کردے آمین۔ اس کڑے وقت میں مایوس ہونے کی بجائے اپنے رب سے رجوع کرکے اپنا معاملہ اسے سونپ دیجیے ان شاء اللہ مشکل وقت جلد ہی گزر جائے گا دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عنزہ یونس...... حافظ آباد

عزیزی عنزہ! جیتی رہو۔ ہمارے لیے آپ کی دیر سویر کچھ معنی نہیں رکھتی وہ کہتے ہیں ناں "دیر آید درست آید" ویسے بھی اب تو آپ آنچل فیملی کا حصہ بن چکی ہیں۔ حجاب میں نوآموز رائٹرز کو موقع ضرور دیا جائے گا بےفکر رہیے ہماری جانب سے آپ کو سالگرہ کی ڈھیروں مبارک باد۔

صنفاء سندھو...... حضرت کیلیانوالہ

ڈیئر صنفاء! جگ جگ جیو۔ آپ کی تحریر "ریجیکٹ" موصول ہوئی، پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے لیکن آپ نے موضوع کا چناؤ ٹھیک نہیں کیا اس کے ساتھ انصاف بھی نہیں کرسکیں اس لیے کسی اور موضوع پر قلم بند کریں تاکہ آپ کی تحریر آنچل کے صفحات پر جگہ بنا سکے۔

مسز نگہت غفار...... کراچی

پیاری بہن نگہت! سدا مسکراؤ۔ آپ کی تحریر "آگ جیون کو لگا دی ہم نے" موصول ہوئی پڑھ کر آپ کی گئی تبدیلی بہتر لگی اس لیے ہم نے آپ کی تحریر ماہنامہ حجاب کے لیے قبول کرلی ہے۔ اب حجاب کو بھی تو آخر آپ لوگوں نے ہی اپنی تحریروں سے سجانا ہے اس لیے اب آپ انتظار کریں ان شاء اللہ جلد ہی آپ اپنی تحریر

نئے ماہنامہ حجاب میں دیکھ پائیں گی۔

ماہ نور نعیم...... ضلع بھکر

گڑیا ماہ نور! ہنستی مسکراتی رہو آپ کی تحریر "تتلی کی اڑان" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے اس لیے مطالعہ کے ساتھ ساتھ اپنا مشاہدہ وسیع کریں تاکہ آپ نئے موضوعات کا انتخاب کرکے بہتر اور اچھا لکھتے ہوئے نامور لکھاریوں میں اپنا نام شامل کرسکیں۔ امید ہے دل برداشتہ ہونے کی بجائے کوشش جاری رکھیں گی۔

حمیرا قریشی...... لاہور

ڈیئر حمیرا! خوش رہو۔ سب سے پہلے ہماری جانب سے بہن کی شادی کی مبارک باد قبول کیجیے آپ کی تحریر "ادھوری محبت" حجاب کے لیے موصول ہوئی ہے باقی آپ کی نگارشات ڈاک تاخیر سے موصول ہونے کی بناء پر شامل نہیں کی جاسکی۔ آپ اپنی ڈاک ہمیں دس تاریخ سے پہلے بھیج دیا کریں تاکہ ہم آنچل میں اسے جگہ دے سکیں۔

سیدہ حرا نور...... گوجرانوالہ

پیاری حرا! سدا مسکراتی رہو آپ کی تحریر "محبتیں امر ہوتی ہیں" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے آپ نے بے جا طوالت اپنی تحریر میں پیدا کرکے کہانی کا مزا خراب کردیا ہے لیکن دل چھوٹا نہیں کریں اور مایوس ہونے کی بجائے اپنی محنت جاری رکھیں اور ساتھ مطالعہ بھی تاکہ آپ بہتر لکھ سکیں۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

پیاری بہن پروین! سدا سہاگن رہو۔ ویسے تو آپ کی ہر ماہ آمد ہمیں آپ کی خیریت سے آگاہ کرتی ہی رہتی ہے لیکن اس بار آپ سے نصف ملاقات اچھی لگی۔ ویسے تو سب ہی قارئین آنچل کے دیگر سلسلوں سے تھوڑا بہت آپ کے بارے میں جانتے ہی ہیں لیکن اگر آپ خود "ہمارا آنچل" میں اپنا تعارف بھیجنا چاہتی ہیں تو ضرور بھیجیں اس میں اجازت کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ آپ بہنوں کا اپنا پرچہ ہے مگر آپ کو انتظار کے مراحل سے صبر کے ساتھ گزرنا ہوگا۔ ہماری کوشش ہوگی کہ آپ کا تعارف جلد ہی شامل اشاعت کرلیں۔

صاعقہ فاروق...... بھیر کنڈ

ڈیئر صاعقہ! جگ جگ جیو۔ آپ کی تحریر "جینا میری خطا" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے دل چھوٹا مت کریں اور کوشش جاری رکھیں اور ساتھ ہی نامور لکھاریوں کے افسانہ و ناول کا مطالعہ کریں وہ آپ کو لکھنے میں مدد دیں گے۔

ماریہ کنول ماہی...... گوجرانوالہ

پیاری گڑیا ماریہ! سدا مسکراؤ۔ آپ کی تحریر "مٹی کی خوشبو آئے" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے لیکن اس موضوع پر پہلے بھی بہت لکھا جاچکا ہے اس لیے آپ کسی اور موضوع کا انتخاب کریں تاکہ آپ کی تحریر آنچل کے صفحات پر جگہ بنا سکے۔

صائمہ سکندر سومرو...... حیدر آباد

صائمہ پیاری! سدا سہاگن و شاد رہو۔ عورت مکمل اولاد سے ہوتی ہے اور بہت خوش قسمت ہیں وہ خواتین جو اللہ کی رحمت اپنے آنچل میں سمیٹتی ہیں اور اللہ جن سے خوش ہوتا ہے انہیں ہی اپنی رحمت سے نوازتا ہے۔ ایسے ہی گزشتہ دنوں اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو ایک بہت ہی پیاری سی بیٹی کی ماں کا اعزاز بخشا، جس کا نام سمیرہ علی رکھا۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ دونوں کو صحت کے ساتھ بے حساب خوشیاں نصیب فرمائیں، آمین۔ ماہنامہ آنچل اور آنچل فیملی کی جانب سے آپ بیٹی کی پیدائش کی بہت مبارک ہو۔

ام ایمان اقصیٰ...... کوٹ چھٹہ

ڈیئر ایمان! شاد و آباد رہو۔ آپ کی چاہت و خلوص کی عکاسی آپ کے لکھے شعر سے بخوبی ہورہی ہے۔ آپ کی بیٹی کے قرآن مجید مکمل کرلینے پر ہماری جانب

سے ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی اولاد کو آپ کے لیے سرمایہ افتخار بنادے۔ اگلا شمارہ عید الاضحیٰ نمبر ہوگا کہانیاں اس حوالے سے ہوں گی اسی لیے ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا۔

مہوش رضا...... ملتان

ڈیئر مہوش! جگ جگ جیو۔ آپ کی تحریر ''فیصلے تقدیروں کے'' موصول ہوئی' پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے اس لیے اپنا مطالعہ وسیع کریں اور اپنے مطالعہ میں نام ور لکھاریوں کے افسانہ وناول بھی شامل کریں تب ہی آپ بہتر لکھ سکتی ہیں۔

صباحت رفیق چیمہ...... گوجرانوالہ

پیاری بہن صباحت! سدا مسکراتی رہو آپ کی تحریر ''محبت نامحرم تو'' موصول ہوئی' پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے مگر آپ کا انتخاب موضوع ابھی کمزور ہے جس کی وجہ سے کہانی پر آپ کی گرفت بھی کمزور رہی۔ اس لیے مطالعہ کرتے ہوئے اپنے مزاج کے حساب سے موضوع کا انتخاب کریں تاکہ آپ بہتر لکھ سکیں اور آپ کی تحریر آنچل کے صفحات پر جگہ بنا سکے۔

صائمہ مجید...... ملتان

گڑیا صائمہ! خوش رہو۔ پھولوں کی طرح مسکراؤ آپ کی تحریر ''قربانی اور انتقام'' موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے آپ نے موضوع کا انتخاب ٹھیک نہیں کیا اس لیے صفحۂ قرطاس پر لکھتے ہوئے آپ اس کے ساتھ انصاف نہیں کرسکیں۔ ہمیشہ موضوع کا انتخاب اپنے مزاج کے حساب سے کریں تاکہ آپ بہتر لکھ سکیں۔

ناقابل اشاعت:۔

جدائی کی موت' پچھتاوا' حکمت' ادھوری محبت میرا نصیب' چھاؤں' ارمان' تیری چاہتیں ہوتی بے شمار' زیست ملت ہیں یہ' جینا میری خطا' میری ذات' ہدایت کی روشنی' تتلی کی اڑان' بوجھ' دل نادان' محبت نامحرم تو' تپتی چھاؤں' زبجیکٹ' میری محبت میرا مان' زنجیر' ستون' تیری میری ایسی دوستی' ایسا بھی ہوتا' کاغذ کا پھول' تو ملا مکمل میں ہوگیا' المیہ' طلاق' رباب دے' ایک بوند پانی' غربت کی عید' بنت حوا' تمہیں بھلا نہ سکے' قسمت کا لکھا' میرا اعتبار کر۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجئے۔ 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

سانحۂ ارتحال

بروز جمعرات 6 اگست کو ادارہ آنچل اپنے ایک [illegible] اور پرانے کارکن مبارک احمد سے محروم ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مبارک احمد ذیابیطس کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ ادارہ اور ان کے تمام ساتھی مرحوم کے پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

مسلک اہل ایمان

مشتاق احمد قریشی

جو شخص بھی دنیا کی زندگی ایسی بسر کرے گا جس کا حکم اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے یعنی ہر قسم کی نافرمانی اور خواہشات نفس کی پیروی چھوڑ کر اطاعت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ اختیار کرے۔ ہر اس چیز کو چھوڑ دے جو اللہ کو ناپسند ہے جس سے روکا گیا ہے۔ اور ہر اس چیز کو اختیار کرے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ جب ذرا غلطی' گناہ کا ارتکاب ہو تو فوراً توبہ کرکے راہِ حق پر جم جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تعین کردہ حدود اور فرائض اور حرمت کی حفاظت کرے ان حقوق کی نگہداشت کرے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر عائد کی گئی ہیں اور ایمان جو ایک عہد ہے اہلِ ایمان اور اللہ کے درمیان اس کی اپنی قوت' محنت اور ارادے سے کوشش کرکے حفاظت و پاسبانی کرے۔

باوجود اس کے کہ اللہ رحمٰن ایمان لانے والے کو کہیں نظر نہیں آتا اور نہ حواس سے محسوس ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اہلِ ایمان اس کے احکام کی نافرمانی سے ڈرتا ہے اور دنیا کے صاحب جبروت وظالم قوت والے جو اسے صاف نظر بھی آتے ہوں ان سب کے مقابلے میں وہ ان دیکھے رحمٰن کا خوف غالب محسوس کرے اور یہ جانتے ہوئے سمجھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ بڑا ہی رحمٰن ہے اس کے باوجود دانستہ ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہوں سے بچتا رہے اور اللہ کے خوف سے لرزاں رہے اور اللہ تعالیٰ کا خوف صرف اس کی سزا کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی عظمت وبزرگی برتری کے احساس کو اپنے آپ پر طاری رکھے اور اللہ کی ہیبت وخوف بھی طاری رکھے۔ ایسے افراد جنہوں نے صبر وشکر کے ساتھ دنیا میں زندگی بسر کی ہوگی وہ جنت میں کیسی اور کس طرح کی زندگی بسر کریں گے اس کا منظر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے ذریعے متعدد بار اہلِ ایمان کو بتایا ہے جیسے کہ مندرجہ ذیل آیات میں منظر کشی ربّ کائنات نے فرمائی ہے۔

ترجمہ:۔ اپنی کوشش پر خوش ہوں گے۔ عالی مقام جنت میں ہوں گے۔ وہاں کوئی بیہودہ بات نہیں سنیں گے۔ اُس میں چشمے بہہ رہے ہوں گے۔ اُس میں اونچی مسندیں ہوں گی اور آبخورے (ساغر) رکھے ہوئے ہوں گے۔ اور گاؤ تکیوں کی قطاریں لگی ہوں گی۔ اور نفیس مخملی فرش بچھے ہوئے ہوں گے۔ (الغاشیہ۔ ۹ تا ۱۶)

آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے اہلِ ایمان بندوں کو جنت کی منظر کشی دکھا رہا ہے کہ دنیا میں تم جو کوشش اور عملِ صالح کرو گے اس کے بہترین نتائج آخرت میں پاکر خوش ہو جاؤ گے اور اطمینان حاصل کرو کہ دنیا میں ایمان اعمالِ صالح اور تقویٰ کی بظاہر سخت زندگی اختیار کرکے اپنے نفس اور اس کی خواہشات کو قربان کرکے فرائض کی ادائیگی میں جو تکالیف برداشت کرنا پڑی تھیں جو زحمتیں اٹھانا پڑی تھیں اور تمام لذتوں سے خود کو الگ کرلیا تھا اس کے بعد اتنا عظیم نفع اتنا کثیر انعام پاکر وہ خوش ہو جائیں گے۔ آیات کی تفسیر خود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام سے کردی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی کرم ہے کہ وہ اپنے تمام بندوں چاہے وہ منکر ہوں منافق ہوں مشرک ہوں کہ اہلِ ایمان۔ انہیں ان کے اعمال کی جزا وسزا دونوں سے پوری طرح آگاہ فرما دیتا ہے اور یہ بھی بتا دیتا ہے کہ دنیا کی زندگی جو امتحانی آزمائشی وقفہ کی حیثیت رکھتی ہے اسی زندگی میں تمہیں اپنی آخرت کی تیاری کرنا ہے اور اپنی دائمی زندگی کے ٹھکانوں کا بندوبست خود کرنا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم جو رہنمائی اور ہدایت کی آخری اور مکمل کتاب ہے میں تمام امورِ انسانیت اول تا آخر کھول کھول کر بیان فرما دیئے ہیں ہر قسم کی رہبری اور رہنمائی کی تکمیل کے لئے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور اپنی ہدایت کو ہر طرح سے مکمل کردیا اطاعت وبندگی، کفر وانحراف دونوں کی جزا وسزا سے آگاہ کردیا آخرت کی دائمی زندگی کے ٹھکانوں کے بارے میں پوری طرح باخبر کردیا احکام ماننوں گے اطاعت وبندگی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کرو گے تو کیسی کیسی عظیم اور دائمی راحتوں سے سرفراز کیے جاؤ گے اور کفر وانحراف کرو گے بے پروائی کی زندگی بسر کرو گے تو اللہ بھی تمہاری کوئی پرواہ نہیں کرے گا اور ہر قسم کی سزا مقدر ہوگی۔ جنتوں کی نعمتوں اور جنتوں کی منظر کشی بھی اسی لئے کی گئی ہے کہ انسان سمجھ لے کہ کیسی کیسی راحتیں اس کی منتظر ہیں اور بے پرواہ کفر کرنے والے شرک کرنے والے اطاعت وبندگی سے سرتابی کرنے والوں کو بھی خبردار کردیا گیا ہے کہ ان کی آخرت اور آخرت کی دائمی زندگی کیسے کیسے عذابوں سزاؤں سے بھری ہوگی نہ انہیں آگ چین لینے دے گی نہ عذاب ہر طرف سے گھیرا جائے گا کہیں جائے پناہ نہیں ملے گی اور جو وقت انہوں نے دنیا کی زندگی میں کفر وانحراف بدکاری میں گزار کر موت کو گلے لگالیا ہوگا تو قیامت روزِ حشر روزِ حساب آنے تک میدانِ حشر سجائے جانے تک دوبارہ زندہ کئے جانے تک جو وقت ان کا یوم حساب کی انتظار گاہ سجین میں گزرے گا وہ بھی کسی عذاب سے کم نہیں ہوگا۔ ان کے اعمال کا فیصلہ تو یوم حساب ہوگا ہی لیکن اس سے قبل ان کی روحیں اپنے انجام کے انتظار میں سجین میں رکھی جائیں گی اور سجین کیا ہے، اسے بھی اللہ تعالیٰ نے چھپایا نہیں اس کی تفصیل سے بھی اپنے بندوں کو آگاہ فرمادیا ہے تاکہ کل روزِ حساب کوئی بندہ یہ نہ کہہ سکے کہ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں دنیا میں ایسی زندگی ہرگز نہ گزارتا اور حق کو نظر انداز نہ کرتا سجین کے بارے میں سورۃ المطففین میں آیا ہے۔

ترجمہ:۔ یقیناً بدکاروں کا نامہ اعمال سجین میں ہے۔ اور تجھے کیا معلوم کہ سجین کیا ہے۔ (یہ تو) لکھی ہوئی کتاب ہے۔ (المطففین۔ ۷تا۹)

آیاتِ کریمہ میں ربِ ذوالجلال اپنے بدکار و کفر کرنے والے شرک کرنے والے اور آخرت کے منکرین کو آگاہ فرمارہا ہے کہ دنیا کی زندگی تو تم نے اپنے اختیار کا غلط استعمال کرکے شیطان کے پیچھے لگ کر گزار لی ہے لیکن موت کے ساتھ ہی جہاں تمہارا نامہ اعمال بند ہوجاتا ہے وہیں وہ محدود اختیار بھی ختم ہوجاتا ہے اب انسان اپنے اختیار وارادے سے کچھ نہیں کرسکتا نہ بدل سکتا ہے بدکار لوگوں کو خبر دی جارہی ہے کہ ان کے نامہ اعمال سجین میں رکھے جائیں گے سجین کیا ہے؟ سجین کے بارے میں محققین قرآن حکیم ودین کا کہنا ہے سجین کے معنی قید خانے کے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جیسے مجاہدؒ ضحاکؒ ابن زیدؒ نے نقل کیا ہے سجین زمین کے ساتویں طبق کے نیچے ہے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سجین ساتوں زمینوں میں سب سے نیچے ہے۔ جبکہ عطاء خراسانی کا بیان ہے کہ ابلیس اور اس کی ذریت اسی سجین میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سجین جہنم میں ایک گڑھا ہے جبکہ کلبیؒ اور مجاہدؒ نے کہا کہ سجین ساتویں زمین کے نیچے ایک چٹان ہے۔

سجین کے بارے میں شیخ اسماعیل حقی بروسیؒ لکھتے ہیں سجین اس جامع کتاب کا علم ہے جو شر کا دفتر ہے جس میں شیاطین نیز کافر فاسق جن وانس کے اعمال تحریر ہیں اصل میں یہ لفظ سجن سے ساجن کا مبالغہ ہے جس کے معنی بہت روکنے اور قید کرنے والے کے ہیں کیونکہ یہ دونوں دوزخیوں کو جہنم میں روکنے اور قید کرنے کا سبب ہے۔

یہ مقام سجین ساتویں زمین کے نیچے تاریک اور وحشتناک مقام ہے جہاں اہلِ دوزخ کے نامہ اعمال اور یوم حساب کے انتظار میں بدکار فاسقوں کو ڈال دیا جائے گا۔ ابلیس اور اس کی ذریت کا ان کی تذلیل وتحقیر کا یہ مسکن ہے وہاں راندۂ درگاہ شیاطین تعینات رہتے ہیں جس طرح نیکوں کاروں کے لئے ان کے نامہ اعمال پر فرشتے تعینات ہوتے ہیں۔ سجین دراصل ایک نہایت ہی تنگ قید خانے کو بھی کہتے ہیں جہاں کافروں، ظالموں اور مشرکوں کی روحیں اور ان کے اعمال نامہ جمع اور محفوظ ہوتے ہیں۔ اسی لئے انہیں لکھی ہوئی کتاب قرار دیا ہے۔

ظالموں، کفار مشرکین منافقین اور شیطان کے پیچھے لگ کر دنیا میں احکام الٰہی سے بے پرواہی برتنے والوں کی روحیں اس مقام سجین میں قید کی حالت میں روزِ حساب کا انتظار کریں گے مفسرین ومحققین کے مطابق یہ ٹھکانہ بھی جہنم کا ہی حصہ ہے بعض بدکار بے ایمان لوگ مرنے کے بعد یعنی دنیا کی امتحان وآزمائش گاہ میں قیام کے بعد مسلسل عذاب الٰہی کا شکار رہیں گے یہ فیصلہ عارضی اور ان کے اعمالِ بد کی علامت وگواہی کے طور پر ہوگا جبکہ اصل فیصلہ تو خود ملکِ یوم الدین یوم حساب میدانِ حشر میں فرمائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ مرنے کے بعد قصہ ختم ہوجائے اور بس یوم حساب کا انتظار کرتا رہ جائے۔

اللہ تعالیٰ جو ہر چیز سے پوری طرح باخبر رہتا ہے۔ اس نے ہر چیز کا پورا پورا بندوبست فرمادیا ہے اللہ تعالیٰ بڑا ہی کریم ورحیم ہے وہ بڑا عادل منصف ہے کسی کے ساتھ ذرہ برابر زیادتی ظلم نہ کرتا ہے نہ ہونے دے گا۔ اللہ نے قرآن کریم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہر بات پوری طرح کھول کر وضاحت وفصاحت کے ساتھ بیان فرمادی ہے تاکہ اس کا کوئی بھی بندہ کسی طرح تاریکی میں نہ رہے اور جو عمل کرے پوری طرح جان بوجھ کر سوچ سمجھ کر کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جو مالکِ یوم الدین بھی ہے تمام مسلمان اہلِ ایمان کو صراطِ مستقیم پر چلنے والا بنائے اپنی اطاعت وبندگی کی توفیق عطا فرمائے اور تمام اہلِ ایمان افراد کو جہنم سے محفوظ فرمائے۔ آمین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دعائے تکمیل

اے مالک وخالق میرے، اے میرے پروردگار، اے رحیم وکریم، اے آقائے دو جہاں، تیرا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ تو نے اپنے فضلِ خاص سے مجھ ناچیز حقیر کو اپنے بلند مرتبہ عظمت والے کلام کی یہ ادنا خدمت کی توفیق دی، اے مالک میرے یہ تیری ہی دی ہوئی توفیق اور علم ہے کہ آج شبِ قدر کے اس عظیم موقعے پر اس وقت جب اذانِ فجر بلند ہورہی ہیں تو نے یہ سطور لکھنے کا اہل بنایا ہے۔ الحمدللہ کہ شبِ قدر کے عظیم موقع پر اس کتاب کی تکمیل کا اہل کیا، اے مالک الملک اے خالق کائنات اے آقائے رب رحیم اے رب کریم اپنی کم علمی کم ظرفی کم فہمی کے باعث مجھے احساس ہے کہ تیرے عظیم کلام کی وہ خدمت جو اس کا حق ہے ادا نہیں کرسکا ہوں یہ تیرا کرم خاص ہی ہے کہ تیرے کلام کی ادنا سی خدمت کا یہ کام مکمل ہوا۔ اے آقا اے مالک مجھے شدید احساس ہے اور یہ احساس ہر آنے والے لمحے میں شدید تر ہوتا جارہا ہے کہ مجھ نااہل کو قرآن فہمی کا وہ ادراک وفہم نہیں ہے جو تیرے کلام پاک کے لئے ضروری ہے۔ اے مالک، اے میرے پروردگار مجھ ناچیز سے جہاں جہاں جو جو کوتاہیاں ہوئی ہیں انہیں اپنی رحمتِ خاص سے درگزر فرما اور میری اس خدمتِ قرآن کریم کو قبول فرما۔

اے ربّ ذوالجلال یہ تیرے کلام پاک کا ہی اعجاز ہے' یہ تیرے کلام کا ہی خاصہ ہے کہ ایک ایک لفظ کے کوزے میں سمندر بند ہے جسے جتنا کھولو کھلتا ہی چلا جاتا ہے۔ یہ تیرا مجھ ناچیز پہ کرم واحسان ہی ہے مالک کہ میرے قلم کو راہ راست پر چلا دیا۔ اے مالکِ دو جہاں اے خالق کون ومکان میرے ہاتھ اس عظیم شب تیرے حضور پھیلے ہوئے ہیں اور یہ منگتا تیرے حضور حاضر ہے اپنی' اپنی آل اولاد کی اپنے والدین' بہن بھائیوں کی اپنے استاد اور شیوخ اور سرپرستوں کی مغفرت وبخشش کی دعا مانگ رہا ہے یارب ہم سب کی بخشش ومغفرت اپنے کرم اپنے فضل ورحمت سے فرمادے ہمارے تمام گناہ کبیرا وصغیرا کو معاف فرمادے۔ اے مالک الملک اے پروردگار میرے میری اس ادنا کوشش کو اپنے فضلِ خاص سے قبول فرمالے اور بندگان الٰہی کے لئے اسے نافع بنادے۔ میری تالیفات کو پڑھنے والوں کو صراط مستقیم کی راہ حق عطا فرمادے۔ اے آقا اے مالک اپنے کلام پاک کی عظیم برکت' عظمت وحرمت کے طفیل مجھ ناچیز کی مغفرت وبخشش فرما مجھے علم عطا فرما' علم عطا فرما' علم عطا فرما' اے مالک اے خالق آنے والی تمام نسلوں کو قرآن کی فہم کا ذوق وشوق عطا فرما' انہیں سیدھے راستے پر چلنے والا بنا۔ ہمارے ایمان کی حفاظت فرما تمام زمینی آسمانی آفات وشر سے ہر قسم کے شیاطین جن وانس سے تمام خطرات ووسواس سے ہمیں پناہ نصیب فرما۔ اے مالکِ یوم الدین اس روز ہمارا شمار اپنے نیک اور صالح بندوں میں فرما اور ہمیں اپنے محبوب نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرما اے مولا کریم ہمیں حوض کوثر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے آب کوثر عطا فرما' اے آقا' اے مالکِ یوم الدین کے موقع پر ہر قسم کی سختی وعذاب سے بچا دینا ہمارا حشر داہنے ہاتھ والوں کے ساتھ فرمانا' اے ربّ ذوالجلال' اے رب کریم مجھے میرے والدین' بہن بھائیوں اور تمام آل اولاد اور اہلیہ کو بغیر حساب کے اپنی رحمت خاص کے ذریعے جنت الفردوس میں داخل فرما ہمیں دنیا وآخرت کی بھلائیاں عطا فرما اور صراط مستقیم پر چلنے والا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام وہدایت پر چلنے والا بنا میری تمام دعا میں جو مانگی اور جو نہیں مانگ سکا ان سب سے تو بخوبی واقف ہے تو خوب جاننے والا سننے والا ہے مالک وہ تمام دعائیں جو تیرے محبوب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے اپنی امت کے لئے تجھ سے مانگی ہیں وہ سب ہمیں عطا فرما اور جو نہیں مانگا اس سے ہمیں بچا۔ اے مالک اے پروردگار ہمیں مانگنا نہیں آتا لیکن تجھے خوب دینا آتا ہے' مالک وہ سب عطا فرما جو ہمارے لئے ہماری آل واولادوں کے لئے بہترین ہے اے مالک میرے' میری تحریروں کو پراثر بنا کہ لوگوں کے لئے نافع بن سکیں۔ بخشش کا سامان بنا۔ اے آقا تو سب سے زیادہ سننے والا عطا کرنے والا ہے' مالک' میری اس ناچیز درخواست کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما آمین یارب العالمین۔

(جاری ہے)

شیریں تبسم

ملیحہ احمد

مجھ سے ملئے میں ہوں شیریں تبسم! میرے نانا ابا نے میرا نام شیریں رکھا تھا' میں نے پوچھا آپ نے میرا نام شیریں کیوں رکھا تو کہتے تھے ''قائداعظم کی بہن کا نام تھا شیریں جناح سو تمہارا نام یہ رکھا'' 18 ستمبر کو اس خوب صورت جہاں میں آنکھ کھولی تب سے اب تک بہت سے لوگ ملے جن میں کچھ اچھے ہیں اور کچھ بہت ہی اچھے۔ چار بہن بھائیوں میں سب سے بڑی ہوں' مجھ سے چھوٹی نورین اس سے چھوٹی ثمینہ اور سب سے چھوٹا بھائی حارث۔ میں نے اور نورین نے اسی سال ایجوکیشن میں گریجویشن کیا ہے اور ثمینہ نے انٹر کیا ہے اور حارث میرا دلارا بھیا 8th کلاس میں ہے۔ میں اسکول ٹیچر ہوں پڑھانا میری خواہش بھی ہے اور شوق بھی۔ اسٹار سنبلہ ہے اور اتفاقاً ساری خصوصیات مجھ میں موجود ہیں (ویسے آپس کی بات ہے اسٹارز پر یقین نہیں رکھتی) بے حد حساس ہوں' چھوٹی چھوٹی باتیں دل پر لے لیتی ہوں اور کبھی بڑے دکھ پر مسکرا کر رہ جاتی ہوں۔ کبھی کبھی یوں ہی اداس رہنے کو دل چاہتا ہے' جھوٹ پسند نہیں۔ غلطی ہو تو تسلیم کرلیتی ہوں..... ضدی نہیں ہوں' اپنی فیملی سے بے حد پیار ہے۔ تھوڑی سی سنجیدہ ہوں' بہت جلد ہر کسی سے گھل مل نہیں پاتی جو ایک بار میرے دل سے اتر جائے پھر وہ مقام دوبارہ حاصل نہیں کرسکتا۔ اپنے کام سے کام رکھنے کی وجہ سے بہت سے لوگ کم گو اور مغرور سمجھتے ہیں مگر جو لوگ میرے بہت قریب ہیں وہی جانتے ہیں کہ کتنی شوخ وچنچل ہوں۔ تھوڑی سی بھلکڑ ہوں' ایف ایم سننا اور دوست بنانا اچھا لگتا ہے' لباس میں شلوار قمیص اور بڑا سا دوپٹہ پسند ہے۔ رنگوں میں بلو کلر میرا موسٹ فیورٹ کلر ہے' پھول سارے پسند ہیں ویسے تو برتھ ڈے نہیں مناتی ہاں اگر کوئی وش کردے تو خوش ہوجاتی ہوں۔ ہاتھوں پر لگی مہندی اچھی لگتی ہے' میٹھا شوق سے کھاتی ہوں (شاید نام کا اثر ہے) اپنے ہاتھ کی بنی ہوئی چائے پسند ہے اور بالکل ٹھنڈی کرکے پیتی ہوں۔ ٹھنڈی ہوا' برستی بارش بے حد پسند ہے۔ آسمان پر ستارے اچھے لگتے ہیں' پوری دنیا کی سیر کا شوق ہے (آنکھیں سلامت تو خواب بہت ہاہاہا)۔ جیولری میں نازک سے ایئر رنگ پسند ہیں' مطالعہ کی شوقین ہوں اور یہ عادت میرے نانا ابا نے ڈالی' بچپن سے ہی نونہال پڑھتی آئی ہوں اور جب میں نونہال بک کلب کی ممبر بنی تھی اور کارڈ میرے گھر پر آیا تھا تب مجھے بے حد خوشی ہوئی تھی۔ اس وقت میں 5th کلاس میں تھی۔ اشفاق احمد' ہاشم ندیم پسندیدہ رائٹرز ہیں۔ خلیل الرحمن قمر فیورٹ ڈرامہ رائٹر ہیں' ان کے ڈرامے کے ڈائیلاگ بڑے زبردست اور جاندار ہوتے ہیں۔ ایکٹر میں شاہد کپور اور کرینہ اچھے لگتے ہیں۔ جگجیت سنگھ' نصرت فتح علی خان صاحب کی غزلیں پسند ہیں۔ سنگر میں کشور کمار' کمیش' سجاد علی (اترنی پرانی نہیں میں بس پسند کی بات ہے) سونگ میں سارہ رضا خان' علی عباس' عاطف اسلم' شریا گھوشال پسند ہیں اور توشی صاحب تو موسٹ فیورٹ سنگر ہے۔ کچھ شاعری سے بھی لگاؤ ہے۔ صاف ستھرے وقت کے پابند ذہین' خوش اخلاق' دیانت دار' مستقل مزاج' اعتدال پسندی جیسے اوصاف رکھنے والے لوگ اچھے لگتے ہیں۔ مجھ سے مل کر کیسا لگا ضرور بتایئے گا۔

آمنہ غلام نبی

میں آمنہ غلام نبی 15 اکتوبر 1997ء کو موسم سرما کی ٹھنڈی رات میں اس جہاں فانی میں تشریف لائی۔ اسٹار لبرا (میزان) ہے۔ میزان کی تمام خوبیاں اور خامیاں میرے اندر موجود ہیں۔ ہم پانچ بہن بھائی ہیں' سب

سے بڑی مریم جو کہ انگلش لٹریچر کی اسٹوڈنٹ ہے۔ فورتھ ایئر میں ہے اس کے بعد مابدولت فرسٹ ایئر پری میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہوں پھر عبداللہ جو کہ سیر و تفریح کا دلدادہ ہے۔ اس کا بس چلے تو مارکو پولو کو بھی شکست دے دے، چوتھے نمبر پر مومنہ اور پانچویں نمبر پر ہماری لاڈلی وجی (وجیہہ) ہے۔ اب بات ہو جائے خوبیوں اور خامیوں کی۔ میری سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ اعتبار بہت جلد کرلیتی ہوں جس کی وجہ سے بار بار دھوکے بھی ملے خیر میں ان لوگوں کا بھی برا نہیں چاہتی۔ غصہ بہت آتا ہے مگر بے وجہ نہیں ماریہ جو کہ میری بیسٹ فرینڈ بھی اور ہمیشہ رہے گی وہ کہا کرتی تھی کہ آمنہ مجھے تم سے بات کرتے وقت بہت ڈر لگتا ہے (ہاہاہا) لو کرلو گل' میری سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ میں سلیقہ شعار ہوں (ارے سچ کہہ رہی ہوں)۔ کافی ذہین بچی واقع ہوئی ہوں' تعلیمی ریکارڈ انتہائی شاندار ہے' نرسری سے آج تک ہمیشہ فرسٹ پوزیشن ہی لی ہے۔ اس کے علاوہ میں جو کچھ بھی پہن لوں مجھ پر سوٹ کرتا ہے۔ کوکنگ کا بہت شوق ہے جو بھی میرے ہاتھ کے بنے کھانے کھاتا ہے صدیوں تک نہیں بھولتا (سچی)۔ اب آجائیں پسند و ناپسند کی طرف تو کھانے میں سب کچھ کھاتی ہوں' ایرانی' چائنیز' اٹالین' دیسی بدیسی سب کچھ (جو چیزیں حلال ہیں)۔ لباس میں سادہ' پر وقار اور حیا کے تمام تر تقاضوں کو پورا کرتا ہوا لباس پسند ہے۔ لانگ شرٹ وو چوڑی دار پاجامہ اور بڑا سا شیفون کا دوپٹہ بہت پسند ہے آسمان کی نیلاہٹ' سمندر کی موجیں' چاند کی چاندنی' سورج کی گرمیں (صرف سردیوں میں) گلاب کی خوشبو' سردیوں کی شامیں' گرمیوں کی صبحیں' پت جھڑ کا موسم' حسین آنکھیں بہت اٹریکٹ کرتی ہیں۔ پسندیدہ کتاب قرآن مجید ہے' جس میں ہر مسئلے ہر چیز کا حل ہے۔ پسندیدہ اشخاص میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم' امی جان' قائداعظم' آئن اسٹائن اور سکندر اعظم ہیں۔ جذباتی بہت ہوں' رونا بہت جلدی آجاتا ہے۔ قلم' کاغذ اور مٹی کی سوندھی خوشبو جو کہ برسات کے بعد اور بھی دلکش اور سوندھی ہو جاتی ہے' سے عشق ہے۔ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش حج کرنا اور اپنے والدین کو حج کرانا ہے۔ میں بادلوں پر جاکر کھیلنا چاہتی ہوں' اہرام مصر کی تاریخ سے بہت متاثر ہوں۔ دنیا کے تمام عجائبات کو خود جاکر دیکھنا چاہتی ہوں اگر میرے بس میں ہوتا تو پوری دنیا کی سیر کرتی۔ آنچل میرا اوڑھنا' بچھونا ہے۔ اللہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے' آمین۔ شاعری سے بہت لگاؤ ہے' غالب' علامہ اقبال' ظفر' شیکسپیئر' محسن نقوی' پروین شاکر' وصی شاہ اور مریم (بہن) کی شاعری بہت پسند ہے۔ وقت کی بہت زیادہ قدر دان ہوں' کہیں جانا ہو تو ایک گھنٹہ پہلے ہی تیار ہو جاتی ہوں (ہاہاہا)۔ اللہ نے مجھے بہت سی صلاحیتوں سے نوازا ہے' اس کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ پینٹنگ' کوکنگ' ڈانسنگ' نعت خوانی' تقریر کرنا' سامنے والے کی آنکھیں پڑھنا' کہانیاں لکھنا یہ میری چند خداداد صلاحیتیں ہیں۔ اپنے اسکول میں آل راؤنڈر کا خطاب ملا تھا' بہت سے ناولز اور رائٹرز میرے پسندیدہ ہیں نام لکھنے بیٹھوں گی تو آپ بور ہو جاؤ گے۔ بہت سے دن میری زندگی کے یادگار دن ہیں مگر ایک وہ دن جمعۃ المبارک جب میری پہلی کہانی ''نونہال'' میں شائع ہوئی' ایک وہ دن جب میں نے ایبٹ آباد بورڈ میں Water & Me پر مضمون لکھا تھا اور میری 4th پوزیشن آئی اور ایک وہ جب میری میٹرک بورڈ میں 2nd پوزیشن آئی' ہمیشہ یاد رہیں گی۔ اپنے وطن سے بے پناہ محبت ہے' پاکستان کے لیے کوئی ایسا کارنامہ سرانجام دینا چاہتی ہوں کہ تاریخ میں میرا نام سنہری حرفوں میں لکھا جائے۔ میری دوستوں کی فہرست بہت لمبی ہے' جن میں سے چند یہ ہیں ماریہ' رافعہ' وافیہ' مریم' زینب' طیبہ' حفیظ میری پیاری امی جان' سدرہ' ایمان' امل' ناظمین' اقصیٰ میں زیادہ دوستیں نہیں بناتی اگر دوستی کروں تو نبھاتی ہوں۔ اپنے امی ابو' بہن بھائیوں سے بے تحاشہ پیار ہے۔ امید ہے آپ سب کو مجھ سے مل کر اچھا لگا ہوگا' آخر میں یہ کہوں گی کہ کسی پر اعتبار نہ کریں سوائے ماں باپ کے کوئی شخص قابل اعتبار نہیں' دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

سلمیٰ گوری

میں سر جھکائے کہہ دوں گی اپنے رب کے سامنے
کہ ہزاروں گناہ ہوگئے تیری رحمت کے ناز پر

السلام علیکم' ہم سلمیٰ گوری خان ہیں' گوری ہمارا نک نیم ہے۔ ہم 21 جولائی کو لندن کی سرزمین میں پیدا ہوئے لیکن پچھلے تین سال سے ہم اپنے پیارے ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان کے گریٹ سٹی لاہور میں رہائش پذیر ہیں ویسے بھور بن میں بھی ہمارا ایک پیلس ہے' جہاں ہم چھٹیاں انجوائے کرنے جاتے ہیں۔ اسٹار ہمارا کینسر ہے' ہم دو سسٹرز اور ایک بھائی ہے اس کا نام حمزہ شاہ ہے۔ آپی حرا کی شادی ہوئی ہے ان کا ایک کیوٹ سا بے بی بھی ہے' طحہٰ تغلق خان! مجھے وہ بہت اچھا لگتا ہے' اس کی بھی میری طرح نیلی آنکھیں ہیں' ہیئر کلر بھی گولڈن ہے۔ میری کافی فرینڈز ہیں جن میں حنا بلال' منجو' ہما ملک' صنم خان' عروشے' روبابہ' سارہ حماد' شہلا بٹ' مہوش ملک' ہادیہ چوہدری اور بھی بہت ہیں لیکن بیسٹ سے بھی بیسٹ ایک ہے وہ ہے انا نیا ملک (منجو)۔ میری کچھ لندن کی بھی فرینڈز ہیں' وہ بچپن کی فرینڈز ہیں' سب بہت اچھی ہیں۔ اب صرف نیٹ کے ذریعے ان سے رابطہ ہے' سپنا' کیٹ' جینی' کیتھرائن' جلینا' نیلر بلاک وغیرہ یہ سب بہت یاد آتی ہیں۔ بے شمار حسین یادیں ان سے وابستہ ہیں' جب ہم پاکستان آرہے تھے ان سب نے مجھے کہا تم نہ جاؤ یہیں رہ جاؤ ہمارے پاس۔ وہاں کیا کروں گی وہاں کے لوگ تو اپنا مستقبل بنانے کے لیے یہاں آتے ہیں اور تم لوگ پاکستان جارہے ہو جو کہ ایک ڈراؤنا ملک ہے' وہاں کچھ بھی تو نہیں۔ ہم اس وقت یہی سمجھتے تھے کہ وہ ٹھیک کہتی ہیں کیونکہ اسٹارٹ میں ہمارا دل نہیں لگتا تھا مگر ہم بابا جان سے بغاوت بھی تو نہیں کرسکتے تھے لیکن اب پاکستان ہمارا سب کچھ ہے چاہے اس میں کچھ بھی نہ ہو (دوسروں کی نظروں میں) جو آزادی یہاں ہے اور کہاں ہوگی۔ ہم آج ان کو کہتے ہیں کہ پاکستان جیسا کوئی ملک نہیں' یہاں کے لوگ' یہاں کا کلچر' رسم و رواج سب یونیک ہے۔ وہ چاروں (جینی کے علاوہ) میری آپی کی شادی میں آئی تھیں دو ہفتے یہاں رہیں' بہت انسپائر ہوئیں' ان کا جانے کا دل نہیں کرتا تھا۔ اب تو وہ مجھے کہتی ہیں کیوٹ کنٹری کی کیوٹ پرنسس کیسی ہو؟ تب مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ ہمیں سیاست میں بالکل دلچسپی نہیں ہے' سب کرپٹ ہوتے ہیں (غریب عوام کا خون چوس لینے والے)۔ میرا حمزہ بھائی بہت اچھا اسٹوڈنٹ ہے' ابھی 6th کلاس میں ہے وہ مگر سخت مزاجی میں پکا ہٹلر کا جانشین ہے۔ ہمارے شاہ ہاؤس کی طرح ہمارا سرونٹ کوارٹرز بھی کافی لارج اینڈ ویل فرنشڈ ہیں' ہم ایسا نہیں سوچتے کہ یہ ہمارے نوکروں کے بچے ہیں ہم کیوں ان کے ساتھ کھائیں یا کھیلیں' نہیں ہم ایسا سوچ بھی نہیں سکتے وہ سب بہت اچھے ہیں' ہماری طرح انسان ہیں۔ جب اللہ نے کوئی فرق نہیں رکھا تو پھر ہم کون ہوتے ہیں' یہ ہمارے والدین کہتے ہیں اگر پسند کی بات کروں تو میری پسند ناپسند چینج ہوتی رہتی ہے۔ ڈریسز میں جینز اینڈ شرٹس یا پھر بھی فراک بھی پہن لیتی ہوں۔ فیورٹ کلرز میں بلیک' گرین اینڈ میرون کلر پسند ہیں۔ انگلش موویز اینڈ سونگز پسند ہیں۔ اردو فلمیں بھی پسند ہیں' فیورٹ ایکٹرز میں ہالی وڈ سے ٹام کروز اینڈ اسکارلٹ جوہانسن پسند ہیں۔ بالی وڈ سے صرف شاہ رخ خان اینڈ کاجل پسند ہیں جبکہ لالی وڈ میں ببرک شاہ پسند ہے یہ ہمارے کزن بھائی صارم شاہ سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ ٹی وی پر جب آتا ہے تو ہمیں ایسا لگتا ہے ہم اپنے بھائی صارم کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے لندن میں ان کا روڈ ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا وہ ہم سب کو چھوڑ کر چلے گئے۔ فیورٹ سنگرز میں جینفر لوپیز' رکی مارٹن' سونو نگم' راحت اینڈ ابرار الحق پسند ہیں۔ پاکستانی ٹی وی

ڈرامے پسند ہیں آنچل تین چار سال سے پڑھ رہی ہوں' اس میں بہت اچھی اسٹوریز ہوتی ہیں۔ فیورٹ آئیڈیل شخصیت ایک ہی ہیں وہ ہیں سرور کونین رحمت دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم' ان سے بے پناہ محبت اور عقیدت ہے۔ آپ سب لوگ پلیز دعا کیجیے گا کہ میں حج اینڈ عمرہ کی سعادت حاصل کرسکوں' ہر مسلمان کی طرح میری بھی یہ اولین خواہش ہے۔ ہماری پہلے کافی آنچل فرینڈز تھیں اب چند ایک ہی ہیں' عائشہ ملک' کرن' وفا' بشریٰ باجوہ' امید چوہدری' ماہم علی آپ لوگ کہاں ہو؟ آئی مس یو آل۔ اوکے آنچل گرلز میں آپ کو مزید بور نہیں کروں گی' مجھ سے مل کے کیسا لگا ضرور اپنی رائے سے نوازیے گا۔

اقراء مسرت

میرا نام اقراء مسرت ہے اور پیار سے سب اقو پکارتے ہیں تو یوں ہوا اقراء مسرت اقو۔ تمام آنچل اسٹاف' قارئین کو اقراء مسرت کا سلام قبول ہو' جی ہاں تو بات ہوجائے اپنے تعارف کی تو ناچیز 9 نومبر 1998ء کی ٹھٹھرتی ہوئی رات میں اس دنیا میں تشریف کا ٹوکرا لے کر آگئیں۔ ہم چار بہن بھائی ہیں' ماہدولت کو سب سے بڑا ہونے کا شرف حاصل ہے۔ پھر ایک بھائی ہے علی پھر بہن نمرہ مسرت پھر بہن شوائل فاطمہ ہماری بلبل شالو۔ بہن بھائیوں میں' بہن نمرہ سے بہت اٹیچ ہوں' اس سے دلی انس ہے۔ بہترین شخصیت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علیؓ ہیں پھر میرے نانو ابو پھر میری امی جان ہیں جن سے دلی لگاؤ ہے ان سے محبت اس حد تک ہے کہ میں کہتی ہوں یہ دو ہستیاں (امی' نانا ابو) میری زندگی میں نہ ہیں تو شاید اقراء کا وجود بھی نہ ملے۔ حلقہ یاراں اتنا وسیع نہیں مگر علینہ' افسانہ' کنول اور طیبہ کا شمار میری بہترین دوستوں میں ہوتا ہے جو کہ دل کی سب سے اونچی مسند پر براجمان ہیں۔ کھانے میں فش اور چکن بریانی' وائٹ کڑاہی پسند ہے۔ میٹھے میں سویاں اور کھیر پسند ہیں' پسندیدہ رنگوں میں کالا اور رائل بلیو شامل ہیں۔ لباس چونکہ امی کی پسند سے پہنتی ہوں اس لیے وہ جو بھی بنوا کے دیں میں زیب تن کرلیتی ہوں مگر ذاتی رائے کے مطابق لانگ فراک' چوڑی دار پاجامہ اور بڑا سا آنچل پسند ہے۔ فیورٹ ٹیچرز میں مس سارا اور مس جویریہ شامل ہیں۔ فیورٹ ڈائجسٹ آنچل اور شعاع ہیں جن کے بغیر سانس لینا بھی دوبھر لگتا ہے۔ فیورٹ رائٹرز میں نازی آپی (لو یو سو مچ آپ کی سوچ سے بھی زیادہ) اقراء صغیر احمد' راحت وفا اور سائرہ رضا شامل ہیں۔ موسم بہار اور برسات کا پسند ہے۔ "لفظوں سے محبت ہے" کتابیں میری زندگی کا قیمتی اثاثہ ہیں اور انہی کتابوں میں سرفہرست کتاب' قرآن کریم ہے۔ اللہ پاک ہمیں اس کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے' آمین۔ زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے کہ باعزت و ناموس پڑھائی سے فارغ ہوکر اپنی جاب کروں اور اپنے گھر والوں کو کعبہ شریف کی زیارت و طواف کرواؤں اور اپنے امی' پاپا کے لیے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنوں' آمین۔ اجازت چاہتی ہوں کہ رب کریم ہمارے وطن کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے آمین' اللہ حافظ۔

❁

فاخرہ گل

ادارہ

شروع اس پاک ذات کے نام سے جو ذرے کو شمس بنا دینے پر قادر ہے جو عزت دینے پر آئے تو اپنی رحمت کے خزانوں سے اربوں کھربوں سے بھی زائد کی آبادی میں سے چند لوگوں کو اپنی کرم خاص نظر سے ایسا ہنر عطا فرمادے کہ وہ جانے جائیں۔ پہچانے جائیں اور پھر وہ ہنر جو خدائی صفت بھی ہو تو اسکی عطا پر کیوں نہ شکر کیا جائے کہ کاتب تقدیر نے ہمارے بھی اذہان میں الفاظ کی وہ روانی پیدا فرمائی کہ جس کے قلم کے ذریعے صفحہ پر منتقل ہوتے ہی اس میں ایسی تاثیر محسوس ہو کہ پڑھنے والے پسند کریں سراہیں اور تحریر میں چھپے پیغام کو اپنی روزمرہ زندگی میں مثبت طریقے سے شامل کرکے قاری ہونے کا مکمل حق ادا کردیں اور پھر یہی اور حقیقی تعریف مصنف کے حصے میں آئے جو بلاشبہ اس کی شخصیت، پہننے، اوڑھنے یا تعلیمی قابلیت کی تعریف نہیں بلکہ ان الفاظ کی تعریف ہے جو اللہ کریم کی طرف سے ہمارے ذہن میں اتارے گئے اور درحقیقت قارئین انہی لفظوں کے فین ہوتے ہیں یعنی تعریف جس بھی انداز سے ہو وہ اس پاک ذات کی ہی ہے اب یہ اس کا بڑا کرم ہے کہ اس نے وہ الفاظ ہمارے قلم کے ذریعے آپ تک پہنچائے البتہ لکھتے وقت سرزد ہونے والی تمام غلطیاں انسانی ذہن کا اپنا شاخسانہ ہوتی ہیں۔

مجھے جب طاہر بھائی نے آنچل میں سجنے والی بہنوں کی عدالت میں حاضر ہونے کا کہا تو باوجود اس کے کہ آج کل لکھنے کی مصروفیت عروج پر ہے میں نے فوراً ہاں کردی جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ طاہر بھائی الحمدللہ جس قدر عزت دیتے ہیں انہیں کسی بھی معاملے میں انکار کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اور دوسری وجہ یہ بھی کہ میں نے سوچا خیر ہے زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس سوالات ہوں گے میں ایک ہی دن میں لکھ کر بھیج دوں گی لیکن میرے اندازے کے بالکل برعکس سوالات کی ایک لمبی قطار ہے آپ سب کی محبت ہے ایک ایک جواب دینے پر اصرار ہے اور میں حاضر ہوں' ان شاء اللہ کوشش ہوگی کہ سب کے جوابات دوں اور کسی کو بھی شکایت کا موقع نہ ملے۔

سب سے پہلے بیلسی سے فائزہ پوچھتی ہیں کہ آپ کو کس ایج میں پہلی بار محسوس ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ نے شروعات کی؟

فائزہ میں ففتھ کلاس میں تھی اور ان دنوں ہم حیدرآباد میں رہائش پذیر تھے۔ امی کی ایک ملنے والی آنٹی ہمارے گھر آئیں تو پنجاب میں موجود اپنے رشتے داروں کو اکثر یاد کرتی تھیں ایک دفعہ یوں ہی امی نے انہیں مشورہ دیا کہ آپ انہیں خط بھیج دیا کریں اور پھر ان کے جواب آئیں گے اس طرح آپ کو لگے گا جیسے آپ کے درمیان رابطہ ہے اب مسئلہ درپیش یہ تھا کہ خط لکھوایا کس سے جائے اتفاق سے میں پاس ہی بیٹھی ہوم ورک کررہی تھی جھٹ سے اپنی خدمات پیش کردیں۔ وہ حیران تو ہوئی کہ یہ جانے کیسا لکھے لیکن جب انہوں نے پہلا خط لکھوایا اور لکھنے کے بعد میں نے انہیں پڑھ کر سنایا تو انہوں نے فوراً میرا ماتھا چوم لیا اور بولیں یہ تو خط لگ ہی نہیں رہا بالکل ایسا لگتا ہے جیسے وہ میرے سامنے بیٹھی ہیں اور میں ان سے باتیں کررہی ہوں۔ میں الفاظ اور جذبات کا اظہار آنٹی کی طرف سے ایسا کیا کرتی تھی کہ ان کا کوئی بھی رشتے دار پنجاب سے آتا تو خط والی لڑکی سے ملنے کی خواہش ضرور ہوتی اور اسی کو میں اپنی ابتدا سمجھتی ہوں جب میں نے کسی کے جذبات کو اپنے الفاظ میں ڈھالا البتہ باقاعدہ رسائل میں لکھنے کا آغاز 2005ء میں کیا۔

سوال نمبر۲:۔ رائٹر بن کے زندگی میں کیا تبدیلی آئی؟

جواب:۔ زندگی پہلے سے کہیں زیادہ مصروف ہوگئی ہے کیونکہ اپنی روزمرہ زندگی میں سارے کام بخوبی انجام دینے کے بعد لکھا جاتا ہے۔ اپنے حصے کا آرام کا وقت میں لکھنے کو دیتی ہوں کیونکہ اگر دو تین دن کچھ لکھے بغیر گزر جائیں تو بے چینی سی ہونے لگتی ہے۔ کچھ کمی' کچھ ادھورا پن محسوس ہوتا ہے اور چلتے پھرتے پھر ذہن میں وقت نکالنے کا مشن گھومتا رہتا ہے۔

سوال نمبر۳:۔ جو کردار آپ لیتی ہیں وہ کہاں سے لیتی ہیں؟

جواب:۔ کرداروں کی تو فائزہ ہمارے معاشرے میں کمی نہیں ہے۔ ہم تمام عمر بھی لکھتے رہیں تو ان سب کا احاطہ نہیں کرپائیں گے جس طرح ہم سب کی انگلیوں کی پوریں مختلف ہیں ناں بالکل اسی طرح ہم سب انسانوں کا زندگی کو دیکھنے پرکھنے اور برتنے کا نظریہ بھی مختلف ہے اور ہم صرف کسی ایک انسان کی نفسیات کا بھی مشاہدہ کریں تو اس میں سے ہی درخت کی شاخوں کی طرح اس سے جڑے مزید کردار نکلتے آئیں گے اور ہر کردار ہی اپنے اندر ایک کہانی رکھتا ہے اور صرف وہی نہیں بلکہ اس کی کہانی میں شامل تمام کرداروں کی بھی اپنی ایک الگ کہانی اور اس طرح کئی اور...... میں بھی ہمیشہ یہی کرتی ہوں کہ میرے کردار معاشرے کا حصہ معلوم ہوں حقیقت سے قریب ترین ہوں' تخیلاتی نہ ہوں کیونکہ تخیل کی اونچی اڑان بھرتے بھرتے جب ایک دم غیر ارادی طور پر قدم حقیقت سے ٹکراتے ہیں تب انسان کو اپنا آپ معلق محسوس ہوتا ہے۔ تخیل اور حقیقت کے درمیان اور میں کبھی بھی یہ نہیں چاہوں گی کہ میرے قاری کی ذہنی سطح خواب اور حقیقت کے درمیان معلق رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو میری تحریروں کے کردار اپنے ہی آس پاس نظر آئیں گے۔

سوال نمبر۴:۔ "میرے ہمنوا کو خبر کرو" میں آپ نے اتنے شاندار طریقے سے ویلیوز دکھائی ہیں کہ ہمیں ان سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا آپ کا اس میں اپنا پسندیدہ کردار؟

جواب:۔ پسندیدگی کے لیے شکریہ کردار تو اس میں سب ہی مجھے پسند تھے بلکہ ہیں کیونکہ کوئی بھی تحریر لکھتے ہوئے ان کرداروں سے بھی ایک انسیت سی ہوجاتی ہے ان کی خوشی بھی خوش کرتی ہے اور ان کے دکھ پر دل پریشان بھی ہوتا ہے اور پھر جس طرح ندی نے ناکردہ گناہوں کی سزا کاٹی وہ لکھتے ہوئے بھی افسوس ہوا لیکن مجھے خوشی ہے کہ قارئین نے اسے بے حد سراہا جس کے لیے میں اللہ تعالیٰ کی شکرگزار ہوں ناول میں موجود میرا سب سے پسندیدہ کردار ناول کے ہیرو' ہیروئن یا ولن نما انسان کا نہیں بلکہ میرا پسندیدہ کردار ندی کی والدہ کا ہے کہ جب ساری دنیا ان کی بیٹی پر الزام لگا رہی تھی تو شوہر کے دنیا سے چلے جانے کے

باوجود انہوں نے صرف اور صرف اپنی بیٹی پر اعتبار کیا درحقیقت یہی
اعتماد ہی تو ہے جو اولاد اور خاص طور پر بیٹیوں کو دینا چاہیے اور پھر بیٹیوں
پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنے والدین کے اعتماد کو کبھی ٹھیس نہ پہنچائیں۔

سوال نمبر۵:۔ کوئی ایسا کردار جسے لکھتے ہوئے آپ بہت جذباتی ہوگئی ہوں؟

جواب:۔ مجھے تو لگتا ہے شاید میں تو چھوٹے سے چھوٹا کردار لکھتے ہوئے بھی جذباتی ہو جاتی ہوں کیونکہ ہر کردار کے ساتھ ہی انوالومنٹ اس قدر ہو جاتی ہے کہ کسی ایک کا نام لینا غلط ہوگا "لال جوڑا" کی سارہ آپی ہوں یا "وہی ایک لمحہ زیست کا" کی تاجی، کاش ایسا کے تو جوان قاری صاحب ہوں یا کسی کے ہاتھوں پر کا سیونگ" تمام ہی کرداروں کے بارے میں لکھتے ہوئے ہمیشہ ہی قلم پر گرفت اس لیے بھی رکھنی پڑی کہ اگر رکھتی تو جانے کتنا طویل لکھتی ہی جاتی کہ ان کے اور مزید کچھ کرداروں کے بارے میں لکھنے اور بتانے کو بہت کچھ تھا لیکن اس سے کہانی کا جھکاؤ غیر متوازی ہو جاتا اس لیے بڑا ہی مختصر لکھا لیکن الحمدللہ اس مختصر لکھے ہوئے میں ہی اتنی پذیرائی ملی کہ ہو سکتا ہے اسے اس طرح لکھا جانا ہو۔

اب سوالات کی باری ہے اسلام آباد سے روشی روشانے کی۔

سوال نمبر۱:۔ آپ نے کس رائٹرز سے متاثر ہو کر لکھنا شروع کیا؟

جواب:۔ مجھے اپنی کم علمی کا اعتراف ہے روشی کہ مجھے بہت کم پڑھنے کا وقت ملتا ہے شروع سے ہی کچھ ایسا ہی تھا اور ایسا نہیں تھا کہ میں ناولز پڑھنے کے معاملے میں بہت کریزی ہوا کرتی تھی۔ ہمارے گھر میں مطالعے کا شوق نہیں بلکہ جنون میری سسٹر نازیہ باجی کو ہے خواتین کے ماہانہ رسالے صرف انہی کی وجہ سے آیا کرتے تھے جن میں میری دلچسپی محض مختصر سلسلے ہوا کرتے تھے۔ پھر بھی کبھار اگر کوئی کہانی پڑھ لی تو تبصرہ روانہ کر دیا کرتی تھی اور جب حقیقی معنوں میں مجھے پڑھنے اور بہت پڑھنے کا دل چاہنے لگا تو میں اٹلی چلی آگئی جہاں اردو کتابیں ناپید اور پھر یہ ہوا کہ میں پاکستان سے کتابیں منگوا کر پڑھنے لگی لیکن اتنا زیادہ کسی بھی رائٹر کو نہیں پڑھا کہ مجھے لگے وہی میرے لکھنے کی وجہ بن گئی یا بن گئے ہوں۔

سوال نمبر۲:۔ آپ کو اس شعبے میں آنے کے لیے کس فیملی ممبر کی سپورٹ حاصل ہے؟

جواب:۔ ہماری فیملی کا مزاج الحمدللہ ایسا ہے کہ ہم ایک دوسرے کو تو کیا کسی دوسرے کو بھی اگر کسی بھی موقع پر سپورٹ درکار ہو تو ہمیشہ کوشش یہی کرتے ہیں کہ ہمت توڑنے کے بجائے ہمت بندھائی جائے اور اس بات کے سب ہی معترف بھی ہیں تو ایسے میں ظاہر ہے کہ سپورٹ تو بہرحال سب کی رہی ہے۔ امی ابو ہوں یا سسٹرز جب انہوں نے مجھے لکھتے دیکھا تو ہمیشہ بہت حوصلہ افزائی کی اور اس حد تک کی کہ ایک کہانی کے بعد پھر مزید دل چاہنے لگا کہ مزید لکھا جائے ایک چھوٹی سی مثال دوں کہ ہمارے گھر میں خامی ڈھونڈنے کا رواج امی ابو نے ڈالا ہی نہیں ہے ہمیشہ ہر چیز ہر معاملے اور ہر انسان کے مثبت انداز پر فوکس کرنا ہی سکھایا گیا۔ گھر میں کھانا کھاتے ہوئے اگر کبھی کوئی اونچ نیچ ہو جاتی تو اس دن زیادہ تعریفیں ہوتی ہیں مصالحہ زیادہ ہو گیا تو کی گئی محنت اور کھانے دینے کے انداز کی تعریفوں کے ساتھ ساتھ پھر اس مصالحے کے کم زیادہ ہونے کو بھی سراہا جاتا ہے جیسے آج تو ہونا ہی تھا اور اگر نہ ہوتا تو پتا نہیں ہم کھانا کیسے کھا پاتے تو پھر آپ خود ہی سوچ لیں کہ جب میری پہلی کہانی چھپی ہوگی تو میری حوصلہ افزائی کے لیے کیا کیا نہیں کیا گیا ہوگا اور کس کس انداز میں مجھے سپورٹ کیا ہوگا۔ سو پہلے امی ابو اور سسٹرز اور شادی کے بعد ہسبنڈ کی بھرپور سپورٹ رہتی ہے۔

سوال نمبر۳:۔ آپ کا اپنا فیورٹ ناول یا افسانہ؟

جواب:۔ اپنے لکھے ہوئے میں سے منتخب کرنا تو بہت مشکل ہے لیکن چونکہ آپ نے صرف ایک بتانے کا کہا ہے تو "وہی ایک لمحہ زیست کا" یہ ناول مجھے خود بھی بہت پسند ہے اور افسانوں میں "ہزاروں خواہشیں ایسی" جس میں خانہ بدوشوں کی کہانی اور تمام لب و لہجہ بھی ان کا ہی تھا مجھے لکھتے ہوئے بہت منفرد اس لیے بھی لگا کہ ان کی زبان مختلف تھی جو بہت کم قارئین کو پہلی مرتبہ پڑھنے میں سمجھ آئی اور سب نے ہی کہا کہ وہ افسانہ انہوں نے بہت ٹھہر ٹھہر کر پڑھا پھر دوسری مرتبہ پھر پڑھا تو وہ لب و لہجہ سمجھ میں آیا۔ لیکن ان کی بول چال اور قاری کے ذہن کو ان کی بستیوں تک لے جانے کے لیے مکمل طور پر انہی کے انداز میں ڈائیلاگز لکھنا بہت ضروری تھا اس کے بغیر شاید وہ مزہ نہ آتا۔

سوال نمبر۴:۔ آپ میرڈ ہیں؟

جواب:۔ جی ہاں الحمدللہ میں نہ صرف میرڈ بلکہ دو پیارے پیارے بچوں عبدالرحمان اور محمد حمزہ کی ماما جانی بھی ہوں جن کے دم سے ہر دم رونق اور جن کی دلچسپ باتوں سے ذہن فریش رہتا ہے اور میری دعا ہے کہ رب کعبہ ہمیں ہمارے والدین کے لیے اور ہمارے بچوں کو ہمارے لیے صدقہ جاریہ بنا دے آمین۔

سوال نمبر۵:۔ آپ کی زندگی کا کوئی ایسا دلچسپ واقعہ جو آپ بھلا نہ سکی ہوں؟

جواب:۔ کوئی ایک......؟ میری زندگی تو مختلف قسم کے دلچسپ، رنگین، خطرناک اور ایڈونچرز سے بھری ہوئی ہے جن میں سے ایک کا انتخاب کروں تو کس کا، ویسے بھی کسی بھی واقعے کو دلچسپ بنانا تو ہمارے اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے بالکل ایسے جیسے چائے کا کپ سامنے رکھا ہو اور اس میں چینی ڈالنا آپ کے اختیار میں ہو۔ لیکن ایک تازہ ترین واقعہ شیئر کرتی ہوں، جسے دلچسپ بنانے میں میرا تو کوئی حصہ نہیں لیکن ہاں صورت حال ہی ایسی بنی کہ بات ذرا دلچسپ ہوگئی۔ دراصل پچھلے دنوں کسی دعوت پر جانے کا اتفاق ہوا وہاں کچھ اور لوگ بھی موجود تھے۔ میزبان نے ایک مہمان سے میرا تعارف کروایا کہ یہ فاخرہ ہیں جن کا ناول میں نے تمہیں پڑھایا تھا اب آگے کی بات چیت مکالمے کے انداز میں ذرا دھیان سے پڑھیے گا کہ صرف ایک دو لفظوں کے چینج ہونے سے کیا کچھ بدلا۔

"ارے واؤ تم فاخرہ ہو، (کچھ تعریفیں) مجھے ڈائجسٹ اور کہانیاں پڑھنے کا خاص شوق نہیں ہے لیکن اس نے (میزبان کا نام) تمہارا "لال جوڑا" پڑھوایا اور یقین کرو مجھے لگا تم نے وہ سب میرے ہی گھر کے بارے میں لکھا ہو۔"

"بس کوشش کی تھی لیکن اللہ کا شکر ہے کہ آپ کو پسند آیا۔"
(ناول کے متعلق کچھ تعریفی کلمات)

"فاخرہ ابھی جانا ہے یا تھوڑی دیر رکنا ہے؟" (میرے ہسبنڈ نے جو ذرا فاصلے پر بیٹھے تھے نزدیک آ کر پوچھا)

"یہ تمہارے......؟"

"میرے ہزبینڈ ہیں۔"
"اوہ تو آپ میرڈ ہیں۔" (حیرت کا اظہار)
"جی الحمدللہ"

"اب وہ تم سے آپ پر منتقل ہوگئی تھیں کچھ باتوں کے دوران ہی عبدالرحمان بھی پہنچ گئے۔

"ماما جانی میچ میں نے جیتا (چیک) پر جانا ہے تو گھر چلیں۔"

"یہ آپ کا بیٹا ہے؟" ماشاءاللہ عبدالرحمان کو غور سے دیکھتے ہوئے وہ بولیں۔

"جی یہ میرا بیٹا ہے اور وہ جوان بچوں میں گرین شرٹ والا ہے ناں گلاسز والا وہ بھی الحمدللہ میرا ہی بیٹا ہے۔"

"اچھا، اچھا اوہ آپ کے بچے تو ماشاءاللہ دونوں کیوٹ ہیں۔"

پہلے جان پھر جان جاں پھر جان جاناں ہو گئے والا گانا تو میں نے سنا ہوا ہے لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ ایک ہی نشست میں پہلے تم پھر آپ اور پھر آپی تک پہنچ جائیں گے۔

بعد میں ساتھ کھڑی ایک اور لڑکی کے ذریعے میزبان کو یہ بات پتا چلی تو خفا ہوئیں کہ تم نے ٹوکا کیوں نہیں اسے، لکھتے ہوئے تو کرداروں کے بڑے مکالمے لکھ لیتی ہو اس کے منہ پر بھی دو تین جملے مارتیں ناں تو مجھے بھی سکون ہوتا۔

خیر منہ پر جملے مارنا نہ مارنا تو ایک الگ بحث ہے لیکن میں نے خود اس تازہ ترین واقعے کو بے حد انجوائے بھی کیا اور اس پر سوچا بھی بہت کہ اگر ہم ہر سال اپنی سالگرہ دھوم دھام سے منا لیتے ہیں تحائف وصول کرتے ہیں مبارک بادیں لیتے ہیں تو اسی لیے ناں کہ ہماری عمر کا ایک سال بڑھ چکا ہے یعنی ہماری عمر میں اضافہ ہو گیا ہے تو پھر اس کے باوجود بھی ہمیشہ عمر چھپانے کی جستجو میں کیوں لگے رہتے ہیں۔ جب ایک بار دنیا میں آگئے تو پھر تو ایج نے بڑھنا ہی ہے ناں اور ویسے بھی کسی کے چاچی پھوپی ماسی تائی یا آپی اور آنٹی کہنے سے ہم وہ بن تو نہیں جاتے نہ ہماری عمر میں فٹ سے اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی کسی کا نام لینے یا بے تکلف ہونے سے عمر کم ہوتی ہے۔

سوال نمبر۶:۔ کس طرح کے لوگ آپ کو اٹریکٹ کرتے ہیں؟

جواب:۔ خوش مزاج، ذہین اور برجستہ گو۔

سوال نمبر۷:۔ کوئی غزل یا سونگ جو آپ کے موڈ کو بدل دے؟

جواب:۔ اب تو مجھے میوزک سے کوئی خاص لگاؤ نہیں رہا پچھلے تین چار سالوں سے میوزک اتنا سنتی ہی نہیں ہوں ورنہ تیز آواز میں میوزک میرے گھر میں ہونے کی پہچان ہوتا تھا ہر طرح کے سونگ سنا کرتی تھی لیکن مجھے یاد ہے کہ احمد جہانزیب کا گانا "کہو ایک دن کہ جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے سب کچھ تمہارا ہے" جب ریلیز ہوا تھا تو اتنا پسند تھا اور میں اس قدر یہ سونگ سنا کرتی تھی کہ فل سی ڈی میں صرف یہی ایک سونگ ریکارڈ کروایا ہوا تھا تاکہ تسلسل سنتی رہوں۔

اب اگر سنوں تو میں فاسٹ میوزک سننا ہی پسند کرتی ہوں کیونکہ غزلیں مجھے اداس کر دیتی ہیں دل کو بوجھل کر دیتی ہیں کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ میوزک بہرحال بندے کے موڈ پر اثر انداز تو ہوتا ہی ہے۔

سوال نمبر۸:۔ آپ کا کوئی پسندیدہ شعر؟

جواب:۔ کسی ایک کا انتخاب تو بہت مشکل ہے کیونکہ شاعری مجھے بے حد پسند ہے لیکن اس وقت جو ذہن میں آ رہا ہے وہ لکھ دیتی ہوں یہ میاں محمد بخش کے صوفیانہ کلام میں، پنجابی زبان میں لکھا گیا ہے۔

جتاں قدر نہ میرا تے صاحب نوں وڈے آیاں
میں گلیاں دا روڑا کوڑا میتوں محل چڑھایا سائیاں

آخر میں آپ نے میرے لیے جو اتنی ساری دعائیں لکھیں ہیں ان کا بہت بہت شکریہ اللہ آپ کو بھی دنیا اور دین میں کامیابیوں سے نوازے آپ کی فرمائش پہ آپ کے لیے ایک شعر جو میں نے ابھی ابھی آپ کے لیے لکھا۔

تمہارے مسکرانے سے جو دل میں پھول کھلتے ہیں
خدا جانے کہ ان پھولوں کی خوشبو صرف تم سے ہے
بہاروں میں یہ جو ہر سو ہے پھیلی تازگی دیکھو
یہ ان کی تازگی، جوبن، سجاوٹ صرف تم سے ہے

فاخرہ گل

اب یہ سوالات ہیں پیاری سی حنا اشرف کے کوٹ ادو سے۔

حنا ڈیئر آپ کے شروع کے جوابات تو میں دے چکی ہوں اس لیے آپ کے تیسرے سوال سے شروع کرتے ہیں۔ امید ہے کہ پہلے دو کے جواب آپ کو اوپر کی سطور میں مل جائیں گے۔

سوال نمبر۳:۔ ہمارے لیے دوسروں کو سمجھنا مشکل ہے یا خود کو؟

جواب:۔ پیاری حنا سب سے پہلے تو اپنے آپ کا بنیادی تعارف ہر انسان کے علم میں ہونا ضروری ہے کہ آخر ہم کیا ہیں، کون ہیں، کیوں ہیں؟ ہمیں اپنی ہستی کے متعلق ضروری آگاہی ہونی چاہیے اور ہمیں یہ بھی تسلیم کر لینا چاہیے کہ ہم سب اگر دیکھا جائے تو خاک ہیں محض خاک۔

البتہ وقت کے سہرے تھال میں موجود ہمارے اعمال کے سکے ہمیں خاک کے کس درجے پر فائز کرتے ہیں یہ اختیار مکمل طور پر ہمارا ہے ایسی خاک جو دھول بن کر اڑتی ہے اور ہر منظر کو گرد آلود کر جاتی ہے۔ صاف ستھری روشن آنکھوں میں پڑے تو ان میں آنسو بھر دیتی ہے یا پھر ایسی خاک جس کی پاکیزگی کی لوگ قسمیں کھایا کرتے ہیں اور جسے چومنے اور آنکھوں سے لگانے کی حسرت ہر دل میں رہتی ہے۔

ہم دوسروں کو سمجھنے کا خیال ضرور رکھتے ہیں دعویٰ بھی کرتے ہیں لیکن اس میں صداقت نہیں ہوتی اگر ایسا ہوتا تو لوگ اتنے اتنے برسوں کی دوستی یا رفاقت کو بھی چھوڑ کر نہ جاتے میرا انہیں سمجھنے کا دعویٰ رکھنے والے لوگ ایسا ہونے نہ دیتے۔

اس لیے میرا خیال ہے کہ خود کو سمجھنا نسبتاً آسان بھی ہے اور فائدہ مند بھی ہم اگر صرف اور صرف اپنی ذات کے ہی خواص سمجھ جائیں تو خود شناسی کی طرف بڑھا ہوا یہ پہلا قدم بہت آگے تک ہماری رہنمائی کر سکتا ہے۔

سوال نمبر۴:۔ خوش گوار اور خوب صورت زندگی کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

جواب:۔ خوش گوار اور خوب صورت زندگی کے لیے ظاہر ہے کہ ہمیں خوش رہنا چاہیے اور ہر وقت خوش رہنے کی میری اپنی دو ہی ٹپس ہیں کہ یا تو یادداشت کو ظاہری طور پر اس قدر کمزور کیا جائے کہ کسی کی بھی کوئی بھی دل دکھانے والی بات یاد ہی نہ رہے اور یا پھر میری طرح اللہ کو اپنا سب سے گہرا راز دار اور بے تکلف دوست مان لیجیے ظاہر ہے کہ ہم

انسان ہیں مشینی روبوٹ نہیں ہیں کہ ہم میں کسی بھی قسم کے احساسات نہ ہوں یا ہم میں ہرٹ ہونے میں کوئی سائنٹیفک ایرر آ جائے لیکن زندگی میں جو کچھ بھی ہوا ہے باقاعدہ اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرکے سب کچھ بتائیں باوجود اس کے کہ وہ سب جانتا ہے مگر ایک دوست کی طرح اسے بتائیں کہ آج فلاں کے رویے یا بات سے مجھے بہت دکھ ہوا اور میں اب کتنا ہرٹ فیل کررہی ہوں۔ جب اپنی ساری فیلنگ بتا چکیں تو آخر میں یہ کہنا مت بھولیں کہ مالک میں نے یہ سب اس لیے شیئر نہیں کیا کہ میرے ساتھ برا کرنے پر اب انہیں سزا ملے بلکہ میں نے تو آپ کو ایک دوست سمجھ کر یہ سب بتایا ہے اور میں تو انہیں معاف کرچکی ہوں پلیز آپ بھی معاف فرمادیں۔

تحمل کرنے اور معاف کردینے کی عادت اپنا کر آپ اپنی ذات میں جو تغیر اور سکون اور خوشی محسوس کریں گے اس کا کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے اور پھر صرف یہی نہیں بلکہ پھر اس پاک ذات کو اپنی خوشیوں میں بھی شریک کریں اور اسے بتائیں کہ یااللہ یہ خوشی جو آپ نے میری زندگی میں عطا کی ہے میں اسے ڈیزرو تو نہیں کرتی لیکن یہ آپ کا مجھ نا چیز پر بڑا ہی کرم ہے کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا کہ میں اٹھتے بیٹھتے آپ کا شکر کروں اور آپ کی نعمتوں پر پھولی نہ سماؤں۔

بے شک زندگی اور آخرت کی خوب صورتی رب کعبہ سے قریب ہونے میں ہی ہے۔

اس موضوع پر بے حد بے حساب لکھ سکتی ہوں لیکن مجھے امید ہے حنا کیا آپ ایک باشعور اور سمجھدار قاری ہیں ان چند سطور کے لب لباب کو سمجھ گئی ہوں گی خوب صورت زندگی کا راز بندے اور اس کے خدا کے درمیان ایک خوب صورت رشتے اور شکر گزاری میں ہے۔

اور آخر میں آپ نے بھی اپنے لیے ایک شعر لکھنے کی فرمائش کی ہے۔

ہنر بس ایک ہی ہوتا ہے دل تسخیر کرنے کا
جس کے ساتھ پل جییں اسے اک پل کا غم نہ دیں
وجود اپنا ہو سب کے واسطے گو دھوپ میں سایہ
کسی کی آنکھ ہو پرنم، کبھی ہم ایسا غم نہ دیں

فاخرہ گل

راولپنڈی سے ڈیئر علینہ عرفان احمد لکھتی ہیں۔

السلام علیکم آپی میں آپ سے بس یہ پوچھنا چاہوں گی کہ آپ اتنی نیچرل اور ہمبل کیسے ہیں؟ اتنے فیم کے باوجود آپ کے فیس بک کے اسٹیٹس پڑھ کر جو میری رائے آئی وہ یہ ہے کہ آپ بہت ہمبل ہیں اتنا فیم اور پھر بھی سب سے اتنے اچھے طریقے سے بات کرتی ہیں یہ سب کیسے، مجھے آپ کی فین ہونے پر فخر ہے۔

جواب: وعلیکم السلام سوئٹ علینہ

خاک مجھ میں کمال رکھا ہے
مصطفیٰ ﷺ نے سنبھال رکھا ہے
میرے عیبوں پہ ڈال کر پردہ
مجھ کو اچھوں میں ڈال رکھا ہے

میں اگر آپ کو اچھی لگتی ہوں تو اس میں شاید میرا کوئی کمال نہیں ہے بلکہ یہ تو آپ کا اپنا محبت بھرا انداز ہے کہ آپ مجھ سے محبت کرتی ہیں ملی ڈیئر نیچرل یا عاجزی پسند ہونا میرے خون میں ہے میرے اندر جو بھی اچھی عادات ہیں ناں وہ سب ہی امی ابو سے آئی ہیں باقی کی اوٹ پٹانگ عادات سو فیصد میری اپنی ہیں۔ کہا جاتا ہے ناں کہ اولاد اکثر اوقات وہ نہیں کرتی جو اسے صرف کہا جاتا ہے بلکہ وہ عمل تیزی سے اڈاپٹ کرتی ہے جسے وہ اپنے والدین کو کرتے ہوئے دیکھتی ہے تو میں نے بھی دیکھا کہ گھر پر کام کرنے والی آتی ہوں اور کھانے کا وقت ہو تو امی انہیں ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ بچپن سے لے کر آج تک میں نے انہیں کبھی کسی کام والی کو ڈانٹتے تو دور سخت لہجے میں بات کرتے نہیں دیکھا اور وہ ہمیں بھی یہی کہتی ہیں کہ خود کو اس کی جگہ رکھ کر دیکھو اور سوچو تو کبھی ملازم سے سختی سے پیش نہیں آسکو گی اسی طرح ابو بھی ہمیشہ اپنے ماتحت افسران سے لے کر ڈرائیور تک سب کی عزت نفس اور شخصیت کا احترام کرتے تو یہ سب شاید شخصیت کا حصہ ہی بن گیا کہ کوئی بھی خواہ بازار میں چیزیں بیچنے والا ہو یا آپ کے سامنے رہنے والا ہمسایہ سب کے ساتھ اس طرح ملنا ہے کہ انداز میں تکبر تو اللہ معاف کرے بہت بڑا لفظ ہے اور واحد خدا کو زیب دیتا ہے کسی بھی قسم کی بڑائی تک ظاہر نہ ہو اور جہاں تک سب سے اچھے طریقے سے بات کرنے کی بات ہے تو یہی میرا فطری انداز ہے میں اپنے اوپر ملمع نہیں چڑھا سکتی۔

کوشش یہی ہوتی ہے کہ جب آپ سب کی طرف سے اتنی محبت ملتی ہے تو اس کا جواب بھی بہترین الفاظ میں دیا جائے جب لکھنا اسٹارٹ نہیں کیا تھا تب بھی یہی انداز تھا اور اب جبکہ چند لوگ جانتے ہیں تب بھی ویسا ہی ہے اور ان شاء اللہ ہمیشہ ایسا ہی رہے گا کہ شہرت تو آنی جانی چیز ہے لیکن اخلاق وہ دائمی دولت ہے جس کا پلڑا آخرت میں بھی بھاری رہے گا۔

ثمینہ کوثر چیچہ وطنی سے پوچھتی ہیں۔

فاخرہ میں آپ کو بہت پسند کرتی ہوں آج کل کے زمانے میں جہاں فرسودہ رومانس لکھ کر بچیوں کی شخصیت کو مثبت انداز میں تراشنے کے بجائے انہیں ایک افسانوی دنیا میں دھکیلا جارہا ہو اور بچیاں بھی اس بہاؤ میں خوشی محسوس کررہی ہوں ایسے میں آپ کے معاشرتی موضوعات میرے دل کو چھو جاتے ہیں آپ کی کہانیاں میرے اس دعوے میں ثبوت کا کام کرتی ہیں جن میں، میں کہتی ہوں کہ زبردستی کے رومانٹک سین اور مکالموں کے بغیر بھی ایک مضبوط کہانی لکھی اور پسند کی جاتی ہے کیا کبھی اپنی اس خوبی پر تکبر محسوس ہوا لمحہ بھر کے لیے ہی سہی۔

ثمینہ میں نے آپ کی طویل ترین تعریفوں کو پڑھ لیا ہے البتہ یہاں پر صرف یہ چند لائنیں رسید کے طور پر لکھی ہیں اتنے خوب صورت الفاظ اور حوصلہ بڑھانے کے لیے بہت بہت شکریہ۔ تکبر، کیوں، کس بات پر اور کس کے سامنے کروں اور کیا اس خدا سے چھپ کر کروں جو تمام جہانوں میں واحد تکبر کے لائق ہے؟

اللہ معاف کرے غرور وتکبر کرنا تو دور کی بات ہے میں نے تو ایسا کبھی سوچا بھی نہیں ہے اور پھر اگر یہ سوچ لیا جائے کہ ہمارا ہونا ہمارے اختیار میں ہے اور نہ ہی نہ ہونا ہمارے بس میں خود کو دنیاوی معاملات میں پیسے کے بل پر طاقت ور خیال کرنے والے لمحہ بہ لمحہ ختم ہونے والی عمر کی پونجی کو تھام لینے پر قادر ہیں اور نہ ہی بڑھاپے کی طرف بڑھتے قدموں کو روک لینے پر نہ قلم ہاتھ میں تھامنے کی جرات اس کی مرضی کے بغیر کرسکتے ہیں اور نہ ہی ذہن میں ایک بھی لفظ اس کی اجازت کے

بغیر آسکتا ہے۔

تو پھر انا کیسی، تکبر کیوں، اور غرور کس بات کا؟

خالی ہاتھوں کو نواز دے تو اس کا کرم ہے۔ بھرے گلشن اجاڑ دے تو اس کی مرضی، ہمارا کیا ہے جو اکڑ کر چلیں اور تکبر کریں اور اگر سب کچھ اسی کا دیا ہوا کھا پی رہے ہیں تو اس کے بندوں سے منہ ماری کس منہ سے کریں۔ دنیاوی طور پر کوئی شخص دو چار دفعہ آپ پر احسان کردے تو اس کے سامنے قدرتی طور پر سر جھکا ہوا محسوس ہوتا ہے تو وہ تو پہلی سانس سے آخری تک ہمیں نوازے ہی جارہا ہے دعا ہے کہ اللہ ہمیں تکبر سے سر اٹھانے والوں سے بچا کر شکر کرتے ہوئے سر جھکانے والوں میں شامل کردے، لکھنے کا ہنر اس نے دیا ہے اور وہ جب چاہے لے بھی سکتا ہے تو ایک تو غرور وتکبر ویسے غلط اور پھر ایسی چیز پر جو کہ اپنی ہے بھی نہیں۔

ایمل آرزو اوکاڑہ سے پوچھتی ہیں کہ

سوال نمبر ۱: پہلی تحریر کب اور کہاں چھپی آپ کے کیا احساس تھے اور گھر والوں کے کیا تاثرات تھے۔

جواب: پہلی تحریر 2003ء میں پاکیزہ میں چھپی تھی جس کا نام تھا "آرزوؤں کے صنم کدے" اور احساس کا تو خیر پوچھیں مت بے حد خوشی ہوئی تھی اس لیے بھی کہ بھیجنے کے بعد مہینہ بھر کا ہی انتظار اللہ کا شکر ہے کہ ہیں کرنا پڑا تھا اور مزے کی بات میں آپ کو یہ بھی بتاؤں کہ جب اپنی پہلی تحریر بھیجی تھی تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ رائٹرز کو ادارے کی طرف سے کوئی اعزازیہ بھی دیا جاتا ہے میں تو سمجھتی تھی کہ جو بھی تحریریں چھپتی ہیں تو یہی بہت بڑی بات ہوتی ہے کہ تحریر کسی میگزین کا حصہ بنی اور اس کہانی کے ذریعے جو پیغام لکھنے والا دینا چاہتا ہے وہ بے شمار لوگوں تک پہنچ گیا اور بس۔

لیکن کہانی روانہ کرنے کے تقریباً ایک ماہ بعد امی کا فون آیا اور انہوں نے پوچھا کہ کیا تم نے کسی انعامی سلسلے میں کچھ بھیجا تھا میں نے کہا نہیں میں نے تو کہیں نہیں بھیجا ان دنوں وہ رسالہ شائع بھی کردے کر نہیں گیا تھا اسی لیے وہ میری اسٹوری نہیں دیکھ پائی تھیں اور میں نے ادھر میں بھی لکھوایا ہوا تھا لیکن یہاں تو ظاہر ہے مزید تو خیر سے ملتا جب کچھ سمجھ نہ آیا تو امی نے کہا کہ رسید پر ادارے کا بھی نام تھا اور ساتھ عنوان بھی لیکن تم تو...... کہیں تم نے کہانی تو نہیں بھیجی تھی اور جو بات میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھی وہی ہوئی اور تب سب کو پتا چلا کہ میں نے کوئی کہانی بھیجی تھی جو کہ یوں چھپ بھی گئی اور اللہ کا شکر ہے اگلے ماہ تبصرہ میں بے حد سراہا بھی گیا۔ تو گھر والے بھی بہت خوش تھے اور ہمارے گھر والوں کو تو ویسے بھی سیلیبریشن کا موقع ملنا چاہیے ہم چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو بھی سیلیبریٹ کرنے کا چانس ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور اس طرح وہ عام سے لمحات زندگی بھر کے لیے یادگار بن جاتے ہیں اور یوں بھی میرا ماننا ہے کہ خوش ہونے کے لیے کسی بڑے ایونٹ کا انتظار کرنے کے بجائے چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہی بہت زیادہ خوش ہونا چاہیے۔

سوال نمبر ۲: آنچل ڈائجسٹ سے کیونکر اور کب تعارف ہوا؟

جواب: آنچل ڈائجسٹ کے لیے مجھے نازیہ باجی نے کہا تھا (میری بڑی سسٹر) کیونکہ وہ تقریباً سارے ہی رسائل کا بخوبی مطالعہ کرتی ہیں اور میں نے تو لکھنا اسٹارٹ ہی تب کیا تھا جب مجھے پڑھنے کو کچھ نہیں ملتا تھا کہ یہاں پر رسائل تو دور کی بات ہے اردو کتابیں بھی نہیں ملا کرتی تھیں سو انہوں نے بہت تعریف کی اور مجھے بتایا کہ یہ رسالہ انٹرنیٹ پر بھی باقاعدگی سے اپ لوڈ ہوتا ہے تم وہاں سے بھی پڑھ سکتی ہو میں نے پڑھا اور ماشاء اللہ اتنا اچھا لگا کہ بس فوراً ہی لکھ ڈالا اور اگر میں غلط نہیں تو شاید آنچل کے لیے میری پہلی تحریر "تیری چاہ میں" بھی چھپی اس تحریر کو بھی الحمدللہ اتنا پسند کیا گیا کہ پھر جب جب وقت ملتا آنچل کے لیے لکھنا چلتا ہی رہا۔

سوال نمبر ۳: موضوعات کے حساب سے آج کا رائٹر کن باتوں کو ترجیح دے رہا ہے؟

جواب: میری کم علمی کہیے کہ میں تمام رائٹرز کو پڑھ نہیں پاتی ہوں لیکن پھر بھی اگر ایک مجموعی جائزہ لیا جائے تو احساس ہوتا ہے کہ شاید اب لکھنے والے روحانیت کی طرف بھی آنکھ رکھے ہوئے ہیں۔ جو کہ ایک اچھا شگون ہے موضوع کوئی بھی ہو اور کیسا بھی ہو لیکن خدا اور بندے کے باہمی رشتے کو مضبوط بنانے پر ضرور دیا جاتا ہے۔ باتوں ہی باتوں میں بڑے ہی ہلکے پھلکے انداز میں اس مشینی دور سے چند لمحے لے کر لمحہ بھر کے لیے ہی صحیح لیکن خدا کی "یاد" ضرور دلائی جاتی ہے کہ پڑھتے پڑھتے قاری ایک پل کو چونک سا جاتا ہے اور اگر قاری حساس دل کا بھی ہوگا تو یقینی طور پر خود احتسابی کا بھی شکار ہوگا جو کہ اچھا عمل ہے۔

اس کے علاوہ آج کا رائٹر بے حد حقیقت پسند بھی ہے اور اس کا کریڈٹ نہ صرف رائٹرز بلکہ ایڈیٹرز کو بھی دیا جانا چاہیے کہ اب افسانوی موضوعات کی وہ بھرمار نہیں رہی جسے پڑھ کر قاری یہ سوچنے لگے کہ یہ کون سی دنیا میں ہوتا ہوگا اب قارئین بھی وہ کہانی پسند کرتے ہیں جس کے کردار انہیں اپنے ہی گرد چلتے پھرتے ہوئے محسوس ہوں اور یقینی طور پر یہ گر رائٹرز کے پاس بخوبی ہے کہ وہ معاشرے کے کسی بھی کردار کا مشاہدہ کرکے اسے قارئین تک مکمل جزئیات تک پہنچا دے۔

سوال نمبر ۴: کون سے موضوعات قلم کی زد میں آنے سے رہ گئے؟

جواب: اف ایمل کیا پوچھ لیا، مجھو میری دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا آپ نے

کہاں تک سنو گی کہاں تک سناؤں
ہزاروں موضوع ہیں کیا کیا بتاؤں

(شاعر سے معذرت)

بے تحاشا ایسے موضوعات ہیں جن پر لکھنا چاہتی ہوں لیکن افسوس کہ دن میں صرف اور صرف چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں جو کب شروع اور کب ختم ہوتے ہیں کچھ پتا ہی نہیں چلتا، چلتے پھرتے اکثر ذہن میں طرح طرح کے موضوعات گھومتے رہتے ہیں، بعض اوقات تو لڑکیاں فیس بک پر ان باکس میں اپنی خود مکمل کہانی بیان کرکے کہتی ہیں کہ آپ ہم پر لکھیں ابھی ہفتہ بھر پہلے ایک لڑکی نے جو اپنی زندگی کے متعلق طویل ترین میسج کیا تو پڑھ کر خود میری آنکھیں بھیگ گئیں ان سے وعدہ کیا ہے۔ ان کے بارے میں ضرور لکھوں گی تاکہ باقی لوگ پڑھ کر سبق حاصل کریں۔

مسئلہ صرف اور صرف وقت کی کمی کا رہتا ہے ورنہ اللہ کا شکر ہے کہ موضوعات بہت ہیں جن پر لکھنا چاہتی ہوں اور اگر آپ سب کی دعائیں ساتھ رہیں تو اپنی چوبیس گھنٹوں میں سے کچھ تو ان کو اپنا حصہ

ضرور نکالوں گی اور لکھوں گی ان شاءاللہ۔

سوال نمبر۵:۔ کبھی ناول کے کسی کردار میں اپنا عکس نظر آیا؟

جواب:۔ نہیں مجھے تو نہیں لگتا لیکن کچھ کہا نہیں جاسکتا کیونکہ جب رائٹر کوئی بھی کہانی لکھ رہا ہوتا ہے تو کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی کردار میں اس کا اپنا آپ جھلک جاتا ہے عادات میں نہ کسی شخصیت یا خیال میں ہی سچ کہوں مجھے بہت سوچنے پر بھی ایسا کوئی ناول یاد نہیں آیا شاید جو مجھے قریب سے جانتے ہیں وہ کچھ کہہ سکیں مگر میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہے۔

سوال نمبر۶:۔ آپ کی کوئی ایسی عادت جو آپ چھوڑنا چاہتی ہیں مگر چھوڑ نہیں۔

جواب:۔ چھوڑ نہ سکنے کی تو بات نہیں کروں گی کیونکہ دنیا میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے جس کے بارے میں بندہ سوچے اور وہ کر نہ سکے بات صرف اور صرف قوت ارادی کی ہوتی ہے کوئی بھی عادت چھوڑی جاسکتی ہے لیکن بشرطیکہ بندہ خود چاہے تو۔ میری ایک ایسی عادت البتہ ضرور ہے جس کی وجہ سے مجھے کافی زیادہ پرابلم فیس کرنا پڑی اور وہ یہ کہ میں اگر دل میں کسی انسان سے اس کے کسی بیہیور کی وجہ سے ناراض ہوں یا ان کا بیہیور مجھے پسند نہیں ہے تو میں کبھی اور کسی قیمت پر بھی ان سے ہنستے مسکراتے لہجے بات نہیں کرسکتی۔ دنیاداری نبھانے کو دل بھی لیا جائے تو چہرے کے تاثرات ہی بتادیتے ہیں کہ ضرور کچھ بات ہوئی ہے حالانکہ میں اکثر لوگوں کو نوٹ کرتی ہوں کہ وہ دل میں ایک دوسرے کو برا سمجھتے ہیں لیکن جب آپس میں ملتے ہیں تو ایسا ہی لگتا ہے کہ ان کا ایک دوسرے سے بڑھ کر اور کوئی دوست یا قابل اعتبار رشتہ نہیں ہوگا۔

میں ملتی ہی ان سے ہوں جن سے دل سے ملتی ہوں مجھ سے سوکی دوستیاں سوکی رشتے جو صرف اور صرف کسی مفاد کے تحت آپ کے ساتھ جڑے ہوتے ہوں نہیں نبھائے جاتے جب کہ اگر ان کے لیے میرے دل میں کوئی بات آجائے۔

جو دل میں بغض رکھتے ہیں ان اپنوں سے ڈرتی ہوں

ضروری نہیں کہ آپ بظاہر اپنے سامنے چند دو بیں لوگوں کا ہجوم لے کر بیٹھ جائیں کہ یہ سب میرے اپنے ہیں میرے دوست ہیں اور ان کے جاتے ہی آپ ایک ایک میں خامیاں نکالنے لگیں تو پھر یہ کیسے دوستیاں ہوئیں جو صرف ضد پر ہی قائم رہیں ایسے لوگوں کی میری زندگی میں جگہ نہیں جبکہ میں جسے بھی دوست کہتی ہوں نہ اس کی برائی کسی کے سامنے کرتی ہوں اور الحمدللہ نہ کسی دوسرے کی ہمت ہوتی ہے کہ کوئی میرے سامنے میرے دوستوں کو کچھ برا کہے۔ سو جن کو اپنے دوستوں کے لیے اس طرح کرتے دیکھتی ہوں ان سے غیر محسوس طریقے سے دور ہو جاتی ہوں اور میری اسی عادت کو سب کا خیال ہے کہ چینج ہونا چاہیے ورنہ میں کس وقت بھی جاؤں گی لیکن میں ایسی ہی ہوں اور شاید اس معاملے میں میرے لیے بدلنا مشکل ہے۔

سوال نمبر۷:۔ اپنی شخصیت کو تین لفظوں میں بیان کریں؟

جواب:۔ خوش مزاج، حساس، شکرگزار۔

سوال نمبر۸:۔ زندگی کا حاصل؟

جواب:۔ صرف اور صرف محبتیں۔

مسکان قیم الاہور سے

ڈیئر مسکان آپ کے چند سوالات کے جواب تو میں اوپری طور میں دے چکی ہوں اور جو رہ گئے ہیں آیئے ان کی طرف بڑھتے ہیں۔

سوال نمبر۱:۔ رائٹر بننے کے لیے کیا اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے یا انٹر پاس بھی لکھ سکتے ہیں؟

جواب:۔ بالکل بھی نہیں، ضروری نہیں کہ اگر کوئی کم تعلیم یافتہ ہے تو وہ رائٹر نہیں بن سکتا۔ ہاں تعلیم آپ کی مدد ضرور کرتی ہے لیکن اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونا شرط نہیں ہے۔ میں نے کئی ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جن کے پاس ڈگری تو دور کی بات ہے انہوں نے کبھی اسکول کا دروازہ تک نہیں دیکھا ہوگا۔ لیکن اتنی گہری اور بامعنی باتیں کرتے بندہ حیران رہ جائے اور رائٹر بننا کوئی ایسی جاب نہیں ہے جس کے لیے پہلے پانچ سال کا تجربہ بھی ہونا لازم ہو میرے نزدیک تو یہ ایک خداداد صلاحیت ہے جو کچھ ذہنوں پر اللہ کریم کی طرف سے عنایت ہے اسے تراشا جاسکتا ہے نکھارا اور سنوارا جاسکتا ہے بہتر سے بہترین کیا جاسکتا ہے اور یقینی طور پر تعلیم بھی اس میں اپنا کردار ادا کرتی ہے لیکن پھر وہی بات کہ کسی بھی زبان کا لکھاری بننے کے لیے اس زبان پر عبور ہونا لازم ہے ڈگریوں کا پلندہ کوئی شرط نہیں۔

سوال نمبر۲:۔ نئے لکھنے والوں کے لیے کوئی ٹپ، نصیحت یا مشورہ؟

جواب:۔ میں تو نئے لکھنے والوں کو بھی وہی کہوں گی جو میں سوچتی ہوں کہ اپنی کہانیوں کو معاشرے کی قریب ترین سطح پر رکھیں افسانوی اور تخیلاتی موضوع پر انحصار نہ کریں مشاہدہ تیز کریں اور اس سے بڑھ کر صبر کریں مستقل مزاجی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں اگر ایک ادارے میں پذیرائی نہیں مل رہی اسٹوری او کے نہیں کی جارہی تو مایوس ہوکر پین کو ہاتھ سے رکھ نہ دیں بلکہ صرف اور صرف علامہ اقبال کا یہ شعر ذہن میں

لائیں کہ ستاروں کے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں

اگر آپ کسی بھی فیلڈ کے آسمان پر ستارہ بن کر جگمگانا چاہتے ہیں تو ہمت بجو لیں کہ آسمان تک کا سفر ایک جست میں طے نہیں ہوتا وہ سفر تسلسل مانگتا ہے ہمت جذبے اور مستقل مزاجی کے ساتھ۔

اور سب سے بڑھ کر میں آپ کو اپنی ہی زندگی کی ذاتی ٹپ بتاؤں تو وہ یہ کہ آپ صرف اور صرف اپنا کام کریں محنت، لگن اور جذبے سے لکھیں پوسٹ کردیں بحوالہ ڈاک کرنے سے پہلے ہی بحوالہ خدا کردیں، اگر آپ کی تحریر (یا کوئی دوسرا کام) چھپ گئی تو شکر ادا کریں اور اگر نہیں بھی چھپی تو ٹینشن نہ لیں بلکہ مثبت انداز میں یہ سوچیں کہ ہوسکتا ہے کہ اگر چھپ جاتی تو شاید پذیرائی حاصل نہ کرپاتی یا ہوسکتا ہے کسی دوسرے میگزین میں لگے اور وہاں اللہ کے حکم سے زیادہ حوصلہ افزائی ہو جائے یا یہ کہ اگر ابھی کسی بھی ادارے میں میری کہانی جگہ نہیں بنا پارہی تو یقینی طور پر اس میں اللہ کی طرف سے کوئی بہتری ہی ہوگی۔ کیونکہ ہمارے ذہنوں میں یہ تصور انتہائی غلط ہے کہ اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں، میں اس جملے کو نہیں مانتی رد کرتی ہوں کیوں کہ اللہ کے ہاں نہ تو دیر ہے نہ اندھیر۔

یہ دیر تو ہم انسانوں کے ذہنوں میں ہے اور وہ بھی اس لیے کہ ہم اس وقت اس کام کا ہونا خواہش کررہے ہوتے ہیں جبکہ اللہ کے ہاں تو جس کام کا جو وقت مقرر ہے وہ اس پر ہی ہوتا ہے نہ ایک لمحہ پہلے نہ ایک لمحہ بعد میں۔ اس لیے لکھنے کے علاوہ بھی زندگی کے ہر معاملے کو بحوالہ

خدا کرکے خود ریلیکس ہو جایا کریں اسی طرح جیسے کوئی مسافر بس میں بیٹھنے کے بعد منزل بتا کر بے فکر ہو جاتا ہے کہ اب ڈرائیور اسے منزل مقصود تک لے ہی جائے گا تو لکھنے سے لے کر جینے تک تمام خواہشات اللہ کریم کو بتا کر بے فکر ہو جائیں اور یقین رکھیں کہ وہ آپ کو اپنی منزل پر ضرور پہنچائے گا سو محنت نہ چھوڑیں اور اس پر یقین رکھیں۔

سوال نمبر۳:۔ جب بھی کچھ لکھتی ہیں کیا تو اپنا مواد کسی کو پڑھاتی ہیں یا بس پوسٹ کردیتی ہیں؟

جواب:۔ نہیں کسی کو نہیں پڑھاتی بلکہ جو کچھ بھی لکھتی ہوں اسی حالت میں اسے بھیج دیتی ہوں جس نے بھی پڑھنا ہو چھپنے کے بعد ہی پڑھتا ہے۔

سوال نمبر۴:۔ کبھی ایسا ہوا کہ رائٹر بننے کا طعنہ سنا ہو؟

جواب:۔ اللہ کا شکر ہے مسکان کہ آج تو ایسا وقت نہیں آیا کہ لکھنے کے حوالے سے طعنہ یا کوئی بھی بری بات گھر والوں یا باہر کسی طرف سے بھی سننے کو ملی ہو البتہ حوصلہ افزائی اور پذیرائی کافی ملتی ہے۔

سوال نمبر۵:۔ آپ کس وقت لکھتی ہیں اور کتنے دنوں میں ایک ناول لکھ لیتی ہیں؟

جواب:۔ میرا لکھنے کا پسندیدہ وقت تو علی الصبح یا پھر رات کا ہوتا ہے لیکن ایسا ممکن ہوتا نہیں کہ میں ہمیشہ اپنی اوقات میں لکھ بھی سکوں کیونکہ رات کو جب تک میں بچوں کے ساتھ نہ لیٹوں تو وہ سوتے ہی نہیں سو اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انہیں سلانے کے لیے لیٹتی ہوں تو خود بھی سو جاتی ہوں، ویسے بھی یہاں نماز فجر اور عشاء کے اوقات بھی ایسے ہیں کہ سونا جاگنا ہی ہنگامہ رہتا ہے۔ ایسے میں، میں اکثر بچوں کے اسکول جانے کے بعد ہی لکھتی ہوں، لیکن چونکہ باہر کے کام بھی نمٹانا ہوتے ہیں اور گھر کو بھی مکمل طور پر دیکھنا ہوتا ہے اس لیے بس عجیب سی کشمکش یا پھر یوں کہہ لیں کہ میری اور وقت کی آپس میں کھینچا تانی سی رہتی ہے اور میں روزانہ باقاعدگی سے نہیں لکھ پاتی یہی وجہ ہے کہ کبھی کبھار تو مہینے ڈیڑھ مہینے میں صرف ایک ناول لکھا جاتا ہے تو کبھی صرف دو تین دن میں بھی مکمل ناول لکھ دوں، بس موڈ اور وقت پر ڈیپنڈ کرتا ہے۔ میرے سوشل سرکل میں بھی اس بات پر حیران ہوتے ہیں کہ گھر کے علاوہ بھی اتنے سارے کاموں میں سے وقت نکال کر آخر لکھ کیسے لیتی ہوں بقول ان کے کہ تمہارے اندر یا تو بجلی بھری ہوئی ہے یا پھر کسی روبوٹ کی مشینری ہو تم کہ ہر وقت ایکٹو رہتی ہو تھکتی نہیں اور ہم صرف گھر کے کام نمٹا کر ہی خیال کرتے ہیں کہ چلو بھئی اب ریسٹ کرنے کے لیے دوپہر کو سو جاؤ اس کے برعکس میری ڈکشنری میں دوپہر کو سونا ہی نہیں میرے نزدیک تو یہ صرف وقت کا زیاں ہے بس۔

سوال نمبر۶:۔ آپ نے اپنے معاشرے سے دیکھ کر کبھی بھی کہانی لکھی یا سب فرضی کہانیاں ہی ہیں؟

جواب:۔ مکمل کہانی تو شاید نہیں لیکن ہاں اکثر کہانیوں کا تھیم حقیقی ہوتا ہے بعض اوقات کسی کے منہ سے نکلا صرف ایک جملہ پورے ناول کا تھیم بن جاتا ہے۔ مثال کے طور پر "وہی ایک لمحہ زیست کا" میں نائیکا کردار مکمل نہیں بلکہ سو فیصد حقیقی تھا اور صرف اس کردار کی وجہ سے پورا ناول بُنا گیا۔ تیری چاہ میں کی ہیروئن کا نام مجھے یاد نہیں رہا یہ ایک حقیقی کردار تھا جو اب بھی میرے بہت نزدیک ہے۔ "میں کس کے ہاتھ پر" سانحہ نشتر پارک پر لکھا "مس گمیاں روز گوزا" میرے اپنے بیٹے

محمد حمزہ کے منہ سے نکلے صرف ایک جملے نے لکھوایا کہ جب انہوں نے کہا۔ ماما جانی دعا کریں میں شہید ہو جاؤں، یہ جملہ تھا یا کرنٹ میں بالکونی میں پودوں کو پانی دے رہی تھی اور مجھے لگا تھا جیسے ایک دم میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے ہیں آٹھ سالہ معصوم سے بچے کے منہ سے یہ بات سن کر میں گنگ ہوگئی تھی یہ میرا فوری ردعمل تھا یہ بات سننے کے بعد آیا اور تب میں نے سوچا تھا کہ خود اپنے لیے شہادت کی آرزو کرنا دعا مانگنا خواہش کرنا ایک الگ بات لیکن خود اپنے منہ سے اپنے بچوں کی شہادت مانگنا بہت بڑی بات ہے اور بلاشبہ یہ ایک ایسا رتبہ ہے کہ خود صحابہ کرام جس کو پانے کے لیے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کراتے تھے۔

سو اسی رات میں بی بی کا وہ کردار وجود میں آیا جو نہ صرف اپنے بچوں کے لیے شہادت مانگتی ہے بلکہ اس کی دعاؤں کا منبع ہی یہ ہوتا ہے کہ ہماری ہر نسل میں شہید ہوں اور قیامت تک شہادت کا نور ہماری پیشانیوں پر چمکتا رہے اور ایک مزے کی بات میں آپ کو بتاؤں کہ "ہزاروں خواہشیں ایسی" تو خود میں نے اپنے اوپر بیتے چھوٹے سے واقعہ کو ہی قلم بند کیا تھا۔

ہوا کچھ یوں تھا کہ میں پاکستان گئی ہوئی تھی جون جولائی کی دوپہر میں میرے بچوں اور خالہ کے علاوہ اتفاق سے کوئی گھر پر نہیں تھا۔ بیل ہوئی اور جب میں نے گیٹ کھولا تو سامنے مکمل طور پر وہی گیٹ اپ کیے جو میں نے کہانی میں لکھا تھا ایک ہٹا کٹا فقیر کھڑا ہوا تھا اور نہ صرف کھڑا ہوا تھا بلکہ اپنا ایک پاؤں گیٹ کے درمیان میں بھی کرلیا تھا تاکہ گیٹ بند نہ ہوسکے، وہی مکالمے تقریباً جو میں نے تحریر کیے تھے بولنے لگا کہ پتا نہیں فلاں سرکار سے آیا ہوں اور یہ وہ اس کا حلیہ بتا رہا تھا کہ عبدالرحمان اور محمد حمزہ فوراً ہی اندر چھپ گئے میں نے اندازہ تو کرلیا تھا کہ خواہ مخواہ ہی بس فراڈیا ہی ہے لیکن پھر بھی کیونکہ دروازے پر آگیا تھا اس لیے خالی لوٹانے کا تو تصور ہی نہیں تھا تو میں نے ذرا سا پیچھے ہو کر گیٹ کے ساتھ اندرونی دیوار میں بنی بالشت بھر ڈبا نما جگہ سے اسے کچھ پیسے نکال کر پکڑائے۔

یہ جگہ ابو جی نے خاص طور پر دروازے پر آئے فقیروں کے لیے پیسے رکھنے کے لیے بنوائی ہے جس میں ہمیشہ پیسے ہوتے ہیں تاکہ بیل ہونے پر واپس اندر نہ جانا پڑے اور یہیں سے ہاتھ بڑھا کر حسب توفیق ان کی مدد کردی جائے۔

لیکن جناب یہ کیا وہ کہنے لگا نہیں مجھے تو اندر سے جاکر لاکر دو فلاں سرکار کا حکم ہے رزق میں برکت ہوگی وغیرہ وغیرہ گیٹ کے عین درمیان میں رکھا آدھا کیے اس کا پاؤں عجیب و غریب حلیہ اس پر جسامت ایسی کہ لمبا چوڑا پہلوان اور سب سے بڑھ کر اس کی انتہائی پراسرار بلکہ سرخ سرخ سی آنکھیں میں عام طور پر ایک ڈرپوک انسان ہوں۔ کاکروچ، چھپکلیوں وغیرہ سے میری نہیں بنتی، اسی لیے انہیں دیکھتے ہی یہاں وہاں بھاگنے لگتی ہوں وہ بھی مکمل ساؤنڈ افیکٹس کے ساتھ (جی ہاں میری مشہور و معروف چیخیں) لیکن اللہ کا شکر ہے میں کسی بھی قسم کے حالات سے یا انسان سے نہیں ڈرتی سو اندازہ تو مجھے ہو ہی گیا تھا کہ یہ جعلی فقیر ہے لہٰذا پہلے تو میں نے اسے کہا کہ جاؤ معاف کرو اور اگر پیسے لینے ہیں تو یہی لے لو اندر بھی یہی پیسے ہوں گے اور یہاں بھی وہی ہیں لیکن وہ تو ہاتھ میں پکڑا ڈنڈا مارے دھم سے زمین پر اور

کہ لے کر ہی جاؤں گا اس گھر سے تو لے کر ہی جاؤں گا اور دیکھنا تمہیں فلاں فائدہ ملے گا فلاں ملے گا۔

جون جولائی کی ستانے والی دوپہر اندر بیٹھے ہوئے بچے، خالہ تو سو رہی تھیں اگر میں چاہتی تو ذرا سا شور مچا کر کسی کو بلا لیتی لیکن اس کی ضرورت نہیں تھی تو مختصر یہ کہ میں نے گیٹ بند کرنے کی کوشش کی اور وہ کرنے نہ دے رہا تھا پاؤں رکھا ہوا تھا اور اوپر سے ڈنڈے والے ہاتھ نے گیٹ پکڑ رکھا تھا اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتا رہا تھا کہ دو ماہ پہلے میرے ساتھ کسی نے ایسا کیا تھا وہ اب اپاہج ہوکر بھی میرا سلسلہ ان سے ہے۔ لیکن اللہ کی طرف سے مدد ایسی آئی کہ میں نے اس پوری طاقت سے اس کے پاؤں کو پرے کیا تو جس ہاتھ سے اس نے گیٹ پکڑا ہوا تھا اس میں چونکہ ڈنڈا بھی تھا سو اس کا بیلنس بگڑا اور میں نے فوراً سے گیٹ بند کردیا۔ یہ سب شاید دو سے ڈھائی منٹ کا واقعہ تھا جس پر میں نے وہ تحریر لکھی ہے اس ملنگ نما فراڈ کا چہرہ مجھے اب تک یاد ہے لیکن اللہ کا شکر ہے کہ جن برے نتائج کی اس نے اپنی عظیم سرکار کے دورے مجھے ملنے کی خبر دی تھی آج چھ سال بعد بھی ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوا۔

حمیرا اسلیم، سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ فاخرہ آپی مجھے آپ کی تحریریں بہت پسند ہیں اور جس بھی رسالے میں آپ کی کوئی تحریر شامل ہو میں وہ ضرور ہی خریدتی ہوں۔ پہلے تو میں آپ کی لکھی کہانیوں کی ہی فین تھی لیکن جب سے فیس بک کے تھرو آپ کی روزمرہ کی باتیں پڑھنے کو ملتی ہیں میں آپ کی سوچ کی بھی بہت بڑی فین ہوگئی ہوں اتنے خوب صورت انداز میں باتیں کرتی ہیں کہ مزہ آجاتا ہے بہت دفعہ سوچا کہ آپ کو میسج کرکے بتاؤں لیکن ہمت نہیں ہوئی اب آنچل کا بہت شکریہ کہ ان کے توسط آپ سے مخاطب ہوں۔

آپ کیا پاکستان بھی آتی ہیں اگر آتی ہیں تو کتنے عرصے بعد اور اب کب آنا ہے مجھے آپ سے ملنے اور آپ کو اپنے سامنے باتیں کرتے دیکھنے کی بہت شدید خواہش ہے، کیا آپ میری یہ چھوٹی سی خواہش پوری کریں گی اور کیا آپ کے ساتھ میں بھی تھوڑا سا وقت گزار پاؤں گی، جو ہمیشہ کے لیے یادگار ہوجائے میں آپ کی احسان مند ہوں گی۔

پیاری حمیرا اتنی ڈھیر ساری تعریفوں اور دعاؤں کے لیے دل سے بہت شکریہ آپ کے طویل ترین پیغام کو میں نے بڑی توجہ سے پڑھا لیکن باقی خطوط کی طرح مختصر سوال لکھا ہے کہ مجھے اپنی اتنی تعریفیں لکھنا ذرا عجیب سا لگتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ میں نے پڑھی نہیں آپ کے لکھے ایک ایک لفظ میں جو محبت موجود تھی میں اس کے لیے آپ کی شکر گزار ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے میری باتیں اگر آپ کو اچھی لگتی ہیں تو صرف اس لیے کہ آپ انہیں محبت سے پڑھتی ہیں کیونکہ یہ ہے ناں کہ جو لوگ برے لگتے ہوں ان کی اچھی بات بھی بری معلوم ہوتی ہے اور جو اچھے لگتے ہیں ان کی عام سی باتیں بھی دل میں گھر کرجاتی ہیں۔

جی ہاں میں تقریباً ہر سال پاکستان آتی ہوں بلکہ اس دفعہ بھی ان شاء اللہ کچھ دن کی فلائٹ ہے اور ڈیڑھ مہینہ ہم پاکستان میں ہی رہیں گے پاکستان میں روزے رکھنے کا مزہ ہی کچھ اور ہے اور خاص طور پر سحری کے وقت ہونے والی سحری کی اذان، میں یہاں پر بہت مس کرتی ہوں ہمیشہ۔ آپ مجھ سے ملنا چاہتی ہیں تو بھلا کون سی مشکل بات ہے اگلے دو ماہ تک میں پاکستان میں ہی ہوں جب بھی آپ کا گجرات آنا ہو ضرور تشریف لایئے گا مجھے بھی آپ سے مل کر بہت خوشی ہوگی۔

پروین افضل شاہین بہاولنگر سے پوچھتی ہیں

فاخرہ گل آپ کا نام کس نے رکھا تھا اور کیا آپ کو یہ نام پسند ہے؟

ڈیئر پروین پہلی بات تو میں آپ کو یہ بتاؤں کہ جس نام کا آپ نے پوچھا ہے یہ تو آدھا میں نے خود ہی رکھا ہے اور وہ یوں کہ میرا اوریجنل نام فاخرہ گل نہیں بلکہ فاخرہ ذہین ہے جو ابو اور بڑی پھپھو نے مل کر رکھا تھا البتہ یہ فاخرہ گل میں صرف مذاق مذاق میں ہی بدلا تھا اندازہ نہیں تھا کہ یہی پھر مستقل شناخت بن جائے گا۔ دراصل میٹرک میں ہم چار دوستوں کا گروپ تھا فاخرہ ذہین یعنی کہ میں، شازیہ گل جو سوات کی تھی، عائشہ صدیقہ اور عائشہ اشرف ان میں سے بالترتیب ایک حیدر آباد جبکہ دوسری پنجاب کی تھی ہم چاروں میں سے میں اور شازیہ ایک دوسرے کے زیادہ کلوز تھے اور وہ دونوں۔ بس پھر ایک دن اسی محبت میں آکر ہم چاروں نے اپنے لاسٹ نیم ایک دوسرے کے ساتھ تبدیل کرلیے۔ کاپیز، رجسٹر، ڈائری ہر جگہ پر نام کے اسٹیکرز ہٹا کر دوبارہ نئے ناموں والے اسٹیکر لگائے گئے ساری کلاس کو بھی اس تبدیلی کے بارے میں بتایا گیا اور یوں میٹرک ختم ہونے تک ہم یہی نام استعمال کرتے رہے انہی دنوں میں نے ایک میگزین میں شاید اپنی پہلی نعت یا کوئی مراسلہ اب یاد نہیں بھیجا جس پر وہی نام یعنی فاخرہ گل بھی لکھا اور اس کے بعد سے میں تحریری سفر میں یہی نام لکھنے لگی۔

البتہ مجھے اپنا نام فاخرہ ذہین بھی بے حد پسند ہے کیونکہ ناموں کا انسان کی شخصیت پر بے حد اثر ہوتا ہے اور میں اس بات کی بے حد قائل بھی ہوں، جیسا کہ میں نے دو سال میں اللہ کے کرم سے چار کلاسز پاس کی۔ یعنی ون ٹو اور پھر اس کے بعد تھری اور فور اور یہ آئیڈیا مکمل طور پر ہمارے سر اور ہمارے پرنسپل کا تھا کیونکہ ہماری امی کا شروع سے ہی ہمارے پڑھائی کے معاملے میں یہ طریقہ کار رہا ہے کہ وہ لیسن جو کل ٹیچر نے پڑھانا ہے اسے پہلے ہی گھر میں اچھی طرح پڑھنے پر زور دیتیں یوں جب بھی ٹیچر کچھ پڑھاتے ہیں تو فٹ ہر چیز کا جواب دے دیا کرتی، کلاس ورک بھی فوراً اور ٹیسٹ میں بھی سب سے اوپر...... تب سر نے ابو کو کہا کہ فاخرہ تو بہت ذہین ہے (آہم آہم) تو اگر آپ چاہیں تو اسے تیاری کرا کر اگلی کلاس کے بھی پیپر لے جاسکتے ہیں میری خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا بس پھر دل لگا کر تیاری کی اور اللہ کی مدد سے پورے دونوں کلاسز میں ٹاپ کیا۔

آگے بھی کافی سلسلے اس طرح کے سامنے آئے جب مجھے بھی سننے کو ملتا ”ہاں بھئی فاخرہ ذہین جو ہے اس سے تو یہی امید تھی ماشاءاللہ“ سو قصہ مختصر کہ مجھے اپنا نام بہت پسند ہے۔

آپ کے باقی سوالات کے جواب ضرور آپ کو انہی صفحات پر مل گئے ہوں گے۔

(جاری ہے)

ثناء سیٹھی

جدید ناول نگاری میں ایک نام ہمیشہ ستارے کی طرح چمکتا رہا ہے اور وہ نام ہے راحت جبیں صاحبہ کا جو کہ ناول نگاری اور افسانہ نگاری میں اپنی مثال آپ نظر آتی ہیں۔ ان کے ناول نئی نسل میں بے حد مقبول ہوئے۔ ان کی خاص بات جوان کو ہر لکھاری سے منفرد کرتی ہے اور جو ان کی ہر تحریر میں نظر بھی آتی ہے وہ ہے ان کی قدرت سے محبت وہ ہمیشہ قدرتی مناظر کو ایسے قلمبند کرتی ہیں کہ جس کا کوئی ثانی نہیں۔ ہر وہ منظر جو ایک عام انسان کے لیے تو عام ہوتا ہے مگر راحت آپی کے لیے وہ خاص ہوجاتا ہے چاہے وہ سرسبز کھیت کا منظر ہو یا پیلے پھولوں پر اڑتی سفید تتلیاں، خودرو کاسنی پھول ہوں یا نیلگوں آسمان پر اڑتے پرندے، تالاب میں تیرتی بطخیں ہوں یا درخت پر بیٹھی چڑیاں......

غرض ان کی ہر کہانی میں آپ ایسا محسوس کرتے ہیں کہ جیسے یہ سب مناظر ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ اور محسوس کر رہے ہیں۔ کچھ دیر سے ناول نگاری چھوڑ کر اسکرپٹ رائٹنگ پر توجہ مرکوز کی ہوئی ہے ہمیشہ سے ہی انٹرویو بہت کم دیتی ہیں مگر اپنی مصروفیات میں سے آنچل کے لیے وقت نکال کر آج ہمارے ساتھ موجود ہیں آیئے ان سے کچھ ان کے بارے میں جانتے ہیں۔

س:۔ آپ کا مکمل تعارف، مزید ابتدائی تعلیم و تربیت کے بارے میں کچھ بتائیں؟

ج:۔ ابتدائی تعلیم ساہیوال سے ہی ہوئی تھی گھر کے قریب ہی ایک اسکول تھا وہاں جاتے تھے اس کے بعد کالج بھی ساہیوال سے ہی پڑھا۔ ایم اے کرنے کے بعد شادی ہوگئی اور ہم پیا کے ساتھ چیچہ وطنی آگئے جو کہ ساہیوال سے قریب ہے۔

س:۔ بچپن کیسا تھا کس قسم کی بچی تھیں معصوم یا شرارتی؟

ج:۔ شرارتی بالکل نہیں تھی تھوڑی سی بونگی ہوتی تھی۔ فاخرہ کے ذکر کے بغیر تو میں اپنا بچپن بیان نہیں کرسکتی کیونکہ ہم دونوں کی ہر چیز ایک دوسرے سے جڑی ہوئی تھی۔ بڑا معصوم سا بچپن گزرا شام کو باہر جاکر سب بچوں سے مل کر مختلف کھیل کھیلتے اور شام تک بڑے مزے سے کھیلتے رہتے ایک چیز مجھے بچپن کی بہت یاد آتی ہے وہ یہ کہ فاخرہ معصوم ہوتی تھی اس کی نسبت میں تھوڑی سی چالاک تھی میرے بھائی ان دنوں عمران ڈائجسٹ لاتے تھے جن دنوں مجھے پڑھنے کا جنون سوار ہوا تھا تو میں نے فاخرہ کو کہا کہ تم دروازے میں کھڑی ہوجاؤ جب بھی امی یا ابو میں سے کوئی بھی آئے تو ہم نے بھاگنا تھا شرط یہ ہوتی تھی کہ جو میں نے پڑھنا ہوتا تھا وہ لفظ بہ لفظ میں نے فاخرہ کو سنانا تھا اور اسی طرح ہوتا تھا میں پھر رات کو فاخرہ جبیں کو لفظ بہ لفظ وہ پورا سنائی۔

س:۔ لکھنے کی ابتدا کب اور کس عمر میں کی، کیا بچپن سے شوق تھا؟

ج:۔ شوق نہیں تھا صلاحیت ضرور تھی کیونکہ شوق کا ادراک ہی نہیں ہوا تھا جب میں نے لکھنا شروع کیا تو مجھے یاد ہے کہ ہمارے گھر میں شروع سے تعلیم و تربیت اور پھول بچوں کے ماہنامے آیا کرتے تھے اور ہم بہت شوق سے پڑھتے تھے تو پڑھتے پڑھتے نوائے وقت میں ایک واقعہ آتا تھا پھول اور کلیاں اس میں بچے لکھتے تھے تو میری بہن نے کہا کہ ہم کیوں نہیں لکھ سکتے تو بس ادھر ہی بیٹھے بیٹھے دو کہانیاں میں نے اور ایک کہانی میری بہن جو کہ معروف رائٹر ہیں فاخرہ جبیں نے لکھ دی اگلے ہی مہینے کے ایڈیشن میں میری وہ دونوں کہانیاں لگ گئیں۔ اس وقت اس بات کا بالکل نہیں پتا تھا کہ یہ شوق ہے یا کام ہے اس وقت میں چھٹی جماعت میں تھی جب میں نے یہ پہلے بچوں کی کہانیاں لکھی تھیں۔ اس کے بعد ایف اے میں لکھنا شروع کردیا تھا مگر دل کی تسلی نہیں ہوتی تھی اس لیے میں نے تھوڑا سا انتظار کیا اس کے بعد جب میں تھرڈ ایئر میں آئی تو تب لگا کہ میں اب شائع کرواؤں تو شائع ہوجائے گا۔

س:۔ پہلا ناول کون سا تھا، آپ کے کتنے ناول منظر عام پر آچکے ہیں؟

ج:۔ پہلا ناول شعاع ڈائجسٹ میں شائع ہوا تھا جس کا نام تھا ”آگ کی سی رہ گئی“ تھا اس کے بعد بے شمار اور ان گنت ناول اور افسانے لکھے صحیح تعداد یاد نہیں۔

س: اپنی زندگی میں کسے آئیڈیلائز کرتی ہیں؟
ج: جب تک تو میں نے بانو قدسیہ کو نہیں پڑھا تھا تو میری بڑی خواہش تھی کہ میں بانو قدسیہ جیسا لکھوں مگر جب میں نے بانو قدسیہ کو پڑھ لیا تو مجھے پتا چل گیا کہ میں کبھی بھی ان جیسا نہیں لکھ سکتی آئیڈیلائز تو انہی کو کیا تھا رائٹنگ میں اس کے علاوہ ڈائجسٹ میں آسیہ رزاقی اور عاصمہ تقی میری فیورٹ ہوتی تھیں۔
س: آپ کی اپنی کوئی فیورٹ تحریر یا کردار جو آپ کو سب سے زیادہ متاثر کرتا ہو؟
ج: جو میری تحریریں زیادہ نہیں مشہور ہوئیں وہ مجھے زیادہ پسند ہیں۔ (ہنستے ہوئے) اس کے علاوہ میری کتاب "زرد موسم" کی ایک کردار "ایمن" ہے وہ میری فیورٹ ہے۔
س: جب لکھنا شروع کیا تو گھر والوں نے سپورٹ کیا یا مخالفت کی؟
ج: مخالفت تو کسی نے نہیں کی ہمارا گھرانہ ادبی تو نہیں تھا مگر ابا، اماں ہمیشہ اس کام سے خوش ہوتے تھے۔ امی کی سپورٹ پڑھائی میں بہت زیادہ تھی۔ اس وقت امی نے بہت محنت کی ہم سب بہنوں پر کیونکہ ہم سب بہنیں ہی ماشاءاللہ تعلیم کے زیور سے آراستہ تھیں تو اس لیے اس میں ماں باپ کی کوششیں شامل تھیں۔
س: شادی کے بعد لکھنے میں میاں کی کتنی سپورٹ رہی؟
ج: اکثر میرے پڑھنے والوں کو یہ دکھ تھا کہ شاید راحت شادی کے بعد خوش نہیں ہے اس نے دکھی لکھنا شروع کردیا ہے ان سب کو بتادوں کہ شادی کے بعد مجھے میاں کی فل سپورٹ رہی ہے کیونکہ اگر وہ نہ مانتے تو میں دوبارہ سے لکھنا شروع کرتی اور نہ ہی اس طرح لکھ رہی ہوتی۔ انہوں نے بالکل توازن کے ساتھ اس کو لیا، کبھی مجھے کسی چیز سے روک ٹوک نہیں کی شاید اسی لیے میں آگے بڑھ پائی ہوں اس فیلڈ میں۔
س: زندگی کا کوئی خوب صورت اور بدصورت فیسز جو آپ کو ہمیشہ یاد رہے گا؟
ج: بچپن سے جوانی تک سارے فیسز ہی بہت یاد آتے ہیں۔ کھیل کود، شرارتیں وغیرہ شادی سے پہلے کی زندگی تو بہنوں کے ساتھ گزاری شادی کے معاملے میں، میں بتاؤں شادی میں نے بہت روتے ہوئے کرائی تھی کیونکہ میں یہ سوچتی تھی کہ پتا نہیں میرے اوپر کتنا بوجھ پڑ جائے گا وہ تو شکر ہے کہ مجھے میاں بہت اچھے مل گئے اور وہ ڈر بھی ختم ہوگیا۔ اس کے علاوہ بدصورت فیسز جب میری بڑی آپی بیماری ہوگئی تھی کومہ میں چلی گئی اور کومہ سے نکل کر بچوں کی طرح ان کو ٹریٹ کرنا پڑتا تھا تو وہ بہت بڑا دکھ تھا ہمارے لیے۔
س: آپ کے خیال میں ادب نئی نسل کے لیے کس حد تک ضروری ہے؟
ج: نئی نسل میں ادب جتنا ختم ہوتا جارہا ہے میرا خیال ہے کہ اتنا ہی ضروری ہوگیا ہے آٹے میں نمک کے برابر بھی اگر ادب آجائے تو بہت ہے ہم نے اپنی نئی نسل کو سوشل میڈیا کے حوالے کردیا ہے جو کہ بہت غلط ہے کتاب کی حقیقت سے بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا۔
س: آپ کے ناولز میں قدرتی مناظر کا جو تذکرہ نظر آتا ہے وہ بیان سے باہر ہے کیا حقیقی زندگی میں بھی کائنات کی خوب صورتی کو انجوائے کرتی ہیں؟
ج: اگر میں قدرتی مناظر کو انجوائے نہ کرتی تو لکھتی کیسے جب تک انسان اس چیز کو محسوس نہ کرے وہ لکھ ہی نہیں سکتا میں نے جب ٹین ایج کی عمر میں لکھنا شروع کیا تو اس وقت تو یہ حال تھا کہ درخت پر بیٹھی چڑیوں کو دیکھ کر ناول لکھا جاتا تھا اور ان کو دیکھ کر میں نے بیسیوں ناول لکھے۔
س: کبھی نہ کبھی انسان کی زندگی میں ایسا موڑ ضرور آتا ہے جب وہ خود کو بے بس محسوس کرنے لگتا ہے ایسے میں انسان کو کیا کرنا چاہیے؟
ج: اللہ سے رجوع کرنا چاہیے ایسے وقت میں جب انسان بے بسی محسوس کرے تو سوائے اللہ کی ذات کے کوئی اور سہارا نہیں دے سکتا یہ عملی تجربہ ہے میرا جب کائنات ختم ہوتی محسوس ہو تو سارا معاملہ اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے۔
س: کس چیز کی کمی محسوس ہوتی ہے؟
ج: اولاد کی بہت محسوس ہوتی ہے ایک بیٹی ہے دعا تھی کہ میرے چھ سات بچے ہوتے مگر جو اللہ کی رضا، بچوں سے ہمیشہ سے ہی بہت پیار اور محبت رہی۔

س: کوئی ایسا سوال جو آپ چاہتی ہوں کہ آپ سے پوچھا جائے تو وہ کون سا ہوگا؟
ج: ہاں، ایک بات کہنا چاہتی ہوں اپنی مداحوں کو کہ جو مجھ سے کہتی ہیں کہ راحت تم پہلے کی طرح پھولوں، تتلیوں والی کہانیاں لکھوں ان کے لیے کہنا چاہوں گی کہ ٹین ایج میں لکھی ہوئی کہانیاں اور پختہ عمر میں لکھی ہوئی کہانیاں بالکل مختلف ہوتی ہیں لوگ اس چیز کو سمجھیں کہ اٹھارہ بیس سال کی عمر میں لکھی ہوئی کہانیاں میں اس عمر میں تو نہیں لکھ سکتی۔ قدرتی طور پر یہ چیز زندگی پر اثرانداز کرتی ہے۔
س: ٹیکنالوجی کے استعمال کے باعث کتابیں پڑھنے کا رجحان بہت کم ہوگیا ہے آپ کے خیال میں نئی نسل کو ادب کی طرف دوبارہ کیسے راغب کیا جائے؟
ج: میرا خیال ہے کہ اپنے گھر سے ہی شروعات کرنی چاہیے جیسے میں اپنی بیٹی کے لیے پھول، تعلیم و تربیت اور بھی بچوں کے رسالے وغیرہ لاتی ہوں اور پھر باقاعدہ اس کے ساتھ بیٹھ کر اس کو سمجھاتی ہوں اس کے بارے میں مگر میں نے دیکھا ہے کہ بچوں کا انٹرسٹ زیادہ گیمز اور انٹرنیٹ میں ہے۔
س: آج کل بڑی ناول رائٹرز ڈرامہ اسکرپٹ میں بہت مصروف ہوئی ہیں آپ کے ناولز کو بھی یقیناً ڈرامائی شکل دی گئی ہوگی اس کے بارے میں تفصیل سے بتائیں؟
ج: ایسا ہے کہ سب سے پہلے مجھے ہم ٹی وی نے "زرد موسم" کے لیے اپروچ کیا تھا اس کی اسکرپٹ رائٹنگ کے بعد پھر "ساری بھول ہماری تھی" جیو ٹی وی پر پیش کیا گیا۔ اس کے بعد اب موجودہ میرا ڈرامہ "کرب" ہم ٹی وی پر آن ایئر ہے جو کہ ایک سچی کہانی پر مبنی ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سارے پراجیکٹ زیر تحریر ہیں تو اللہ کرے وہ سب تکمیل تک پہنچیں۔
س: شہرت نے آپ کی زندگی میں کیا اثرات مرتب کیے ہیں؟
ج: شہرت تو کچھ بھی نہیں یہ تو لوگ بتاتے ہیں کہ میں مشہور ہوں (ہنستے ہوئے) اثرات تو کوئی نہیں جب لوگ ملتے ہیں تو بہت خوش ہوتے ہیں اور تعریف کرتے ہیں بس وہی ہمارا اثاثہ ہے۔ اس سلسلے میں تمہیں ایک بڑا مزے کا واقعہ سناتی ہوں کہ جب میری شادی کی تصویر ڈائجسٹ میں شائع ہوئی تو میں شاپنگ کرنے گئی تو اس دوران ہم ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ میرے ساتھ والے ٹیبل پر دو لڑکیاں تازہ تازہ شعاع خرید کر لائیں اور بہت خوش ہو کر ایک دوسرے کو شادی کی تصویر دکھا رہی تھیں اور وہ یہ نہیں جانتی تھیں کہ راحت تو ان کے سامنے بیٹھی تھی اس واقعہ کو میں نے بہت انجوائے کیا۔
س: کون سا ایسا عنوان ہے جس پر آپ جتنا لکھنا چاہیں پر کم لگتا ہے؟
ج: جب سے میں ماں بنی ہوں تب سے سب سے زیادہ لڑکیوں کی نادانیاں جو ہوتی ہیں نا ان پر جتنا بھی لکھوں لگتا ہے کہ کم لکھوں گی اور دوسری بات جو خاندان کے بڑے ہوتے ہیں نا جیسے دادا، دادی، نانا، نانی ان کے کرداروں پر جتنا بھی لکھوں مجھے کم ہی لگتا ہے مجھے لگتا ہے کہ ہم ان کا حق ادا نہیں کرپاتے لکھ کر بھی نہیں اور ویسے بھی نہیں۔
س: ماہنامہ آنچل کے توسط سے اپنے قارئین کو کوئی پیغام دینا چاہیں؟
ج: پیغام میرا خصوصاً جو گھریلو خواتین ہیں ان کو یہ ہے کہ حقیقتاً میڈیا ہماری زندگیوں میں بہت زیادہ شامل ہوگیا ہے میں خود بھی ڈرامے دیکھتی ہوں مگر اس کے ساتھ ساتھ رشتوں کا احترام بھی بہت ضروری ہے۔ جن لوگوں کے بچے خصوصاً بیٹیاں ہیں خود بھی رشتوں کا احترام کریں ان کو بھی رشتوں کا احترام کرنا ضرور سکھائیں۔ خواہ وہ دادا ہوں یا نانا، ماسی ہو یا پھپو۔ نئی بات سننے کو ملتی ہے کہ جو ماں باپ کے علاوہ تمہیں ٹوک رہا ہے وہ غلط ہے تو پلیز اس چیز کو ختم کریں۔ خصوصاً عورتوں کے لیے کہ اپنے شوہر کو ہمیشہ گھر سے باہر خصوصاً رشتہ داروں میں ہمیشہ عزت کے ساتھ رکھیں تاکہ ہمارے بچے ان ادب و احترام کے ساتھ عملی زندگی میں قدم رکھیں اس کے ساتھ ہی ہم نے راحت آپی کو خدا حافظ کہا اور شکریہ ادا کیا کہ اپنے قیمتی لمحات میں وقت نکال کر ہمیں دیا۔

فجر کے بعد تلاوت کلام پاک کرتی ہوں۔

جواب۔(۳) جی ہاں عیدی لینے کا اپنا ہی مزہ ہے اپنے میاں جانی پرنس فضل شاہین کا انتظار مہینے کی پہلی تاریخ کو اتنی شدت سے نہیں ہوتا جتنا شدت سے عید کے دن ان کا عید کی نماز سے واپسی پر کرتی ہوں اور اپنی امی سے عیدی لینے کا مزا الگ ہے۔

جواب۔(۵) چاند رات کو گھر کے سب اپنی تیاریاں اپنی بھتیجیوں فوزیہ کائنات، کرن، مریم، نیلم ہونہار کے ہمراہ نپٹاتی ہوں۔

جواب۔(۶) دعا مانگ کر کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی سلامتی دے اور پاکستان رہتی دنیا تک قائم و دائم رہے آمین۔

جواب۔(۷) میرے میاں سیف کا کوئی ایک خط ہی سنبھال رکھتے تو عید کارڈ سنبھال کر رکھتی نا۔

جواب۔(۸) بچپن کی عید میں عیدی ملتی تھی اور اب ملتی کم ہے دینی زیادہ پڑتی ہے اس لیے بچپن کی عید اچھی تھی۔

آمنہ حبیب اختر..... جہلم

جواب۔(۱) افطاری تیار کرنے کی ڈیوٹی عموماً میری ہی ہے اس کے بعد ڈنر کی بھی اور کبھی کبھار سحری بھی بناتی ہوں فی الحال تو یہ ذمہ داریاں ہم دو بہنوں پر عائد ہے۔ اسے سحری اور مجھے افطاری اور یہ اہتمام میں خود ہی سرانجام دیتی ہوں سب کی فرمائشوں پر الگ الگ ڈشز بنتی ہیں اور میں بھی بہت خوش ہوں ظاہر ہے ہر سال میں ایک ماہ ایسا آتا ہے جس میں انسان خوشی محسوس کرتا ہے۔

جواب۔(۲) رمضان المبارک کے پرکیف لمحات میں، میں گھر کے معاملات و دیگر عبادات میں توازن کے بارے میں کچھ اس طرح سے بتانا چاہوں گی کہ ہر فرض عبادت ہم مسلمانوں پر فرض ہے اور رمضان المبارک میں جتنی بھی عبادات کی جائیں کم ہیں (ہم گناہ گاروں کے لیے) اور رہی بات گھر کے معاملات کی تو وہ بھی عبادت کرنے کے ہوتے ہیں۔ یہ یوں کہ میں بھی اس لیے میں رمضان المبارک کے پرکیف لمحات کو بہت انجوائے کرتی ہوں اور باقی تمام چیزیں بھی اپنے معمول پر ٹھیک ہیں۔

جواب۔(۳) جی ہاں میں قارئین کو بھی بتانا چاہوں گی، رمضان المبارک کی وہ عبادت جسے میں اپنا معمول بنالیتی ہوں ویسے تو پورے دن میں عبادت کرنے کا مزہ آتا ہے لیکن خاص مزہ جسے میں اپنا معمول بنالیتی ہوں عشاء کے وقت کی عبادت ہے عشاء کے وقت تراویح میں بہت مزہ آتا ہے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ مجھے نیند بھی نہیں آتی خوشی سے پڑھتی ہوں۔

جواب۔(۴) جی ہاں بالکل ٹھیک کہا عیدی لینے کا اپنا ہی مزہ ہوتا ہے اور میں بابا سے خاص طور پر عیدی وصول کرتی تھی (جی کرتی تھی) وہ یہ کہ اب میرے بابا اس دنیا میں نہیں رہے اور جو میرے عزیز ہیں میں ان سے وصول کرنا حق سمجھتی ہوں۔

جواب۔(۵) ایسا ہے کہ چاند رات کو میرے گھر میں کافی رش ہوتا ہے (کیونکہ بابا کے جانے کے بعد ہم لوگ نانی لوگوں کے ساتھ رہ رہے ہیں تو گھر میں تنیاں بچے بہت لوگ ہوتے ہیں) اور خاص کر مہندی لگانے کا تو کام میرا ہی ہے پوری رات دوسروں کو مہندی لگاتی ہوں اور ساتھ ساتھ گھر کے کام بھی نمٹاتی ہوں اس کے بعد سب کو فارغ کر کے رات کو اپنی تیاری ہاں۔

جواب۔(۶) پوری رات جاگ کر خوشیاں منا کر اور ڈھیروں ڈشز کا انتظام کر کے۔

جواب۔(۷) ہاہاہا بہت انٹرسٹنگ سوال ہے بالکل بھی نہیں بلکہ بچپن میں تو بالکل بھی نہیں دیے بلکہ سنبھال کر رکھے ہیں ویسے بھی بچپن کتنا گزرا ہے بھلائی ہاں میں نے ابھی بھی بچپن کی سیڑھیاں چڑھی ہیں اور جوانی کی دہلیز پر جا کھڑی ہوں میری عمر 16 سال ہے۔

جواب۔(۸) بچپن کی اور موجودہ عید میں بس ایک ہی فرق محسوس ہوتا ہے میں دنیا کے حوالے سے بات نہیں کروں گی بلکہ اپنے گھر کے حوالے سے کر رہی ہوں اور وہ فرق یہ ہے کہ بچپن سے جوانی تک بابا ساتھ تھے ہم بہت خوش تھے زندگی جیسے بہت خوب صورت تھی ہم نے کبھی غم کیا ہوتا ہے یہ بھی نہیں سوچا تھا لیکن اچانک ہمیں دھچکا لگا بابا کی موت پر اور اب ان عیدوں پر بابا ساتھ نہیں ہیں اور پسندیدہ عیدیں ہی عیدیں ہیں کاش کاش بابا واپس آسکتے۔

ملالہ اسلم..... خانیوال

فرسٹ آف آل تمام آنچل اسٹاف، رائٹرز، ایڈیٹر اور تمام آنچل فرینڈز کو ملالہ کی جانب سے عید الفطر بہت بہت مبارک ہو میری دعا ہے اپنے رب العزت سے کہ یہ عید تمام مسلمانوں اور ہمارے پیارے ملک کے لیے امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے آمین۔

جواب۔(۱) آپی کی شادی کے بعد مجھ پر بہت ہی ذمہ داریاں عائد ہو چکی تھیں یہاں چونکہ سحر و افطار کی بات ہو رہی ہے تو کچھ عرصے سے سحر و افطار کی ذمہ داری بھی مجھ پر ہی عائد ہے مجھے کوکنگ کرنے کا بہت شوق ہے تو میں عصر کی نماز و تلاوت کے بعد کچن کا رخ کرتی ہوں افطار میں اہتمام کچھ خاص تو نہیں ہوتا البتہ پکوڑے، دہی بڑے، فروٹ چاٹ اور لیموں پانی یا اسکواش ضرور بناتی ہوں میری ماما کسی شوق سے پیتی ہیں تو ان کے لیے بنانی پڑتی ہے۔

جواب۔(۲) رمضان المبارک میں خشوع وخضوع سے عبادت کرتی ہوں کیونکہ رمضان المبارک کی آمد سے قبل ہی گھر کے کام نمٹا لیتی ہوں۔

جواب۔(۳) بہت مشکل سوال کردیا یار۔ رمضان میں کوئی نہ کوئی نماز چھوٹ جاتی ہے زیادہ تر ظہر اور عشاء کی مگر رمضان المبارک میں نماز کی پابندی کرتی ہوں اور عصر کی نماز کے بعد تلاوت کرتی ہوں اور رات کو سونے سے پہلے تسبیح کا معمول بناتی ہوں تقریباً تین سال سے میں اعتکاف میں ضرور بیٹھتی ہوں ہمارے لیے تو یہی خاص عبادت ہے۔

جواب۔(۴) بہت اچھا سوال ہے عیدی لینے اور دینے دونوں کا اپنا ہی مزہ ہے ویسے تو بابا جان اور ماما خود ہی عیدی دے دیتے ہیں مگر مون بھیا اور آپی سے لڑ کر لینا پڑتی ہے وسیم بھیا اور ماموں لوگوں سے عیدی لینا میں اپنا حق سمجھتی ہوں۔

جواب۔(۵) چاند رات کے موقع پر خوب گہما گہمی ہوتی ہے زیادہ تر تیاری تو پہلے سے ہم کمپلیٹ کرلیتے ہیں چاند رات تو بس مہندی لگانا اور کپڑے پریس کرنے میں ہی گزر جاتا ہے۔ شیر خورمہ اور سویاں ہم چاند رات کو ہی بنا کر فریز کر دیتے ہیں۔

جواب۔(۶) عید کے دن کو کچھ معمول سے ہٹ کر خوش آمدید کہتے ہیں۔ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد ہی ہر طرف ہلچل سی مچ جاتی ہے میری کوشش ہوتی ہے کہ سب سے پہلے بابا جان اور بھیا کو تیاری میں ہیلپ کرا کر عید گاہ بھیجوں اس دوران میری ماما کچن میں بزی ہوتی ہیں... ہم بہنوں میں شیر خورمہ ڈال کر محلے میں بچیوں کے ہاتھ تقسیم کراتی ہیں بابا جان اور مون بھیا کے جانے کے بعد سسٹرز اور بلال کو تیار کرتی ہوں اس دوران میرے پاس کالونی کی بچیاں تیار ہوتے آجاتی ہیں۔ غرض 12 بجے تک ہماری تیاری مکمل نہیں ہوتی عید کی نماز کے بعد سب گھر والے اکٹھے بیٹھ کر شیر خورمہ اور دیگر لوازمات سے انصاف کرتے ہیں عید کے تیسرے دن تک ایک خوشگوار سی ہلچل مچی ہوتی ہے۔

جواب۔(۷) سوال تو بہت انٹرسٹنگ ہے عید کارڈ تو اب بھی ملتے ہیں میرے بابا جان کے بقول بامروت میں اب بھی بچپنا موجود ہے۔ میں تیسری کلاس میں تھی تو میری مس فاطمہ نے مجھے میری برتھ ڈے پر کارڈ دیا تھا جو آج بھی میرے پاس ہے۔ بچپن کا ہر عید کارڈ اور ہر گفٹ میری سیف میں محفوظ ہے۔

جواب۔(۸) یہ تو ایک خاص تہوار ہے بچپن کی بہت سی ایسی عیدیں ہیں جنہیں یاد کر کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل جاتی ہے اب تو کزنز کا گروپ بنا کر گلی اور محلوں میں سیر و تفریح کرنے سے رہے۔ بچپن کی ہر عید بے فکری اور لاپروائی میں گزری ہے مگر اب میرے لیے ہر وہ عید خاص ہے جس میں میرے اپنوں کا ساتھ ہو۔ میرے وسیم بھیا اور آپی فوزیہ کی بیٹی ہو مزہ دوبالا ہو جاتا ہے۔

کوثر مہتاب ریاض..... بوسال سکھا

جواب۔(۱) سحر و افطار کی ذمہ داری امی اور مجھ سے بڑی بہنوں کی ہے کیونکہ میں سب سے چھوٹی ہوں سو اس ٹینشن سے فری ہوں ہمارے ہاں افطاری پر خاص اہتمام ہوتا ہے۔

جواب۔(۲) رمضان المبارک میں، میں چاہتی ہوں زیادہ سے زیادہ عبادت کروں اور گھر کے معاملات ابھی میرے سر نہیں ہیں اس لیے عبادت میں مجھے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔

جواب۔(۳) میں رمضان المبارک میں عموماً نماز اور قرآن پاک کی تلاوت باقاعدگی سے کرتی ہوں۔

جواب۔(۴) عیدی لینے میں ابو اور بھائی ہی زیادہ اہم ہیں اور انہی پر سب سے زیادہ حق ہوتا ہے بھائی نہ ہونے کی وجہ سے ہم بہنوں سے کافی بحث و مباحثہ بھی مذاق اور نوک جھونک اپنی ڈیمانڈ کے مطابق عیدی لے لیتے ہیں اور بھی ہماری لوگ ہم تک سے منسلک اندوز ہوتے ہیں۔

جواب۔(۵) میں اپنی عید کی تیاری کی فکر کے علاوہ کوئی کام نہیں۔ گھر کے امور عموماً میری پیاری ماما ہی نمٹاتی ہیں چاند کے نظر آتے ہی ہم مہندی کے شغل میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

جواب۔(۶) عید کے دن کو نماز فجر پڑھ کر سب کے لیے دعا کر کے سب سے پہلے اپنے بابا جانی کو عید مبارک کہتی ہوں۔

جواب۔(۷) بچپن میں ملنے والے کچھ کارڈز اب بھی سنبھال کر رکھے ہیں انہیں دیکھ کر بچپن کے دن یاد آتے ہیں اور عجب خوشی و مسرت ہوتی ہے۔

جواب۔(۸) بچپن کی عید اور موجودہ عید میں ہم یہی فرق محسوس کرتے ہیں کہ بچپن میں بہت سی عیدیاں ملتی تھیں جب جاب لے لیں اب تو ابی سے ہی برسی بچے ہیں ویسے بچپن کی عید میں زیادہ خوشیاں ہوا کرتی تھیں اور مجھے "عید الفطر" پسند ہے کیونکہ روزے رکھنے اور عبادت کے بعد عید کا اپنا ہی مزہ ہوتا ہے۔ سب کو عید مبارک۔

وثیقہ زہرہ..... سمندری

جواب۔(۱) سحر و افطاری کی کوئی ذمہ داری تو نہیں ہے سحری بھی میں بنا لیتی ہوں کبھی بھابی افطاری کے تمام ہنڈیا پتیلا بنانے میں شامل ہوں۔

جواب۔(۲) توازن رکھنا پڑتا ہے لیکن کوشش یہی ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ ٹائم نماز کے لیے وقف ہو۔

جواب۔(۳) رمضان کے علاوہ بھی محمد رسول اللہ میرا معمول کا ورد ہے۔

جواب۔(۴) ہاں جی عیدی لیتی ہوں ماں باپ بہن بھائی سے وہ بھی پورے حق کے ساتھ۔

جواب۔(۵) اپنی تیاریاں رمضان سے پہلے مکمل کرلیتی ہوں اور گھر کے کام عشاء سے پہلے ختم ہو جاتے ہیں بس مہندی لگانا ہوتا ہے۔

جواب۔(۶) عید کا دن خوشی کا ہوتا ہے تو سب سے پہلے نماز قرآن پاک کی تلاوت سے ہوتا ہے اس کے بعد میٹھی ڈش بنائی جاتی ہے جو ہمسائیوں میں تقسیم کی جاتی ہے۔

جواب۔(۷) بچپن میں بھی کسی نے عید کارڈ نہیں دیا۔

جواب۔(۸) بہت بڑا فرق ہے چھوٹے ہوتے تھے گھر والوں سے عیدی لیتے تھے اب سسرال سے بھی آتی ہے اس کے علاوہ چھوٹی عید بہت پسند ہے کیونکہ بڑی عید قربانی کا گوشت تقسیم کرنے میں گزر جاتا ہے۔

حافظہ زائمہ ریحانہ..... میانوالی

جواب۔(۱) سحری بنانے کی ذمہ داری مجھی پہ ہے افطاری میں ماما کی ہیلپ کرتی ہوں پکوڑے، ملک شیک، لیمن جوس بناتی ہوں اور یہ سب تیاری چھ بجے کے بعد شروع کر دیتے ہیں۔

جواب۔(۲) رمضان المبارک چونکہ بہت مقدس مہینہ ہے اس لیے کوشش کرتے ہیں کہ عبادات کے اوقات سے پہلے کام کو ختم کرلیں تاکہ خشوع وخضوع سے عبادت ادا کرسکیں اس دوران اگر خود ہی مصروفیت بن جاتی ہے کہ فلاں وقت یہ کام مکمل کرنا ہے۔

جواب۔(۳) استغفار کی کثرت اور دعائیں جن میں اللہ سے جنت طلب کرنا اور جہنم سے نجات مانگنا۔

جواب۔(۴) ماما، بابا، مسکان، ہانی اور بھائیوں سے جو بہت ستاتے ہیں مگر پھر عیدی بھی زیادہ دیتے ہیں۔

جواب۔(۵) گھر کے کاموں میں سے صفائی اپنے کاموں میں کپڑوں کا استری کرنا اور مہندی یہ تینوں کام کرنے کے باوجود بھی لیٹ ہو جاتے ہیں دوسروں کو مہندی لگاتے لگاتے اپنی اکثر رہ جاتی ہے۔

جواب۔(۶) نماز پڑھنا پھر بھائیوں کی تیاری میں ہاتھ بٹانا پھر اس کے بعد صفائی اور پھر ناشتے کے نام پر چائے جو ٹھنڈی ہو جاتی ہے ہر بار کی طرح پی لینا۔

جواب۔(۷) جو جو کارڈ آج تک ملے ہیں فائلوں میں رکھے ہوئے ہیں جن کے اوپر لکھے الفاظ مدہم ہو گئے ہیں۔

جواب۔(۸) بچپن کی عید بے فکری کی عید ہوتی ہے ہائے کیا کیا شرارتیں ہوتیں ہمیں یاد ہیں اب تو یہی کہوں گی اللہ پاک کبھی کوئی تو ہمیں ہمارا بچپن لوٹا دے۔ موجودہ عید بھی اچھی ہے اللہ ہمیں بڑی آزمائشوں سے بچائے مگر جب ساتھ میں بے حد حساس ہی تو خوشی دوبالا ہی محسوس ہوتی ہے اور ہمیں بچپن کی عید بہت اچھی لگتی تھی۔

اقصیٰ مریم..... فتح جھنگ

جواب۔(۱) سحری میں تو میرے اوپر ایک ہی ذمہ داری ہے جو سب ذمہ داریوں پر بھاری ہے یعنی سب کو سحری کے لیے اٹھانا اور مجھے اس وقت لگتا ہے کہ میرے ساتھ اتنا ظلم کیوں ایک ایک کو دس دس بار اٹھانا پڑتا ہے اور افطاری تیار کرنے میں زیادہ کام میرا ہی ہوتا ہے اور کوشش کرتی ہوں کہ ہر دن پہلے دن سے اچھا ہو۔

جواب۔(۲) کوشش کرتی ہوں زیادہ سے زیادہ ٹائم عبادت کو دوں کیونکہ کام تو بعد میں بھی ہوتے رہتے ہیں تہجد باقاعدگی سے پڑھنے کی کوشش کرتی ہوں۔

جواب۔(۳) قرآن کریم بمع ترجمہ پڑھتی ہوں اور تہجد کو بھی باقاعدگی سے پڑھتی ہوں۔

جواب ۔(۴) عیدی لینے کا واقعی بہت ہی مزہ ہے میں امی، ابو، ماموں اور پھوپھو سے عیدی لینا اپنا حق سمجھتی ہوں۔

جواب ۔(۵) چاند رات کے موقع پر بہت ہی انجوائے کرتے ہیں گاؤں میں رہتے ہیں اتنا شاپنگ پر تو جا نہیں سکتے البتہ ساری کزنز مل کر انجوائے کرتی ہیں۔

جواب ۔(۶) بچپن میں ملنے والے تمام کارڈ سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں انہیں پڑھتی ہوں تو ہنسی آ جاتی ہے کیا معصوم اشعار لکھتے تھے ہم۔

جواب ۔(۷) بچپن کی عید کے اپنے ہی مزے ہیں اور اب کی عید کے بھی اپنے مزے ہیں بچپن کی عید زیادہ مزے کی ہوتی تھی عیدی لے کر بہت مزہ آتا تھا اور اب زبردستی عیدی لینا پڑتی ہے۔

اقرا امرت الو...... تلہ گنگ

جواب ۔(۱) مجھ پر افطاری تیار کرنے کی ذمہ داری عائد ہے۔ امی کے ساتھ تقریباً ۶ بجے کچن میں موجود ہوتی ہوں۔ امی پکوڑوں کا سامان بنالی ہیں اور میں دہی بڑے کی چٹنی وغیرہ۔ اس کے بعد میں چاٹ بنالیتی ہوں اور امی چولہے کا کام کرتی ہیں۔ پھر ہم مل کر ٹھیک ٹھاک کرتے ہیں پھر میں صحن میں دستر خوان لگا کر اس پر تمام چیزیں اہتمام کے ساتھ رکھتی ہوں۔ افطاری سے تقریباً پانچ منٹ پہلے ہم اہل خانہ دستر خوان پر موجود ہوتے ہیں اور دعا مانگنے کے لیے اپنے رب واحد کے حضور ہاتھ بلند کرتے ہیں اور پھر سائرن بجتے ہی دعا پڑھ کر افطاری نوش فرماتے ہیں۔

جواب ۔(۲) میں چونکہ ابھی سال اول کے امتحان سے فارغ ہوئی ہوں (میرے بہترین رزلٹ کے لیے دعا کیجیے گا) تو جب بہت امی کی مدد کرتی ہوں اور پانچ وقت کی نماز اہتمام کے ساتھ ادا کرتی ہوں اور قرآن پاک کی تلاوت بھی روزانہ کرتی ہوں اور روزے بھی اہتمام کے ساتھ رکھتی ہوں۔

جواب ۔(۳) ایسا کوئی خاص ورد تو نہیں مگر ایک عام اور آسان سا ورد ہے استغفار تو ہر وقت میری نوک زبان پر جاری رہتا ہے کیونکہ یہ رب کریم کے نزدیک رمضان المبارک میں کیا جانے والا بہترین وظیفہ ہے۔ میں اس ورد کو اپنے قارئین کے ساتھ شیئر کرنا چاہتی ہوں اور قارئین سے التماس ہے کہ وہ اس ورد کو اپنا معمول بنا کر اپنی آخرت کو بہترین بنائیں۔

جواب ۔(۴) میں عیدی اپنی امی ابو اور اپنے پاپا سے لیتی ہوں کیونکہ میں کسی سے بھی کوئی چیز لینے کے معاملے میں بہت شرمیلی ہوں والدین سے عیدی ہی کیوں نہ ہو اگر کوئی دیتا ہے تو رکھ لیتی ہوں ورنہ خود کبھی نہیں لی کیونکہ کوئی بھی چیز مانگنا میری سرشت میں شامل نہیں ہے۔

جواب ۔(۵) افطاری کے بعد ہمارے گھر میں خوب گہما گہمی ہوتی ہے چونکہ میں مہندی لگاتی ہوں اس لیے میری کزنز محلے کی باجیاں اور بچیاں مہندی لگوانے کے لیے میرے گرد دائرہ لگائے بیٹھی ہوتی ہیں۔ تقریباً 11 بجے میں ان کو بھگتا کر سانس بحال کرتی ہوں نمرہ اور فاطمہ (بہنیں) وارد ہوجاتی ہیں میں ہاتھ پھیلا کر بیٹھ جاتی ہیں پھر ان سے چھٹکارا پاتے ہی میں اپنا رخ زیبا کچن کی طرف موڑتی ہوں امی حلوہ وغیرہ بنا رہی ہوتی ہیں اور میں ان کے دماغ کی دہی (فضول سوالات کرکے) پھر وہ فارغ ہو کر آتی ہیں تو میں ان کا ہاتھ پکڑ لیتی ہوں اور ان کے ہاتھ مہندی سے بھر دیتی ہوں (امی کی کافی بحث کے بعد) پھر خود تو مہندی کو دیکھنے کا بھی دل نہیں کرتا مگر امی کے کہنے پر لگا لیتی ہوں پھر امی اور دیگر اہل خانہ خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے ہوتے ہیں اور میں اپنی ڈائری میں عید کے پرمزے لمحے محفوظ کررہی ہوتی ہوں اور جب نیند آ جائے تو خود بھی نیند کی وادی میں کھو جاتی ہوں۔

جواب ۔(۶) صبح فجر کی نماز سے فارغ ہو کر اور تلاوت قرآن پاک سے روح و قلب کو منور کر کے میں امی اور نانو کے پاس جاتی ہوں ان کو سلام دعا کر کے آتی ہوں تو پاپا اور تایا ابو کے پاس آتی ہوں جو کہ اپنے کپڑے استری کرنے میں مصروف ہوتے ہیں پھر ان علی (بھائی) کو کپڑے استری کر کے دیتی ہیں وہ تایا، پاپا کے ساتھ عید پڑھنے جاتا ہے میں چھوٹی بہنوں کو تیار کرتی ہیں اور میں نہا کر تیار ہو کر آتی ہوں، پاپا علی سے عیدی لے کر اپنے کمرے میں مقید ہو جاتی ہوں (کہیں آنے جانے کا شوق جو نہیں)

جواب ۔(۷) میرے عید کارڈز ردی کی نذر تو نہیں ہوئے البتہ چھوٹے بہن بھائیوں کے ہاتھوں انہوں نے جام شہادت ضرور نوش فرمالیا ہے کیونکہ میری کسی بھی چیز سے جہاد کرنے کے معاملے میں وہ بہترین مجاہد ثابت ہوتے ہیں۔

جواب ۔(۸) کوئی خاص فرق نہیں مجھے عیدالفطر پسند ہے کوئی خاص وجہ نہیں پسندیدگی کی۔

زویا خان بنگش...... پنڈی

جواب ۔(۱) کیا خوب فرمایا آپ نے سحری افطاری خواتین کی ذمہ داری ہوتی ہے پر یہاں تو مجھ نازک جان پہ ذمہ داری ہے سحری افطاری دونوں کی ہاں ہیلپ کروا دیتی ہے باجی امی ورنہ تو کچھ دیر کی سسرال میں ناک کٹوانی ہے میری (ہاہاہا) یہ میری امی کا فرمان ہے افطاری میں دو تین ڈشز بنتی ہے ورنہ تو گرمی میں صرف پانی ہوتا ہے سحری میں پراٹھے چاول یا چائے بس سادہ سا ناشتہ ہوتا ہے۔

جواب ۔(۲) میں تو رات بھر سوتی نہیں عبادت کرتی ہوں سحری تک پھر سب کا ناشتہ بنا کر پیش بھی میں ہی کرتی ہوں صبح کی نماز پڑھ کر سو جاتی ہوں پھر ظہر کی نماز پڑھ کر 2 گھنٹے قرآن شریف پڑھتی ہوں اس کے بعد گھر کے کام جو رات تک چلتے رہتے ہیں نماز کے وقفوں کے ساتھ ساتھ۔

جواب ۔(۳) رمضان المبارک کی خاص عبادت جو کہ میرا معمول ہے وہ ہے تہجد کی نماز جس کو پڑھ کر مجھے سکون ملتا ہے۔

جواب ۔(۴) میں تو زبردستی لڑ جھگڑ کر لیتی ہوں عیدی اپنی فیملی چھوڑ سسرال منگیتر سے عیدی وصول کرنا میرا حق ہے۔

جواب ۔(۵) چاند رات کو تو افطار کے بعد ہی ہنگامہ سا ہوتا ہے گھر میں ماشاء اللہ ساری صفائی کپڑے پریس تو پہلے ہی ہو چکے ہوتے ہیں بیڈ شیٹ کمرے کی اور غلاف، حاشیہ، گوند عید کے لوازمات تیار کرتے ہیں سب چھوٹے چھوٹے کام رات 11، 11 بجے تک ختم ہو جاتے ہیں تو رات پھر اپنی تیاری کرتی ہوں مثلاً مہندی لگوائی ہاتھ پر خود بجوائی کو لگاتی ہوں مہندی۔

جواب ۔(۶) عید کے دن کلمہ پڑھ کر آسمان کو دیکھ کر خوش آمدید کہتی ہوں اور پھر دعا کرتی ہوں کہ اللہ سب مسلمان بھائی بہنوں کو ایسے جوڑے رکھے اور ان میں بھائی چارہ پیدا ہو۔

جواب ۔(۷) کارڈ تو سارے بچپن کے ادھر ادھر بکھر گئے کیونکہ پہلے میں بہت لاپرواہ تھی اب محفوظ رکھتی ہوں۔

جواب ۔(۸) عید تو تب ہوتی ہے جب اپنے ساتھ ہوں۔ چچا، چچی، ماموں، ممانی، کزنز، بہنیں، خالہ میرے پاس سب ہیں بس احساس کی کمی ہے اور جس کے پاس احساس نہیں میں اسے اپنا نہیں سمجھتی یہ جو رشتے ہیں ہمارے ان میں کوئی احساس نہیں ہے اس عید کے نئے رشتے میرا سسرال ہوا بھی کی عیدیں ان شاء اللہ پنڈی میں گی۔

شازیہ گل...... بہاولنگر

جواب ۔(۱) جی ہاں بالکل سحر اور افطار کی ذمہ داری خواتین پر ہی ہوتی

ہے تو امی ہی تیار کرتی ہیں اور میں افطاری بناتی ہوں پہلے دس روزے تو سحری بھی مجھے بنانی پڑتی تھی کیونکہ امی کے شہر کراچی گئی ہوئی تھیں عصر کی نماز سے پہلے ہی افطاری کی تیاری شروع ہو جاتی ہے سب سے پہلے تو دہی بڑے پھر پکوڑے سموسے کوئی چاٹ یا دہی بھلے اور ساتھ دو قسم کے شربت۔

جواب ۔(۲) اس رمضان المبارک میں تو میری آپی کراچی سے آئی ہوئی ہیں تو میرا کام صرف سحری بنانے میں امی کی تھوڑی مدد کرنا اور افطاری بنانا ہوتا ہے افطاری میں آپی ہاتھ بٹاتی ہیں تو عبادت میں کوئی مشکلات پیش نہیں آتیں۔

جواب ۔(۳) میں کوشش کرتی ہوں بلکہ پورے روزے رکھتی ہوں اور نماز تراویح نہیں چھوڑتی اور قرآن مجید ایک سے زیادہ ختم کرتی ہوں۔

جواب ۔(۴) ابو جی سے عیدی وصول کرنے کو اپنا حق سمجھتی ہوں اور میری آپی کراچی ہوں تو ان کے میاں سے بھی عیدی وصول کرنا بھی اپنا حق سمجھتی ہوں۔

جواب ۔(۵) سب سے پہلے نماز ادا کرنے کے بعد نوافل پڑھتے ہیں اور کوئی سوئٹ ڈش تیار کرتے ہیں رشتے داروں ہمسائیوں اور دوستوں میں میٹھا تقسیم کرنے کے بعد عید کے سوٹ وغیرہ پہن کر تیار شیار ہو کر بڑی آپی کے گھر جاتے ہیں۔

جواب ۔(۶) بچپن کے عید کارڈ تو پتا نہیں ردی کی نذر ہوئے یا کہیں کھو گئے لیکن پچھلے ۵ سال کے کارڈ تو چھپا کر سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں اب ایک سال پہلے تو ہم بچپن کا حصہ تھے۔

جواب ۔(۷) چاند رات کو تو مجھے زیادہ کام نہیں ہوتے بس دیر تک چاند کو تکتے رہنا مجھے اچھا لگتا ہے اس کے بعد سب کے کپڑے پریس کر کے مہندی لگوانے اور چوڑیاں لینے بازار جاتے ہیں۔

جواب ۔(۸) بچپن کی عید زیادہ اچھی ہوتی تھی جب سب سے عیدی ملتی تھی، چاچوؤں، پھوپھیوں، خالاؤں اور ماموؤں سے اگر کوئی عیدی نہیں دیتا تھا تو مانگ بھی لیتے تھے لیکن اب بس عید تھوڑی ذرا فرق ہوتی ہے پھر بھی عید تو عید ہوتی ہے جو بہت اچھی ہوتی ہے۔

خالدہ صائمہ کشف...... فیصل آباد

جواب ۔(۱) سحری بنانے کی ذمہ داری میری ممانی کی ہے جن کی بھابھی میں ساتھ ہیلپ کرواتی ہوں ہاں افطاری بنانے کی ذمہ داری میری ہے میں عصر کی نماز کے بعد شروع کرتی ہوں پہلے سالن بناتی ہوں اور پھر دہی بھلے اور پھر شربت بادام والا بنا کر رکھ دیتی ہوں اور پھر پکوڑے بناتی ہوں پھر روٹی بناتی ہوں یہ افطاری کا سارا اہتمام میں خود کرتی ہوں کیونکہ بڑی آپی کی شادی ہوگئی ہے پہلے وہ کرتی تھیں اب میں اکیلی ہوں۔

جواب ۔(۲) رمضان المبارک کے پرکیف لمحات میں گھر کے معاملات سارے کام ماما کرتی ہیں میں صبح سحری کھانے کے بعد نماز کے بعد پڑھاتی ہوں 25 لڑکیوں کی کلاس ہے حفظ کراتی ہوں ساڑھے 3 سے گیارہ بجے تک اس کے بعد سوتی ہوں پھر ظہر پڑھ کے نماز کے بعد پارہ یاد کرتی ہوں کیونکہ میں رات کو تراویح بھی پڑھاتی ہوں بچی ایک پارہ بھی قرآن کا اس لیے صرف افطاری بنانے کے علاوہ صرف عبادت کرتی ہوں۔

جواب ۔(۳) نفلی عبادت اور قرآن مجید کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنا نفلی عبادات میں تہجد، چاشت، اشراق، اوابین کی نمازیں اور کوئی بیمار ہو اس کی تیمارداری کرنا کسی ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرنا اخلاق سے بات کرنا۔

جواب ۔(۴) عیدی صرف اپنے ابو جی اور چاچوؤں سے لینا حق سمجھتی ہوں کیونکہ مجھے اپنے چاچوؤں سے بہت محبت ہے وہ بھی بہت خیال رکھتے ہیں۔

جواب ۔(۵) چاند رات کے موقع پر بہت ہنگامہ شور شرابہ ہوتا ہے مہمان آئے ہوتے ہیں گھر مہمانوں سے بھرا ہوتا ہے کزنیں اکٹھی ہوتی ہیں اپنی اپنی تیاریوں میں لگی ہوتی ہیں مجھ کو تو نہیں آتا ہے عید پڑھنے تک تیاریاں بمشکل مکمل ہوتی ہیں۔

جواب ۔(۶) نوافل ادا کر کے خدا کا شکر ادا کرتی ہوں ہماری زندگی میں پھر رمضان آیا اور خدا نے توفیق دی اس مہمان کی مہمان نوازی کرنے کی اور پھر عید کی خوشی کا دن پھر ہماری زندگی میں آیا۔

جواب ۔(۷) بچپن میں عید کارڈ تو دیے نہیں صرف ایک دفعہ دوست نے دیا تھا ۳ سال ہو گئے ہیں وہ ابھی بھی سنبھال کر رکھا ہے عید کارڈ نہیں صرف گفٹ ملتے رہے۔

جواب ۔(۸) بچپن کی عید میں بہت مزے کیے گھومنا پھرنا دوستوں کے گھر ملنا سب سے بڑی بات شدت سے عید کا انتظار کرنا۔ لیکن اب میری پسندیدہ موجودہ عید ہے عید کے موقع پر پہلے میں عید کی نماز پڑھ جاتی ہوں ہماری مسجد بھری ہوتی ہے عورتوں سے پھر دعا کرتی ہوں پھر گھر آ کر مہمانوں کی خدمت کھانا کھلانا کزنوں سے گپیں لگانا ہنسی مذاق بہت اچھا لگتا ہے۔

بنت حوا...... جوکرو شہید

جواب ۔(۱) چونکہ مجھ سے بڑی بہنیں اور امی ہیں تو سحری و افطاری کا اہتمام اکثر وہی کرتی ہیں میں بس چٹنی مل کر دو سامان سمیٹ دو، ٹھنڈا پانی لے آؤ سامان لگا دو، یہی کام کرتی ہوں تھک بھی جاتی ہوں اور نام بھی نہیں ہوتا۔

جواب ۔(۲) ویسے اس بار تو میرا جی چاہ رہا ہے کہ سارا سال ہی رمضان ہو جیسے ہی تیار کر کے کھانے کے علاوہ کام کرتی ہوں سنتی ہوں اور اپنی پڑھائی، نمازیں وقت پر البتہ تراویح جب وقت ملے کبھی کرتی ہوں۔

جواب ۔(۳) عشاء کی نماز تنہائی اور اندھیرے میں پڑھنا اس سے خیال دوسری طرف نہیں جاتا اور طویل دعا تو میں عشاء کی نماز اہتمام کے ساتھ پڑھتی ہوں اس کے علاوہ گھر کے باہر کے کام کرتے وقت تسبیح (انگلیوں پر ہی) پڑھنا۔

جواب ۔(۴) ہمارے گھر میں عیدی کا کوئی خاص رواج نہیں ہے بس بچوں کو دی جاتی ہے۔ جب تک دادا ابو زندہ تھے وہ دیتے تھے انکل (آرمی والے) جب یہاں ہوں تو وہ بھی۔ پہلے تو ہم مانگتے تھے اب نہیں (شرم آتی ہے مانگتے ہوئے)

جواب ۔(۵) میں چونکہ دیہات میں ہوں یہاں شہر کی طرح گہما گہمی تو نہیں ہوتی البتہ کام نمٹا کر اپنے کپڑوں پر تبصرہ ساتھ میں آپی سے مہندی لگوانا یہ کام ایک دو بجے تک چلتا جاتا ہے پھر سو جاتے ہیں۔

جواب ۔(۶) صبح اٹھ کر سب کو عید مبارک کہنا نماز پڑھنا میٹھا کھانا دوستوں کو تسبیح پروش کرنا اور پہلے ماموں کے گھر چلی جاتی تھی اب کچھ سال سے یہ سلسلہ بھی بند ہے۔

جواب ۔(۷) زیادہ کارڈ ملے ہی نہیں جب چھٹی ساتویں میں تھی اس وقت کے دو تین کارڈ پڑے ہیں ویسے میں دوستوں کے تحائف سنبھال کر رکھتی ہوں اب تو ایسا تصور بھی نہیں ہے کہ نہ کا۔

جواب ۔(۸) بچپن کی عید بہت اچھی تھی میں سب سے پہلے تیار ہو جاتی عیدی بھی لیتی کپڑے بھی بہترین اور تیاری بھی...... پھر سب کزنز کے گھر جیتا، باغ میں کھیلنا اور اب تو سب خواب لگتا ہے اب تیار بھی جبراً ہوتی ہوں سب کہتے ہیں ایکدم بڑی ہوگئی ہو اب بھلا 19 سال زیادہ عمر ہے؟

کانچ کو خالص ہیرا سمجھے ساری بھول ہماری تھی
اک صحرا کو دریا سمجھے ساری بھول ہماری تھی
کتنی خوش فہمی تھی ہم کو ان کی نہ کو ہاں گردانا
وہ کیا بولے ہم کیا سمجھے ساری بھول ہماری تھی

میڈا عشق وی تو میڈا یار وی توں
میڈا دین وی توں ایمان وی توں
میڈا جسم وی توں میڈی روح وی توں
میڈا قلب وی توں جند جان وی توں
میڈا ذکر وی توں میڈا فکر وی توں
میڈا ذوق وی توں وجدان وی توں

خواجہ فرید صاحب کا کلام ماحول کو اور خواب ناک بنا رہا تھا۔ اس کا وجدان اس کی روح مکمل اس کلام کی عکاسی کررہی تھی کچھ تھا جو اسے مجبور کررہا تھا تڑپنے کلسنے پہ...... وہ آنکھیں موندے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے کسی اور ہی دنیا میں گم تھا۔ آنکھوں کے کنارے لبالب پانی سے بھرنے لگے تھے۔

میڈی وحشت جوش جنون وی توں
میڈا گریہ آہ وفغاں وی توں

اس کے لب بھی کلام کے ساتھ اب گنگنانے لگے تھے۔ اب اس پر بھی وہی جنون کی کیفیت طاری ہونے لگی تھی اس نے پٹ آنکھیں کھول دی تھیں سائیڈ ٹیبل پر رکھا پانی کا گلاس اس نے دیوار پر دے مارا اور پھر ایک کے بعد ایک چیز اس کے وحشت وجنون کا شکار ہوتی چلی گئی۔ جب سب چیزیں ٹوٹ گئیں تو وہ تھک ہار کے سر تھام کے نیچے کارپٹ پہ بیٹھ گیا۔ چھ فٹ کا لمبا چوڑا، خوب صورت و صحت مند مرد اس وقت لڑکیوں کی طرح زاروقطار رو رہا تھا کس قدر کمزور تھا وہ......

”نہیں تم ایسا نہیں کرسکتیں تمہیں لوٹنا ہی ہوگا۔“ وہ انتہائی زور سے چیخا کہ دیواریں لرز اٹھی اور اس کے بعد اسے کچھ احساس نہ ہوا کہ کب روتے روتے اس کی آنکھ لگ گئی ایسے دورے اسے اکثر پڑا کرتے تھے۔

❁...... ❁❁❁ ......❁

”آپ کی کوالیفکیشن تو اچھی ہے جاب کے حوالے سے مگر آپ نے شاید ہماری جاب ریکوائرمنٹ کو صحیح سے پڑھا نہیں ہمیں کم از کم تین سالہ تجربہ کار امیدوار کی ضرورت ہے۔“ منیجر نے اس بار بھی اس کی امیدوں کو توڑا تھا پچھلے ایک مہینے سے وہ پاگلوں کی طرح جاب تلاش کررہی تھی اس نے کمپیوٹر سائنس میں ماسٹرز کر رکھا تھا بے شمار ڈپلومہ سرٹیفکیٹ اس کے پاس تھے نہ صرف یہ بلکہ وہ بلا کی ذہین تھی مگر اب تو اسے سچ مچ لگنے لگا تھا کہ اس ملک میں ذہانت کی نہیں سفارش کی ضرورت ہے۔ یہ جاب اس کی آخری امید تھی کیونکہ پچھلے ایک مہینے سے وہ اسکول میں معمولی جاب کر کے گزارہ کررہی تھی اور اب وہ سچ مچ خوار ہو ہو کر تھک گئی تھی۔

”لیکن سر پلیز آپ مجھے ایک موقع تو دیں بے شک میرے پاس تجربہ نہیں ہے مگر میں ہر کام کرسکتی ہوں بنا موقع دیے آپ کیسے میری قابلیت کو جج کرسکتے ہیں۔“ وہ گویا ٹھان کر آئی تھی کہ آج یہ جاب حاصل کرکے ہی رہے گی۔

”آپ کی بات ٹھیک ہے میڈم مگر آپ نے باہر انٹرویو کی لائن دیکھی ہے نا اس میں نجانے کتنے ہی لوگ ہوں گے جو آپ سے بھی زیادہ قابل ہوں گے اور نہ صرف قابل ہوں گے بلکہ تجربہ کار بھی پھر ہم کیسے آپ کو رکھ لیں۔“ منیجر

نے اپنی عینک اتار کر سائیڈ پر رکھی تھی۔

”آپ لوگ کام کرنے دیں گے تو تجربہ آئے گا نہ سر آپ سب لوگوں کا المیہ ہی یہی ہے پرانے تجربہ کار لوگ چاہیے پھر ہم جیسے فریش اسٹڈی کرنے والے لوگ کہاں جائیں گے جب ہی تو ہمارا ملک جوں کا توں ہے۔ سفارش سفارش بس یہی آپ لوگوں کا ایجنڈا ہے۔“ وہ ایک دم پھٹ پڑی دروازے سے اندر داخل ہوتے اس کمپنی کے اونر مسٹر عطاری صاحب نے اس کی پوری بات سنی اور سیٹ سنبھالتے ہوئے مسکرائے وہ جوانوں سے دلچسپی رکھنے والے ایمان دار اور اصول پسند انسان تھے۔

”اپنی فائل دکھایئے مس۔“ انہوں نے بغور اس کا جائزہ لیا۔

”یہ اس کمپنی کے اونر ہیں مس اناببیہ آپ انہیں اپنی ڈیٹیلز بتادیجیے۔“ منیجر نے فائل عطاری صاحب کے آگے کی تو اناببیہ فوراً کانفیڈنٹ ہوئی۔

”آپ کل سے جوائن کرسکتی ہیں تھوڑی دیر بعد اپنا اپائنمنٹ لیٹر باہر سے لے لیجیے گا باقی کی ڈیٹیلز آپ کو کل سمجھادی جائیں گی۔“ انہوں نے لمحوں میں فیصلہ کیا...... اناببیہ تو اناببیہ منیجر بھی حیران رہ گئے تھے اس کے باس نے آج تک تمام انٹرویو کے امیدواروں کو جانے پرکھے بنا کوئی فیصلہ نہ کیا تھا پھر آج ایسا کیا ہوگیا تھا وہ حیران تھا اناببیہ کا دل ہلکا ہوا ایک بوجھ تھا جو سر سے اترا تھا۔

”ایک منٹ مس اناببیہ! آپ نے اپنی سی وی میں اپنا میریٹل اسٹیٹس نہیں لکھا آپ میرڈ ہیں یا نہیں۔ پلیز کنفرم کردیجیے میں ایڈ کردوں گا اس میں۔“ وہ جانے کے لیے مڑی تو عطاری صاحب نے پکارا جس سوال سے وہ بھاگتی پھر رہی تھی آج پھر وہی سوال اس کا راستہ روکے اس کا منہ چڑا رہا تھا ایک تاریک سا سایہ اس کے صبیح چہرے پر لہرایا تھا۔

”نہیں سر آئی ایم ناٹ میرڈ۔“ سپاٹ لہجے میں اس نے کہا اور تیزی سے وہاں سے نکلتی چلی گئی ایک دم سے حبس سا اس کے اندر بھر گیا تھا اس نے بمشکل خود کو سنبھالا تھا۔

❁...... ❁❁❁ ......❁

وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئیں جابجا بکھرے پڑے شیشوں نے ان کا استقبال کیا تھا بیڈ پہ آڑا ترچھا لیٹا ہوا صارم سو رہا تھا بکھرے بال چہرے پر سلوٹیں یہ ان کا لاڈلا بیٹا تو نہ تھا وہ بیٹا جس نے کبھی زندگی میں کسی چیز کی پروا نہیں کی تھی وہ آج کس قدر اذیت میں تھا کمرے کی ہر چیز ٹوٹی بکھری پڑی تھی نزہت کا دل دکھ سے بھر گیا یہ کیسی تپش تھی جس میں ان کا بیٹا جل رہا تھا مگر یہ آگ خود اس کی ہی تو لگائی ہوئی تھی انہوں نے بمشکل اپنے آنسوؤں کو بہنے سے روکا اور نہایت محبت سے وہ اپنے عزیز از جان بیٹے کے بال سہلانے لگی تھیں۔

”مما آپ...... آپ کب آئیں؟“ وہ ہڑبڑا کر اٹھا پھر کمرے کی حالت دیکھ کر خود ہی شرمندہ ہوگیا۔

”بس ابھی آئی بیٹا...... یہ سب کیا ہے کیوں کررہے ہو ایسا تم کیوں خود کو سزا دے رہے ہو؟“ انہوں نے نرمی سے سمجھایا۔

”قصور بھی تو میرا ہے مما پھر سزا بھی تو مجھے بھگتنا پڑے گی نا۔“ اس کی آنکھوں میں ملال تھا۔

”مگر اس طرح توڑ پھوڑ کرکے خود کو نقصان پہنچانا یہ کون سی سزا ہے بیٹا کچھ کرنا ہے تو اپنی غلطیاں سدھارو۔“ وہ ماں تھیں بیٹے کے دکھ میں برابر کی شریک۔

”آپ کو کیا لگتا ہے ماں میں نے کوشش نہیں کی ہوگی آپ دعا کریں نا میرے لیے میں نے سنا ہے ماں کی دعا میں بہت طاقت ہوتی ہے۔“ وہ اب ان کی گود میں لیٹا لاڈ اٹھوا رہا تھا۔

”بیٹا! میری دعائیں تو ہمیشہ تمہارے ساتھ ہیں تم پریشان مت ہو یہ غصہ کرنا چھوڑ دو اور اب فوراً اٹھو آفس نہیں جانا کیا تمہارے پاپا نیچے تمہارا ویٹ کررہے ہیں۔“ نرمی سے اس کا گال تھپتھپا کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ اس نے ٹائم دیکھا ساڑھے آٹھ بج رہے تھے وہ فوراً کھڑا ہوا جو بھی تھا جیسا بھی تھا وہ اپنے پاپا کے غصے سے بہت ڈرتا تھا اور یہ بھی سچ تھا کہ وہ غصے میں اپنے پاپا پر ہی گیا تھا۔

❁...... ❁❁❁ ......❁

"مجھے بہت خوشی ہے میری بچی کہ تمہیں جاب مل گئی۔ اب تمہیں وہ معمولی جاب کرکے خوار نہیں ہونا پڑے گا۔" علیم صاحب نے محبت سے انابیہ کو دیکھا بوڑھے باپ کی آنکھوں میں بچی کے لیے فکر تھی۔

"اب آپ پریشان ہونا چھوڑ دیں بابا میں کھانا لگاتی ہوں۔" وہ پرس کھول کر اپنے آپ کو مصروف ظاہر کرنے کی کوشش کررہی تھی۔

"جب تک تمہاری ماں تھی وہ تمہیں سنبھال لیتی تھی مگر جب سے وہ گئی ہے میری تو نیندیں اڑ گئی ہیں۔ بیٹا تم اپنے فیصلے سے خوش تو ہونا۔" ایک بوڑھا ریٹائرڈ آفیسر جوان بیٹی کی فکر میں ہر پل ہلکان ہوتا رہتا تھا۔

"بابا آپ کیوں فکر کرتے ہیں میں ٹھیک ہوں اور بہت خوش بھی آپ کھانا کھالیں جلدی سے پھر آپ کے اسٹوڈنٹس آجائیں گے پڑھنے کے لیے۔" وہ فوراً کھانا گرم کرنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی گورنمنٹ کالج کی جاب سے ریٹائرمنٹ کے بعد انہوں نے باقاعدہ بچوں کو پڑھانا شروع کردیا تھا۔ اس سے نہ صرف کچھ آمدنی ہوجاتی تھی بلکہ ان کا دھیان بھی لگا رہتا تھا انہوں نے بڑی ہی اپنائیت سے کچن میں جاتی انابیہ کو دیکھا آنکھوں کے گوشے نم ہو چلے تھے وہ جانتے تھے یہ جو کچھ بھی ہورہا ہے صحیح نہیں مگر وہ بیٹی کے باپ تھے اس کی قسمت کے آگے ہار بیٹھے تھے۔

❁......❁❁❁......❁

"اللہ اکبر...... اللہ اکبر......!"

اس کے کانوں میں مغرب کی اذان کی آواز گونج رہی تھی اور وہ خاموشی سے حرف بہ حرف اذان سن رہا تھا۔ وہ جس نے زندگی میں کبھی نماز نہ پڑھی روزہ نہ رکھا آج وہی اذان سن رہا تھا خدا جس کو ہدایت دے وہ بڑا ہی خوش نصیب ہوتا ہے مگر ابھی اسے ہدایت کہاں ملی تھی بھلا۔

"اذان ہورہی ہے آپ پلیز یہ میوزک بند کردیں۔" وہ بے حد جھنجلائی ہوئی تھی۔

"کیوں بھئی میں کیوں بند کروں تمہیں اذان سننی ہے تو باہر جاکر سنو اور اگر نماز بھی پڑھنی ہے تو پلیز یہاں سے جاؤ میں اس وقت اپنا فیورٹ میوزک بند نہیں کرسکتا۔" اس کا انداز بڑا ہی بے فکرا تھا۔

"کیا مطلب آپ کو ذرا سی بھی تمیز نہیں ہے اذان کا کوئی احترام نہیں ہے خدا کے قہر سے ڈریں صارم آپ نماز نہیں پڑھیں گے کیا۔" وہ ایک بگڑے ہوئے رئیس زادے سے بھلائی کی امید کررہی تھی۔

"تم پڑھتی ہو نہ نماز تمہیں کیا دیا اللہ نے تم سے اچھی زندگی تو میں گزار رہا ہوں میرے پاس سب کچھ ہے بھلا مجھے نماز پڑھنے کی کیا ضرورت۔" وہ واقعی بڑا ہی ناشکرا تھا۔

"توبہ ہے صارم! آپ برے ہیں یہ تو پتا ہے مگر اللہ سے بھی نہیں ڈرتے یہ واقعی نہیں پتا تھا یہ جن آسائشات میں آپ زندگی گزار رہے ہیں نا یہ اسی کی عطا کردہ ہیں اس کا شکر ادا نہیں کرسکتے تو کم از کم اللہ کے بارے میں ایسے کفریہ کلمات تو ادا نہ کریں۔" اس نے فوراً کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"تمہارا یہ کانفیڈنس تمہاری یہ حاضر جوابی اسی لیے تو میں تم سے نفرت کرتا ہوں بہت نفرت۔" اس کی آنکھوں میں واقعی اپنی شریک حیات کے لیے محبت کی رمق تک نہ تھی۔

"کوما گر آپ کو مجھ سے محبت ہوگئی تو؟ دلوں میں محبت ڈالنا تو اللہ کا کام ہے۔" اس کا سوال خود اس پر ہی ہنس رہا تھا۔

"تو میں مرنا پسند کروں گا۔" اس نے بڑا ہی سپاٹ جواب دیا تھا وہ اس کا منہ دیکھتی رہ گئی تھی۔

"کہاں ہو تم آؤ اور دیکھو جو تم سے محبت نہ کرنے کے بجائے مرنا پسند کرتا تھا وہ آج تمہارے لیے تمہارے ساتھ کے لیے ایک ایک پل مر رہا ہے۔" صارم ایک بار پھر رونے لگا۔ کوئی ایسا پل و لمحہ نہ جس میں وہ اسے یاد نہ کرتا ہو اس کی باتیں اسے ہمیشہ یاد رہتی تھیں کچھ سوچ کے وہ آج پہلی بار نماز پڑھنے کی غرض سے اٹھا اور پھر آج بالآخر وہ اس کے آگے ہار ہی گیا تھا۔

❁......❁❁❁......❁

رمضان المبارک کا آغاز ہوگیا تھا آج تمام امت مسلمہ پہلی سحری کے اہتمام میں مصروف تھی مسجدیں پھر

سے آباد ہوگئی تھیں وہ جو پہلے دن رات سوتا تھا اب رات رات بھر جاگ کے تڑپ کے گزارتا تھا اس نے گھڑی میں ٹائم دیکھا صبح کے چار بج رہے تھے کچھ سوچ کے وہ بیڈ سے اترا اور نیچے ڈائننگ ہال میں آگیا۔

"صارم...... تم......!" نزہت اور اس کے ڈیڈ ہاشم صدیقی حیران تھے زندگی میں پہلی دفعہ ان کا بیٹا سحری کے لیے اٹھا تھا وہ بھی بنا کسی کے بلائے ورنہ ہر سال نزہت نے کیا کیا جتن نہ کیے تھے اسے روزہ رکھنے کے لیے مگر وہ صارم ہی کیا جو مان جائے۔

"اب زیادہ حیران مت ہوں آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ آپ کا بیٹا آپ کے بن بلائے آگیا آپ کی یہی تو خواہش تھی نا۔" وہ اطمینان سے چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"جیتے رہو میرے بچے۔" وہ واقعی آج بہت خوش تھیں انہیں یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن ان کا بیٹا اپنے اصل کی جانب لوٹے گا اور آج انہیں اپنا یقین پورا ہوتا ہوا محسوس ہورہا تھا۔

"ڈیڈ آپ بزنس کے حوالے سے اس دن کوئی بات کررہے تھے نہ حیدرآباد وغیرہ جانے کی۔" پراٹھا آگے کرتے ہوئے اس نے ڈیڈ کو دیکھا اب کے حیران ہونے کی باری ہاشم صاحب کی تھی ان کا بیٹا بنا ان کے ڈانٹے بزنس میں دلچسپی لے رہا تھا اس سے زیادہ انہیں کیا چاہیے تھا۔

"ہاں بیٹا! وہ کچھ کلائنٹ ہیں ان سے میٹنگ ہے بہتر ہوگا تم کل ہی حیدرآباد چلے جاؤ باقی کی ڈیٹیلز تمہیں صبح آفس میں سمجھا دوں گا۔" خوشی ان کے چہرے و لہجے سے عیاں تھی۔

"او کے جیسا آپ بہتر سمجھیں۔" جواب دے کر وہ سحری کرنے لگا اور کسی کو نہ سہی مگر کم از کم اب وہ اپنے ماں باپ کو اور دکھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

❁......❁❁❁......❁

وہ شام میں ہی حیدرآباد آگیا تھا میٹنگ سے فارغ ہوکر وہ قریبی گفٹ شاپ چلا آیا اپنی ماما کے لیے کچھ لینے جب ہی اس کا سیل فون بج اٹھا۔

"ہاں مجید! بولو کام کا کیا ہوا کچھ پتا چلا ان کا۔" وہ اپنے ماتحت سے کسی ضروری امور پر بات کررہا تھا اس کا دل بڑی ہی تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔

"جی صاحب کام ہوگیا ہے وہ لوگ حیدرآباد میں ہی ہیں اچھا ہوا جو آپ بھی یہاں آگئے مگر سر ابھی مجھے ان کے گھر وغیرہ کا پتا نہیں چل سکا۔" ارادے نیک ہوں تو منزل خود بخود آسان ہوجاتی ہے وہ پچھلے ایک مہینے سے اپنی انا کو پاگلوں کی طرح ڈھونڈ رہا تھا وہ یہیں کہیں تھی اس کے پاس یہ احساس ہی اس کے لیے کافی تھا۔

"ویل ڈن مجھے یقین تھا تم میری مدد ضرور کرو گے میں اب کچھ دن تک یہیں ہوں تم جلد سے جلد اور معلومات اکٹھی کرکے مجھے انفارم کرو۔" چہرے پر ایک دم سکون پھیلا تھا اس نے مسکرا کے فون بند کردیا۔

"تم کوئی بک وغیرہ دیکھ لو تانیہ اب مجھے تمہاری پسند نہ پسند کا اتنا اندازہ نہیں ہے میں چاہتی ہوں تم اپنے لیے کوئی گفٹ خود پسند کرو۔" وہ نہایت ٹھہرے ہوئے لہجے میں اپنی دوست سے مخاطب تھی۔

"تم مت سدھرنا اب جبکہ گفٹ مجھے ہی لینا ہے میڈم تو یہاں نہیں قریب میں ایک اور شاپ ہے وہاں چلتے ہیں۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کے باہر کھینچنے لگی موبائل جیب میں رکھتے صارم کی تمام حسیں بیدار ہوئی تھیں وہی مانوس و مخصوص لہجہ وہ فوراً ان کے پیچھے شاپ سے باہر نکلا اس ڈر سے کہ وہ کہیں پھر نہ کھو جائے وہ اس وقت اپنے آپ کو کوس رہا تھا کہ کاش اس نے پہلے دھیان دے لیا ہوتا وہ اس کے ہاتھ سے نہ نکلتی۔

"انو سنو رکو...... پلیز بات تو سنو۔" وہ دیوانہ وار چیختا رہ گیا اور وہ اپنی سہیلی کی گاڑی میں اس کے ساتھ بیٹھ کر چلی گئی۔ وہ منہ دیکھتا رہ گیا۔

"شٹ ڈیم اٹ۔" وہ گاڑی فلیٹ کے پارکنگ ایریا میں ہی چھوڑ آیا تھا سو ان کے پیچھے جا بھی نہ سکا۔ نہایت زور سے اس نے دیوار پر مکا مارا۔

❁......❁❁❁......❁

لاکھ ضبط خواہش کے
بے شمار دعوے ہوں
اس کو بھول جانے کے
بے پناہ ارادے ہوں
اور اس محبت کو ترک کر کے جینے کا
فیصلہ سنانے کو
کتنے لفظ سوچے ہوں
دل کو اس کی آہٹ پر
برملا دھڑکنے سے کون روک سکتا ہے
پھر وفا کے صحرا میں
اس کے نرم لہجے اور سوگوار آنکھوں کی
خوشبوؤں کو چھونے کی
جستجو میں رہنے سے
روح تک پگھلنے سے
ننگے پاؤں چلنے سے
کون روک سکتا ہے
آنسوؤں کی بارش میں
چاہے دل کے ہاتھوں میں
ہجر کے مسافر کے
پاؤں تک بھی چھو آؤ
جس کو لوٹ جانا ہو
اس کو دور جانے سے
راستہ بدلنے سے
دور جا نکلنے سے
کون روک سکتا ہے

"کیا واقعی ہمارے بیچ کوئی محبت نہ تھی صرف نفرت تھی؟" نظم ڈائری میں لکھتے ہوئے اس نے خود سے سوال کیا۔ اس کی آنکھیں نم ہو چلی تھیں اس نے چپکے سے اپنی پلکوں سے گرتے آنسو صاف کیے پھر نہایت دکھ سے اپنے دائیں ہاتھ کو دیکھا۔ جس پر موجود جلا ہوا نشان اپنے آپ میں بڑی ہی اذیت کی داستان لیے ہوئے تھا۔

"کہاں گم ہو میڈم ایسا کیا ہے ہاتھ میں جو بڑی غور سے دیکھ رہی ہو تمہارا ہی ہاتھ ہے بھئی۔" ثانیہ کافی کا مگ لیے چلی آئی وہ ثانیہ کے بلانے پر ہی اس کے گھر آئی تھی اجنبی شہر میں وہی اس کی واحد دوست بنی تھی سو افطاری وغیرہ سے فارغ ہو کر وہ بابا سے اجازت لے کر یہاں چلی آئی تھی۔

"کچھ نہیں بس ایسے ہی تم سناؤ۔" اس نے فوراً ہاتھ کھینچا اور ڈائری بیگ میں رکھی۔

"ارے ایسے کیسے کچھ ہمیں بھی تو دکھائیں میڈم۔" ثانیہ فوراً شوخ ہوئی تو اس نے جھٹ سے اس کا ہاتھ کھینچ کر اپنے ہاتھ میں لیا تھا وہ دیکھتی ہی رہ گئی۔

"ارے یہ کب جلا یہ تو کافی گہرا نشان ہے تم نے کچھ لگایا نہیں اس پر کم از کم نشان ہی ہلکا ہو جاتا۔" ثانیہ فوراً متفکر ہوئی' یہ وہ سوال تھا جس کا جواب وہ اپنے آپ سے بھی چھپاتی پھر رہی تھی۔

"کچھ نہیں' کچن میں کام کرتے ہوئے جل گیا تھا۔" اس نے ہاتھ کھینچ لیا۔

"آر یو شیور، اتنا گہرا کچن میں کیسے جل گیا۔ تم دھیان سے کام نہیں کرتیں کیا۔" وہ بھی ثانیہ تھی ہر بات کے پیچھے پڑ جانے والی۔

"اف، کتنے سوال پوچھتی ہو تم، اب چلوں گی میں بہت دیر ہو گئی ہے۔" اس نے جھوٹی مسکراہٹ سے اپنے درد کو چھپایا اور چادر سنبھال کر اٹھ کھڑی ہوئی دیر واقعی کافی ہو گئی تھی سو ثانیہ نے بھی اجازت دے دی ورنہ وہ کہاں جان چھوڑنے والوں میں سے تھی اس نے باہر نکل کر ایک بار پھر اپنے ہاتھ کو دیکھا اور اس بار وہ اپنے آنسوؤں کو بہنے سے نہ روک سکی تھی ماضی کی بہت سی تلخ یادیں اسکرین کے پردوں پر چلنے لگی تھیں۔

❀......❀❀❀......❀

"آہم...... آہم...... دیکھو فرینڈز اب ہمارے یونیورسٹی میں بہن جی ٹائپ لڑکیاں بھی پڑھیں گی بھئی یہ مولویوں کی بیٹیاں کیا یونیورسٹی میں بھی پڑھتی ہیں۔" صارم نے اپنے گروپ کے تمام لوگوں کو چادر میں لپٹی اس کنفیوژ سی لڑکی کی جانب متوجہ کیا تھا وہ جو پہلے ہی

یونیورسٹی اور اس کے ماحول سے پریشان تھی ان منچلوں کی باتوں نے اس کی رہی سہی ہمت بھی چھین لی تھی اس کے بابا کا ہمیشہ سے خواب تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو اعلیٰ تعلیم دلائیں اس کے ہر خواب کو پورا کریں وہ خود ایک گورنمنٹ کالج کے پروفیسر تھے سو اپنی سب جمع پونجی اکلوتی بیٹی کی تعلیم کے لیے اٹھا رکھی تھی۔

اس لیے انہوں نے اس کا ایڈمیشن کراچی کی سب سے بڑی پرائیویٹ یونیورسٹی میں کرایا تھا اب یہ انابیہ کا انٹرسٹ تھا کہ اس نے کمپیوٹر سائنس کی فیلڈ میں ایڈمیشن لیا تھا اس نے اپنی کالج فرینڈز سے پرائیویٹ یونیورسٹیز کے ماحول اور ماڈرن ازم کے بارے میں کافی کچھ سن رکھا تھا اور آج پہلے ہی دن آ کر اس نے سب دیکھ بھی لیا تھا۔

ٹاپ اور جینز میں ملبوس میک اپ چہرے پر تھوپے یہ کسی اسلامی مملکت کے تعلیمی ادارے کی لڑکیاں تو نہیں لگ رہی تھیں لڑکیوں پر ہوٹنگ کرتے جملے کستے یہ لڑکے اسے سخت زہر لگ رہے تھے اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کوئی اسے ایسے مذاق کا نشانہ بھی بنائے گا وہ تو ہمیشہ سے ہی ٹاپ کلاس اسٹوڈنٹ رہی تھی۔

"آپ لوگوں کو تمیز نہیں ہے کیا کہ لڑکیوں کی کیسے عزت کی جاتی ہے ان کے بارے میں کس طرح سے بات کی جاتی ہے۔" اسے اسی ماحول میں رہنا تھا یہیں پڑھنا تھا سو ہمت کر کے وہ اس گروپ کی جانب آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"امیزنگ آپ جیسی بہن جی ٹائپ لڑکیوں کے منہ میں زبان بھی ہوتی ہے۔" صارم اب کے زور سے ہنسا تھا۔ غصے سے انابیہ کا رنگ سرخ ہونے لگا تھا۔

"واٹ ڈو یو مین مسٹر، بہتر ہوگا اپنی حد میں رہیں آپ ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔" اس کی جانب انگلی اٹھا کر انابیہ نے وارن کیا تھا صارم تو اس کی اتنی جرأت پر ہی تلملا کر رہ گیا تھا بھلا صارم کے ساتھ کوئی لڑکی ایسے بھی بات کر سکتی تھی اس پر تو ہر لڑکی مرتی تھی۔ اس کی شان و شوکت پہ امارت پہ۔

"کیا...... کرو گی کیا تم ہاں شکایت کرو میری ہیڈ آفس میں کان کھول کر سن لو میرے پاپا اس یونیورسٹی کے بہت بڑے فنڈ ڈونر ہیں یہ جو اس یونیورسٹی کی امارت اور شان و شوکت دیکھ رہی ہو نہ یہ سب میرے پاپا کے فنڈ کی بدولت ہے جو ہر سال لاکھوں روپے یہاں دیتے ہیں۔ مجھے انگلی دکھاؤ گی تم یہاں سے ہی باہر کرا دوں گا۔" وہ بے حد بدتمیز اور گھمنڈی تھا انابیہ سچ مچ اس کی دھمکی سن کر ڈر گئی تھی مگر ظاہر نہیں کیا۔

"آئندہ تم بھی میرے منہ مت لگنا بہتر ہوگا۔" وہ غصے سے کہتی چادر سنبھالتی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی تھی۔

"شٹ' سمجھتی کیا ہے خود کو چھوڑوں گا نہیں اسے نہ اپنے قدموں پر جھکایا تو میرا نام بھی صارم نہیں۔" اس نے زور سے دیوار پر ہاتھ مارا تھا یہیں سے ان کی دشمنی کی شروعات ہوئی تھی۔

❀......❀❀❀......❀

"سمجھ نہیں آ رہا کیسے سبق سکھاؤں اس مس بہن جی کو یار تم لوگ کچھ ہیلپ کرو نا۔" وہ کب سے ڈپارٹمنٹ کے سامنے والی گھاس پر ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا۔

"یار چھوڑ نہ کیوں اس کے پیچھے اپنا ٹائم ویسٹ کر رہا ہے۔ وہ تیرے ٹائپ کی نہیں۔" احسن نے سمجھایا تھا۔

"کیا مطلب میرے ٹائپ کی نہیں ہے تجھے لگتا ہے کہ میں اس کے ساتھ عشق لڑاؤں گا...... ہاہاہا...... ویری فنی یار اس میں ایسا کیا ہے شکل دیکھی ہے اس کی نہ پہننے کی تمیز نہ کچھ ہونہہ...... مڈل کلاس۔" اس کے لہجے میں خود بخود حقارت سمٹ آئی تھی۔

"کیوں شکل کو کیا ہوا اچھی خاصی خوب صورت تو ہے۔" احسن نے چپس اس کی جانب بڑھائے تھے۔

"ہر وقت تو اتنی بڑی چادر لپیٹے رکھتی ہے جیسے بدصورتی یہاں کے لوگوں سے چھپا رہی ہو ارے بھئی خوب صورت ہے تو اپنے آپ کو ایکسپوز کرے۔" صارم کا قہقہہ بڑا جاندار تھا۔

"وہ ایکسپوز نہیں کرتی تو کیا ہوا ہم ایکسپوز کر دیں گے اسے۔" ان کی کلاس فیلو اریشہ بھی چلی آئی تھی۔

"کیا مطلب۔" صارم اور احسن ایک ساتھ بولے تھے۔

"ٹھہرو میرے پاس ایک پلان ہے۔" اریشہ نے ان دونوں کو اپنے قریب بلایا تھا پھر جیسے جیسے وہ بولتی چلی گئی ان دونوں کے چہروں پر بڑی ہی شیطانی مسکراہٹ پھیلتی گئی تھی۔

❁ ...... ◉❁◉ ...... ❁

اس نے نماز پڑھ کر گھڑی دیکھی ایک بج کر 31 منٹ ہورہے تھے۔

"اوہ خدایا آج لیٹ ہوگئی ہوں یا اللہ خیر کرنا سر احسان تو دو منٹ کی دیر بھی برداشت نہیں کرتے فوراً باہر نکال دیتے ہیں۔" ٹھیک ایک بج کر بیس منٹ پر اس کی کلاس ہوتی تھی چادر اور بیگ سنبھالتی وہ فوراً بھاگی تھی کہ صارم اور اس کے دوستوں کے سامنے بے عزتی نہ ہوجائے۔

"مے آئی کم ان سر۔" پھولتی سانسوں سمیت اس نے بڑے ہی عجیب انداز میں زور سے کہا تھا فوراً کلاس استہزائیہ انداز میں اس کی جانب دیکھنے لگی تھی۔

"مس انابیہ آپ بہت لیٹ آئی ہیں آپ کو پتا نہیں ہے کیا کلاس کی ٹائمنگ۔" سر احسان نے پہلے گھڑی دیکھی پھر ترچھی نظروں سے اسے دیکھا۔

"سوری سر! میں نماز پڑھ رہی تھی۔" وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔

"مس انابیہ اس پوری کلاس میں کیا صرف آپ ہی نماز پڑھتی ہیں اور اسٹوڈنٹس نہیں پڑھتے کیا وہ تو ٹائم پر آتے ہیں۔" سر کا لہجہ قدرے سخت تھا۔

"نماز...... تو محترمہ واقعی ملانی ہیں بھئی ہم تو جاہیں کچھ بھی کریں ٹائم پہ آتے ہیں بلاوجہ کی ڈرامہ بازی نہیں کرتے۔" صارم نے تو حد کردی تھی سر کے ہوتے ہوئے خود ہی بول پڑا۔ پوری کلاس انابیہ پر ہنسنے لگی تھی۔

"نماز ڈرامہ بازی لگتی ہے تمہیں، ڈرامہ تم خود ہو آئی سمجھ۔" وہ تیوریاں چڑھائے لڑنے مرنے کو تیار تھی۔

"کوئٹ اپ مس انابیہ اور صارم انابیہ آپ جائیے آج کی کلاس آپ نہیں لے سکتیں اور صارم آپ بیٹھ جائیے۔" سر نے فیصلہ سنادیا تھا۔

"مگر سر......!" اس نے بولنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ سر نے ہاتھ کے اشارے سے منع کرتے ہوئے اسے سخت نظروں سے گھورا تھا وہ دبے پاؤں وہاں سے نکل گئی تھی صارم نے اسے منہ چڑایا تھا اسے لگ رہا تھا کہ یہ لڑکا اسے یہاں چین سے رہنے نہیں دے گا۔

❁ ...... ◉❁◉ ...... ❁

صارم کو ایک مہینے کے لیے اپنے مام ڈیڈ کے ساتھ اسلام آباد جانا پڑ گیا تھا انابیہ کے لیے وہ پورا مہینہ نہایت چین وسکون کا باعث بنا تھا ادھر صارم کا پلان ادھورا رہ گیا تھا وہ جلد از جلد کراچی پہنچنا چاہتا تھا اس لیے جیسے ہی واپس آیا فوراً کیمپس بھاگا تھا احسن اور عریشہ اس کے منتظر تھے وہ جگہ جگہ انابیہ کو ڈھونڈ رہا تھا۔

"کیا بات ہے شہزادے کہیں پیار ویار تو نہیں ہوگیا اس سے بڑا مجنوں بن رہا ہے۔" احسن نے چھیڑا تھا۔

"جسٹ شٹ اپ یار پیار اور اس سے کبھی نہیں تم لوگ پلان بھول گئے کیا ویسے ہی میرے چکر میں ایک مہینہ ضائع ہوگیا اب میں مزید ایک منٹ بھی ضائع نہیں کرسکتا۔" وہ بے حد جذباتی ہورہا تھا۔

"ریلیکس یار آجائے گی ابھی ٹائم ہی کیا ہوا ہے۔" احسان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"ہاں یار چلو جب تک ہم لوگ کینٹین چلتے ہیں آج ناشتہ بھی نہیں کیا میں نے۔" صارم نے فیس بک پر اسٹیٹس اپ ڈیٹ کیا اور چلنے لگا پورا دن اس نے انابیہ کے انتظار میں گزارا تھا مگر انابیہ نہیں آئی تھی جیسے جیسے دن ڈوبتا جارہا تھا اس کا دل بھی ڈوبتا جارہا تھا۔

❁ ...... ◉❁◉ ...... ❁

وہ آج پورے ایک ہفتے بعد کیمپس آئی تھی اور یہ پورا ہفتہ صارم نے سولی پر انتظار کرتے ہوئے کاٹا تھا نجانے کیوں اسے اس سے خدا واسطے کا بیر ہوچلا تھا حالانکہ وہ اس سے خود سے کبھی نا الجھتی تھی۔

"کیا ہوا انابیہ تم ٹھیک تو ہو اتنے دن بعد کیوں آئیں تمہارا کوئی کونٹیکٹ نمبر بھی نہیں تھا میرے پاس ورنہ میں کال کرکے پتا کرلیتی۔" انابیہ کی واحد دوست صبا ہی تھی کلاس میں سو اسے دیکھتے ہی اس کی جانب آئی تھی۔

"کچھ نہیں یار بس میری امی کی طبیعت بہت خراب تھی۔" وہ کافی تھکی تھکی سی اور پریشان لگ رہی تھی۔

"پریشان مت ہو اللہ خیر کرے گا۔" پوری کلاس میں اس کی عادت قدرے بہتر تھی سو انابیہ کو اس کی جانب سے تھوڑا سکون تھا۔

"ان شاء اللہ یار چلو کلاس میں چلتے ہیں۔" وہ چادر نیچے کرتی ہوئی کھڑی ہوئی تھی سامنے سے آتے صارم کی آنکھوں میں اسے دیکھتے ہی چمک آئی تھی انابیہ نے اسے دیکھ کر نخوت سے سر جھٹکا تھا وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ قسمت اس کے ساتھ بڑا ہی عجیب مذاق کرنے والی ہے۔

آج وہ جیسے ہی نماز ظہر ادا کرنے کی غرض سے گرلز کامن روم کی جانب گئی تھی عریشہ اس کے پیچھے لپکی تھی دور کھڑے صارم اور احسن نے عریشہ کو آل دا بیسٹ کا اشارہ کیا تھا۔

"کیا بات ہے بھئی آج تو بڑے بڑے لوگ نماز پڑھنے آئے ہیں۔" عریشہ کو دیکھتے ہی صبا نے انابیہ کو کہنی ماری تھی۔

"چھوڑو نہ یار ہمیں کیا کسی سے چلو پہلے تم وضو کرلو پھر میں کرلیتی ہوں۔" انابیہ نے چادر ایک طرف رکھ کر کپڑے جھاڑے تھے یہاں صرف لڑکیاں ہی ہوتی تھیں اس لیے پردے کے حوالے سے انابیہ تھوڑی بے فکر تھی ورنہ اس کی چادر ذرا جو سرک جائے یہ اسے گوارا نہ تھا اس کی صحبت میں رہ کر صبا بھی نماز کی پابندی کرنے لگی تھی صبا وضو کرکے نکلی تو عریشہ بھی واش روم کا بہانہ کرکے انابیہ کے پیچھے لپکی تھی دراصل اندر دو تین واش روم علیحدہ علیحدہ بنے تھے ساتھ میں وضو اور منہ وغیرہ دھونے کی جگہ الگ سے بنائی گئی تھی۔ اس نے وضو کرنے کے لیے دوپٹا سائیڈ میں ٹانگ دیا تھا اسی لمحے عریشہ واش روم سے نکلی تھی گوری رنگت بڑی بڑی سیاہ آنکھیں گھنے آبشار جیسے سیاہ بال انابیہ

واقعی بہت خوب صورت تھی دوپٹہ سے بے نیاز ڈھیلے ڈھالے پنک شلوار قمیص میں وہ جیتی جاگتی قیامت لگ رہی تھی ایک لمحے کو تو عریشہ بھی مبہوت رہ گئی تھی مگر اگلے ہی پل اس نے خود کو سنبھالا اور اپنی جینز کی پاکٹ میں سے موبائل نکالا اسی لمحے کا تو اسے کب سے انتظار تھا اس نے خاموشی سے اس طرح اس کی تین چار تصویریں لی تھیں کہ انابیہ کو خود خبر نہیں ہوئی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہونے جا رہا ہے۔ انابیہ تو وضو کرکے نماز کے لیے چلی گئی تھی مگر عریشہ کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی تھی کامن روم سے باہر نکلتے ہی اس نے باہر بے تابی سے انتظار کرتے صارم اور احسن کو وکٹری کا نشان دکھایا تھا۔

✿......✿✿✿......✿

کمپیوٹر اسکرین پر اس کی انگلیاں بڑی تیزی سے حرکت کر رہی تھیں وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے کمپیوٹر پر بیٹھا اس کی پکچرز ایڈٹ کرنے میں مصروف تھا یہ سوچے بنا کے وہ کیا کرنے جا رہا ہے کسی کی عزت داؤ پر لگا رہا تھا شیطان نے اس کی سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں سلب کر لی تھیں بڑے ہی جوش سے اس نے اپنا کام مکمل کیا اور ڈیٹا اپنی یو ایس بی میں محفوظ کر کے کمپیوٹر بند کر دیا اس رات اسے نیند نہیں آئی تھی کسی کو نیچا دکھانے کا جنون اس کی آنکھوں میں تھا صبح ہوتے ہی وہ گنگناتے ہوئے جلدی سے ناشتہ ختم کرکے کیمپس بھاگا تھا تھوڑی ہی دیر میں احسن اور عریشہ بھی پہنچ گئے تھے انہیں پہلے ہی ایس ایم ایس کے ذریعے آدھا کام ہونے کی اطلاع صارم کے ذریعے مل گئی تھی۔

اس وقت وہ تینوں کسی شیطان سے کم نہیں لگ رہے تھے صارم نے لیپ ٹاپ آن کیا اور بڑی ہی تیزی سے اگلے پانچ سے دس منٹ کے اندر وہ تمام سوشل میڈیا پر اس کی تصاویر اپ لوڈ کر چکا تھا۔

"زبردست اب آئے گا اونٹ پہاڑ کے نیچے۔" صارم نے خوشی سے کہا اور لیپ ٹاپ بند کر دیا جب ہی ان تینوں کو انابیہ آتی دکھائی دی تھی وہ نہیں جانتی تھی کہ آج کا دن اس کے لیے کتنا بدنصیب ہے۔

✿......✿✿✿......✿

وہ جیسے ہی کلاس میں داخل ہوئی ہر کوئی اس کی جانب ایسے دیکھ رہا تھا جیسے وہ کوئی گناہ عظیم کرکے آئی ہو سب آپس میں اسے دیکھ دیکھ کر چہ میگوئیاں کر رہے تھے وہ حیران پریشان سی اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔

"یہ سب کیا ہے انابیہ تم تو اتنی شریف بنتی ہو پھر اپنی آئی ڈی پر یہ سب کیا اپ لوڈ کیا ہے تم نے؟" اس کی ایک کلاس فیلو حنا اس کے پاس اپنا ٹیبلٹ لے کر آئی تھی۔ انابیہ نے اسے پہلے حیرانی سے دیکھا اور پھر اس سے موبائل لے کر چیک کیا اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں نہایت نامناسب انداز میں لی گئی تصویر اس کی کیسے ہو سکتی تھی اور اس کے نام سے بنی یہ فیس بک آئی ڈی بھلا وہ کب فیس بک یوز کرتی تھی اس کا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا تھا وہ تو کبھی بنا چادر کے کہیں گئی بھی نہیں تھی پھر یہ بنا دوپٹا کے لی گئی تصویر وہ اپنے آپ کو شرمندگی کی گہرائی میں دھنسا ہوا محسوس کر رہی تھی اسے لگا وہ پاگل ہو جائے گی۔

"یہ سب فیک ہے یہ میری آئی ڈی نہیں ہے مجھے نہیں پتا یہ سب کس نے کیا۔" وہ زور سے چیخی تھی آج صبا بھی نہیں آئی تھی۔

"جھوٹ مت بولو تم جیسی پردہ دار اور پاک باز بننے والی لڑکیاں درحقیقت ایسی ہی ہوتی ہیں۔" ایک اور لڑکی انمول آگے بڑھ کر بولی تھی یہ کیسی لڑکیاں تھیں جو خود ایک لڑکی ہو کر اس کی بدنامی کا چرچہ کر رہی تھیں وہ روتے ہوئے وہاں سے تقریباً بھاگی تھی اس وقت اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا جب ہی وہ سامنے سے آتے صارم سے ٹکرائی تھی اس وقت اس کی چادر سر سے نیچے سرکی تھی۔

"دیکھ کے چلو میڈم فیس بک پر کیا ایکسپوز ہوئیں تم نے تو چادر ہی اتار دی۔ ویسے دیکھ لیا نہ ہم سے الجھنے کا انجام اب آئندہ کسی کو دھمکی نہیں دینے سے پہلے ایک بار ضرور سوچ لینا ایک بار۔" صارم کا لہجہ طنز میں ڈوبا ہوا تھا۔

"تم...... تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہ سب کرنے کی میں چھوڑوں گی نہیں تمہیں۔" انابیہ نے اس کا گریبان پکڑا

لیا تھا۔

"نہ..... نہ..... یہ غلطی نہ کرنا پہلی غلطی کی سزا سے سبق سیکھو ورنہ اور کیا کیا ہوگا تمہارے ساتھ تمہیں اس کا اندازہ بھی نہیں ہے۔" اس نے اس کا ہاتھ جھٹکا تھا۔

"انسان ضرور بے بس ہو جاتے ہیں مگر اللہ نہیں۔ اس کی لاٹھی بے آواز ہے یاد رکھنا۔" اتنا کہہ کر وہ غصے سے وہاں سے چلی گئی تھی اس کا دل شدت سے اس وقت مرنے کو چاہ رہا تھا۔

❁ ...... ❁❁❁ ...... ❁

کیا مصیبت ہے اس لیپ ٹاپ کو بھی ابھی خراب ہونا تھا اتنی امپورٹنٹ ای میل کرنی تھی مجھے۔" لیپ ٹاپ سے یو ایس بی نکالتے ہوئے وہ کر رہے تھے انہوں نے ٹائم دیکھا تین بج رہے تھے دوپہر کے انہوں نے جلدی سے موبائل نکال کر اپنے کمپیوٹر ریپیئرر کو فون کیا تاکہ وہ جلد از جلد گھر آ کر ان کا لیپ ٹاپ ٹھیک کر دے مگر اسے بھی پہنچنے میں کچھ وقت لگتا اور انہیں ہر حالت میں یہ ای میل بھیجنی تھی۔

"اتنا پریشان کیوں ہو رہے ہیں آپ بھئی کب سے دیکھ رہی ہوں صارم گھر پر نہیں اور لیپ ٹاپ تو اپنا وہ لے کر گیا ہے اس کا کمپیوٹر استعمال کر لیں آپ جا کر۔" ان کی نصف بہتر ہمیشہ سے ہی ان کے سارے مسائل چٹکی میں حل کر دیتی تھیں ہاشم صاحب نے تشکر سے ان کی جانب دیکھا پھر جلدی سے صارم کے روم میں چلے آئے انہوں نے سسٹم آن کر کے یو ایس بی لگائی پھر نیٹ آن کر کے اسکرین کی طرف متوجہ ہو گئے مگر سامنے ہی کسی لڑکی کا فیس بک اکاؤنٹ کھلا ان کو منہ چڑا رہا تھا۔

"مگر صارم کے سسٹم میں کوئی لڑکی اپنا اکاؤنٹ کیوں ان کرے گی۔" وہ باپ تھے سو چھان بین کرنا اپنا فرض سمجھا جیسے ہی انہوں نے چیک کیا ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ انابیہ علیم کے نام سے بنے اس فیس بک اکاؤنٹ پر نہایت نامناسب تصاویر اپ لوڈ کی گئی تھیں اور اس پر سب سے زیادہ طنزیہ کمنٹ صارم کے ہی تھے۔ ہاشم صاحب بہت ذہین تھے ان کے دماغ میں فوراً کچھ کلک ہوا تھا وہ اپنا کام بھول کر کمپیوٹر ڈیٹا چیک کرنے لگے پانچ منٹ کی مشقت سے انہیں بالآخر وہ تصاویر مل ہی گئی تھیں اس فائل میں انابیہ کی اوریجنل تصاویر بھی تھیں اور وہ بھی جنہیں بعد میں ایڈٹ کیا گیا تھا۔

"تو مسٹر صارم یہ اکاؤنٹ بھی آپ نے ہی بنایا ہے تاکہ اس لڑکی کی تصاویر اپ لوڈ کر کے بدنام کریں پتا نہیں کسی کی بہن بیٹی ہے شکل سے ہی معصوم لگ رہی ہے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنا گر جاؤ گے، ان کی آنکھوں میں غم و غصے کی شدید لہر تھی انہوں نے طے کر لیا تھا کہ وہ صارم کو اب معاف نہیں کریں گے کسی کی عزت سے کھیلنے کا مطلب کیا ہوتا ہے وہ اسے سکھا کر رہیں گے آزادی دینے کا مطلب یہ نہیں کہ بچے سیاہ سپید کا فرق بھول جائیں نہایت اٹل ارادہ کرتے ہوئے انہوں نے پرنسپل صاحب کو فون کیا تھا پھر انہوں نے جو کچھ پرنسپل سے کہا اس کے بعد اب انہیں صارم کے گھر لوٹنے کا انتظار تھا۔ انہوں نے سوچ لیا کہ اب انہوں نے کیا کرنا ہے۔

❁ ...... ❁❁❁ ...... ❁

رات گئے تک دوستوں کے ساتھ پارٹی کر کے وہ گھر لوٹا تو اس کا استقبال انتہائی شاکنگ انداز میں ہوا تھا۔

"وہیں رک جاؤ صارم اندر داخل ہونے کی ضرورت نہیں ہے میرا بس چلے تو تمہیں جان سے مار دوں تمہیں شرم نہ آئی ایک پاک باز جوان لڑکی کی عزت سے کھیلتے ہوئے۔" انداز اتنا سخت تھا کہ وہ ہکا بکا باپ کو دیکھتا رہ گیا تھا۔

"یہ..... یہ..... کیا کہہ رہے ہیں ڈیڈ آپ..... آپ کو مجھ پر ٹرسٹ نہیں کیا۔" وہ جان بوجھ کر انجان بن رہا تھا اس کے اندازے کے مطابق انابیہ کبھی اس کے گھر تک نہ پہنچ سکتی تھی پھر ڈیڈ کو کیسے شک ہوا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ جوان بیٹے پر کیسے الزام لگا رہے ہیں۔" چیخ و پکار سن کر نزہت بھی جلدی سے نماز ختم کر کے بیٹے کے دفاع کو آن پہنچی تھیں۔

"نزہت پلیز آپ بیچ میں نہ بولیں جب آپ کو اصل

بات کا علم نہیں ہے آپ کو نہیں پتا آپ کے بیٹے نے کیا کیا ہے اور صارم کسی کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرنا ہی کسی کی عزت کے ساتھ کھیلنا نہیں ہوتا بلکہ کسی پاک باز پر تہمت لگانا بہتان باندھنا اس کا فیک فیس بک اکاؤنٹ بنانا اس کے کلاس فیلو کو ایڈ کرنا یہ دکھانے کے لیے وہ فیس بک یوز کرتی ہے پھر چند دن بعد اس کی چپکے سے تصویر کھینچنی اسے ایڈٹ کر کے نامناسب انداز میں اپ لوڈ کرنا کیا یہ کسی کی عزت کے ساتھ کھیلنا نہیں ہے۔ تمہارے کمپیوٹر سے مجھے سارا ڈیٹا مل چکا ہے انابیہ کے ساتھ تم نے جو کچھ کیا اس کے بعد میں تمہیں اس گھر میں نہیں رکھ سکتا۔" سپاٹ لہجے میں انہوں نے فیصلہ سنایا تھا صارم جانتا تھا اس کے پاپا اصولوں کے سخت ہیں غصے کے تیز ہیں مگر وہ اتنے سخت ہوں گے وہ یہ نہیں جانتا تھا نزہت تو خود حیران رہ گئی تھیں کہ کہاں ان کی تربیت میں کمی رہ گئی ہے جو آج انہیں یہ دن دیکھنا پڑا۔

"پاپا! پلیز آئی ایم سوری! مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی پلیز مجھے معاف کر دیں پلیز۔" وہ ماما پاپا کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا اور معافی کے سوا اس کے پاس کوئی راستہ بھی نہ تھا۔

"بات مت کرو تم جاؤ یہاں سے۔" انہوں نے زبردستی اسے خود سے الگ کیا تھا مگر وہ ہٹنے کو تیار ہی نہ تھا۔

"پاپا پلیز بس ایک موقع دے دیں آپ جو کہیں گے وہی کروں گا کبھی آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

"سوچ لو اگر تم میری ہر بات کو ماننے کے لیے تیار ہو تو پھر میں ایک شرط پر تمہیں معاف کرنے کے لیے تیار ہوں۔" ان کا لہجہ اب تھوڑا نرم پڑا تھا وہ اپنی بات منوانے کے فن سے آشنا تھے۔

"ہاں آپ جو بولیں گے مجھے منظور ہے۔" وہ ایک دم جذباتی ہوا تھا۔

"تم انابیہ سے شادی کرو گے اسی مہینے اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے اگر تمہیں منظور ہے تو تم یہاں رہ سکتے ہو ورنہ آرام سے جا سکتے ہو۔" ان کے فیصلے میں ذرا سی بھی رد و بدل کی گنجائش نہ تھی۔

"کیا.....؟" اس کی سماعتوں پر کوئی بم پھٹا تھا اسے لگا تھا کہ ڈیڈ اس سے مذاق کر رہے تھے۔

"جلدی بتاؤ تمہارے پاس صرف دس سیکنڈ ہیں۔" وہ حد درجہ سیریس تھے ایک دم صارم کے شیطانی دماغ میں کچھ کلک ہوا تھا اس کے اندر ڈھیروں اطمینان اتر گیا تھا۔

"مجھے منظور ہے۔" اس نے جلدی سے کہا اور ڈیڈ کے گلے لگ گیا مگر اگلے ہی پل وہ اسے خود سے جدا کر کے اندر چلے گئے تھے نزہت بھی اس سے سخت خفا تھیں سو وہ بھی چلی گئی تھیں۔

"مان جائیں گے سب شکر ہے ڈیڈ مان گئے مزہ تو اب آئے گا بس انابیہ وہ دل ہی دل میں بڑبڑا رہا تھا چہرے پر بڑی ہی مکروہ مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

❁ ...... ❁❁❁ ...... ❁

انابیہ کے گھر والوں کو ہاشم صاحب نے پرنسپل کے توسط سے منا ہی لیا تھا ویسے بھی انہیں انابیہ بہت پسند آئی تھی بس انہیں انابیہ کی طرف سے ڈر تھا نجانے وہ کیسا ری ایکٹ کرتی یوں بھی اس کی والدہ کی طبیعت کافی ناساز تھی وہ بھی اپنے فرض سے جلد از جلد سبکدوش ہونا چاہتی تھیں پھر انابیہ بے چاری کیا کرتی اس نے کوشش تو بہت کی انکار کی لیکن ماں باپ کا پر امید اور خوش چہرہ دیکھ کر خاموش ہو گئی جو اس کے اتنے اچھے گھر میں رشتہ ہونے سے بہت خوش تھے۔ اس دن کے بعد سے وہ کیمپس بھی نہیں گئی تھیں یوں ہاشم صاحب کی جدوجہد وہ ایک مہینے کے اندر اندر انابیہ عظیم سے انابیہ صارم بن کر ان کے گھر آ گئی تھی روایتی رسموں کے بعد نزہت اسے اس کے کمرے میں لے آئی تھیں انابیہ جیسی بیٹی کو دیکھ کر وہ بھی بہت خوش تھیں انابیہ کا دل اندر سے کانپ رہا تھا جو بھی تھا جیسا بھی تھا وہ اس رشتے کو اپنے رب کی رضا مان کر دل سے اپنا کر اس گھر آئی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ صارم اس سے نفرت کرتا ہے اور یہ بھی سچ تھا کہ وہ خود بھی اسے معاف نہیں کر سکتی صرف اس کی وجہ سے اس کی زندگی بدل گئی تھی اس نے ایک نظر کمرے کا جائزہ لیا یہ کمرہ کسی نارمل انسان کا کم اور کسی

میوزک آرٹسٹ کا زیادہ لگ رہا تھا اس نے تاسف سے ادھر اُدھر نگاہ دوڑائی پھر کمر ٹکانے کی غرض سے بیڈ پر ٹیک لگائی اسے اگلے ہی پل صارم کی آمد سے وہ سہم کر رہ گئی تھی گوری دمکتی رنگت آف وائٹ شیروانی میں ملبوس وہ کسی شہزادے سے کم نہ لگ رہا تھا جتنی اس کی صورت اچھی تھی اتنے ہی سیاہ اس کے اعمال تھے صارم نے موبائل بیڈ پر پھینکا اور حقارت سے انابیہ کو دیکھا سرخ نگ کام والے شرارے میں ملبوس معصوم چہرے پر میک اپ عجیب ہی تاثر پیش کر رہا تھا ایک پل کو تو صارم ٹھٹک کر رہ گیا تھا مگر اگلے ہی پل اس نے خود کو سنبھالا تھا۔

"تمہارے باپ کا بیڈ نہیں ہے یہ اٹھو یہاں سے مجھے سونا ہے۔" شادی کی اولین رات پر ایک نئے نویلے دلہا کا یہ کون سا انداز تھا ہاشم صاحب نے تو خود ضد کر کے فرنیچر وغیرہ لینے سے منع کر دیا تھا پھر یہ طعنہ انابیہ کا دماغ ماؤف ہونے لگا تھا وہ تھوڑی دیر تک نہیں اٹھی تو صارم نے باقاعدہ اس کا ہاتھ پکڑ کے گھسیٹا اور ایک جھٹکے سے اسے بیڈ سے اٹھا دیا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے صارم جب یہی سب کرنا تھا تو شادی کیوں کی تھی۔" وہ آخر لڑکی تھی اسے شدید احساس توہین احساس ہوا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ صارم کی عقل ٹھکانے لگا دے۔

"ہاہاہاہا...... شادی...... مائی ڈیئر وائف...... آئی ہیٹ یو اور یہ شادی میں نے صرف پاپا کی وجہ سے کی ہے تم کیا سمجھ رہی ہو کہ تمہارے عشق میں گرفتار ہو کر میں نے یہ قدم اٹھایا ہے تو یہ بھول ہے تمہاری تمہارا تو میں وہ حشر کروں گا کہ بتا دوں گی مجھ سے تم جیسی لڑکیوں کو چھونا تو دور کی بات میں دیکھنے کا بھی روادار نہیں ہوں یاد رکھنا۔" اس کا ہاتھ مروڑ کر اس نے اس کی ساری چوڑیاں توڑ دی تھیں۔ زخمی کلائی سے خون رسنے لگا تھا لیکن انابیہ کو کہاں پروا تھی شادی کی پہلی رات کیسا مذاق کیا تھا قسمت نے اس کے ساتھ صارم چینج کر کے بیڈ پر لیٹ گیا تھا اور چند لمحوں میں ہی سو گیا تھا جبکہ وہ بے دردی سے اپنا زیور اتارتی اپنی قسمت پر ماتم کناں تھی پوری رات کمرے میں اس کی سسکیاں گونجتی رہی تھیں۔

❁......❁❁❁......❁

وہ ولیمے کے بعد بابا سے بات کرنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ ولیمے کے دوسرے دن ہی بابا کی کال آ گئی تھی اس کی ماں کی طبیعت بہت خراب تھی انہیں ہاسپٹلائز کر دیا گیا تھا وہ اسپتال جانے کے لیے نکل ہی رہی تھی کہ صارم نے اس کی زخمی کلائی پھر سختی سے مروڑی تھی۔

"جا تو رہی ہو مگر یاد رکھنا میرے یا اپنے گھر والوں کے سامنے اگر تم نے اپنا منہ کھولا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"

وہ اس سے ڈری نہیں تھی مگر اس وقت الجھنا نہیں چاہتی تھی سو چپ چاپ چلی آئی ایسے آڑے وقت میں ہاشم اور نزہت نے اس کا بہت ساتھ دیا تھا علیم صاحب کو بھی ہاشم صاحب نے سنبھالا ہوا تھا انابیہ کی والدہ کی کنڈیشن کے زیر اثر انہوں نے گورنمنٹ اسپتال سے ڈسچارج کرا کے شہر کے اچھے اور بڑے اسپتال میں داخل کرا دیا تھا سارا خرچہ بھی انہوں نے اپنے ذمے لے لیا تھا انابیہ واقعی اپنے ساس سسر کی نیک فطرت سے مانوس ہو چکی تھی اس کی سمجھ سے باہر تھا کہ اتنے نیک ماں باپ کی اتنی نافرمان اولاد کیسے ہو سکتی ہے۔

"بیٹا! اتنی فکر مت کرو بس اللہ سے دعا کرو کہ نسرین بہن کی طبیعت جلد از جلد ٹھیک ہو جائے۔" نزہت بھی اپنی اس بہو نما بیٹی کے دکھ میں برابر کی شریک تھیں۔

"ان شاء اللہ مما آپ بھی دعا کریں نا آپ تو بہت اچھی ہیں۔" انابیہ ان کے کندھے سے لگ کر سسک اٹھی تھی وہ دونوں اللہ سے دعا گو تھیں لیکن زندگی اور موت برحق ہے نسرین کینسر کے آخری اسٹیج پر تھیں انابیہ کا گھر بس گیا تھا ماں جیسی ساس مل گئی تھیں سو وہ بھی اطمینان سے اس دنیا سے رخصت ہو گئیں آخری لمحات میں انہوں نے انابیہ کو فقط ایک ہی نصیحت کی تھی۔

"بیٹا تو بہت قسمت والی ہے اللہ نے تجھے اتنا اچھا سسرال دیا تیرے ساس سسر بہت اچھے ہیں ان کی ہمیشہ

عزت کرنا صارم کا خیال رکھنا اور کبھی میری عزت پہ آنچ نہ آنے دینا تیرا گھر بسا رہے بس یہی دعا ہے میری۔" اتنا کہہ کر انہوں نے آنکھیں بند کر لی تھیں پھر انابیہ کی چیخوں پر بھی انہوں نے آنکھیں نہ کھولیں تھیں علیم صاحب نڈھال سے وہیں گر گئے تھے قسمت کے اس فیصلے پر کوئی بھی خوش نہیں تھا صارم نے بڑی ہی بیزاری سے یہ منظر دیکھا تھا۔

❁......❁❁❁......❁

وہ نماز پڑھنے کی غرض سے کمرے میں آئی تھی اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ صارم اتنا بے حس ہوگا آج اس کی ماں کو مرے صرف آٹھ دن ہی ہوئے تھے اور وہ کس قدر تیز آواز میں میوزک سن رہا تھا۔

"مجھے نماز پڑھنی ہے بند کریں یہ۔" وہ جائے نماز ہاتھ میں اٹھائے اس کے سر پہ آ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں بند نہیں کروں گا تمہیں نماز پڑھنی ہے تو باہر جا کر پڑھو۔" وہ واقعی بے حد بدتمیز تھا۔

"آپ کو ذرا سا بھی احساس نہیں ہے کہ کسی کی ماں اس دنیا سے چلی گئی ہے خود تو نماز پڑھ نہیں سکتے کم از کم اس کا احترام تو کر سکتے ہیں۔" وہ اب اس کے سامنے چپ رہنے کی بجائے برابر کے جواب دیتی تھی اپنے بابا کی وجہ سے اس نے کسی کو کچھ نہ بتایا تھا بلکہ اپنی شادی شدہ زندگی کا بھرم ہی رکھ رہی تھی۔

"تم ماتم کرنے کے لیے کافی نہیں ہو کیا جو میں بھی شروع ہو جاؤں اتنے دن سے تو اپنی اس کے غم میں روئے جا رہی ہو۔" اس نے میوزک کی آواز کم کر کے کہا پھر دوبارہ سے پلے لسٹ ری سیٹ کرنے لگ گیا۔

"خدا کے قہر سے ڈریں صارم آپ کو تو اللہ ہی پوچھے گا۔" وہ کہہ کر رکی نہیں تھی تیزی سے کمرے سے نکلتی چلی گئی تھی۔

"یا اللہ میرے ہی نصیب میں اتنا گمراہ شخص کیوں لکھ دیا آپ نے...... کیوں۔" پہلی بار اس کے منہ سے اپنے رب کے حضور شکوہ نکلا تھا۔

❁......❁❁❁......❁

"بیٹا ایسا کب تک چلے گا تم نے تو خود کو اس گھر میں ہی بند کر لیا ہے یونیورسٹی بھی جانا چھوڑ دیا ہے نسرین بہن یہ تو نہیں چاہتی تھیں کہ تم اپنی ایکٹیویٹیز ہی چھوڑ دو۔" آج اس کی اماں کو گئے ایک مہینہ ہو گیا تھا پر وہ ابھی تک سوگوار حالت میں گھوم رہی تھی اس کے ساتھ کیا ہوا تھا وہ کسی کو بتا بھی نہیں سکتی تھی۔

"مما پلیز میرا اب اور اسٹڈی کا دل نہیں۔" اس نے صوفے پر رکھا میگزین اٹھاتے ہوئے بہانہ گھڑا تھا۔

"چلو اسٹڈی کا موڈ نہیں ہے مگر تھوڑا بہت باہر تو نکلو تمہیں دیکھ کر لگتا ہی نہیں ہے کہ تمہاری شادی کو ایک مہینہ ہو گیا۔" انہوں نے نرمی سے ٹوکا تھا وہ نہیں چاہتی تھیں کہ ان کی اس پیاری سی بیٹی پر کوئی انگلی اٹھائے کیونکہ انہوں نے انابیہ کو کبھی تیار نہیں دیکھا تھا وہ ہمیشہ سے ہی سادہ رہتی تھی اور اب شادی کے بعد بھی کہیں سے نہیں لگتا تھا کہ وہ شادی شدہ ہے۔

"میں دھیان رکھوں گی اب خوش۔" اس نے ان کے گرد بازو حمائل کیے تھے۔

"گڈ یہ صارم آتا ہے تو اس کی بھی کلاس لیتی ہوں میری بہو کو کہیں لے کر ہی نہیں جاتا۔" وہ فوراً خوش ہوئی تھیں۔

"بھئی اب میں تو لے کر جانا چاہتا ہوں مگر جب آپ کی لاڈلی بہو ہی کہیں جانا نہیں چاہتی تو کوئی کیا کرے۔" وہ کسی شیطان کی طرح فوراً نازل ہوا تھا۔

"یہ میں کیا سن رہی ہوں انابیہ...... اب تم منع نہیں کرو گی بھئی یہی تو دن ہیں گھومنے پھرنے کے۔" انہوں نے فوراً کان کھینچے تھے وہ بے چاری سر جھکا کر رہ گئی تھی۔

"لو پھر اماں اس سے بولیں کہ شام میں تیار رہے میرے فرینڈز کے گھر پارٹی ہے ہمیں وہاں جانا ہے۔" صارم نے موقع کا پورا پورا فائدہ اٹھایا تھا انابیہ نے اسے بڑی ہی سخت نظروں سے گھورا تھا۔

"ہاں بیٹا آپ تیار رہنا یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" وہ

اس کو بجل چھپتے چھپاتے کر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق انابیہ کو ان کی بات ماننی ہی پڑی تھی۔

❁......❁❁❁......❁

ہلکے اسکن کلر میں لائٹ ایمبرائڈری اور میک اپ کے ساتھ وہ کافی اچھی لگ رہی تھی اس نے تیار ہو کر ایک نظر آئینے میں خود کو دیکھا پھر الماری سے چادر نکال کر اوڑھ لی نیچے صارم اسی کا انتظار کررہا تھا وہ تیار ہوکر نیچے آئی تو ہاشم اور نزہت نے اس کے سر پر محبت سے ہاتھ رکھا تھا۔

"تم یہ اتنی بڑی چادر پہن کر میرے ساتھ جاؤ گی؟ میرے فرینڈز کیا سوچیں گے۔" صارم ایک دم بے زار ہوا تھا۔

"صارم...... کیا بدتمیزی ہے یہ انابیہ کا جیسے دل چاہے گا وہ جائے گی اگر آپ کو نہیں لے جانا تو آپ اکیلے جاسکتے ہیں مگر اس طرح بات کرنے کی آئندہ ضرورت نہیں۔" ہاشم صاحب کو ایک دم غصہ آ گیا تھا وہ بہت خوش تھے کہ ان کی بہو نیک ہے پھر وہ کیوں اس کی سائیڈ نہ لیتے۔

"اوکے...... چلو۔" ڈیڈ کا غصہ دیکھ کر وہ فوراً سیدھا ہوا تھا انابیہ خاموشی سے اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی تھی تیس منٹ کی ڈرائیو کے دوران دونوں میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

"یہ چادر یہیں رہنے دو خبردار جو اندر پہنی۔" وہ گاڑی سے اترنے لگی تو صارم نے بے دردی سے اس کی چادر کھینچ کر پچھلی سیٹ پر پھینکی تھی اس کی آنکھوں میں نمی پھیلتی چلی گئی تھی۔

"اور یہ دوپٹا بھی گلے میں ڈالو سر پر مڈل کلاس عورتوں کی طرح پہننے کی ضرورت نہیں۔" اس نے سختی سے اس کے سر سے دوپٹا بھی کھینچ ڈالا تھا۔

"صارم...... یہ کیا بدتمیزی ہے۔" وہ چیخی تھی۔

"چپ چاپ میری بات مان لو ورنہ میں وہ کروں گا جو تمہارے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگا اترو گاڑی سے۔" اس کا لہجہ وہ دھمکی آمیز تھا وہ کراہ کر رہ گئی تھی۔ پھر سر جھکائے اس کے ساتھ چلنے لگی۔

"یااللہ! مجھے معاف کردینا میں نے جان بوجھ کر لوگوں کو دکھانے کے لیے یہ آرائش و زینت نہیں کی ہے میں مجبور کی گئی ہوں آپ تو جانتے ہیں نا۔" وہ دل ہی دل میں اپنے رب سے معافی کی خواست گار تھی پارٹی کا ماحول بہت خراب تھا سلیولیس شرٹس میں ملبوس ناچتی لڑکیاں اور ان کے گرد بازو حمائل کیے ہائی کلاس مرد اس کا دم گھٹنے لگا تھا اس ماحول میں صارم خود دوسری لڑکیوں میں پوری طرح سے گھرا ہوا تھا انابیہ کا دم گھٹنے لگا تھا کیا تھی آج کل کی ینگ جنریشن مغربیت کے لبادے میں لپٹی ہوئی۔

"آپ کیوں اکیلی بیٹھی ہیں بیوٹی فل لیڈی کم پلیز ڈانس ود می۔" کوئی منچلا اس کے پاس آیا تھا انابیہ کا خون کھول اٹھا تھا اس کے کچھ بولنے سے پہلے صارم ہاتھ میں ڈرنک لیے اس کے پاس چلا آیا تھا۔

"یہ میرے ساتھ ہیں یار...... چلو میرے ساتھ چلو۔" وہ اس لڑکے سے کہہ کر زبردستی انابیہ کا ہاتھ پکڑ کر وہاں لے آیا تھا جہاں سب نشے میں دھت ناچنے میں مصروف تھے انابیہ کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ صارم ڈرنک بھی کرتا ہے۔

"شراب حرام ہے صارم آپ مسلمان ہیں۔" وہ بولنے سے باز نہیں آئی تھی۔

"اوہ پلیز اب شروع مت ہوجانا۔" وہ پوری طرح گمراہ ہونے والوں میں سے تھا انابیہ نے ایک نظر اسے دیکھا پھر اپنا ہاتھ چھڑا کر وہ باہر کی طرف بھاگتی چلی گئی تھی صارم نہایت غصے میں اپنے فرینڈز سے معذرت کرتا اس کے پیچھے آیا تھا اسے ڈر تھا کہ وہ کہیں پاپا کو نہ بتادے۔

❁......❁❁❁......❁

اس رات انابیہ صارم سے بالکل مخاطب نہیں ہوئی تھی وہ تو اچھا ہوا تھا کہ ان کے لوٹنے سے پہلے ہاشم اور نزہت سو گئے تھے ورنہ وہ ان کو اپنی اجڑی صورت کا کیا جواز پیش کرتی اگلا پورا دن اس نے صارم کے سامنے جانا پسند نہ کیا تھا رات کو کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد نماز پڑھ کر جب وہ کمرے میں آئی تو صارم بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے سگریٹ پر سگریٹ پھونک رہا تھا انابیہ جی جان سے سلگ اٹھی تھی۔

"آخر چاہتے کیا ہیں آپ پہلے گھٹیا حرکتیں پھر شراب اب یہ سگریٹ چلو مجھے تو آپ کچھ مانتے نہیں اپنے ماں باپ کو تو مانتے ہیں نہ ان کا کیا قصور ہے کیوں اپنی دنیا اور آخرت دونوں تباہ کررہے ہیں اگر آپ کے ماں باپ کو یہ بات پتا چلے گی کہ آپ نشہ کرتے ہیں تو ان پر کیا گزرے گی شراب حرام ہے نماز تو کبھی پڑھتے نہیں اور گناہ بے حساب کیے جاتے ہیں۔" وہ نہیں چاہتی تھی کہ نزہت اور ہاشم کو ان کی اکلوتی اولاد کی جانب سے کوئی تکلیف پہنچے۔

"تمہاری پرابلم کیا ہے تمہیں کتنی دفعہ منع کیا ہے کہ میری ذاتی زندگی میں دخل مت دیا کرو۔" صارم نے سگریٹ سلگا کر اس کے ہاتھ پر لگادی تھی ظلم کی انتہا تھی۔

"سی...... آؤچ...... یہ...... یہ کیا کررہے ہیں آپ۔" وہ شدت درد سے ایک دم چلائی تھی۔

"ہوئی نہ تکلیف۔ اس سے بھی زیادہ تکلیف مجھے ہوتی ہے تمہیں اپنے آس پاس دیکھ کر اور خاص کر جب...... جب میرے ہی ماں باپ تمہاری وجہ سے مجھے ڈانٹتے ہیں۔ یہ تکلیف تو کچھ بھی نہیں ہے اور بتاؤں کتنی تکلیف ہوتی ہے۔" اس نے اس کی کلائی مضبوطی سے پکڑی پھر لائٹر جلا کے اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"آہ...... کیا گناہ کیا ہے میں نے شادی تو آپ نے ہی کی تھی نہ مجھ سے۔" وہ بے چاری تڑپ کر رہ گئی تھی اذیت ہی اذیت تھی کیسا مرحلہ تھا یہ جس سے وہ گزر رہی تھی ایک نا ختم ہونے والی آزمائش ہی آزمائش تھی۔

"اب جب جب یہ زخم دیکھو گی تمہیں میرا درد میری تکلیف میری نفرت سمجھ آئے گی۔" ایک جھٹکے سے صارم نے اس کا ہاتھ چھوڑا تھا اس جلن سے زیادہ جلن اس کی آنکھوں میں تھی رد کیے جانے کی ٹھکرائے جانے کی۔

❁......❁❁❁......❁

"تمہارا ہاتھ کیسے جل گیا بیٹا اور وہ بھی اتنا گہرا۔" صبح ناشتے پر نزہت نے اس کا ہاتھ دیکھا تھا۔

"مما میری وجہ سے میں نے ہی آدھی رات کو آپ کی لاڈلی بہو سے کافی بنوائی تھی نیند میں ہونے کی وجہ سے شاید ان سے کافی ہاتھ پر ہی گرگئی۔" انابیہ کے بجائے جواب صارم نے دیا تھا۔

"اوہ بیٹا دھیان سے کام کیا کرو نا۔" اب کے ہاشم صاحب نے بھی نرمی سے ٹوکا تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا کر رہ گئی تھی۔

"برخوردار آپ بزنس کب سے جوائن کررہے ہیں اب تو خیر سے آپ کی شادی بھی ہوگئی ہے۔" ہاشم صاحب کے کہنے پر صارم کے چہرے پر ایک دم بے زاری آئی تھی۔

"ڈیڈ پہلے اسٹڈی تو کمپلیٹ ہوجائے میری آپ کو شادی کی بھی تو جلدی تھی اب آپ لوگ بولیں گے بچے کب ہوں گے۔" اسے واقعی تمیز نہیں تھی کہ بڑوں سے کس طرح اور کیسے بات کرتے ہیں۔

"یہ تو اچھا ہوا تم خود ہی اس ٹاپک پر آگئے ویسے کب سنا رہے ہو خوش خبری تم لوگ۔" نزہت فوراً بولی تھیں بات بزنس کی تھی اور کہاں سے کہاں چلی گئی تھی انابیہ کا چہرہ مارے شرم کے سرخ ہوگیا تھا۔

"پلیز مام اب آپ مت شروع ہوجایئے گا ابھی ہم نے کوئی بے بی پلان نہیں کیا اور نہ ہی میرا بزنس جوائن کرنے کا ارادہ ہے ابھی فی الحال مجھے میری اسٹڈی پر دھیان دینا ہے۔" اس نے فوراً ناشتے سے ہاتھ کھینچا اور قدرے بے زاری سے کہہ کر وہاں سے واک آؤٹ کرگیا تھا۔

"دیکھ لیا نواب صاحب کتنے بدتمیز ہورہے ہیں۔" ہاشم صاحب نے نزہت کو تنبیہ کی تھی انابیہ کا دل یک دم ہر چیز سے اچاٹ ہوگیا تھا۔

"مما...... پاپا اگر آپ لوگوں کی اجازت ہو تو میں کچھ دن کے لیے بابا کے پاس چلی جاؤں۔" اس نے اتنی معصومیت سے کہا تھا کہ انکار کی گنجائش ہی نہ تھی۔

"ضرور بیٹا اس میں اتنا تکلف کرنے والی کیا بات تھی

بلکہ تم تیار ہو جاؤ جلدی سے میں آفس کے لیے نکل رہا ہوں تمہیں خود ڈراپ کردوں گا۔" اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے انابیہ کے دل میں ان کی عزت اور بڑھ گئی تھی۔

❀ ...... ❀❀❀ ...... ❀

وہ گھر آیا تو انابیہ اسے کہیں دکھائی نہ دی ورنہ وہ تو اس کی ماما کی پرچھائی بنی ہر وقت ان کے ساتھ ہی لگی رہتی تھی۔

"کیا ہوا آپ کی دوست اور لاڈلی بہو نظر نہیں آرہی۔" اس نے ماما کو چھیڑا جو اس سے زیادہ اپنی بہو کے لاڈ اٹھاتی تھیں۔

"کیا بات ہے آج بڑی یاد آرہی ہے اس کی ویسے وہ اپنے بابا کے گھر گئی ہے کچھ دن کے لیے اور تمہارے پاپا ہی چھوڑ کر آئے ہیں۔" انہوں نے آٹا گوندھ کر فریج میں رکھا تھا کچن کا ہر کام وہ ہمیشہ اپنے ہاتھ سے ہی کیا کرتی تھیں۔

"کیا...... بابا کے ساتھ سب خیریت ہے نا۔" وہ ایک دم بوکھلا گیا تھا جیسے کوئی انہونی ہوگئی ہو۔

"اتنا حیران کیوں ہورہے ہو نہیں جاسکتی کیا؟ شادی کا مطلب یہ نہیں کہ انسان میکے جانا چھوڑ دے۔" وہ اس کے لیے کافی چھانتے ہوئے بولیں۔

"نہیں، جاسکتی ہے وہ مجھے بتا کر نہیں گئی نا مجھے اسی لیے پوچھ رہا تھا۔" اسے ڈر تھا کہ کہیں انابیہ پاپا کو سب نہ بتادے۔

"تم دونوں کے بیچ سب ٹھیک تو ہے نہ صارم سچ سچ بتاؤ۔" اب کے وہ ذرا فکری تھیں۔

"ہاں ماما سب ٹھیک ہے آپ ٹینشن نہ لیں، کافی بن گئی ہے تو دے دیں میں روم میں جارہا ہوں۔" اس نے کافی لی اور روم میں آگیا۔ نجانے کیوں آج انابیہ کو نہ پاکر اسے عجیب سا لگ رہا تھا یا پھر شاید اسے انابیہ کو تکلیف دینے کی اتنی عادت ہوگئی تھی کہ اسے سکون ہی نہیں مل رہا تھا بیڈ پر انابیہ کا دھانی دوپٹا پڑا تھا وہ بے دھیانی میں اسی کے اوپر لیٹ گیا تھا مانوس سی خوش بو اس کے چار سو بکھر گئی تھی اک پل کو اس کا دل عجب انداز میں دھڑکا پھر اگلے ہی پل اس نے خود کو سنبھالا اور دوپٹا اٹھا کر بڑی بے دردی سے دیوار پر دے مارا تھا۔

❀ ...... ❀❀❀ ...... ❀

انابیہ کو گئے ابھی دو ہی دن ہوئے تھے کہ نزہت کا بلڈ پریشر ہائی ہوگیا تھا وہ پہلی فرصت میں گھر پہنچی تھی ڈاکٹر نے بیڈ ریسٹ اور احتیاط کا مشورہ دیا تھا۔

"آپ کو کتنی بار کہا ہے نہ مما اتنا کام مت کیا کریں اب نہیں جاؤں گی میں رکنے ہاں نہیں تو، میں گئی نہیں اور آپ نے اپنا خیال نہیں رکھا۔" انہیں دوائیاں دیتے ہوئے اس نے پیار بھری دھونس جمائی تھی نزہت اور ہاشم دونوں کی ہنسی نکل گئی تھی صارم اسی لمحے کمرے میں داخل ہوا تھا کھلکھلا کر ہنستی ہوئی اس لڑکی کی ہنسی میں کچھ تو ایسا تھا کہ وہ یک ٹک اسے دیکھتا رہ گیا تھا نظروں کی تپش سے گھبرا کر انابیہ نے نظر اٹھا کر دیکھا تھا صارم کو سامنے پاکر اس کی ہنسی کو ایک دم بریک لگا تھا وہ سوپ بنانے کا بہانہ بنا کر فوراً باہر آ گئی تھی۔

"تمہاری یہ ہنسی یہ کانفیڈنس توڑ نہ دیا میں نے تو میرا نام صارم نہیں۔" وہ فوراً اس کے پیچھے آیا تھا۔

"جو کرنا ہے کرلیں ڈرتی نہیں میں آپ سے۔" تنک کر جواب دیا تھا۔

"اچھا ڈرتی نہیں جبھی بھاگ گئی تھیں یاد رکھنا جہاں جاؤ گی سائے کی طرح تمہارے پیچھے آؤں گا اور تمہارا جینا حرام کردوں گا اتنا کہ پناہ مانگو گی مجھ سے۔" وہ اس کی بات ان سنی کرکے جارہی تھی کہ صارم نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے مقابل کیا تھا۔

"اور اگر اللہ نے آپ کے دل میں میرے لیے محبت ڈال دی تو؟" سوال ایسا تھا کہ صارم نے فوراً اس کا ہاتھ چھوڑا تھا۔

"اگر اللہ کو ایسا ہی کرنا ہوتا تو مجھے تم سے نفرت نہ ہوتی۔" وہ ایک دم گھبرا کر چلا گیا تھا۔

"ڈر گئے نہ اسی لیے کہتی ہوں اللہ اور اپنے گناہوں سے ڈریں اور اس وقت سے بھی جب آپ میرے سامنے

دامن پھیلائے کھڑے ہوں اور میں آپ کی طرف دیکھوں بھی نہیں۔" اس نے قدرے اونچی آواز میں کہا تھا جاتے جاتے صارم نے اس کی بات سن ہی لی تھی کچھ عجیب سا ہوا تھا اس کے دل کو۔

❀ ...... ❀❀❀ ...... ❀

"مومنوں تم کو جائز نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور (دیکھنا) اس نیت سے کہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ لے لو انہیں (گھروں میں) مت روک رکھنا ہاں اگر وہ کھلے طور پر بدکاری کی مرتکب ہوں (تو روکنا نامناسب نہیں) اور ان کے ساتھ اچھی طرح سے رہو سہو۔"

ٹی وی پر نہایت پراثر آواز میں سورۃ النساء کی آیت نمبر 19 کی تلاوت آرہی تھی وہ چینل بدلنا ہی چاہ رہا تھا کہ اتفاق سے اسے ریموٹ نہیں مل رہا تھا سو اس نے پوری آیت سنی تھی ورنہ تو اس نے کبھی زندگی میں قرآن پاک کا ترجمہ نہیں پڑھا تھا۔

"تو کیا انابیہ ٹھیک کہہ رہی تھی کہ اللہ نے اگر میرے دل میں اس کی محبت ڈال دی تو......" ریموٹ مل گیا تھا مگر وہ گم صم سا خود سے سراپا سوال تھا۔

"نہیں...... ایسا کبھی نہیں ہوگا میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔" اس نے ٹی وی ہی آف کردیا جب ہی انابیہ کمرے میں آئی تھی اس نے فوراً اسے دیکھ کر نگاہ چرائی تھی پھر موبائل نکال کر ایک نمبر ڈھونڈا اور باہر آگیا اب اسے کال کرنی تھی فی الحال خود کو اس کی سوچوں سے دور رکھنے کا اسے یہی ایک راستہ ملا تھا۔

❀ ...... ❀❀❀ ...... ❀

آج کل صارم کچھ زیادہ ہی مصروف ہوگیا تھا نہ اس پر طنز کرتا نہ ہی اسے اذیت کا نشانہ بناتا بلکہ رات بھر کمپیوٹر اور موبائل پر لگا رہتا اس روز صارم کہیں گیا ہوا تھا انابیہ کے دل میں نجانے کیا آیا کہ اس نے بیڈ پر پڑا لیپ ٹاپ اٹھا کر آن کیا تھا پھر براؤزر کھول کر اس نے سب سے پہلے انٹرنیٹ ہسٹری وغیرہ چیک کی تھی۔

"اف کس قدر غلط ویب سائٹس کا استعمال کرتے ہیں۔" اس کی آنکھیں مارے حیرت کے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں آج کل کی نوجوان مسلم نسل کس قدر گمراہ ہوچکی تھی اور سب سے بڑھ کر اس کا خود کا شوہر اتنا گمراہ ہوچکا تھا کہ حد نہیں اس نے خود کو سنبھالا پھر اس کی فیس بک آئی ڈی چیک کی۔ اب یہ اتفاق تھا کہ وہ ہمیشہ ہی اپنی آئی ڈی آن رکھتا تھا لاگ آف نہیں کرتا تھا کہ آئی ڈی فوراً آن ہوگئی تھی۔

"تو یہ ہے آپ کی نئی مصروفیات۔" اس نے خود کلامی کی تھی لڑکیوں کا انبار لگا تھا اس کی آئی ڈی میں اس سے آگے اس کی دیکھنے کی ہمت بھی نہ تھی۔ جو بھی تھا وہ اب اس کا شوہر تھا اور وہ ہر وقت اس کی ہدایت کے لیے دعا گو تھی اس رشتے کو نبھانے کے لیے کوشاں تھی مگر اب اسے لگ رہا تھا کہ صارم نے تو جیسے اس رشتے میں نبھانے کی گنجائش ہی نہ چھوڑی ہو کوئی بھی۔

"کیا کب تک چلے گا آخر۔" اس کا دماغ سوچ سوچ کر تھکنے لگا تھا۔

❀ ...... ❀❀❀ ...... ❀

خود کو فضول سوچوں سے دور رکھنے کے لیے آج وہ صبح سے ہی گھر کی صفائی ستھرائی اور سیٹنگ میں لگ گئی تھی۔

"ارے بیٹا یہ صغراں کرے گی تم کیوں خود کو تھکا رہی ہو مجھے بھی تم کوئی کام نہیں کرنے دے رہیں ورنہ میں ہی ہیلپ کردیتی۔" نزہت نے دیکھا تو ٹوکے بنا نہ رہ سکیں۔

"ڈونٹ وری مما میں سنبھال لوں گی سب آپ بس گائیڈ کرتی رہیں۔" اس نے سہولت سے ان سے کہا پھر کام میں جت گئی نیچے کی سب سیٹنگ کرانے کے بعد اسے اپنے کمرے کی الماری صاف کرنے کا خیال آیا تھا۔ اس نے پہلے صارم کے سب کپڑے وغیرہ ٹھیک کرکے رکھے پھر اپنے کپڑے اور سامان وغیرہ نکال کر صاف کرنے لگی جب وہ کپڑے ہینگ کرچکی تو اسے جیولری کا خیال آیا تھا اس کی ساس نے شادی پر اسے کافی جیولری چڑھائی تھی جو اس نے ایسے ہی دراز میں رکھ دی تھی وہ

جیولری استعمال بھی نہیں کرتی تھی بس گلے میں چین اور کانوں میں چھوٹے سے ٹاپس یہی اس کا کل سنگھار تھا اس نے دراز کھولی اور ایک ایک کر کے اپنی جیولری نکالنے لگی منہ دکھائی میں ملنے والے بریسلیٹ کا کیس اس نے کھولا تو اذیت کی ایک لہر اس کے اندر اتر گئی کس طرح منہ پر مار کر صارم نے اسے یہ دیا تھا وہ بھی تنبیہ کہ مبادا اس کی ممی سے ڈانٹ نہ پڑ جائے وہ اپنے خیال سے چونکی تو اس کی آنکھیں مارے حیرت کے کھل گئی تھیں۔

"بریسلیٹ کہاں رکھ دیا میں نے اس میں تو نہیں ہے ہائے اللہ میں مما کو کیا جواب دوں گی اگر نہ ملا تو۔" ایک کے بعد اس نے سب چیزیں نکال کر دیکھ لی تھیں مگر بریسلیٹ نہ ملنا تھا نہ ملا اس نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

"یہاں تو میرے اور صارم کے علاوہ کوئی آتا بھی نہیں ہے صفائی وغیرہ بھی میں خود ہی کرتی ہوں ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔" پہلے ہی مصیبتیں کم تھیں جو یہ ایک اور مسئلہ ہو گیا تھا' وہ واقعی پریشان ہو گئی تھی۔

"صارم آتے ہیں تو پوچھتی ہوں۔" وہ سوچتے ہوئے باقی سامان صحیح سے رکھنے لگی فی الحال اسے صارم کے لوٹنے کا انتظار تھا۔

⚘......⚘⚘⚘......⚘

اس دن صارم رات گئے لوٹا تھا ہاشم صاحب تو غصہ کر کے سونے چلے گئے تھے البتہ انابیہ اس کے انتظار میں جاگتی رہی تھی وہ لوٹا تو کافی غصے میں تھا اس نے آتے ہی انابیہ کی الماری کھول کر جیولری سیف کھولا پھر اس کی شادی پر چڑھائے جانے والا سیٹ نکال کر وہ رکھنے لگا تھا اسی لمحے انابیہ کھانے کی ٹرے اٹھائے اس کے پیچھے آئی تھی اس نے تو سوچا تھا کہ وہ صارم کو کھانا وغیرہ دے کر آرام سے بریسلیٹ کے بارے میں پوچھے گی مگر یہاں کا منظر دیکھ کر تو وہ مارے حیرت کے گنگ رہ گئی تھی۔

"یہ..... یہ کیا کر رہے ہیں آپ میری جیولری کہاں لے کر جا رہے ہیں۔" اس نے اس سے جیولری لینا چاہی تھی۔

"تمہارے باپ کی نہیں ہے یہ جیولری اپنی حد میں رہو تم۔" اس نے اسے دور کیا تھا۔

"آپ مجھے وجہ بتائے بغیر یہ نہیں لے جا سکتے آئی سمجھے۔" انابیہ کے دماغ میں کچھ کلک ہوا تھا وہ حلق کے بل چلائی تھی۔

"تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہا کیا اور اگر وجہ جاننے کا اتنا ہی شوق ہے تو سنو ویسے بھی تمہیں میری ساری حرکتوں کا علم ہے تو یہ بھی جان لو مجھے دو لاکھ کی ضرورت ہے اور اسی لیے یہ میں لے کر جا رہا ہوں۔" وہ اتنے کانفیڈنس سے بولا تھا کہ گویا کوئی بہت اچھا کام کر رہا ہو۔

"اگر پیسوں کی ہی ضرورت ہے تو پاپا سے مانگ لیں اس طرح گھر کی جیولری لے جانے کی کیا ضرورت ہے۔" اس کا لہجہ دھیما ہو گیا تھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہے کیا میں جوا کھیلنے کے لیے پاپا سے پیسے مانگوں گا۔" اس نے ایک نیا انکشاف کیا تھا۔

"واٹ جوا کھیلتے ہیں آپ پہلے شراب اب جوا آپ جانتے بھی ہیں ان کاموں کی شرعی حیثیت کیا ہے اس کا مطلب میرا بریسلیٹ بھی آپ ہی لے کر گئے ہیں۔" وہ سر تھام کر رہ گئی تھی روز کوئی نہ کوئی گناہ صارم کا اس کے سامنے آ جاتا تھا۔

"ہاں لیا تھا کیا کرو گی تم وہ میں نے اپنی ہونے والی بیوی کو دیا ہے تمہارے لائق نہیں تھا اسے اس کی صحیح جگہ پہنچایا ہے میں نے بس۔" ایک کے بعد ایک بم وہ اس کی سماعتوں پر چھوڑ رہا تھا۔

"کیا..... بیوی..... شادی.....!" مارے صدمے کے انابیہ کے منہ سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔

"تو تم کیا اس خوش فہمی میں تھیں کہ میں شادی نہیں کروں گا تم سے شادی کی وجہ نفرت ہے بس اور اس سے شادی کی وجہ محبت۔" وہ انابیہ پر ہنسا تھا وہ سر تھام کر بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔ وہ تو اس رشتے میں روز گنجائش ہی نکالنے کی کوشش کرتی تھی جبکہ یہاں صرف اذیت ہی اذیت تھی وہ سیٹ جیب میں رکھ کر باہر جانے لگا تھا۔

"جو بھی ہو آپ کسی غلط کام کے لیے یہ جیولری نہیں لے جاسکتے۔" انابیہ نے تیزی سے اٹھ کر صارم کا راستہ روکا تھا۔

"تم ہوتی کون ہو مجھے روکنے والی۔" صارم اسے دھکا دے کرآگے بڑھ گیا تھا اس کا سر دروازے سے لگا تھا اور وہ نیچے گر گئی تھی اس نے سر پر ہاتھ لگایا ہلکا ہلکا خون رسنے لگا تھا اس نے شدت سے اپنے رب کو یاد کیا تھا اس نے ٹائم دیکھا بارہ بج رہے تھے ایک فیصلہ تھا جو اس نے اچانک کیا تھا بس اسے صبح کا انتظار تھا۔

❀......❀❀❀......❀

اگلی صبح ایک نئے فیصلے کی صبح تھی اس نے اپنا سامان پیک کیا اور ایک الوداعی نظر اپنے کمرے پر ڈالی صارم پوری رات گھر نہیں لوٹا تھا اور اب اسے اس کے لوٹنے کا انتظار بھی نہیں تھا وہ جانتی تھی کہ نزہت ہمیشہ آٹھ بجے تک ہی اٹھتی تھیں اس لیے وہ آج سات بجے ہی تیار ہوگئی تھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ جاتے وقت اس کا کسی سے سامنا ہو اور کوئی اسے روکے۔

"انابیہ بیٹا آپ اتنی صبح صبح کہاں جارہی ہیں اور یہ سامان۔" وہ گیٹ سے باہر نکلی تو باہر بیٹھا چوکیدار اسے اتنی صبح وہ بھی اکیلے سامان کے ساتھ جاتا دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

"بابا پلیز آپ یہ لیٹر پاپا کو دے دیجیے گا اس وقت میں آپ کو اور کچھ نہیں بتاسکتی۔" انابیہ نے اپنے ہاتھ میں پکڑا لیٹر چوکیدار کو تھمایا اور بنا پیچھے مڑے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ گھر چھوڑ کر چلی گئی۔ نزہت صبح اٹھیں تو انہیں انابیہ کہیں بھی دکھائی نہیں دی تھی۔ ورنہ وہ ہمیشہ ان کے اٹھنے سے پہلے ہی کچن میں آجاتی تھی ملازمہ بھی سرونٹ کوارٹر سے اٹھ کر آگئی تھی اسے بھی انابیہ کے بارے میں کچھ نہیں پتا تھا۔

صغراں تم دیکھ کر آؤ بیٹا انابیہ بیٹی ٹھیک تو ہے ابھی تک آئی کیوں نہیں۔" نزہت نے چائے چڑھائی کہا ملازمہ فوراً اوپر گئی تھی پھر جب وہ واپس آئی تو کافی پریشان تھی۔

"بی بی جی چھوٹی بی بی تو کہیں نہیں ہیں نہ ہی اوپر ہیں نہ گھر میں کہیں ہیں صارم صاحب بھی نہیں ہیں وہاں۔" ملازمہ کی بات سن کر نزہت بھی فوراً پریشان ہوگئی تھیں انہوں نے خود چیک کیا پھر ہاشم کو اٹھایا تھا وہ بھی پریشان ہوگئے تھے۔

"آپ پریشان نہ ہوں نزہت میں چیک کرتا ہوں' کرتا ہوں کچھ۔" وہ موبائل اٹھا کر ٹی شرٹ پہن کے فوراً باہر آئے تھے سب سے پہلے انہوں نے باہر بیٹھے چوکیدار سے پوچھنا ضروری سمجھا تھا۔

"رشید تم نے انابیہ کو دیکھا ہے کہیں جاتے ہوئے۔"

"ہاں صاحب' بی بی جی تو صبح ہی چلی گئی تھیں آپ لوگوں کے لیے یہ لیٹر دے گئی تھیں۔" اس کا کام اپنے مالک کی خدمت کرنا تھا سو اس نے صاف صاف سب بتادیا۔

"اور صارم کہاں ہے؟" اب کے ان کا ماتھا ٹھنکا تھا۔

"صاحب تو رات کافی دیر سے آئے تھے پھر آدھے گھنٹے بعد ہی واپس چلے گئے تھے اور اب تک واپس نہیں آئے۔" رشید نے ایک اور انکشاف کیا تھا۔

انہیں صارم کی بے پروائی اور انابیہ کی حرکت پر کافی غصہ آ رہا تھا وہ لیٹر لے کر گھر میں آگئے تھے نزہت کے سامنے انہوں نے لیٹر کھولا تھا۔

"مما پاپا پلیز مجھے معاف کردیجیے گا میرا یہ قدم اٹھانے سے شاید آپ کو تکلیف ہوگی مگر جس رشتے میں پیار نہ ہو جہاں کوئی رشتہ نبھانے کی گنجائش نہ ہو بھلا وہ رشتہ کیسے پنپ سکتا ہے صارم کسی اور کو پسند کرتے ہیں اور آپ پلیز ان کی شادی ان سے ہی کرادیجیے مجھے ڈھونڈنے کی کوشش مت کیجیے گا میری دعائیں ہمیشہ آپ لوگوں کے ساتھ ہیں۔

آپ کی بیٹی

انابیہ"

انابیہ نے صارم کی ذات کے حوالے سے نہ کوئی غلط بات لکھی تھی نہ اس کے ماں باپ کے دل میں اس کے لیے نفرت پیدا کرنے کی کوشش کی تھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ

وہ لوگ صارم کو غلط سمجھیں بس اس لیے اپنا فیصلہ سنا کر ہمیشہ کے لیے چلی گئی تھی۔

"دیکھا آپ نے صاحب زادے کی حرکتوں کو کیسا قدم اٹھانے پر مجبور کیا ہے اس نے اس معصوم سی بچی کو پتا نہیں کہاں ہوگی وہ، میں علیم صاحب کے گھر جا کر پتا کرتا ہوں ان سے بات کرتا ہوں۔" ہاشم صاحب نے خط پڑھ کر سنایا تو نزہت بھی سر تھام کر رہ گئی تھیں ان کی طبیعت ویسے ہی خراب رہنے لگی تھی وہ دونوں اسی مسئلے کو لے کر گم صم بیٹھے تھے کہ صارم منہ اٹھائے چلا آیا تھا۔

"خبردار جو تم نے اندر آنے کی کوشش بھی کی تو جان لے لوں گا میں تمہاری۔" ہاشم صاحب اسے دیکھتے ہی چلائے تھے وہ ایک دم حیران ہوا تھا۔

"ڈیڈ میں نے کیا کیا ہے اب۔" وہ انجان بننے کی کوشش کررہا تھا۔

"کہاں تھے تم رات بھر بولو۔" وہ حد سے زیادہ تھکے ہوئے تھے اس لیے رات کو ہی جلدی سوگئے تھے ورنہ رات کو ہی صارم کو ڈھونڈ کر اس کی کلاس لے لیتے۔

"ڈیڈ اپنے فرینڈ کے ہاں کمبائن اسٹڈی کررہا تھا پیپرز ہونے والے ہیں اسی لیے رات زیادہ ہوگئی تھی تو رات کو وہیں رک گیا تھا آپ لوگ سو رہے تھے تو میں انابیہ کو بتا کر چلا گیا تھا اس نے آپ لوگوں کو بتایا نہیں۔" اس نے بڑی ہی صفائی سے سارا کا سارا الزام انابیہ پر دھرا تھا۔

"اچھا انابیہ کو بتا کر گئے تھے تم' تو اب تم نے جھوٹ بولنا بھی شروع کردیا انابیہ یہ گھر چھوڑ کر جاچکی ہے لو پڑھو یہ۔" انہوں نے وہ لیٹر اس کے منہ پر مارا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسے ایک تھپڑ رسید کرتے اس نے سخت غصے سے وہ لیٹر پڑھا تھا اس کا دل تو چاہ رہا تھا کہ انابیہ کو شوٹ کردے۔

"اب بول دو کہ یہ سب جھوٹ ہے تمہارا کوئی افیئر نہیں۔" وہ بے حد جھنجلائے ہوئے تھے۔ نزہت تو اس کی جانب دیکھنا بھی پسند نہیں کررہی تھیں۔ وہ سخت خفا تھیں اس سے۔

"ڈیڈ پلیز آپ اس لڑکی کی وجہ سے میرے ساتھ ایسا ہی ہو نہیں کرسکتے کیا مجھے اپنی زندگی اپنی مرضی سے جینے کا حق نہیں۔" وہ اب دلائل دینے کی کوشش کررہا تھا اسے لگا کہ جب انابیہ نے بتا ہی دیا ہے تو وہ بھی دوٹوک بات کر ہی لے۔

"اگر تمہیں مجھ سے کوئی بھی بات کرنی ہے تو جاؤ پہلے انابیہ کو ڈھونڈ وا سے اس گھر میں لے کر آؤ ورنہ مجھ سے بات کرنے کی کوشش بھی مت کرنا۔" انگلی اٹھا کر اسے وارن کر کے وہ گاڑی کی چابیاں لے کر باہر چلے گئے تھے۔

"مام آپ تو میری بات سن لیں۔" اس نے جاتی ہوئی نزہت بیگم کو روکا تھا مگر وہ بھی بنا اس کی کوئی بات سنے واپس چلی گئی تھی ہاشم صاحب پہلی فرصت میں علیم صاحب کے گھر گئے تھے مگر وہاں پر موجود تالا پا کر وہ اور بھی پریشان ہوگئے تھے انہیں تو ان کے رشتہ داروں کے بارے میں بھی علم نہ تھا سو آخر وہ انہیں ڈھونڈتے تو کہاں ڈھونڈتے۔

❀......❀❀❀......❀

"تمہیں لگتا ہے تم نے صحیح فیصلہ کیا ہے بیٹا تم ایک بار مجھے ہاشم سے بات تو کرنے دو۔" انابیہ نے انہیں صارم کے بارے میں ہر بات بتادی تھی وہ تو گم صم ہوکر رہ گئے تھے بیٹی کا بسا بسایا گھر اجڑ رہا تھا اور وہ کر بھی کیا سکتے تھے۔

"آپ کو میری قسم ہے پاپا آپ کسی سے کوئی بات نہیں کریں گے آپ خود بتائیں کیا میں رہ سکتی ہوں وہاں؟" ان کے گلے لگ کر وہ سسک اٹھی تھی انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"ہمیں ابھی یہاں سے نکلنا ہوگا بابا میں نہیں چاہتی کہ کوئی یہاں پہ آئے اور مجھے وہ اذیتیں یاد دلائے۔" اس نے جلدی جلدی بابا کا سامان سمیٹنا شروع کردیا تھا علیم صاحب کو بیٹی کا دکھ تھا لیکن اب انہیں صرف اس کی خوشی دیکھنی تھی اگر وہ صارم کے ساتھ خوش نہیں تھی تو یہی سہی۔

"لیکن بیٹا ہم جائیں گے کہاں ہمارا تو یہاں کوئی رشتہ دار بھی نہیں ہے۔" اب کے وہ پریشان ہوئے تھے۔

"یہاں نہیں ہے حیدرآباد میں تو ہے نا دادا کے گھر

جائیں گے ہم انہوں نے اپنے آخری وقت میں وہ گھر آپ کے نام کردیا تھا پیپرز اور چابیاں تو ہیں نا آپ کے پاس پلیز جلدی کریں بابا پلیز۔" وہ جیسے ہر چیز طے کرکے آئی تھی علیم صاحب کو اس کی ضد کے آگے ہار ماننا پڑی۔ ورنہ وہ تو ہاشم سے بات کرنے کا ہی سوچ رہے تھے لیکن انابیہ نے انہیں یہاں سے لے جا کر ہی دم لیا تھا جب تک ہاشم یہاں آئے تھے وہ تالا لگا کر بس کے لیے نکل چکے تھے۔

❀......❀❀❀......❀

دن ایسے ہی بے کل اور بے کیف سے گزرنے لگے تھے ایک عجیب سی بے چینی تھی صارم کی زندگی میں جسے وہ خود نہیں سمجھ پا رہا تھا گھر آتا تو کوئی اس سے بات نہ کرتا ڈیڈ کا یہی مطالبہ تھا کہ کہیں سے بھی انابیہ کو ڈھونڈ کر واپس لاؤ وہ ایک دو بار گیا بھی تھا انابیہ کی عقل ٹھکانے لگانے لیکن وہاں موجود بڑے سے تالے کو پا کر اس کے دل میں ایک عجیب سی کیفیت برپا ہوئی تھی جسے وہ خود بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ کیمپس میں بھی سارا دن وہ اکیلا بور ہی ہوتا رہتا تھا آج کل اس کا کسی لڑکی سے بات کرنے کا بھی دل نہیں چاہ رہا تھا اس نے اپنی موجودہ گرل فرینڈ کو بھی نظر انداز کرنا شروع کردیا تھا وہ اس کے پیچھے شادی کے لیے پڑی تھی جبکہ وہ ان دنوں احسن اور عریشہ کو مس کر رہا تھا کئی دنوں سے احسن یونیورسٹی بھی نہیں آ رہا تھا۔ وہ فون کرتا تو کوئی اٹھاتا بھی نہیں تھا صارم کو اس کا گھر پتا نہیں تھا ورنہ جا کر معلوم ہی کرلیتا عریشہ ان دنوں ان کی کلاس کے ایک امیر کبیر لڑکے واجد کے ساتھ افیئر چلانے میں مصروف تھی سو ان دنوں وہ بری طرح اداسیت کا شکار تھا رات کو کلب جاتا تو وہاں دل نہیں لگتا وہ ڈرنک پہ ڈرنک کرتا اور سگریٹ پھونکتا رہتا۔

❀......❀❀❀......❀

اس روز احسن بڑے دنوں بعد کیمپس آیا تو صارم بڑی ہی حیران کن نظروں سے اس کی جانب دیکھتا رہ گیا تھا بڑی ہوئی شیو کئی دنوں سے جاگی ہوئی سرخ آنکھیں وہ کہیں سے بھی پہلے والا الٹرا ماڈرن احسن نہیں لگ رہا تھا۔

"السلام علیکم صارم، انابیہ گھر پر ہے کیا، پلیز مجھے اس کے پاس لے چلو۔" اتنی ملاقاتوں میں پہلی بار احسن نے سلام کیا تھا اور احسن کیا کبھی عریشہ اور صارم نے بھی ایک دوسرے کو سلام کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی بلکہ وہ لوگ ہمیشہ صرف ہیلو ہائے پر ہی اکتفا کرتے تھے۔

"کیوں، انابیہ سے کیوں ملنا ہے تمہیں۔" صارم بہت ہی زیادہ حیران تھا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا احسن کو اس سے کیا کام پڑ گیا۔

"پلیز صارم پلیز مجھے صرف ایک بار اس کے پاس لے چلو مجھے اس سے معافی مانگنی ہے صرف ایک بار۔" احسن اب اس کے آگے گڑگڑانے لگا تھا۔

"واٹ، معافی کیوں تم کیوں معافی مانگو گے اس سے بھلا۔" صارم کو ایک زبردست شاک لگا تھا۔

"بھول گئے کیا تم، ہم نے اس کے ساتھ کیسا مذاق کیا تھا وہ بھی کسی کی بہن یا بیٹی ہے پھر بھی میں شیطان کے بہکاوے میں اتنا گر گیا کہ اس کی عزت تک داؤ پر لگا دی یہ سوچے بنا کہ میری بھی ایک بہن ہے میری بھی بیٹی ہوگی۔" اس کی آنکھوں میں شرمندگی تھی وہ بالکل بدلا ہوا لگ رہا تھا۔ یوں کہ جیسے اسے ہدایت کا نور مل گیا ہے۔

"پاگل ہوگئے ہو کیا کیسی باتیں کر رہے ہو تم خیریت سے تو ہو نا۔" صارم کو اس کی دماغی حالت پر شبہ سا ہوا تھا۔

"تمہیں یہ سب مذاق لگ رہا ہے نہ صارم تو تم اللہ سے ڈرو اس کے قہر سے ڈرو جب وہ لگام کستا ہے نہ تو کچھ باقی نہیں بچتا میں نے کسی کی بیٹی، بہن کی عزت داؤ پر لگائی تھی نہ آج میری اپنی بہن کی حالت ایسی ہے اس کے ساتھ جو ہوا اس کا ذمہ دار صرف میں ہوں کاش کے میں اتنا گمراہ نہ ہوتا۔" وہ بہت نڈھال سا لگ رہا تھا صارم کو لگا کہ احسن پر بھی انابیہ کی باتوں کا اثر ہوگیا ہے۔

"یار جو ہونا ہوتا ہے وہ ہوتا ہے اس کے لیے خود کو الزام مت دو ویسے ہوا کیا تمہاری بہن کے ساتھ مجھے بتاؤ شاید میں کچھ مدد کرسکوں۔" صارم کا انداز اب بھی استہزائیہ تھا۔

"میری بہن اچھی بھلی زندگی گزار رہی تھی یہاں تک کہ اس کا بچہ بھی اس دنیا میں آنے والا تھا مگر جس دن سے ہم نے انابیہ کے ساتھ وہ سب کیا اسی دن سے ان دونوں میں لڑائی جھگڑے شروع ہوتے چلے گئے اور اب کچھ دن پہلے ہی اس کے شوہر نے دوسری شادی کرلی اور میری پھولوں جیسی بہن کو طلاق دے دی۔" اس کی آنکھوں میں اب ہلکی ہلکی سی نمی تھی صارم کو واقعی دکھ ہوا تھا آخر وہ اس کا دوست تھا۔

"پریشان مت ہو یار اب تم انابیہ سے مل کر کیا کرو گے وہ اس معاملے میں تمہاری کیا مدد کرے گی۔" وہ دونوں اب بینچ پر بیٹھ گئے تھے صارم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"معافی مانگوں گا اپنے گناہوں کی اگر وہ مجھے معاف کردے گی تو اللہ بھی مجھے معاف کردے گا میں بہت گمراہ رہ چکا اب میں اپنے رب کی رضا کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا۔" وہ سرتاپا بدل چکا تھا۔

"لیکن انابیہ گھر چھوڑ کر جا چکی ہے۔" صارم نے اس کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا۔

"صارم تم نے اچھا نہیں کیا اس کے ساتھ پلیز اسے ڈھونڈو معافی مانگو تم نے بہت تکلیفیں دی ہیں اسے یہ نہ ہو کہ جب تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو تمہارے پاس کچھ نہ بچے۔" احسن اس کا دوست تھا ساری حرکتوں کا اسے علم تھا سو اس نے سمجھانا فرض سمجھا مگر وہ صارم ہی کیا جو سمجھ جائے سو وہ دل ہی دل میں اس کی ہدایت کی دعا کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

❀......❀❀❀......❀

اس رات وہ رات گئے تک کلب میں رہا واپس آتے ہوئے موسم نے اچانک انگڑائی لی تھی سامنے کی سمت سے آتی تیز کالی گھٹا اور مٹی کا ایک طوفان تھا اس نے فوراً گاڑی ایک طرف کی مگر تند و تیز ہوا کے جھونکوں کے آگے بھلا کب کوئی چیز ٹھہر سکتی ہے اس وقت وہ ایک کچی آبادی کی طرف تھا جہاں کے لوگوں کی عمارت سے غربت ٹپک رہی تھی تیز ہوا کے جھونکوں نے اب ٹین کی کمزور چھتوں کو اپنے اشاروں پر نچانا شروع کردیا تھا اس نے اپنی زندگی میں کبھی آندھی نہ دیکھی تھی کبھی موت کو اتنے قریب نہ دیکھا تھا لوگ بے خبری کی نیند میں تھے کہ یہ عذاب آن پڑا اس کی گاڑی وہیں کی وہیں کھڑی رہ گئی تھی سائن بورڈز گرنے کی دل خراش آوازیں ہوا میں برپا ہوئی تھیں اس کے منہ سے بے ساختہ "یا اللہ مدد" نکلا تھا انسان بھی کتنا عجیب ہوتا ہے ساری زندگی جس اللہ کو وہ یاد نہیں کرتا مصیبت کے وقت میں صرف اسے ہی پکارتا ہے چند ہی منٹوں میں آندھی اپنی تباہی مچا کر ختم ہوگئی تھی اب بارش شروع ہوچکی تھی۔ طوفانی رات کے سناٹے میں کڑک دار بجلی کی چمک نے اس کے رہے سہے اوسان بھی خطا کردیے تھے وہ گھبرا کر گاڑی سے باہر نکلا تھا اس سے پہلے کہ اس کی گاڑی پانی میں ڈوب جاتی وہ سامنے بنی ایک دکان کے سائے میں سر چھپانے کو کھڑا ہوگیا تھا اس نے گھر فون کرنے کے لیے موبائل نکالا تو نیٹ ورک ڈاؤن تھا اس نے مارے دہشت کے آنکھیں بند کرلیں تھیں تھوڑی ہی دیر میں اسے اپنی گردن پر کئی ہاتھوں کا دباؤ محسوس ہوا تھا اس نے جھٹ آنکھیں کھول کر دیکھا تو سامنے اس کی موجودہ اور گزشتہ گرل فرینڈز اس کا گلا دبا رہی تھیں۔

"مار دو اسے مار دو آج چھوڑیں گے نہیں اسے بہت لڑکیوں کے دلوں کے ساتھ اس نے کھیلا ہے۔" ان کی آوازیں بلند سے بلند ہوتی جا رہی تھیں یک دم اسے اپنے پاؤں پر کچھ رینگنے کا احساس ہوا تھا اس نے اپنی گردن چھڑاتے ہوئے نیچے دیکھا تھا ایک درمیانے سائز کا سانپ اس کے پیروں سے چمٹا ہوا تھا اس کے ساتھ ہی ایک بہت ہی زیادہ زوردار چیخ ہوا میں معلق ہوئی تھی۔

"یا اللہ مجھے بچالو مجھے بچالو اس عذاب سے میں آئندہ کچھ غلط نہیں کروں گا۔" اس کی آنکھ کھلتے ہی اس نے تیز تیز یا اللہ بولنا شروع کردیا تھا اس کے اوسان بحال ہوئے تو اس نے دیکھا وہ اپنے بیڈ پر تھا۔

"اف یہ کیسا بھیانک خواب تھا۔" اے سی کی کولنگ

کے باوجود اس کا پور پور پسینے میں شرابور تھا۔ اس نے بمشکل اپنی منتشر دھڑکنوں کو قابو کیا تھا اس نے ٹائم دیکھا صبح کے پانچ بج رہے تھے اسی وقت فجر کی اذان کی آواز آ رہی تھی آج اس نے پوری اذان سنی تھی پھر نجانے کیا ہوا کہ وہ اٹھا اور وضو کیا اسے اچھی طرح یاد تھا بچپن میں اس کی ماما اسے مار مار کر نماز پڑھاتی تھیں اور وہ بڑا ہو کر ہر چیز بھولتا چلا گیا یہاں تک کے موت کو بھی بھلا دیا آج اس نے احسن کی باتیں سنی تھیں پھر یہ بھیانک خواب آج اسے شدت سے انابیہ بھی یاد آئی تھی پہلی بار اس نے خشوع وخضوع سے وضو کیا پھر نماز پڑھی اور دیر تک گڑگڑا کر اپنے رب سے معافی مانگتا رہا آج زندگی میں پہلی بار بڑی شدت سے اسے اپنی غلطیوں کا احساس ہوا تھا۔

❁……❁❁❁……❁

"میں بھی انابیہ کو ڈھونڈنا چاہتا ہوں سمجھ نہیں آتا کہاں سے شروعات کروں اس کے تو رشتہ داروں کا بھی علم نہیں وہ معاف تو کر دے گی نہ مجھے احسن۔" اس نے اب تک کے سارے حالات وواقعات احسن کو بتا دیے تھے وہ بھی اپنی غلطی پر نادم تھا اتنی جلدی اسے احساس ہو گیا تھا احسن کو واقعی خوشی ہوئی تھی۔

"کرے گی ضرور معاف کرے گی تم ہمت مت ہارو، ویسے ایک آئیڈیا ہے یہ جو پرائیویٹ انویسٹی گیٹر ہوتے ہیں وہ تمہارا کام کر سکتے ہیں ان سے رابطہ کرو، میرا ایک فرینڈ ہے یہ کارڈ رکھ لو اور آج ہی اس سے رابطہ کرو۔" وہ اس کا مخلص دوست تھا سو اپنی دانست میں اس نے صحیح مشورہ دیا تھا۔

"ابھی کرتا ہوں کانٹیکٹ مگر اس سے پہلے میں ایک کام کرنے جا رہا ہوں۔" وہ اپنی جینز جھاڑ کے کھڑا ہوا تھا۔

"کیا کام؟" احسن نے فوراً پوچھا تھا۔

"کچھ رشتے ہیں جنہیں ختم کرنا ضروری ہے میں انابیہ کو واپس لانے سے پہلے صرف اور صرف اس کا رہنا چاہتا ہوں اب مجھے کسی کی ضرورت نہیں۔" اس کا لہجہ اٹل تھا۔

"آل دا بیسٹ مائی ڈیئر۔" احسن نے فوراً اسے اپنے گلے لگایا تھا وہ جانتا تھا وہ اپنی گرل فرینڈز کے بارے میں بات کر رہا ہے سو مسکراتے ہوئے وہ اپنی موجودہ گرل فرینڈ نازش کے گھر پہنچا تھا بیس منٹ کی ڈرائیو اس نے دس منٹ میں طے کی تھی۔ وہ ایک اپارٹمنٹ میں رہتی تھی اور اکثر اسے ملنے کے لیے وہیں بلاتی تھی آج پتا نہیں کیا مسئلہ تھا کہ نازش کا گیٹ لاک نہیں تھا وہ اپنی مام کے ساتھ یہاں رہتی تھی۔ اس کی مام جاب کرتی تھیں سو ان کی پیٹھ پیچھے وہ یہ گل کھلاتی تھی وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا اندر کمرے سے تیز تیز باتوں کی آواز آ رہی تھی اپنا نام سن کر وہ چونکا تھا سو وہیں کھڑے ہو کر اس نے سب سننا مناسب سمجھا۔

"ارے ممی یہ صارم تو بہت ہی بے وقوف نکلا اتنی جلدی میرے جال میں پھنس گیا کہ شادی تک کرنے کو تیار ہو گیا بس ذرا اور پیسے انکلوا لوں اس سے پھر شادی کروں گی اور شادی کرتے ہی ساری پراپرٹی اپنے نام کرا لوں گی پھر ہم دونوں عیش کریں گے عیش۔" یہ اس لڑکی کی آواز تھی جس سے وہ شادی کرنے کا خواہاں تھا اپنے مام ڈیڈ تک کو ناراض کر کے اپنے بارے میں ایسا سن کے اور اس کی گھٹیا رائے جان کر اسے اپنی ہی پسند پر افسوس ہوا تھا اس نے ایک منٹ بھی وہاں کھڑے رہنا مناسب نہ سمجھا اسے بروقت عقل آ گئی تھی ایسے لوگوں کے منہ وہ لگنا نہیں چاہتا تھا سو الٹے پاؤں وہاں سے بھاگا تھا نیچے پہنچ کر اس نے سب سے پہلے احسن کا دیا کارڈ نکالا اور فون کر کے انابیہ کے بارے میں معلومات فراہم کیں اگلے ایک گھنٹے میں رشید ایک کافی شاپ میں اس کے روبرو تھا صارم نے ایڈوانس بیس منٹ کے ساتھ انابیہ کی ایک عدد تصویر بھی اسے فراہم کر دی تھی اس کے دل میں اب اطمینان اترنے لگا تھا۔ گھر آ کر اس نے مام ڈیڈ سے معافی مانگی تھی اور وعدہ کیا تھا کہ وہ اگلے چند ہی دنوں میں انابیہ کو ڈھونڈ کر واپس لے آئے گا ان کے بیٹے کی آنکھوں میں پچھتاوا تھا وہ بدل رہا تھا سو انہیں اور کیا چاہیے تھا انہوں نے کھلے دل سے

اسے معاف کر دیا تھا۔

❁……❁❁❁……❁

"جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاک دامن ہیں (اور) ایسی باتوں (کے کرنے) سے (بالکل) بے خبر ہیں (اور) ایمان والیاں ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کو (آخرت میں) بڑا عذاب ہوگا۔" سورۃ النور کی آیت نمبر 23 کی تلاوت کرتے ہوئے اس نے اس کے مفہوم کو بغور پڑھا تھا پھر اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے اس نے بھی تو ایک پاک دامن لڑکی پر بے حیائی کی تہمت لگائی تھی اس کی زندگی خراب کی تھی۔

"اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش (یعنی زیور کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیا کریں مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہو اور اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں اور اپنے خاوند اور باپ اور خسر اور بیٹوں اور خاوند کے بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی (ہر قسم کی) عورتوں اور لونڈی غلاموں کے سوا نیز ان خدام کے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھیں یا ایسے لڑکوں کے جو عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہ ہوں (غرض ان لوگوں کے سوا) کسی پر اپنی زینت (اور سنگار کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیں اور اپنے پاؤں (ایسے طور سے زمین پر) نہ ماریں کہ (جھنکار کانوں میں پہنچے اور) ان کا پوشیدہ زیور معلوم ہو جائے اور مومنو سب خدا کے آگے توبہ کرو تاکہ فلاح پاؤ۔"

سورۃ النور کی آگے کی آیت نمبر 31 پڑھتے وقت اسے اپنی ہی کم عقلی اور نادانی پر افسوس ہو رہا تھا کس قدر گر گیا تھا وہ اپنی ہی بیوی کو لوگوں کے سامنے ظاہر کیا اس کا پردہ چھینا وہ گڑگڑا رہا تھا اپنے رب کے حضور اب وہ نماز بھی پڑھنے لگا تھا رمضان المبارک کا آغاز ہو چکا تھا سو وہ روزے بھی رکھنے لگا تھا وہ نجانے کب سے قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا کیونکہ جب بھی اسے انابیہ کی یاد آتی تھی اسے دورہ سا پڑتا تھا غصے کا جنون کا اور اسے ایک ہی چیز میں اب سکون ملتا تھا اپنے رب کے پاس جب سے وہ حیدرآباد آیا تھا اور اس نے انابیہ کو دیکھا تھا اسے کسی پل سکون نہیں مل رہا تھا اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ اڑ کر اس کے پاس پہنچ جائے مگر وہ مجبور تھا اسی وقت موبائل کی بیل بجی تو قرآن پاک عقیدت سے بند کر کے چوم کر اس نے سائیڈ پر رکھا اور کال ریسیو کر کے اس نے جو خبر سنی تھی اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک در آئی تھی۔

❁……❁❁❁……❁

"میں یہ نہیں کہتی کہ تمہارا فیصلہ غلط تھا مگر اس طرح تم کیسے ساری زندگی گزار پاؤں گی اگر تمہارے دل میں واقعی اس رشتے کو نبھانے کے لیے گنجائش تھی تو تم وہاں رکی کیوں نہیں۔" آج چاندرات تھی ثانیہ انابیہ کو دکھی نہیں دیکھ سکتی تھی سو شام میں اسے قریبی پارک لے آئی تھی ضد کر کے اس نے انابیہ سے اس کی ساری کہانی اگلوا ہی لی تھی اور اب اسے واقعی دکھ ہو رہا تھا کہ اس کی عزیز دوست کس قدر دکھ جھیل چکی ہے۔

"میں اب واپس اس لیے نہیں جا سکتی کیونکہ مجھے ایسا لگنے لگا تھا کہ اس رشتے میں اب گنجائش نہیں وہ سدھر نہیں سکتے تھے وہ تو کسی اور ہی راہ کے مسافر بن چکے تھے۔" انابیہ نے ایک بار پھر اپنے ہاتھ کے نشان کو اذیت سے دیکھا۔

"اور اگر اب گنجائش نکل آئے تو کیا تم واپس چلو گی۔" جانا پہچانا مخصوص لہجہ تھا اس نے سر اٹھا کر دیکھا پھر دیکھتی ہی رہ گئی اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کے سامنے صارم موجود تھا بالکل ایک نئے روپ میں۔

"آپ…… آپ یہاں۔" بمشکل اس کے لب سے صرف اتنا ہی نکل پایا تھا ثانیہ ہونقوں کی طرح اس عجیب و غریب منظر کو دیکھ رہی تھی۔

"تم صحیح کہتی تھیں کہ اگر اللہ نے میرے دل میں تمہاری محبت ڈال دی تو…… مجھے اللہ کے قہر سے ڈرنا چاہیے پلیز مجھے معاف کر دو ایک بار۔" وہ گھٹنوں کے بل

اس کے سامنے بیٹھا تھا ثانیہ وہاں سے کھسک لی تھی اسے مناسب نہ لگا تھا۔

”جھوٹ بالکل جھوٹ...... آپ تو شادی کرنے والے تھے نا۔“ اتابیہ پھر سارے گلے شکوے لے بیٹھی تھی۔

اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں شام کا وقت ہو چکا تھا روزہ کھلنے میں دو ہی گھنٹے باقی تھے سو آہستہ آہستہ پارک بھی خالی ہونے لگا تھا۔

”تم سے شادی کر چکا ہوں اب کس سے کروں گا اتابیہ تم جانتی ہو عریشہ نے خودکشی کرلی ایک لڑکے نے اسے دھوکہ دیا اس کی عزت کے ساتھ کھیلا۔ وہ سارا پلان اسی کا تھا اللہ نے کیسی سزا دی احسن کی بہن کو طلاق ہو گئی وہ بھی تم سے شرمندہ ہے اور میں...... میں تو اللہ کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا بے حیائی...... شراب...... جوا...... پتا نہیں وہ مجھے کبھی معاف کرے گا بھی کہ نہیں جب سے تم گئی ہو ماما ڈیڈ بھی بات نہیں کر رہے یا خدا میں بہت شرمندہ ہوں تم نے مجھے میرے رب سے ملوایا ہے کیا تم مجھے ایک اور موقع نہیں دو گی۔“ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر وہ اب رونے لگا تھا۔

”آپ پلیز سنبھالیں خود کو اللہ معاف کرنے والا ہے۔“ اس نے آگے بڑھ کر اسے اٹھایا تو اس کے دل میں تو نجانے کب سے صارم کی محبت پنپ رہی تھی ہر لمحہ اس کے دل سے صارم کی ہدایت کے لیے دعا نکلتی تھی وہ نہیں جانتی کہ اس کی دعا اتنی جلد قبول ہو جائے گی۔

”آہم...... آہم...... باقی باتیں گھر جا کر کرلیجیے گا انکل انتظار کر رہے ہیں بھئی۔“ دور سے معاملہ سنبھلتے دیکھ کر ثانیہ آگے آئی تو وہ دونوں کھلکھلا کر ہنس دیے۔

❀...... ❀❀❀ ...... ❀

روزہ کھول کے وہ پاپا کے ساتھ کراچی کے لیے روانہ ہو گئے تھے اگلے چند ہی گھنٹوں میں وہ گھر آئے تو ماما ڈیڈ نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا...... رات گئے تک ماما ڈیڈ سے باتیں کر کے وہ لوگ اپنے کمرے میں آئے تھے۔

”آپ نے مجھے ڈھونڈا کیسے؟“ وہ کب سے یہ سوال پوچھنا چاہ رہی تھی۔

”منزل خود ہی مل جاتی ہے اگر ارادے نیک ہوں۔“ اس کی ناک چھو کر اس نے بڑا ہی ڈپلومیٹک جواب دیا تو وہ شرما کے رہ گئی۔

”تم نے مجھے معاف تو کر دیا نا اتابیہ۔“ اس کا چہرہ اوپر کر کے صارم نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

”آپ کو اب بھی شک ہے۔“ اس نے دھیرے سے اس کے کاندھے پر سر ٹکایا۔

”چاند رات مبارک میری متاع حیات...... میری زندگی کا نور مجھے افسوس ہے میں تمہیں کچھ نہیں دے پایا یہ میری طرف سے ایک چھوٹا سا تحفہ۔“ ایک خوب صورت سا گلاب تھما کر صارم نے اس کو ایک لفافہ دیا اتابیہ نے کھول کر دیکھا اس میں سب کے حج پر جانے کا عندیہ تھا جسے دیکھ کر اس کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

”صارم...... یہ...... آپ بہت اچھے ہیں۔“ وہ بہت ہی زیادہ خوش تھی اس کی سب سے بڑی خواہش پوری ہونے جا رہی تھی۔

”میں چاہتا ہوں ہم اپنی زندگی کی نئی شروعات یہیں سے کریں اپنے رب کو راضی کر کے جس نے ہماری زندگی میں نور ہی نور بھر دیا ہے تم میرا ساتھ دو گی نہ زندگی بھر۔“ اس نے اپنی ہتھیلی اتابیہ کے سامنے پھیلا دی تھی اتابیہ نے مسکرا کر اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا اس چاند رات کو اللہ نے صارم کے دل میں اپنی اور اتابیہ کی محبت ڈال کر اس کی زندگی خوشیوں سے بھر دی تھی۔ اس رات صرف محبت کی خوشبو تھی اور آنے والی ہر صبح پر رونق ہونے والی تھی بے شک اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

قسط نمبر 14

مجھے تو تم نے قریب رہ کر بھی جو اذیتیں دیں
تم اب جدائی کے موسموں میں اٹھانا جو عذاب لکھنا
ہزار باتیں ہیں، چار راتیں ہیں اس سے کیا کہو گے
وہ چہرے پڑھ پڑھ کے یاد کرلو، وہ جاچکے تو کتاب لکھنا

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

سنجنا کی حقیقت عارض کے سامنے لاتے ہوئے معید صاحب عارض کو فوراً پاکستان بھیجنے کی کرتے ہیں جبکہ عارض سنجنا سے ایک بار مل کر حقیقت جاننا چاہتا ہے۔ زینت آپا کے گھر ایک بڑی خوشی شرمین کی صورت آرہی ہوتی ہے اور وہ بوبی اور شرمین کی منگنی کا انتظام کررہی ہوتی ہیں۔ زینت آپا بل کی بکنگ کے ساتھ مہمانوں کو بھی مدعو کرلیتی ہیں۔ صفدر کے دل میں اب اپنے بچے کے لیے محبت جاگ جاتی ہے وہ زیبا کو بھی عبدالصمد کے لیے اپنے گھر میں رکھنے کو تیار ہے مگر اب زیبا رہنے پر تیار نہیں ہے جہاں آرا بیگم زیبا کو سمجھانے کی کوشش کرتی ہیں تو زیبا صفدر کو حقیقت سے آگاہ کرنے کا کہتی ہے۔ جس پر صفدر کے ساتھ کلثوم بیگم (زیبا کی ماں) غصہ میں آجاتی ہیں اور صفدر گھر سے نکل جاتا ہے۔ عارض کی آمد پر آغا جی بے حد خوش ہوتے ہیں اس لیے صدقے کے بکرے یتیم خانوں میں بھجوائے گئے عارض آغا جی سے بات کرنا چاہتا ہے لیکن وہ عارض کو شرمین اور بوبی کی منگنی کا بتا کر ششدر کردیتے ہیں۔ شرمین بوبی کے شکی مزاج اور بچکانہ طبیعت سے دل برداشتہ ہوکر اپنے سابقہ گھر آجاتی ہے یہ گھر اس نے زینت آپا کے ساتھ جانے سے پہلے آدھا پورشن کرائے پر دے دیا تھا اور یہاں آکر اسے گزرے دن یاد آنے لگے تھے جو اس نے اپنی ماں کے ساتھ خوشی وسکون سے گزارے تھے۔ زینت آپا بستر سے جا لگی تھیں۔ انہیں بھی بوبی کی جلد بازی اور بچپنے پر غصہ ہوتا ہے کہ آخر اس نے شرمین سے ایسی بات کیوں کی منگنی کا دن بھی اب قریب ہے اور اس پر شرمین کا یوں بغیر اطلاع گھر سے چلے جانے پر وہ حد سے زیادہ ڈپریشن کا شکار ہوتی ہیں دوسری طرف بوبی انہیں اپنی صفائی دینے کی کوشش کرتا ہے۔ عارض شرمین سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اس سے صبیح احمد کے بجائے بوبی کے انتخاب کی وجہ جان سکے لیکن شرمین اس کی کال اٹینڈ نہیں کرتی اور عارض کو مزید مایوس کردیتی ہے۔ بوبی شرمین کو منانے کی کوشش کرتا ہے اور اس سے اپنے الفاظ کی معافی مانگتا ہے شرمین اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتی اسے معاف کردیتی ہے لیکن منگنی سے معذرت کرلیتی ہے۔ جس پر بوبی غصہ کا اظہار کرتا گھر سے نکل جاتا ہے۔ محبت نے ایک بار پھر شرمین کو دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے محبت اس کا امتحان لینا چاہتی ہے صبیح احمد کی محبت جو اس کے دل میں موم کی طرح جل رہی ہے اور پگھل رہی ہے صبیح احمد مرنے سے پہلے شرمین کے لیے ایک خط چھوڑ کر جاتے ہیں جس میں انہوں نے اپنے بچے کے ذکر کے ساتھ اس کی ذمہ داری شرمین کو دینے کا لکھا ہوتا ہے۔ شرمین محبت کے ہاتھوں مجبور ہوکر صبیح احمد کے بیٹے کو لینے اسلام آباد چلی آتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❀......❀❀......❀

بنا پلکیں جھپکے وہ اپنے سامنے کھڑے سرخ و سفید، بھوری آنکھوں اور بھورے بالوں والے اذان کو دیکھ رہی تھی۔ یا صبیح

احمد کو، وہ ہو بہو صبیح احمد کی کاپی تھا حیرت آڑے تھی کہ وہ کچھ کہتی اس نے بہت پیار سے پکارا۔

"ماما......" تو اس کی سماعت کو جھٹکا لگا۔

"ما......ما......!" اس کے نیم والبوں سے ہلکی آواز میں نکلا۔

"ماما جی۔" وہ شدت جذبات میں کہتا ہوا اس سے لپٹ گیا۔ ہاسٹل کے چیف ایگزیکٹیو مسکراتے ہوئے بولے۔

"مسز صبیح احمد! رنجشوں میں رشتے مرجاتے ہیں یہ بچہ آج بولا ہے۔"

"مگر......!" وہ کچھ بول ہی نہیں پارہی تھی۔

"آپ لے جانا چاہتی ہیں اس سے بڑی کیا بات ہوسکتی ہے؟"

"جی، لیکن ڈاکومنٹ میں کیا، کیا لکھوایا گیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"یہ آپ دیکھ لیں اپنے بعد آپ کا نام بچے کی تمام تر ذمہ داریوں میں درج کیا گیا ہے اور ہمارے اخراجات کے لیے ایک سال کی ادائیگی داخلے کے وقت کرادی گئی تھی اس کے بعد آپ سے رابطے کے لیے یہ آپ کا فون نمبر ہے اور یہ نمبر بیرسٹر ایم عالم بیگ صاحب کا ہے آپ وِل کے سلسلے میں اور دوسرے تمام معاملات کے لیے ان سے رابطہ کرسکتی ہیں۔" چیف ایگزیکٹیو شفیع باجوہ نے مختصراً ایک فائل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بتایا۔

"اور کچھ، صبیح کا رابطہ نمبر۔"

"اس میں ہے لیکن کافی دنوں سے انہوں نے فون نہیں کیا۔"

"او کے، اذان کا لیونگ لیٹر اور تمام ضروری کاغذات بنوادیں پلیز میں آج ہی اسے لے جانا چاہتی ہوں۔"

"ماما اب تو آپ ناراض نہیں ہیں نا۔" اذان خوشی سے مزید اس کی آغوش میں سمٹ گیا۔

"مسز صبیح غصہ حرام ہے اتنے پیارے بیٹے کو آپ نے ہاسٹل میں رکھا ہوا تھا۔" شفیع باجوہ صاحب نے انٹرکام بیل کا بٹن دباتے ہوئے کہا۔ وہ خاموش ہی رہی۔

انہیں کیا بتاتی کہ یہ کیسا جھوٹ ہے، جو حق اور اپنائیت کے لباس میں صبیح احمد نے اسے دیا ہے اور کس قدر بے باکی سے بیٹے کو بھی یہ تربیت دی ہے کہ وہ "ماما" کہے اتنی بڑی آزمائش، اتنا بڑا جھوٹ، جسے نبھانے میں میری ساری عمر لگ جائے گی، محبت کے نام پر آدھی زندگی چاٹ لینے کے باوجود صبیح احمد کو سکون نہیں آیا مجھے جھوٹے رشتے کی زنجیر میں کس جرأت سے جکڑا ہے کہ کسی کو کیا بتاؤں، محبت کا نام ہمیشہ کے لیے جھکا دوں یا پھر اس کو عظمت عطا کردوں۔"

"مسز صبیح بچے کا سارا سامان چند منٹوں میں آجاتا ہے۔" شفیع باجوہ صاحب نے چونکا دیا۔

"جی...... شکریہ پلیز ٹیکسی میں رکھوادیں۔"

"جی ضرور، میں کہہ دیتا ہوں۔" انہوں نے فوراً انٹرکام پر سامان ٹیکسی میں رکھوانے کی ہدایت کی اور اذان کو گلے لگا کر پیار کرتے ہوئے کہا۔

"اب اپنی ماما کے ساتھ خوش رہنا اور بابا کی صلح کرادینا۔" اذان کے گال خوشی سے سرخ ہوگئے اثبات میں گردن ہلادی۔

"یہ میرا نہیں، محبت کا فرض بن گیا ہے۔" گہری سنجیدگی کے ساتھ اس نے کہا شفیع باجوہ صاحب کچھ نہ سمجھے۔

"مسز صبیح اختلافات ازدواجی زندگی میں آجاتے ہیں مگر ان کے اثرات بچوں پر پڑتے ہیں۔"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں، بہر کیف اجازت دیجیے۔" وہ انہیں کہہ کر ایک دم ہی اذان کا بازو تھام کر کھڑی ہوگئی۔

"جی ٹیکسی میں سامان رکھا جاچکا ہوگا۔"

"شکریہ اللہ حافظ۔"

"تھینک یو سو مچ۔"

لاہور کے لیے بس میں سوار ہوتے ہی اس نے خوش خوش چپس کھاتے اذان سے پوچھا۔

"آپ کو کس نے کہا کہ میں آپ کی ماما ہوں۔"

"ڈیڈی نے ڈیڈی نے آپ کی فوٹو دکھائی تھی۔"

"کون سی فوٹو؟"

"ڈیڈی کے والٹ میں ہے آپ ہمیں چھوڑ کے کیوں چلی گئی تھیں؟" اس نے بتاتے بتاتے ایک دم سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تو وہ طویل سرد آہ بھر کے فقط اتنا ہی کہہ سکی۔

"آپ نہیں سمجھو گے کچھ باتیں نا سمجھنے کے لیے ہوتی ہیں۔"

"ماما جی۔" اس نے اس قدر پیار سے پکارا کہ اس کا دل مٹھی میں آ گیا جی چاہا کہ اس کے لب چوم لے۔

"ہوں۔"

"ڈیڈی کو بتا دیں کہ ہم ساتھ ہیں۔"

"لاہور پہنچ کر بتائیں گے۔"

"میں ڈیڈی کو بہت مس کرتا تھا اب تو انہوں نے فون بھی نہیں کیا بزی، بزی، بزی مین۔" وہ معصومیت سے دل کی بھڑاس نکال کر اس کی طرف دیکھنے لگا تو وہ مسکرا دی۔

"کہاں بزی ہوتے ہیں؟"

"پتا نہیں میں تو پاشا انکل کے پاس ہوتا تھا۔"

"پاشا انکل؟"

"وہ ہمارے ساتھ رہتے تھے نا۔"

"اور باقی لوگ۔"

"باقی تو نینی ہوتی تھی شکورا۔"

"اور کوئی نہیں۔" اس نے صبیح کی بیوی کے بارے میں جاننا چاہا۔

"اور تو کوئی بھی نہیں۔" اس نے چاکلیٹ ریپر کی قید سے آزاد کی اور بھولپن سے بولا۔

"تو آپ کو یہاں کیوں چھوڑ گئے؟"

"تاکہ آپ مجھے لے جائیں۔" اس نے خوشی سے گھنیری پلکیں جھپکیں شرمین کو اس پر پیار آیا۔

"اور اگر میں نہ آتی تو۔"

"تو میں رات کا کھانا بھی کبھی نہ کھاتا۔"

"کیا مطلب؟"

"میں رات کا کھانا نہیں کھاتا تھا کہ جب تک میرے ڈیڈی یا میری ماما نہیں آئیں گی میں نہیں کھاؤں گا۔"

"ویری بیڈ یہ کیا بات ہوئی؟"

"بس آپ دونوں کی رات کو یاد بہت آتی تھی نا۔" اس نے چاکلیٹ کا مزہ لیتے ہوئے بتایا تو شرمین کا نرم دل رو پڑا اسے بانہوں میں بھر کر پیشانی چوم لی۔

"اب بے فکر ہو کر سو جاؤ میرے بازو پر سر رکھ کر۔" وہ بھی جھٹ سو گیا جیسے مدتوں کا جاگا ہوا ہو۔ اس نے خود بھی آنکھیں

موند لیں رات کا سفر تھا تمام مسافر ہی نیند کے ہلکورے لے رہے تھے۔ مگر وہ بند آنکھوں سے جاگ رہی تھی۔

"واہ...... صبیح احمد بہت شاطرانہ چال چلی ہے تم نے معصوم اذان کو استعمال کیا اس کے کچے ذہن میں میرا عکس محفوظ کر دیا میں اب کیا کروں گی؟ کوئی رستہ، کوئی گلی، کوئی گھر میرے لیے نہیں چھوڑا، مجھے تم سے نفرت ہے نہ محبت پھر تمہارا بیٹا میرے بازو سے لگا کیوں بیٹھا ہے؟ اس کے وجود کو میرے احساس سے کیوں لپٹا دیا تم نے؟ کیا کہوں گی لوگوں کو کہ ایک بے وفا کی نشانی جیتی جاگتی زندگی میرے ساتھ کیوں ہے، یہ مجھے ماما پکارے اور میں شرمندگی سے خود کو ٹٹولوں چور نگاہوں سے اپنے اطراف میں دیکھوں تم نے وہی کیا جو تمہاری فطرت تھی بے نام محبت اور اب بے نام اور بنا سچائی کا رشتہ کتنے نڈر اور بہادر ہو کہ جھوٹ بولتے اور ریاکاری کرتے ذرا بھی تمہارے اندر خوف خدا نہیں جاگا۔ تم شرمسار بھی نہیں ہوتے کتنی بے حسی اور ڈھٹائی سے تم نے اس معصوم بچے کو خود سے الگ کر دیا اور میرے حالات جانے بغیر میری مشکلات شمار کیے بغیر میں تو خود اپنی راہ کے پتھر چن رہی ہوں اور تم نے اس ننھے فرشتے کی ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈال دی۔" سوچتے سوچتے ذہن تھک گیا تھا کہیں کسی وجہ سے بس ذرا دیر کو رکی تھی تو وہ چونکی اور پھر نیند آ گئی اذان مستقل اس کے بازو سے لپٹا سو رہا تھا۔

❀......❀❀......❀

عبدالصمد کو لے کر جب وہ زیبا کے گھر پہنچا تو وہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہی تھی۔ نخمی اپنے آفس گئی ہوئی تھی اور حاجرہ بیگم شاید باورچی خانے میں تھیں۔

"حیرت تو یہ ہے کہ جھوٹ اور دھوکہ جن کی فطرت ہو وہ اللہ کے دربار میں سرخرو ہونا چاہتے ہیں۔" اس نے عبدالصمد کو بیڈ پر لٹایا اور رک کر چوٹ کی اس نے قرآن پاک بند کیا اور الماری میں رکھ کر عبدالصمد کو گود میں اٹھاتے ہوئے بڑے تحمل سے بولی۔

"کیا آپ کا دوست سچا ہے، بے گناہ ہے؟"

"ہاں، کیونکہ اس نے تمہاری فوٹو دیکھ کر کوئی ایسا تاثر نہیں دیا کہ وہ تمہیں جانتا بھی ہو۔"

"شاطر گناہ گار کب تاثر دیتے ہیں۔"

"بکواس اس نے فلرٹ ضرور کیے ہیں مگر......!"

"فلرٹ کرنے والا پارسا ہوتا ہے۔"

"میں تمہارا خون کر دوں گا میرے دوست پر الزام لگانا بند کرو۔" وہ شعلہ بار نگاہوں سے گھورتے ہوئے چلایا۔

"پھر پہلے اس کو مجھ سے ملاؤ۔"

"مجھ میں اتنی جرأت نہیں کہ تمہاری بے حیائی کھول کر بیان کروں۔" وہ حقارت سے بولا۔

"اس بے حیائی میں وہ بھی حصہ دار ہے۔"

"شٹ اپ......"

"یہ سچ ہے میں اپنے مجرم کو بھول نہیں سکی جاؤ جا کر پوچھو اس سے۔"

"کیا، کیا پوچھوں کہ میری بیوی نے اپنے جس عاشق کو اپنی ذات سونپ دی وہ تم ہو۔"

"ہاں وہی ہے کیونکہ وہ بے رحم ہی تھا۔" ایک دم ہی زیبا کا لہجہ رقت آمیز ہو گیا۔

"اور تمہارا عاشق۔"

"وہ بھی وہیں تھا۔" وہ رو دی۔

"گویا عارض تمہارا عاشق تھا نہیں میں اس کی ہر بات سے آگاہ ہوں۔" وہ سختی سے بولا۔

"تو ٹھیک ہے مجھے طلاق دے دو اب تو مجھے قطعاً ایسے شخص کے ساتھ نہیں رہنا جو مجرم کو دوست کہے اور مظلوم کو مجرم

سمجھے۔" وہ پوری توانائی کے ساتھ اجنبی لہجے میں بولی۔
"یہ شوق بھی پورا جلد کروں گا بس ذرا نتیجہ نکال لوں۔"
"ہنہہ دوست کے کالے کرتوت پر حرف نہ آئے۔"
"ہمیں نہیں ہے اگر وہ مجرم نکلا تو اس سے دوستی ختم سمجھو۔"
"تو جاؤ جا نو بچ۔"
"یہ بچ کہ عارض نے تمہیں دھوکہ دیا تم سے محبت کی۔"
"نہیں بلکہ میری چادر تار تار کی۔" وہ چلا اٹھی۔
"میں نے کیا گناہ کیا تھا جس کی پاداش میں تم مجھے ملیں میرا دوست میرا چمن سب چھین لیا، کنگال کر دیا تم نے مجھے۔"
وہ غصے سے چلایا کہ عبدالصمد رونے لگا اور حاجرہ بیگم کمرے میں آ گئیں۔
"مرے کیا ہو گیا؟"
"کچھ نہیں آپ کی بیٹی نے میری زندگی اجیرن بنا دی۔" وہ تلملاتا ہوا یہ کہہ کر چلا گیا حاجرہ نے زیبا کو سختی سے دیکھا۔
"کمبخت تم جیسی اولاد کسی کو نہ دے بھری تھالی میں لات مار کے پچھتاؤ گی۔"
"پچھتا رہی ہوں اپنے ہونے پر پچھتا رہی ہوں۔" وہ سسکیاں لینے لگی۔
"شوہر کے ساتھ جاتیں اس کے بچے کو جدا کر کے بیٹھی ہو۔"
"آپ کو حقیقت نہیں معلوم۔" وہ غصے سے بولی۔
"کیا حقیقت ہے اب بوتل سے یہ جن نکال ہی دو، ساس کی ایک نہ بنی، بچہ ان پر ڈال دیا اور اب شوہر آ گیا تو ساتھ جاتیں۔" حاجرہ بیگم شدید مشتعل ہو گئیں اس کے حوالے سے کافی عرصے کا غم و غصہ اندر جمع تھا۔
"آپ چاہتی ہیں کہ میں جاؤں تو میں یہاں سے چلی جاتی ہوں۔"
"ہاں جاؤ، بلکہ میں خود تمہیں چھوڑ کر آؤں گی۔ تیاری کرو۔" وہ غصے سے بولیں۔
"مسعود کے گھر؟"
"تو اور۔"
"وہ مجھے رکھنا نہیں چاہتے۔"
"کیوں، یہی تو اب میں پوچھوں گی۔"
"آپ فی الحال خاموش رہیں، عبدالصمد جاگ جائے گا۔" اس نے نرمی سے موضوع بدلا۔
"ہاں ہوں اس لیے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔" حاجرہ بیگم بڑبڑا کر باہر چلی گئیں تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی، زندگی کی گتھی سلجھنے کے بجائے اور الجھتی جا رہی تھی اپنی بے بسی پر خود ہی آنسو بہانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا وہ بے بسی سے رونے لگی۔

❁ ……◉◉…… ❁

آغا جی نے اسے اپنے کمرے میں طلب کیا تھا وہ آیا تو وہ فون پر بات کر رہے تھے اسے دیکھ کر انہوں نے پھر بات کرنے کا کہا اور فون بند کیا اس کی طرف متوجہ ہوئے۔
"جی بابا۔"
"یار وہ سنڈلز کی ضمانت کرا دی تھی مگر معید صاحب نے اور ہی کہانی سنائی ہے۔"
"کیا؟"

"وہ ہمارے اپارٹمنٹ کے باہر بیٹھی رہتی ہے اپارٹمنٹ پر اوکشن بورڈ لگ چکا ہے مگر وہ باہر بیٹھی رہتی ہے تمہارا فون نمبر مانگتی ہے کچھ تو کہانی ہے نا۔" وہ بولتے رہے اور اسے حیرت ہوتی رہی۔
"پاگل لڑکی سے کوئی قول قرار تو نہیں کیے تھے۔" آغا جی نے پوچھا۔
"کمال کرتے ہیں آپ۔"
"خیر آپ کو شرمین سے رابطہ کرنا تھا۔"
"بابا اس کا نمبر آف جا رہا ہے۔"
"آف جا رہا ہے یا جھوٹ بول رہے ہو۔"
"بابا کیا میرا اعتبار بالکل ختم ہو گیا۔"
"پھر دیر ہو رہی ہے اس نے منگنی کر لی تو۔"
"تو میری قسمت۔"
"مایوس نہیں ہوتے اس سے ملنے کی کوشش کرو۔"
"کچھ نہیں، میں کر لوں گا رابطہ۔" وہ چڑ سا گیا۔
"کر لو، مجھے شرمین بیٹی کی خوشی دے دو۔"
"بابا مشکل ہے آپ نہیں جانتے وہ کس قدر برداشت سے گزر کر منگنی کا فیصلہ کر رہی ہو گی۔" وہ بہت آہستہ سے بولا۔
"مجھے اپنے گھر کی ویرانی پر بہت افسوس ہوتا ہے۔" آغا جی سخت رنجیدہ ہوئے۔
"میری وجہ سے۔"
"سوچا کیا تھا اور ہوا کیا؟"
"بابا آپ کو جو ارمان ہے پورا کر لیں۔"
"کیسا ارمان آپ کی شادی کا ارمان تو حسرت بن گیا۔" انہوں نے سرد آہ بھری اسے افسوس ہوا کیونکہ ایک یہی خواہش تو وہ دل میں رکھے ہوئے تھے۔
"آپ کر دیں میری شادی۔"
"شرمین کو راضی تو کرو۔" وہ پھر جذباتی ہوئے۔
"بابا آپ کی خوشی پوری ہو جائے جس سے چاہیں کر دیں، شرمین کوئی ضروری تو نہیں۔" آخری جملے پر اس کا لہجہ نجیدہ ہو گیا۔
"شرمین کے سوا جی لو گے؟"
"بس، میں جا رہا ہوں۔" وہ مزید برداشت نہ کر سکا تو اٹھ کھڑا ہوا۔
"ایسا کرو میرے ساتھ چلو۔" وہ بولے۔
"بابا اور بھی مسائل ہیں پہلے مجھے بات کر لینے دیں۔"
"ٹھیک ہے مگر جلدی آج بلکہ ابھی۔"
"جی۔"
"اور ہاں اپنے لیے کچھ شاپنگ کر لو۔" انہوں نے کہا۔
"جی بہتر بابا ایک بات کہوں؟"
"ہنہہ۔"

"میرا فون نمبر دینے میں حرج کیا ہے میں اسے سمجھا دوں گا۔"
"ہرگز نہیں اسے معید صاحب خود وہاں سے اٹھوا دیں گے آپ شرمین سے رابطہ کرو بس۔" آغا جی حد درجہ تختی سے بولے کہ وہ خاموش ہوگیا۔

❁ .... ❁ ❁ .... ❁

"ماما یہ ہمارا گھر ہے؟" اذان نے ٹیکسی سے اتر کر گیٹ پر نظریں جماتے ہوئے پوچھا تو اس نے جلدی سے اس کے منہ پر انگلی رکھ دی اور کہا۔
"ہاں ماندر چل کر بات کرتے ہیں۔"
گیٹ کھول کر اپنے پورشن کی طرف آ گئی کرائے دار شاید گھر پر نہیں تھے کافی سناٹا تھا اس نے بیگ ٹیبل پر رکھا اور اسے آرام سے بیٹھنے کو کہا۔
"بیٹھو! میں کچھ کھانے کو لاتی ہوں۔" وہ بال کیچر میں سمیٹتے ہوئے مڑ کر جانے والی تھی کہ فون بج اٹھا اس نے اپنے پرس سے فون نکالا بوبی کا نمبر تھا اس نے سائلنٹ کر دیا۔
"کس کا فون تھا؟" اذان نے پوچھا۔
"کسی کا نہیں آپ ہاتھ منہ دھو لو یہ ساتھ ہی واش روم ہے۔" وہ ٹال گئی۔
"ماما ہم یہاں رہیں گے۔" اس نے چھوٹے سے پورشن پر تنقیدی نگاہ ڈال کر پوچھا۔
"پہلے میری بات سنو میرے ساتھ رہنا ہے یا واپس جانا ہے۔"
"نہیں...... نہیں جانا۔" وہ ایک دم اس سے لپٹ گیا۔
"تو پھر ہمیں یہیں رہنا ہے اوکے۔" اس نے کہا اور کچن کی طرف آ گئی مگر ذہن سخت الجھن کا شکار تھا کیسے یہ سب بتا پاؤں گی، لوگ سوال کریں گے انہیں کیسے سمجھاؤں گی اور اذان کا دل ذرا سی بدگمانی سے بھر گیا دکھی ہوا تو خود کو کیسے معاف کر پاؤں گی بوبی کے، عارض کے نمبروں سے مسلسل فون کیوں آ رہے ہیں، اس کے ذہن میں الجھن ہی الجھن تھی کہ کیا ہوگا، فریزر سے چکن نگٹس نکال کر فرائی پین میں ڈالے بریڈ نکال کر آملیٹ بنانے لگی تو اذان اس کا فون لے کر آ گیا بوبی کا نمبر تھا اس نے سائلنٹ نہیں کیا انٹینڈ کرنا پڑا کیونکہ اذان سمجھدار بچہ تھا اس کی پوری توجہ فون کی طرف تھی۔
"بولو۔"
"ہائے تھینک گاڈ یار کہاں ہو تم"
"یہیں ہوں۔"
"تمہیں پتا بھی ہے کہ میں تمہارے لیے کس قدر بے چین ہوں اور تم......"
"یہ جملے ملاقات تک محفوظ کر لو۔"
"شرمین پلیز بتاؤ کہاں ہو؟" بوبی کی آواز سے بے تابی عیاں تھی۔
"یہیں لاہور میں۔" اس نے نگٹس پلیٹ میں نکالتے ہوئے کہا۔
"پھر میں آ رہا ہوں۔"
"نہیں میں خود چکر لگاتی ہوں۔"
"شرمین، ہماری منگنی ہے پلیز میں بے قرار ہوں اور انتظار نہیں ہوتا۔"
"کہا ہے نا کہ ملاقات کے لیے یہ جملے محفوظ رکھو۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"اچھا پلیز اب آ جاؤ۔"
"پلیز میں اس وقت بہت مصروف ہوں۔" اس نے یہ کہہ کر فون کاٹ دیا فون بند ہوتے ہی اذان نے پوچھا۔
"کون تھے؟"
"ہنہہ، کوئی نہیں چلو اندر چلیں۔" اس نے ناشتہ ٹرے میں برتن آملیٹ بریڈ سلائس اور نگٹس رکھتے ہوئے کہا۔
"ڈیڈی بھی یہیں رہتے تھے۔" اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔
"کون؟"
"ڈیڈی۔" اس نے زور دے کر کہا۔
"نہیں۔"
"ماما آپ کا نام کیا ہے؟" ایک دم ہی نگٹس کھاتے ہوئے اس نے پوچھا۔
"آپ کے ڈیڈی نے نہیں بتایا۔" اس نے حیرت سے پوچھا۔
"نہیں، ڈیڈی نے کہا تھا ماما، ماما ہوتی ہیں۔" اذان نے بھولپن سے کہا۔
"اچھا آرام سے کھاؤ میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ بے چین سی اٹھ کھڑی ہوئی۔

❁ .... ❁ ❁ .... ❁

اذان سو چکا تھا۔ تب وہ کمرے سے باہر برآمدے میں آ کھڑی ہوئی ہلکی ہلکی بارش کچھ دیر پہلے سے شروع ہوئی تھی موسم بہت خوش گوار سا تھا۔ دوسری طرف گھرا سناٹا تھا اس کے دماغ میں بھی سناٹا تھا کیسے دیکھتے ہی دیکھتے زندگی نے پلٹا کھایا تھا اذان کی آمد نے گویا اس کی سوچ کی تمام سمتوں کو اپنی طرف موڑ دیا تھا نہ اذان سے کوفت ہو رہی تھی اور نہ نفرت تو کیا محبت تھی؟ وہ محبت جو صبیح احمد کی ذات سے سفر کر کے اذان تک جا پہنچی تھی شاید محبت سے بھی آگے کی کوئی چیز ہے۔ جس کو اپنے کمرے میں اپنے بستر پر سلا کر بھی وہ کافی مطمئن تھی صبیح احمد نے نہ سہی اس نے تو کی تھی محبت صبیح احمد نے تو محبت کے نام پر تجارت کی تھی۔ دل تو چاہا کہ صبیح احمد کو فون کر کے پوچھے کہ کیوں اور کیسے تم نے میرے لیے یہ آزمائش رکھی تم نے اپنی بیوی کا اذان کی حقیقی ماں کا اس کو نام تک نہیں بتایا وہ مجھے اپنی ماما سمجھتا رہا کیا تم نے اس معصوم بچے کی محبت کو بھی دھوکہ نہیں دیا؟ کیسے انسان ہو کہ محبت میں جھوٹ فریب کو ہمیشہ آگے رکھا اب مجھے بھی جھوٹ کے دائرے میں قید کر دیا کیا محبت اتنی بڑی خطا ہے میری؟
"مگر شرمین اب تم کیا کرو گی، کیا بچاؤ گی اور کیا گنواؤ گی تمہارے پاس کیا ہے، بوبی...... بوبی اور اذان کے درمیان کیسے زندگی کی لکیر کھینچی جا سکتی ہے بوبی کی معافی کے بعد یہ نیا سفر کیوں کر طے ہو سکتا ہے بوبی کی بے پناہ محبت کو سامنے بھی رکھو تب بھی تب بھی اذان کی جگہ تو نہیں بنتی اذان تو اب تمہاری زندگی کا سب سے بڑا مقصد بن گیا ہے۔"
"یا خدا میں کیا کروں؟" اس نے آسمان پر نگاہ ڈالی اسی لمحے مٹھی میں بند فون پر میسج آیا عارض کا ایس ایم ایس تھا اگر کبھی میری یاد آئے تو

تو چاند راتوں کی نرم دل گیر روشنی میں
کسی ستارے کو دیکھ لینا
اگر وہ نخل فلک سے اڑ کر تمہارے قدموں میں آ گرے تو
یہ جان لینا وہ استعارہ تھا میرے دل کا
اگر نہ آئے
مگر یہ ممکن ہی کس طرح ہے کہ تم کسی پر

نگاہ ڈالو
تو اس کی دیوار جاں نہ ٹوٹے
وہ اپنی ہستی نہ بھول جائے
اگر کبھی میری یاد آئے
گریز کرتی ہوا کی لہروں پہ ہاتھ رکھنا
میں خوشبوؤں میں تمہیں ملوں گا
مجھے گلابوں کی پتیوں میں تلاش کرنا
میں اوس قطروں کے آئینوں میں تمہیں ملوں گا
اگر ستاروں میں اوس قطروں میں خوشبوؤں
میں نہ پاؤں مجھ کو
تو اپنے قدموں میں دیکھ لینا
میں گرد ہوتی مسافتوں میں تمہیں ملوں گا
کہیں پہ روشن چراغ دیکھو تو جان لینا
کہ ہر پتنگے کے ساتھ میں بھی بکھر چکا ہوں
تم نے اپنے ہاتھوں سے ان پتنگوں کی خاک دریا میں
ڈال دینا
میں خاک بن کر سمندر میں سفر کروں گا
کسی نہ دیکھے ہوئے جزیرے پہ رک کر تم کو
صدائیں دوں گا
سمندروں کے سفر پہ نکلو تو اس جزیرے
پہ بھی اترنا
کبھی جو میری یاد آئے

اس نے اگلے ہی لمحے میسج ڈیلیٹ کردیا اور لمبی آہ بھر کر فضا میں چھوڑ دی بالکل ایسے جیسے کوئی تعلق اور واسطہ ہی نہ ہو، تعلق واسطہ تو اسی روز ختم ہوگیا تھا جس روز نا کسی جرم کے عارض نے اسے سزا سنائی تھی۔

❀......❀❀......❀

سارا سامان جا چکا تھا۔ جہاں آرا بیگم کی آنکھیں بھر آئیں۔ اتنا پرانا ساتھ چھوڑتے ہوئے کلیجہ منہ کو آرہا تھا صفدر نے بجلی کا کنکشن آف کرنے کے بعد انہیں دیکھا تو بے اختیار گلے سے لگالیا وہ تو گویا پھوٹ پھوٹ کر رونے کو تیار بیٹھی تھیں۔
"امی، کیا ہوگیا ہے؟"
"پوچھتے ہو کیا ہوا؟"
"ہم گھر بدل رہے ہیں ایسی کیا بات ہے کہ رونے لگیں۔" اس نے محبت سے ان کے ماتھے کو چوما
"گھر کے رشتے بھی تو بدل دیے تم نے۔" انہوں نے گلوگیر لہجے میں کہا صفدر سمجھ گیا کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں؟"
"وہ میں نے نہیں زمانے نے بدلے ہیں۔"

"جھوٹے ہو تم بلکہ تم دونوں ہی جھوٹے ہو نہ وہ بچی ہے اور نہ تم۔" وہ چلا اٹھیں۔
"اچھا اب چلیں میں نے کچھ دیر بعد میٹنگ اٹینڈ کرنی ہے۔" وہ دھیرے سے بولا۔
"تم میرے بچے کو بھی چھوڑ نا ئے..."
"چھوڑیں اب آپ اسے کیوں سنبھالیں۔" اس نے ٹالا اور انہیں لیے گیٹ سے باہر نکلا وہ گیٹ کو تالا لگا کر آ گیا گاڑی اسٹارٹ کی تو آخری بار پھر گھر پر نگاہ ڈالی دل تو اپنا بھی خالی خالی تھا اس گھر سے ہی اس کا ماضی وابستہ تھا اور پھر عبدالصمد بھی تو اسی گھر میں آیا اور پھر چلا گیا۔
"میرے مقدر کی تاریک رات تھی، جب زیبا نے اس گھر میں قدم رکھے تھے اور اپنا آپ اپنی بھول سب بیان کی تھی میری معطرات، تعفن اور بدبو میں قید ہو گئی تھی اور پھر تلخ سے تلخ ہو گئی زندگی۔" اس نے سلگتے ہوئے ذہن کے ساتھ گاڑی چلائی۔
"زیبا تم نے ہمیشہ میرے ساتھ برا کیا اب میرے جگری دوست کے دامن پر اپنے کردار کی کالک لگانے کی کوشش کی جگہ تمہیں اندازہ ہی نہیں کہ ہماری دوستی کیا ہے؟ تم کب سے موقع کی تلاش میں تھیں تصویر ہاتھ لگی تو پیڈ را مسد چلایا میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔" اس شدت سے غصہ ابلا کہ گاڑی لہرا گئی جہاں آرا بیگم خوف سے چلا اٹھیں۔
"دھیان سے، کیا ہو گیا تمہیں۔"
وہ ایک دم حواس کی دنیا میں آ گیا واقعی اس نے بے پروائی کا ثبوت دیا تھا کچھ بھی ہو سکتا تھا مگر اس میں اس کا کتنا ہاتھ تھا زیبا کی وجہ سے وہ بے سکون تھا عارض کو فون تک نہیں کر پایا تھا۔
"مسعود۔"
"ہنہ...... ہاں۔" وہ چونکا۔
"زیبا کو نئے گھر کا پتا سمجھا دینا تھا۔"
"کیا ضرورت ہے؟" وہ بولا۔
"کیا مطلب کیا ضرورت ہے؟" انہوں نے بہت حیرت سے پوچھا۔
"ہاں تو اور کیا وہ اب نہیں آئے گی۔" اپنی نئی رہائش گاہ پہ گاڑی روکتے ہوئے بولا۔
"کیوں نہیں آئے گی اور آئے یا نہ آئے مگر میرا عبدالصمد مجھے لا دو بس۔" وہ شدید مشتعل ہوئیں۔
"اچھا آپ اندر چلیں اور کوئی ٹینشن نہ لیں۔" اس نے ان کی طرف سے دروازہ کھول کر ہاتھ پکڑ کر اتارا۔
"مسعود میرے عبدالصمد کو لا دو۔" وہ رقت آمیز لہجے میں بولیں تو اس نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

⁂

اذان کے ساتھ زینت آپا کے پاس آئی تو وہ ششدری کچھ دیر دیکھتی رہیں ان کی نگاہوں کی حیرت بھانپ کر وہ خود ہی بولی۔
"آپا یہ اذان ہے اذان سلام کرو یہ زینت آپا ہیں آپ کی نانو۔" اس نے دونوں کو گویا ایک دوسرے سے متعارف کرایا۔
"السلام علیکم نانو۔" اذان نے تو فوراً رشتہ قبول کر لیا اور محبت سے سلام کیا۔
"وعلیکم السلام۔" زینت آپا نے گومگو کی حالت میں جواب دیا۔
"اذان آپ باہر نانو کا گھر دیکھو سب ملازمین سے ملو۔" شرمین نے اذان کو بہانے سے باہر بھیج دیا۔
"کیسی ہیں آپ؟" شرمین نے زینت آپا کو دیکھا۔
"میں ٹھیک ہوں لیکن تم کہو تمہیں یہ سب کیا ہے؟" وہ پریشان ہو کر بولیں۔
"آپا میں اسلام آباد گئی تھی اذان کو لانے کے لیے۔"

”یہ ...... کون ہے اور اس کے لیے مجھے اس قدر دکھ دیا بوبی کی حالت دیکھو دیوانہ بن گیا ہے۔“ زینت آپا کی زبان پر شکوے مچل اٹھے خفگی واضح تھی۔

”معافی چاہتی ہوں مگر آپ نے کیسے سوچ لیا کہ میں آپ کو دکھ دے سکتی ہوں۔“ اس نے ان کا ہاتھ تھام کر چوما۔

”تو پھر یہ سب کیا ہے آفس میں مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا بوبی کمرے سے باہر نہیں نکلتا۔“ وہ صدر جاب بیٹھ تھیں۔

”آفس میں جاؤں گی آپ فکر نہ کریں۔“

”لیکن اور سب معاملات یہ بچہ کون ہے۔“

”یہ میری ذمہ داری ہے میری محبت کی آزمائش ہے صبیح احمد کا بیٹا ہے صبیح احمد نے اسے میرے حوالے کیا ہے مجھے یہ بھاری ذمہ داری ملی ہے اذان کی نظروں میں، میں اس کی ماما ہوں۔“ وہ بہت حوصلے کے ساتھ بولتے بولتے چپ ہوگئی۔

”یہ کیا کہہ رہی ہو کیسی بات کررہی ہو؟“ زینت آپا کے لیے اس کی باتیں اچنبھے سے زیادہ کچھ نہیں تھیں۔

”آپا جو کہا ہے اس میں حقیقت فقط اتنی ہے کہ صبیح احمد نے اپنا بیٹا میرے نام کردیا ہے۔“

”مگر یہ کیسے ہوسکتا ہے صبیح احمد کہاں سے آگئے اور ان کا بیٹا میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔“

”سمجھ میں تو میری بھی کچھ نہیں آرہا صبیح احمد خود کہاں ہیں...... ہیں بھی کہ نہیں، ان کے وکیل سے بات کروں گی تو کچھ پتا چلے گا۔“

”شرمین تم کس قدر آرام سے یہ سب کہہ رہی ہو صبیح احمد کی واپسی کی گنجائش کیسے نکالی تم نے؟“

”آپا صبیح احمد کی گنجائش نہیں نکالی ان کا تو مجھے کچھ معلوم نہیں مگر ان کا خط ملا تھا اس میں اذان کے حوالے سے لکھا تھا میں کیا کرتی کیونکہ اذان تو معصوم ہے۔“

”کچھ بھی کہو یہ سب ڈرامہ کیسے قبول کرلیا جب صبیح احمد سے تمہارا کوئی تعلق نہیں تو اس کا بیٹا کیوں تم سنبھالو اور تمہاری اپنی زندگی کا آغاز ہونا ہے۔“

”زینت آپا میری محبت اور صبیح احمد کی محبت میں یہی تو فرق تھا وہ خود غرض تھے خود غرض ہی رہے۔“

”مگر شرمین یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔“

”آپا میں نے ایک مرے ہوئے شناسا کی گزارش قبول کی ہے۔“

”تو کیا صبیح احمد مر گئے؟“

”لگتا تو ایسا ہی ہے مزید پتا چل جائے گا ان کے وکیل سے ملنے کے بعد۔“

”تو ان......“

”یہ اب میری ذات کا حصہ ہے۔“

”اور بوبی۔“ وہ ٹھہر ٹھہر کر بولیں تو وہ ہنس دی۔

”بوبی کے لیے کیا کہہ سکتی ہوں قدرت نے کچھ ہونے ہی نہیں دیا شاید اذان کی وجہ سے۔“

”مگر بوبی تو۔“ وہ اتنا کہہ کر رونے لگیں۔

”تو ٹھیک ہے آپا میں بوبی سے بات کروں گی اور اس میں بھی اللہ کی کوئی بہتری ہوگی۔“

”یا بھی بات نہیں شرمین۔“ وہ خاصے غصے سے بولیں۔

”بوبی نے بھی تو کچھ نہ سمجھنے کی قسم کھا رکھی ہے۔“

”مگر وہ تم سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔“

”اچھا آپا کچھ سوچنے سمجھنے دیں، میں بوبی سے ملوں گی۔“

”کب؟“

”آج چل کر جاؤں گی۔“

”نہیں تم کہیں نہیں جاؤ گی۔“

”نہیں آپا یہ ضد نہ کریں اب میں تنہا نہیں کل سے آفس آؤں گی۔“

”بوبی تو نہیں مانے گا۔“

”مان جائے گا آپ فکر نہ کریں۔“ اس نے مسکرا کر کہا تو وہ چپ ہوگئیں، لیکن دل سے انہیں شرمین کا فیصلہ پسند نہیں آیا تھا۔

❀......❀❀......❀

اس نے دانستہ اذان کو ساتھ لیا اور بوبی کے کمرے کا دروازہ کھولا تو وہ کمپیوٹر ٹیبل پر تھا کوئی کام کررہا تھا اسے دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑا۔

”شرمین تم آگئیں۔“ وہ اٹھ کر اس کی طرف بڑھا۔

”اذان بیٹا انکل کو سلام کرو۔“ اس نے اپنے پلان کے مطابق اذان کو کہا تو اذان نے جھٹ پوچھا۔

”ماما یہ انکل کون ہیں؟“

”واٹ...... ماما۔“ بوبی کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

”بوبی یہ میرا بیٹا اذان ہے۔“ شرمین نے اذان کے ریشمی بھورے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا تو بوبی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”بی...... بیٹا......!“

”اذان بیٹا آپ باہر جا کر کھیلو، میں آتی ہوں۔“ اس نے اب ضروری سمجھا کہ اذان باہر چلا جائے کیونکہ بوبی نے تو بہت کچھ کرنا تھا۔ اذان چلا گیا تو وہ بوبی کی طرف متوجہ ہوئی۔

”بوبی یہ میرا بیٹا ہے اس کے لیے میں کسی قسم کی وضاحت نہیں دوں گی۔“

”یہ بیٹا کہاں سے آ گیا کس کا بچہ ہے۔“ وہ بولا۔

”بس آ گیا اور اب میرے ساتھ ہی رہے گا۔“

”اور وہ سب۔“

”کیا سب......؟“

”یہ کون ہے، کون ہے اس کا باپ مجھے بتاؤ میں پاگل ہو جاؤں گا۔“ وہ پریشان ہوا۔

”اس کے حوالے سے صرف مجھے دیکھو۔“

”شرمین میں تم سے محبت کرتا ہوں ہماری شادی ہونی ہے یہ تم کس کو اٹھا لائی ہو؟“

”پلیز بوبی کوئی ایسی ویسی بات نہ کرنا مجھ سے صرف اپنی بات کرو۔“ اس نے ٹوکا۔

”کیا خاک بات کروں؟“

”تو نہ کرو۔“

”تم نے مجھے ستانا ہوتا ہے۔“

”کیوں تم تو مجھ سے بہت محبت کرتے ہو۔“ اس نے طنز کیا۔

"تو اسی لیے تم کسی نہ کسی دلہن کو میرے سامنے لا کھڑا کرتی ہو۔"
"تمہاری سوچ ہے۔"
"اب کیا ہے یار۔" وہ جھنجلایا۔
"کچھ نہیں، میں اذان کی ماں ہوں اور اب اذان کے ساتھ رہوں گی۔"
"میرے لیے کیا سوچا؟" وہ تلملایا۔
"کچھ نہیں، کیونکہ اب تم نے سوچ کر فیصلہ کرنا ہے۔" اس نے بڑے تحمل سے جواب دیا۔
"میں اسے کیوں قبول کروں میں جانتا تک نہیں۔"
"مجھے تو جانتے ہو اور تمہاری محبت کہاں ہے؟"
"طنز کر رہی ہو۔"
"نہیں یاد کرا رہی ہوں۔"
"مطلب اس کے بارے میں نہیں بتاؤ گی۔"
"بتا دیا ہے ویسے بتانا ضروری نہیں سوچ لو مجھ سے شادی کرنی ہے تو میرا بیٹا بھی قبول کرنا ہوگا۔" اس نے بڑی فہم و فراست سے اس پر فیصلہ چھوڑا تو وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔
"مگر......؟"
"جلدی نہیں ہے آرام سے سوچو۔"
"تم ماما کے پاس آؤ۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر کھینچتا ہوا باہر آیا، ٹی وی لاؤنج میں بھولی، اذان اور زینت آپا موجود تھیں۔ اذان اس کھینچا تانی کو دیکھ کر اس کی طرف بھاگا اور بوبی کا ہاتھ ہٹانے لگا۔
"ماما۔"
"کچھ نہیں ہے بیٹا آپ بیٹھو۔" شرمین نے اس کو الجھن سے نکالنے کے لیے مسکرا کر کہا۔
"بوبی...... "زینت آپا نے تیکھے انداز میں کہا اور گھورا تو بوبی نے شرمین کا ہاتھ چھوڑ دیا۔
"یہ شرمین کیا کہہ رہی ہے ماما۔" بوبی زینت آپا سے بولا۔
"جو کہہ رہی ہے ٹھیک ہی ہوگا۔" زینت آپا نے دکھ کے لہجے میں کہا۔
"بھولی تم کھڑی منہ نہ دیکھو جاؤ یہاں سے اور اذان کو بھی ساتھ لے جاؤ۔" شرمین نے بھولی سے کہا۔
"باجی یا تجھ کا بیٹا آپ کا ہے؟" بھولی نے جاتے جاتے پوچھا۔
"سنا تم نے لوگ کیا کہیں گے؟" بوبی جھٹ بولا۔
"کس کو۔"
"ہمیں...... مجھے۔" وہ ہکلایا۔
"کیا؟"
"شرمین میں آل ریڈی تم سے چھوٹا ہوں، یوں تو۔" وہ کہتے کہتے رکا تو شرمین مسکرادی۔
"شکر ہے تمہاری سمجھ میں کچھ تو آیا۔"
"خیر اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" زینت نے بات سنبھالی۔
"آپا اب اجازت دیں مجھے اذان کے لیے شاپنگ کرنی ہے۔"

"کھانا لگ رہا ہے اور یہاں آ کر رہو۔"
"نہیں آپا بس اس کے لیے معافی۔" شرمین نے ہونق سے بوبی کو دیکھتے ہوئے کہا اس کی زبان گویا تالو سے چپک گئی تھی۔

❁......❁❁......❁

یہ ساری عمر کس آشفتگی میں رائیگاں کر دی
اسی کو یاد رکھا ہے جسے دل سے بھلانا تھا

"صبیح احمد تم نے یہ سب کیا کر ڈالا جو باب میں نے بند کر دیا تھا وہ اس طرح کھول کر رکھ دیا تمہیں مجھ سے محبت تھی ہی نہیں جن سے محبت کی جاتی ہے انہیں نت نئے عذابوں کے حوالے نہیں کیا جاتا ایسی کڑی آزمائش سے نہیں گزارا جاتا تم نے درحقیقت مجھ سے انتقام لیا ہے لیکن میں تمہیں معاف نہیں کروں گی اذان کو یوں تنہا چھوڑ کر تم سمندر پار چلے گئے اگر میں بھی نہ جان پاتی تو یہ معصوم کیا کرتا تمہیں اس قدر راسخ یقین تھا کہ اذان کی ذمہ داری میں اٹھاؤں گی میں تمہارے یقین پر حیران ہوں لیکن اب زمانے کو کیا جواب دوں، مجھ پر زندگی کے راستے بند ہو گئے۔"
"ماما۔" وہ گاڑی چلاتے ہوئے سوچ میں گم تھی اذان نے پکارا تو چونکی۔
"ہنہ...... ہاں۔"
"یہ انکل کون تھے آپ سے کیوں لڑ رہے تھے؟" اس نے بوبی کی بابت پوچھا۔
"وہ...... وہ کچھ نہیں ان کا مذاق چلتا ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بولی
"وہ ہیں کون؟" وہ مصر تھا۔
"ہمارے عزیز ہیں۔"
"اچھا، ماما میری پھپھو بھی ہیں نا۔"
"پھپھو! آپ کے ڈیڈی نے نہیں بتایا۔"
"بس یہی بتایا تھا کہ پاکستان میں ہیں۔"
"چھوڑیں، ہوں گی۔"
"آپ ڈیڈی کو بتا دیں کہ ہم ٹھیک ہیں آپ اب خفا نہیں ہیں۔"
"کر لیں گے فی الحال ہم شاپنگ کریں گے کل آپ کا اسکول ایڈمیشن ہوگا پرسوں سے آپ اسکول جائیں گے اور میں آفس۔"
"دادا نی کہہ رہی تھیں کہ ہم ان کے پاس رہیں۔"
"نہیں، میں نے معذرت کر لی ہے، ہم اپنے گھر میں ہی رہیں گے۔"
"چھوٹے گھر میں۔"
"چھوٹا تو نہیں ہے آدھا گھر کرائے پر دیا ہوا ہے ہم خالی کرا لیں گے۔" اس نے گاڑی کی اسپیڈ کم کرتے ہوئے جواب دیا وہ مارکیٹ آ گئی تھی۔
"ڈیڈی کو بلا لیں۔" اذان نے باپ سے دوری کا درد نگاہوں سے ظاہر کیا اس کا دل کانپ اٹھا۔
"آپ انہیں ساتھ لے کر کیوں نہیں آئے؟"
"ان کے ڈاکٹر نے منع کر دیا تھا۔" اس نے بتایا۔
"آپ نہیں سمجھو گے۔" اس نے بہت سنجیدگی سے کہہ کر گاڑی پارک کی اور اس کی توجہ مبذول کرائی۔

"ویسے میں ڈیڈی سے ناراض ہوں۔" اس نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا۔
"وہ کیوں؟"
"آپ سے ملایا کیوں نہیں۔"
"چھوڑو ایسی باتیں نہیں کرتے آؤ شاباش۔" وہ اس سے صبیح احمد کی بھلا کیا بات کرے اسے کیا بتائے کہ وہ اس کی کچھ بھی نہیں لگتی اس کا تو محبت کا تعلق تھا جو حرص و ہوس کے بھاری قدموں تلے روندا گیا۔ جھوٹ اور فریب کے ذریعے اس کی محبت کو مسترد کردیا گیا۔ پھر دولت کی دیوی کے بازوؤں کے سہارے وہ آزاد فضاؤں کی طرف اڑان بھر گئے۔ جانے کیوں قدرت نے بہت جلد انہیں سزا دے ڈالی ان کو بے بس اور لاچار کردیا۔
"اپنی شکست پر وہ مجھے یاد کرنے لگے اور تم کو یہاں چھوڑ گئے کاش تمہارے معصوم سوالوں کا میں جواب دے سکتی۔ میں تو شرمندہ ہوں کہ تمہیں اصل حقیقت بھی نہیں بتا سکتی میں جھوٹ کو نبا رہی ہوں میں تمہاری ماما نہیں ہوں ننھے فرشتے۔"

ڈریس لینڈ کے باہر سے گزرتے ہوئے وہ ٹھٹکا۔
اندر بالکل اس کی نگاہوں کی زد میں شرمین تھی بالکل پہلے جیسی سیاہ پلین کرتے اور شلوار میں وائٹ دوپٹے کو سر پر جمائے ایک طویل عرصے بعد بالکل اس کی دسترس کے قریب کہ قدم اٹھا کر اندر جائے اور اس سے بات کرلے اسے چھو لے اسے دیکھ لے مگر اس کے برابر کھڑے خوب صورت بچے کو جس سے کبھی وہ شرٹ لگا کر دیکھ رہی تھی اور کبھی پینٹ۔
"یہ کون ہے؟" وہ اپنی شاپنگ بھول کر وہیں ٹھٹکا ہوگیا آغا جی کے اصرار پر شاپنگ کے لیے آیا تھا مگر آتے ہی اس میں الجھ گیا دل مچلنے لگا کہ اس سے بات کرے مگر پھر خوف سا آڑے آگیا کہ جو فون اٹینڈ نہیں کررہی میسج کا جواب نہیں دے رہی وہ سامنے جانے پر نجانے کیا کہہ دے؟ ویسے بھی وہ اب تک اس تخیل سے نہیں نکلا تھا کہ شرمین بوبی سے منگنی کیوں کررہی ہے وہ تو صبیح احمد کی محبت ہے اور شاید خود بھی انہی سے محبت کرتی ہے پھر کیوں بولی؟" وہ کھڑا سوچ رہا تھا کہ وہ خریداری کرکے باہر نکلی تو اسے باہر عین دروازے میں کھڑا دیکھ کر متحیر سی ہوئی اور پھر اپنی مضبوط قوت ارادی کے باعث اطمینان سے آگے بڑھ گئی وہ آواز دینے میں کی غرض سے آگے بڑھا مگر آواز ہی دم توڑ گئی وہ ایک اور شاپ میں داخل ہوگئی وہ پشیمان سا اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے باہر آ گیا۔
باہر اپنی گاڑی کے قریب اور پلازہ کے سامنے اس خیال سے کہ وہ باہر آئے تو شاید کوئی بات چیت کی سبیل بن جائے گو کہ یہ مشکل تھا۔
"عارض صاحب کیا اب بھی گنجائش ہے کیا تجدید وفا کا کوئی امکان باقی ہے؟"
"نہیں ایسا نہیں لگتا لیکن پھر بھی دل اسی کے لیے مچل رہا ہے۔ شرمین کو میں نے شاید خوشی دینے کے چکر میں دکھ دیے ہیں لیکن یہ بچہ کون ہے اس کی سوچ کی سوئی ایک ہی جگہ اٹک گئی تھی خیال آیا کہ صفدر سے پوچھے مگر اسی اثنا میں وہ باہر آئی ڈھیر سارے پیکٹ اور شاپنگ بیگز پکڑے اپنی گاڑی کے قریب اسے نگاہ بھر کے بھی نہیں دیکھا اور گاڑی نکال لے گئی وہ بے دلی سے گاڑی میں بیٹھا رہا پھر چند لمحوں بعد صفدر کو فون ملایا۔
"ہیلو۔"
"کیسے ہو فون نہ ملاقات۔" اس نے صفدر سے گلہ کیا۔
"ہاں وہ بس گھر شفٹ کیا ہے نا بس اس لیے تم سناؤ۔" صفدر نے کہا۔
"شرمین کے ساتھ بچہ کون ہے؟"

"کیا مطلب؟"
"ابھی میں نے شرمین کو دیکھا ہے اس کے ساتھ سات آٹھ سال کا بچہ تھا اس نے اس کے لیے شاپنگ کی ہے۔"
"میرے علم میں نہیں کسی کا ہوگا؟" صفدر نے بے پروائی سے کہا۔
"یار اس نے مجھے دیکھ کر بھی نظر انداز کردیا۔"
"تو کیا کرتی تمہارے گلے میں بانہیں ڈال کر پیار کرتی یا ایسا سلوک کرنے پر تمہیں پھولوں کے ہار پہناتی۔"
"میں جانتا ہوں وہ بہت خفا ہے۔"
"نا صرف خفا بلکہ وہ تمہیں بھول چکی ہے ویسے بھی اب تم اس کے لیے سوچنا چھوڑ دو۔"
"ہمنہہ مگر دل نہیں مانتا بابا بھی چاہتے ہیں کہ بات کروں۔"
"کچھ فائدہ نہیں۔"
"اچھا تم ملنے تو آؤ یا پھر مجھے پتا سمجھاؤ۔"
"ہاں ملتے ہیں بلکہ تم سے مجھے اپنے لیے بھی ملنا ہے۔" صفدر کا لہجہ ایک دم خشک ہوگیا تو اس نے کریدا۔
"کیا بات ہے۔"
"کچھ نہیں میری بیوی نے ایک پہیلی بوجھنے کو کہا ہے۔"
"ہاہاہا۔" وہ ہنسنے لگا۔
"مجھے تم سے پوچھنی ہے۔"
"شیور آ جاؤ۔"
"ہنہ مذیہا کے ساتھ۔"
"یہ تو اور بھی خوشی کی بات ہے ایسا کرو آج رات کا کھانا میری طرف کھاؤ۔"
"نہیں فی الحال تو مصروف ہوں جلد آؤں گا۔"
"اور وہ شرمین سے تو پوچھو پلیز۔"
"کیا؟"
"کچھ بھی اسے کہو کہ مجھ سے بات کرے۔"
"سوری، عارض اس معصوم اور مظلوم کا تعاقب چھوڑ دو اسے اپنی مرضی سے جینے دو اب۔" صفدر نے اس کی بات کو سختی سے مسترد کردیا اور وہ شرمندہ ہو کر چپ ہوگیا۔

زینت بیگم آفس جاتے ہوئے بھولی کے ذمہ لگا گئی تھیں کہ بابا کو کہے کہ بوبی کو ناشتہ کے لیے کہیں اور ضروری آفس بھیجیں مگر بابا بتائے گوشت سبزی کی خریداری کے لیے چلے گئے تھے تو وہ خود اس کے کمرے میں آ گئی وہ تکیے میں منہ دیے لیٹا تھا مگر سویا نہیں تھا اس کے قدموں کی آہٹ پر سر اٹھا کر دیکھا تو وہ مسکراتے ہوئے بولی۔
"چھوٹے صاحب جی آپ اٹھ جائیں ناشتہ کریں اور آفس جائیں۔"
"نہیں دل نہیں چاہ رہا میرا۔" اس نے بیزاری سے کہا۔
"بیگم صاحبہ نے کہا ہے۔"
"انہیں مجھے ہی کہنا آتا ہے شرمین کو تو وہ کچھ نہیں کہہ سکیں۔" وہ بڑبڑایا تو وہ فرش پر گری چیزیں اٹھانے لگی جو شاید اس نے

غصے میں ڈریسنگ ٹیبل سے پھینک دیں تھیں۔
"نہیں بیگم صاحب نے شرمین باجی سے بھی کچھ کہا تھا۔"
"کیا کہا وہ جانے کہاں سے بیٹا لے آئیں۔" وہ جھلایا۔
"وہ ان کا بیٹا ہے وہ بتاری تھیں۔"
"کہاں کا بیٹا؟" وہ سر کے بال نوچتے ہوئے بولا۔
"اچھا آپ آفس جائیں ورنہ بیگم صاحب ناراض ہوں گی۔" اس نے یاد دلایا۔
"ہونے دو میرا دماغ کام نہیں کررہا۔"
"ٹھیک ہے میں جارہی ہوں۔"
"میرا سر دباؤ۔" اس نے تکیے پر سر رکھتے ہوئے کہا تو وہ ہچکچائی۔
"وہ میں، میرے کپڑے گندے ہیں اور تیل والے ہاتھ۔"
"تو...... تو کیا ہوا؟" اس نے حیران کیا۔
"میں بعد میں آتی ہوں۔"
"کہا ہے نا کہ سر دباؤ۔" وہ غصے ہوا تو وہ سہم سی گئی۔
"چھوٹے صاحب مجھ میں سے بدبو آرہی ہے۔"
"میں نے کہا ہے میرا سر دباؤ، درد سے پھٹا جارہا ہے۔" اس نے پھر ڈیمانڈ کی تو وہ سرہانے کی طرف کھڑی ہوکر بڑی مجبوری کے تحت اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ کر اس نے آنکھیں موندی ہوئی تھیں۔ نہ اس کے ماتھے پر سلوٹیں پڑیں اور نہ ناک دبا کر بدبو کا احساس دلایا وہ سر دباتی رہی اور وہ آنکھیں بند کیے لیٹا رہا۔
"تمہارے ہاتھوں میں تو جادو ہے بھولی۔"
"جی...... میرے ہاتھ بہت نرم جو ہیں۔"
"تب جاؤ اور حمیدہ سے کہو میرا ناشتہ بنائے۔"
"اچھا۔" وہ خوشی سے بھاگ گئی۔
"شرمین تمہیں سچ بتانا ہوگا پھر ہی بات بنے گی میں اتنا بڑا بچہ تمہارے ساتھ نہیں دیکھ سکتا۔ تمہارے ساتھ میں بنا بات کیے نہیں رہ سکتا۔ تمہیں یہ بتانا ہوگا کہ اذان کون ہے؟" وہ خود کلامی کرتا ہوا وارڈ روب سے کپڑے نکال کر واش روم میں گھس گیا اس نے آفس نہیں، شرمین کے پاس جانے کا فیصلہ کیا تھا جب سے وہ مل کر گئی تھی تب سے اس کا ذہن بھٹی کی طرح تپ رہا تھا۔ بیٹھے بٹھائے بیٹے کے ساتھ شرمین کا آنا اس کے لیے پریشان کن تھا۔ اس کے باوجود کے ماما نے رات دیر تک اسے سمجھانا چاہا۔
"بیٹا شرمین غلط نہیں ہے بیٹا اس کا نہیں مگر اب اسی کا ہے لہٰذا سوچ لو۔"
"ممی ڈیڈ، کیسے سوچ لوں لوگ تو یہی کہیں گے کہ شرمین کسی کی مطلقہ یا کسی کی بیوہ ہے؟" وہ چڑ گیا تھا۔
"لوگوں کی پروا کرو گے تو پھر خاموش ہوجاؤ۔" وہ یہ کہہ کر کمرے سے نکل گئی تھیں مگر وہ رات سے صبح کے دس بجے تک بے چین اور مضطرب رہا تھا۔

❁......❁❁......❁

اذان کا انگلش میڈیم اسکول میں داخلہ ہوگیا تھا۔

صبح وہ اسے لے کر گئی ہوئی تھی۔ جب واپس آئی تو کرائے دار آچکے تھے اس نے سلام کیا اور پھر شبانہ کو فارغ ہوکر اپنی طرف آنے کا کہہ کر آگے بڑھ آئی۔ شبانہ حیران نظروں سے اذان کو دیکھ رہی تھی وہ دانستہ وہاں نہیں رکی تھی کیونکہ شبانہ نے اس سے اذان کے متعلق سوال کرنے تھے۔
اذان کو بھوک لگ رہی تھی اس نے بال کلپ میں سمیٹے اور خود کچن میں آگئی ابھی فریزر سے گوشت نکال ہی رہی تھی کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی وہ شبانہ کا سوچ کر پلٹی مگر کچن میں بوبی آچکا تھا اس نے کسی قسم کی حیرت یا پریشانی کا اظہار نہیں کیا۔
"آؤ تم آفس نہیں گئے۔" گوشت کا ایک پیکٹ نکال کر اس نے ٹوکری میں رکھتے ہوئے پوچھا۔
"نہیں تم بھی تو نہیں گئیں۔"
"ہاں کل سے جاؤں گی دراصل آج میرے بیٹے کا اسکول میں ایڈمیشن تھا۔" اس نے جان بوجھ کر کہا تو وہ پھڑ پھڑا اٹھا۔
"شرمین بند کرو یہ بیٹے بیٹے کی رٹ۔"
"کیا مطلب۔"
"کوئی تمہارا بیٹا نہیں ہے جس یتیم خانے سے لائی ہو واپس کردو۔"
"پلیز بوبی دوبارہ ایسا مت کہنا۔" اس نے تنبیہ کی۔
"کیوں، کیوں تم سچ نہیں بتاتیں؟" وہ اس کے روبرو آکر بولا۔
"دیکھو بوبی سچ یہی ہے کہ اب اذان میرا بیٹا ہے میرے لیے سب کچھ ہے۔" اس نے ٹوکری سے آلو اور پیاز اٹھاتے ہوئے کہا۔
"اور میں......!"
"یہ تمہیں سوچنا ہے۔"
"اور ہمارا رشتہ ہماری شادی۔" وہ بولا۔
"ہمنہہ، پہلے بھی تمہاری مرضی تھی اب بھی تمہارے فیصلے پر غور کرسکتی ہوں۔" اس نے بڑے تحمل سے کہا۔
"اور اذان۔"
"اذان تو اب میری ذات کا حصہ ہے میرے ساتھ رہے گا۔"
"اور لوگ کیا کہیں گے۔"
"اخاہ، لوگوں کی یاد آگئی، یہ تمہارا مسئلہ ہے۔" اسے طنزیہ ہنسی آئی۔
"دیکھو تم آل ریڈی مجھ سے سینئر ہو مگر بچے کی وجہ سے تو لوگ اور باتیں بنائیں گے میں اتنے بڑے بچے کا باپ نہیں لگوں گا۔"
"یہ تو ہے، شکر ہے تم سمجھ سکے۔" وہ بے پروائی سے آلو چھیلنے میں منہمک رہی۔
"تو پلیز اس بچے کو واپس کردو۔"
"بوبی یہ نہیں ہوسکتا اور آئندہ ایسا مت کہنا۔"
"تو پھر ہماری شادی کیسے ہوگی۔"
"نہیں ہوگی کیونکہ تم جذباتی نوجوان تھے اور ہو۔" اس نے کہا۔
"مطلب تم مجھ سے محبت نہیں کرتیں۔"
"نہیں، میں نے کب کہا محبت تو تم کرتے تھے جو کہ میں نے جانچ لی۔"

"تم میرا امتحان لے رہی ہو۔"

"نہیں آئینہ دکھا رہی ہوں محبت..... محبت کا نعرہ لگانے والے کو سمجھا رہی ہوں کہ اپنے حق میں درست فیصلہ کرو۔"

"شرمین سوری میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"

"پلیز بوبی! اچھی بات ہے کہ تم سمجھ گئے محبت کا یہ مقام ہی نہیں تمہیں تمہاری ہم عمر بہت خوش رکھیں گی۔"

"وہ....." وہ ہکلایا۔

"بیٹھو چائے بناؤں؟" اس نے کہا تو وہ نفی میں گردن ہلا کر چلا گیا۔

❁.......❁❁.......❁

اسے بوبی سے یہی توقع تھی۔

وہ کھانا پکاتے ہوئے مسلسل اسی کے بارے سوچتی رہی۔ لڑ جھگڑ کر ضد اور ہٹ دھرمی کے ساتھ اپنے حق میں فیصلہ کروانے کے بعد وہ اس طرح ردعمل ظاہر کرے گا یہ اس نے سوچا بھی نہیں تھا اسی بات کا خدشہ تھا کہ بوبی ایک ناسمجھ اور جذباتی نوجوان ہے جسے محبت کے معنی اور مفہوم بھی معلوم نہیں جس کے لیے سب کچھ ایک کھیل جیسا ہے۔ وہ بھلا کیسے نبھا کر سکتا ہے۔ بھی آغاجی سے ملنے پر جھگڑتا اور اب اذان کو دیکھ کر کسی قسم کا تحمل اور برداشت ظاہر نہ کرنا اعتراف تھا اس بات کا کہ وہ شاید اتنی جذباتی وابستگی ہی رکھتا ہے کہ اس کی خوب صورتی اور دلکشی کی تصویر بچپن سے دل میں رکھے اسے حاصل کرنا چاہتا ہے مگر محبت نہیں تھی اس کا ادراک تو شرمین کو بوبی کے لیے اذان کی آمد تھی تو ایک دھچکا لیکن شرمین کو بس اتنا یقین تھا کہ وہ تحمل سے کچھ جانتا اور پوچھتا تو چاہے گا لیکن بھڑک نہیں اٹھے گا بلکہ اسے تو ایسا بھی گمان تھا کہ بوبی اذان کے معاملے میں تعاون کرے گا اس کا سہارا بنے گا اور اذان کو تحفظ دے گا کیسے کو دے گا مگر ایسا نہیں ہوا۔

"شرمین تم نے بھی تو اچھا نہیں کیا شاید اسے کسی آزمائش میں ڈال دیا۔ صبیح احمد کی آزمائش پر تمہیں اپنی قربانی تو دینی تھی پھر بوبی کو کیوں الجھا دیا؟"

"مگر اس کی محبت بھی تو پرکھنی تھی کس قدر دعوے کرتا تھا؟" اس نے کھانا تیار کرکے ٹرے میں برتن رکھے تو اذان اس کا موبائل فون لیے آ گیا۔

"ہیلو۔" اس نے نمبر دیکھ کر کہا تو سنتا آ پا تھیں۔

"شرمین ایسا کیا کہا ہے کہ یہ پاگل ہوگیا ہے۔"

"کچھ بھی نہیں اس نے تو اپنا فیصلہ سنایا اور چلا گیا۔"

"شرمین بوبی کو سمجھانا مشکل ہے بات اذان کی وجہ سے پرابلم ہے۔"

"آپا، میں نے بوبی کے لیے سوچنا اسی دن ہی چھوڑ دیا تھا جس دن اس نے آغاجی کے حوالے سے الزام تراشی کی تھی میں نے بوبی کے لیے فیصلہ کرلیا تھا۔"

"شرمین یہ امانت کہو یہ میرا ارمان بھی ہے۔"

"مگر آپا، فون کے سہارے بوبی کے ساتھ نبھا نہیں کرسکتی ویسے بھی اب میری زندگی کا مقصد بدل گیا ہے۔"

"اچھا تم اذان کے باپ سے رابطہ کرو مانتے سمجھاؤ کہ....."

"آپا اذان کے باپ سے میرا کوئی رابطہ نہیں اور وہ شاید اب اس دنیا میں ہی نہیں۔"

"پھر اس نے تمہارے ساتھ کتنا برا کیا؟"

"آپا اس میں اذان کا کیا قصور بلکہ اچھا ہوا ہے کہ مجھے باقی زندگی جینے کا مقصد مل گیا ہے۔ بوبی جو فیصلہ کرسا تے کرنے

ویں مجھے کوئی اعتراض نہیں، میں ایک نئے تجربے سے گزر رہی ہوں، میرا ہوبی کی محبت کے بارے میں یہی خیال تھا۔"

"دیکھو شرمین، ماؤں کی آمد و بھی اس طرح میرے لیے حیران کن ہے بوبی تو پھر جذباتی ہے۔" زینت آپا کو ہر صورت بوبی کے لیے اس کا فیصلہ بدلنا تھا۔ مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

"آپا آپ مزید بوبی سے ڈسکس کرلیجیے گا پھر جو مناسب لگا تو گنجائش نکال لوں گی۔"

"تو گھر آجاؤ۔"

"نہیں آپا، میں آفس کل سے آؤں گی بس۔" اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔" زینت کا لہجہ رقت آمیز ہوگیا مگر اس نے خود پر جبر کرنے کی بھرپور سعی کی فون آف کر کے کھانا لیے کچن سے باہر آگئی۔

⊛ ...... ⊛⊛ ...... ⊛

لان میں چائے پینا آغا جی کو اچھا لگتا تھا۔ وہ بھی عارض کے ساتھ، عارض ہی اکثر مصروفیت کے باعث انہیں غچہ دے جاتا تھا مگر اب تو عارض میں بہت تبدیلی آگئی تھی جب سے واپس لوٹا تھا انہیں وقت دیتا باہر بہت کم جاتا چپ سا ہوگیا تھا اس وقت بھی وہ بہت خاموشی سے چائے کی چسکیاں لے رہا تھا۔ ٹرالی میں کھانے کی متعدد اشیا خانساماں نے سجائی تھی مگر اس نے نہ اپنی پسند کے کباب دیکھے اور نہ اخروٹی حلوہ اور تو اور چکن کے پکوڑے تو خاص اس کے لیے بنے تھے آغا جی نے جائزہ لیا اور پھر کہا۔

"یار یہ سب میں نہیں کھا سکتا تم جوان صرف چائے انڈیل رہے ہو۔"

"بابا بھوک نہیں ہے دل بھی نہیں چاہ رہا۔"

"تو لگتا آپ اس وقت کسی خاص الجھن میں ہو۔" انہوں نے اس کا عذر رد کیا۔

"نہیں بس دل نہیں چاہ رہا۔"

"شاپنگ کی؟"

"نہیں، گیا تھا پر کی نہیں۔"

"وجہ۔"

"بس، کرلوں گا۔"

"یار کوئی بات آج خاص ضرور ہے۔"

"آپ شرمین سے ملے تھے تو آپ نے کچھ خاص بات نوٹ کی تھی؟"

"نہیں کوئی بات خاص نہیں تھی سوائے اس کے کہ وہ تمہیں چھوڑ کر بوبی سے منگنی کر رہی تھی۔"

"اور کچھ اس کے ساتھ کوئی سات آٹھ سال کا بچہ بھی تھا۔"

"بچہ...... بچہ کہاں سے آگیا؟"

"یہی تو میں سوچ رہا ہوں۔"

"مطلب......؟"

"مطلب یہ کہ شرمین اس کی شاپنگ کر رہی تھی بہت مانوس اور قریبی رشتہ معلوم ہو رہا تھا۔" اس نے بتایا۔

"ہوسکتا ہے کہ کوئی مہمان ہو، کسی رشتہ دار کا ہو۔"

"خیر۔" وہ بولا۔

"خیر کیا، چاہو تو رابطہ کرلو۔"

"وہ فون اٹینڈ نہیں کر رہی۔"

"تو ملنے چلے جاؤ۔"

"بابا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

"کوشش سے مقصد میں کامیابی ملتی ہے۔"

"بابا میرا حق ہی نہیں بنتا کہ کوئی بات کروں۔"

"صفدر سے کہو۔"

"صفدر تو خود کسی الجھن میں گرفتار ہے۔"

"چلو آپ اپنا خیال رکھو۔"

اسی اثنا میں ملازم نے آغا جی کو ان کا موبائل لا کر دیا۔

"ہاں، بولو۔" انہوں نے نمبر دیکھ کر براہ راست کہا۔

"بس تالو اسے کیا مصیبت ہے؟" آغا جی نے کہا عارض آغا جی کی بات نہیں سمجھ رہی تھی۔

"ہرگز نہیں میں یہاں دیکھنا بھی نہیں چاہتا اور اس کے چند لمحوں بعد آغا جی نے کہا وہ تھک جائے گی خود ہی چپ کر جائے گی آپ بس دور رہو۔ میں نہیں آسکتا میرے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرا دو۔" یہ سب کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا۔

عارض نے استفہامیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

"اگر اس لڑکی کو منہ نہ لگاتے تو وہ مصیبت نہ بنی ہوتی اور تو اور اپنی جیکٹ اسے کیوں دی اخبارات میں اس جیکٹ کی بھی خبریں لگیں اور وہ معید صاحب کی منتیں کر رہی ہے کہ اسے پاکستان بھیج دیں۔" آغا جی نے کچھ ناپسندیدہ سے لب و لہجے میں بتایا تو وہ شرمساری سے بولا۔

"بابا وہ جذباتی ہے میں نے سردی سے بچانے کے لیے جیکٹ دی تھی۔"

"لیکن وہ ایسے شو کر رہی ہے کہ تم سے بہت محبت کا رشتہ ہے۔"

"چھوڑیں۔" وہ دھیرے سے بولا۔ تو وہ خاموش ہوگئے۔

⊛ ...... ⊛⊛ ...... ⊛

"کیوں آخر کیوں یاد آتی ہے اب زیادہ کیوں تڑپا رہی ہے؟"

"تم نے ہی تو کہا تھا کہ میں تمہیں بھول نہیں سکتی۔" اس کی میٹھی آواز کانوں میں سرگوشی کی صورت رس گھول گئی۔ وہ چونک سا گیا بالکنی میں کھڑا دور تک دیکھتے ہوئے وہ شام یاد آگئی۔ جب زبردستی وہ اسے لانگ ڈرائیو پر لے گیا تھا۔ شہر سے دور، بہت دور آبادی کا نام و نشان نہیں تھا۔ وہ خوف زدہ سی ہوکر باہر تک رہی تھی تب اسے بہت اچھی لگ رہی تھی اس کے رخسار پر آوارہ زلفیں بار بار گستاخیاں کر رہی تھیں۔

"فار گاڈ سیک، عارض اب واپس چلو تم بہت دور آگئے ہو۔"

"ہمم۔ لیکن تمہارے تو بہت قریب ہوں۔" اس نے اس کے رخسار کو چھوتے ہوئے مدہم لہجے میں کہا تھا تو وہ خود میں سمٹ گئی تھی۔

"عارض پلیز نو شاعری۔"

"کمال ہے، میری محبت و جنوں کو تم شاعری کہہ رہی ہو۔" اس نے گلہ کیا تھا۔

"عارض میں حقیقت پسند ہوں یہ شاعرانہ باتیں ہیں۔"
"جانتی ہو میرا دل کیا چاہ رہا ہے۔"
"کیا؟"
"تمہیں بانہوں میں بھر کر ان راستوں پر دور تک چلتا جاؤں۔"
"رہنے دو دور سے واپسی مشکل ہو جاتی ہے۔"
"کمال ہے یار ہمارے عشق پر پانی پھیر دیتی ہو سارا موڈ خراب۔"
"ہاہاہا بس میں ایسی ہی ہوں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔
"تم ٹھیک تھیں اور ٹھیک ہو، میں غلط ثابت ہو گیا ہوں میں نے دعوے ہی کیے تھے ورنہ تمہیں کیسے چھوڑ سکتا تھا، میں نے بھول کی تم ٹھیک تھا ہو ٹھیک انجان ہو میں نے بنا بات کیے تمہیں چھوڑ دیا تھا مگر پھر صبیح احمد سے مل کر تو میں نے تمہاری خوشی کا خیال کیا تھا مجھے نہیں معلوم کیوں صبیح احمد کی خاطر تمہیں بھلانے کی کوشش کی تھی مگر شرمین میں ناکام ہو گیا ہوں میں واپس آ کر تمہیں دیکھ کر تڑپ رہا ہوں کس سے پوچھوں کہ تم کیا کر رہی ہو، کس کے ساتھ ہو۔" ایک دم ہی وہ خوب صورت بچہ اس کی نگاہوں میں پھرنے لگا۔
"شرمین کون ہے وہ؟"
"کس سے باتیں کر رہے ہو؟" پشت سے صفدر نے کہا تو وہ بری طرح چونک کر پلٹا تو صفدر غیر معمولی سنجیدگی کے ساتھ کھڑا تھا۔
"اچھا کیا جو تم آ گئے مجھے تمہاری ساتھ کی سخت ضرورت تھی۔" اس نے خوش ہو کر اسے اپنے ساتھ صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔
"اور مجھے بھی تمہاری ضرورت یہاں لے آئی۔"
"خیریت بول کیا بات ہے؟" عارض بے تابی سے بولا۔
"نہیں پہلے تم بتاؤ کیا بات ہے؟" صفدر تو پہلے ہی بڑی ہمت کر کے آیا تھا اسے ساتھ لے جانے کے لیے تا کہ زیبا کے سامنے لے جا کر بات کرے مگر بڑی ٹوٹ پھوٹ اندر ہو رہی تھی۔
"صفدر شرمین کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"
"عارض اسے بھول جاؤ وہ جیسی بھی ہے جہاں بھی ہے وہ تمہاری بات نہیں سنے گی ایک ثابت قدم مستقل مزاج لڑکی ہے۔"
"محبت میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔"
"ہنہہ کون سی محبت جو تم اعتبار نہ کر سکے نا کردہ گناہوں کی سزا سنا دی۔" صفدر نے طنز کیا۔
"یار وہ لڑکا کون ہے۔"
"کون سا لڑکا؟" صفدر نے تعجب سے پوچھا۔
"شرمین کے ساتھ سات آٹھ سال لڑکا تھا وہ اسے شاپنگ کروا رہی تھی۔ وہ کون ہے بابا نے بتایا کہ اس کی بوبی سے منگنی ہو رہی ہے اور پھر وہ بچہ؟"
"منگنی تو فی الحال ملتوی ہو گئی تھی ابھی تک نہیں ہوئی بچہ تو کسی عزیز رشتہ دار کا ہو سکتا ہے یا پھر کرائے دار کا۔"
"تو پتا کرو۔"
"ضرورت کیا ہے تم نے شرمین کو چھوڑ دیا تو بچے سے مطلب۔"

"پلیز یار۔"
"وہ اپنے گھر کے ہاف پورشن میں شفٹ ہو گئی ہے کوشش کروں گا رابطے کی فی الحال تو میرے اپنے مسائل نے جینا حرام کر رکھا ہے۔"
"کیا ہوا؟"
"زیبا نے ایک ایسی بات کہہ دی ہے کہ میرے پیروں تلے زمین کھسک گئی ہے۔ دل نہیں مانتا دماغ تسلیم نہیں کرتا کیا کروں؟"
"تو بھابی کو قائل کرو۔"
"نہیں کر سکتا۔"
"مجھے بتاؤ میں بات کرلوں گا اس بہانے ملاقات بھی ہو جائے گی۔"
"ہنہہ ٹھیک ہے کل پرسوں میں پروگرام بناتا ہوں۔"
"جیسے اور جب کہو۔" عارض نے فراخ دلانہ پیشکش کی تو صفدر اسے دیکھتا رہا پھر نظریں چرالیں۔

❀……❀❀……❀

نفسی اور حاجرہ بیگم عبدالصمد کو ڈاکٹر کے پاس لے گئی تھیں۔ اس کو کچھ کپڑے دھونے تھے واشنگ مشین میں کپڑے ڈال کر باورچی خانے کی طرف آ گئی دودھ کی دیگچی چولہے پر رکھی تھی۔ اس نے چولہا بند کیا باہر نکلی تو صفدر کو صحن میں کھڑا دیکھ کر ڈر سی گئی۔ یاد آیا دروازہ بند کرنا بھول گئی تھی۔ پیلے رنگ کے سوٹ میں کھلے بالوں کے ساتھ، بنا آنچل کے وہ کسمسا سی رہی تھی۔ بھاگ کر تار سے دوپٹا اتار کر سر سے اوڑھتے ہوئے بولی۔
"آپ۔"
"میں حیران ہوں کہ شوہر سے حجاب، کاش کچھ شرم و حیا محبوب سے بھی کر لیتیں۔" اس نے بہت طنزیہ سے لہجے میں چبا چبا کر جملہ کسا گیا۔
"آپ میرے شوہر کب ہیں؟"
"ظاہر ہے میں تو وہ بے وقوف ہوں جس کو دھوکہ دے کر تم محبوب کی یادوں سے دل بہلا رہی ہو۔" وہ اس کی طرف پشت کرتے ہوئے بولا۔
"پلیز جب ہمارے درمیان سب ختم ہونے والا ہے تو یہ طنز کرنا بند کر دیں۔" اس نے منت کی۔
"ہنہہ میرا قیمتی وقت، میرا سکون لوٹا دو، میں طنز کرنا چھوڑ دوں گا۔"
"اس کی اتنی تو قیمت وصول کر چکے ہیں کیا اب بھی کچھ باقی ہے، ہے تو یہ لیں گلا دبا دیں میرا، مار ڈالیں مجھے۔" وہ ایک دم اس کے سامنے آ کر گردن آگے کر کے بولی تو وہ اسے اتنے قریب آنے پر چند لمحے تکتا رہ گیا۔ سفید مرمریں نازک سی گردن جس میں باریک سی سونے کی چین نے گھیرا ڈال رکھا تھا ایک ننھا سا سیاہ تل دائیں طرف گردن کے گھماؤ پر گویا پہرہ دے رہا تھا۔
"کیا سوچ رہے ہیں قصہ ختم کریں آپ اصل مجرم تک نہیں پہنچیں گے مجھے معلوم ہے۔"
"مجرم اور محبوب میں فرق ہوتا ہے۔" وہ ہوش میں آ کر پیچھے ہو کر بولا۔
"وہ اسی روز مر گیا تھا جس روز مجھے دھوکہ دے کر گیا تھا۔" وہ رو دی۔
"اچھا، اچھا یہ ڈھونگ بند کرو اور یہ پردہ بھی ہٹ ہی جائے گا یہاں میں کوئی تماشا نہیں چاہتا گھر چلو وہاں عارض آئے

گالوں دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہوجائے گا۔"
"مجھے آپ کے گھر نہیں جانا۔"
"کیوں جھوٹ کا خوف ہے۔"
"میں نے جھوٹ نہیں بولا۔"
"تو پھر چلو۔"
"ہرگز نہیں۔"
"تو پھر جھوٹ تسلیم کرلو۔"
"صفدر صاحب مجھے مجبور مت کیجیے۔" وہ دانت کچکچا کر بولی۔
"صرف مجبور تم تو فریب ہو، نمبر ون فریب میرے ساتھ چلو کہ حقیقت پتا چلے۔"
"مجھے نہیں جانا۔" وہ اڑ گئی۔
"ٹھیک ہے مرو، جہنم میں جاؤ تم بدکردار جھوٹی ہو میرے دوست پر الزام لگاتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آئی میں لعنت بھیجتا ہوں تم پر۔" وہ پوری شدت سے جو کچھ منہ میں آیا کہہ کر بھاری قدموں کے ساتھ چلا گیا۔ وہ وہیں تخت پر بیٹھ کر سسکیاں بھرنے لگی جبکہ اسے اپنے مضبوط اعصاب پر بھروسہ تھا خود پر کنٹرول تھا مگر اس ذلت پر رونے سے خود کو باز نہیں رکھ سکی۔ یہ سب سنتے سنتے کتنا وقت گزر گیا تھا اسے دکھ تھا کہ صفدر کو عارض پر اعتبار تھا مگر اس پر یقین نہیں۔

❁——❁❁——❁

"آپ کو بتا چکا ہوں کہ میں لینے گیا تھا وہ نہیں آئی پھر آپ بدگمان کیوں ہیں؟" صفدر کے لیے ماں کو سمجھانا کس قدر دشوار ہو رہا تھا وہ اسی کو قصور وار سمجھ رہی تھی۔
"تو جا کر وہ بہن کو کہتے۔"
"وہ گھر پر نہیں تھیں اور وہ خود سر ضدی ہے اس نے انہوں نے کیا کہنا تھا؟" وہ اپنے کمرے میں کتابیں سیٹ کر رہا تھا نئے گھر میں شفٹنگ ایک مسئلہ تھا۔ باقی گھر تو تقریباً سیٹ ہوگیا تھا صرف اس کے کمرے کی کتابوں کا کام باقی تھا ٹی گاڑی آچکی تھی گھر کے کام کاج کے لیے ایک ملازمہ اور ایک چوکیدار رکھے جاچکے تھے۔
"مجھے عبدالصمد یاد آرہا ہے تم اس کو لے آتے۔" وہ روتے ہوئے بولیں۔
"بھول جائیں اسے اب زیبا اس گھر میں نہیں آئے گی۔"
"نجانے تم دونوں کیا کررہے ہو؟"
"کچھ نہیں ماں آپ کو حقیقت معلوم ہی نہیں۔"
"تو بتاؤ میں بھی تو سنوں۔"
"امی پلیز اس کا ذکر چھوڑیں ابھی کچھ کلیئر ہونا باقی ہے پھر آپ کو بھی پتا چل جائے گا۔" وہ جھلا سا گیا جہاں آرا آنکھیں صاف کرتے ہوئے باہر چلی گئیں تو وہ کتابیں پٹخ کر بیڈ پر گر گیا۔ دماغ پھٹ رہا تھا کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ زیبا کے انکار نے نفرت کی آگ اور بھڑکا دی تھی اگر وہ سچی ہے تو آئے آکر عارض کا سامنا کرے اس کے دماغ میں یہ بات اڑی ہوئی تھی۔
"برباد کر دیا اس عورت نے مجھے میرا سکون چھین لیا اے خدا مجھے حوصلہ وہمت دے۔" اس نے اللہ سے دعا کی۔
اسے اپنے دوست پر یقین اور زیبا پر شک تھا اس لیے وہ زیبا کو ہی غلط سمجھ رہا تھا اسے ایسا لگ رہا تھا کہ زیبا نے کہانی

گھڑی ہے۔ عارض کی تصویر دیکھی تو اس کا نام لے دیا۔ مگر جانے کیوں اس کا دل عارض کو کسی طرح بھی مجرم گرداننے پر آمادہ نہیں تھا کیونکہ عارض کا ماضی بے حد داغدار تھا مگر اس نے کبھی کسی لڑکی کی عصمت پر ہاتھ نہیں ڈالا تھا وہ عارض کو بہت اچھی طرح جانتا تھا۔ اسے محبت اگر ہوئی تھی تو صرف شرمین سے جس کی آگ میں وہ آج بھی جل رہا ہے اس سے کیسے یہ پوچھے کہ وہ زیبا کا مجرم ہے۔

"نہیں نہیں یہ نہیں ہوسکتا۔" وہ تقریباً چلا پڑا۔

"کبھی کبھی انسان ایسے موڑ پر آ کھڑا ہوتا ہے کہ جن چیزوں سے بھاگتا ہے وہی اسے اپنی لپیٹ میں لیے رکھتے ہیں۔"

وہ زیبا کو چھوڑنا چاہتا تھا مگر اب جیسے اس کے لیے یہ مشکل بنتا جارہا تھا عبدالصمد ایک ایسا سچ بن چکا تھا کہ امی ہی نہیں وہ خود بھی اس کی جدائی میں کافی بے کل تھا۔ زیبا کو تو شاید وہ پل بھر میں چھوڑ دے لیکن عبدالصمد کا خیال آتے ہی زیبا کے لیے غصہ بڑھتا تھا اس بات پر کہ وہ جائے گی تو عبدالصمد کو لے جائے گی عبدالصمد کے بغیر تو جہاں آرا بیگم کا جینا محال تھا۔"

"میں کیا کروں، کیا نہ کروں؟" وہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"مسعود تم ہی کچھ لچک پیدا کرلو، عارض سے خود پوچھ لو۔" ذہن میں ایک نیا خیال آیا۔

"نہیں پھر اس سے کیا فرق پڑے گا مجھے معلوم ہے عارض ایسا نہیں کرسکتا تب میں ہمیشہ کے لیے اس کی نظروں سے گر جاؤں گا۔ میرا عزیز دوست جدا ہوجائے گا نہ زیبا پر مجھے یقین نہیں۔" اگلے ہی لمحے پھر اس نے سوچا۔

"مسعود تم اپنے دوست کو یہ سب نہیں کہہ سکتے۔"

"ہاں یہ تو ممکن ہے کہ عارض سے زیبا خود کہے لیکن کیسے وہ وہاں گیا تو اچھا نہیں لگتا یہاں وہ آنا نہیں چاہتی، میں کیا کروں؟"

"تب اس کے حال پر چھوڑ دو۔"

"تو امی ماں کا کیا کروں، پوتے کی جدائی میں وہ بے قرار ہیں۔"

"صبر سے کام لو۔"

"ہاں، میں کچھ وقت سکون چاہتا ہوں تھک گیا ہوں۔" سوال جواب کرتے کرتے وہ سچ مچ تھک گیا تو تکیے پر سر رکھ کر سو گیا۔

❁.....❁❁.....❁

آج شرمین سے آفس آنا تھا۔

بوبی بڑی بے تابی سے منتظر تھا بار بار آفس سے نکل کر باہر دیکھتا ریسپشن سے پوچھتا اور پھر ٹہلنے لگتا۔ زینت بیگم اپنے آفس میں جس میں شرمین بیٹھتی تھی اسی میں موجود تھیں۔ انہیں یقین تھا کہ شرمین ضرور آئے گی اور اس کے آتے ہی وہ گھر چلی جائیں گی۔

شرمین اذان کو اسکول بھیج کر گھومتا تھر سے پہنچی تو بوبی اس کا ہاتھ تھام کر سیدھا اپنے آفس لے آیا وہ ہاتھ چھڑا کر کچھ سختی سے بولی۔

"بوبی۔ کچھ تو خیال کرو۔"

"سوری دراصل میں شدت سے انتظار کررہا تھا۔" وہ بولا۔

"خیر بولو۔"

"شرمین پلیز کچھ تو میرا خیال کرو۔"

"کیسا خیال؟"

"میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں تمہارے سوا......!"

"پلیز بوبی مجھے کام کرنا ہے یہ باتیں میں بہت دفعہ سن چکی ہوں۔" اس نے ہاتھ کے اشارے سے منع کیا۔

"دیکھو، میں ٹھیک سے سو نہیں پارہا کچھ نہیں کھایا صرف تمہارے لیے سوچتا رہا۔" وہ دیوانوں کی سی صورت بنا کر بولا تو وہ ہولے سے مسکرادی۔

"کیا اسی کو محبت کہتے ہیں؟"

"شرمین......؟"

"ہمم۔ سن رہی ہوں۔"

"وہ بچہ۔"

"میرا ہے میں اس سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ اس کے لیے خود کو بھی مٹا سکتی ہوں۔" وہ ایک دم سختی سے بولی۔

"ٹھیک ہے مگر میں......!" وہ اٹکا۔

"دیکھو بوبی سچ تو یہ ہے کہ میں نے اب اپنا ارادہ بدل لیا ہے۔ مجھے کوئی نیا رشتہ نہیں بنانا میں تم سے شکوہ نہیں کررہی نہ خفا ہوں جو رشتہ تھا وہی قائم رہے گا ملیں گے گپ شپ کریں گے لیکن یہ بات نہیں ہوگی ماذان کی وجہ سے نہیں بلکہ خود میں نے اپنی اور تمہاری بہتری کی وجہ سے یہ فیصلہ اذان سے پہلے کرلیا تھا۔"

"شرمین......شرمین۔"

"پلیز اب اس موضوع پر کبھی بات نہیں ہوگی اگر چاہتے ہو کہ میں یہاں سکون سے کام کروں تو اس چیپٹر کو بند کردو ہم چھوٹے لوگ ہیں۔ محبت کی باتیں ہمیں زیب نہیں دیتیں۔" وہ یہ کہہ کر برق کی مانند اس کے آفس سے نکل گئی اور وہ حواس باختہ کھڑا رہ گیا۔

❁.....❁❁.....❁

وہ کمرے میں نہیں تھا۔

جب آیا تو موبائل فون پر تقریباً وقفے وقفے سے پانچ چھ بیلز معید صاحب کی آئی ہوئی تھیں اس نے بنا توقف کے خود رنگ بیک کی۔

"السلام علیکم سر۔" معید صاحب نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔ جی معید صاحب۔"

"سر آغا صاحب کو میرے فون کا پتا نہ چلے میں نے بہت مجبور ہوکر آپ سے رابطہ کیا ہے۔"

"نہیں پتا چلے گا بولو۔"

"سر اس لڑکی کا بہت برا حال ہے، رات دن اپارٹمنٹ کے سامنے بیٹھی رہتی ہے آپ کی جیکٹ پہنے رہتی ہے بہت سمجھایا ہے۔"

"کیا کہتی ہے؟"

"مجھے پاکستان بھیج دو، مجھے پاکستان جانا ہے۔"

"پاگل ہے ہمارا کیا واسطہ؟" وہ جھنجلایا۔

"اسی لیے تو جھڑک دیتا ہوں مگر وہ بضد ہے آج آفس آگئی تھی کچھ لکھ کر لے گئی ہے مجھے فکر ہے۔"

خوشیوں کی بہار

نصیحہ آصف خان

”آپ اس کی مالی مدد کردیں بلکہ جب تک اپارٹمنٹ کی نیلامی نہیں ہوتی آپ کچھ حصہ اس کے استعمال کے لیے کھول دیں سامان ڈلوا دیں۔“

”لیکن مراس سے تو وہ کچھ اور سمجھے گی۔“

”نہیں اسے سمجھا دیں کہ پاکستان میں اس کی کوئی جگہ نہیں۔“

”مرو یسے وہ سچ مچ آپ کو، میرا مطلب ہے محبت کرتی ہے۔“معید صاحب نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

”بےکار ہے کسی صورت یہاں نہ آئے اسے اس کے ملک بھیجنے میں مدد کردیں۔“

”کہا تھا مگر وہ نہیں مانتی اس کا ایکس ہزبینڈ تو یہاں سے چلا گیا ہے وہ جان کے خطرے کی وجہ سے بھی نہیں جانا چاہتی۔“

”بہرکیف انسانی ہمدردی کے تحت کچھ مدد کردیں۔“

”کوما غاجی کو پتا چل گیا تو.......!“

”تو دفع کرو میں پہلے ہی الجھن میں گرفتار ہوں کچھ نہ دلا دو۔“

”چلیں ٹھیک ہے میں اس سے بات کرتا ہوں جاتا ہوں، کیونکہ ہر روز ہی میڈیا والوں میں سے کوئی نہ کوئی پہنچ جاتا ہے نیلامی کی وجہ سے اور پھر وہ وہاں موجود ہوتی ہے۔“

”کیا بکواس ہے، معید صاحب اسے کچھ رقم دے دیں یا کچھ بھی کریں وہاں سے اٹھوائیں۔“ وہ سخت بے زاری سے بولا۔

”او کے، میں کچھ کرتا ہوں۔“

”او کے، پھر مجھے بتانا۔“

”جی بہتر۔“ اور پھر فون بند کر کے وہ بےزار سا کمرے سے باہر نکل آیا ایک نئی الجھن پیدا ہوگئی تھی۔

وہ کرائے دار کو دو ماہ کی مہلت دے آئی تھی کہ مکان کا بندوبست کرلیں۔ اذان اسکول ہوم ورک کرتے کرتے شاید تھک کر سو گیا تھا۔ اس نے بیگ اٹھایا، کتابیں سمیٹیں تو وہ کسمسایا اس کو سیدھا کر کے تکیہ سر کے نیچے رکھا مغرب کی اذان ہو رہی تھی سوچا کہ جلدی سے وضو کر کے نماز پڑھ لے پھر بہت سی ضروری آفس فائلوں کو چیک کرنا تھا۔ اس کے علاوہ زینت آپا نے بہت اصرار کیا تھا کہ رات کا کھانا ان کے ساتھ کھانا ہے، سو وہ رضامندی دے آئی تھی مگر اس میں تو ابھی وقت تھا مغرب کی اذان کا وقت کیونکہ بہت مختصر ہوتا ہے۔ وضو کر کے واش روم سے باہر آئی تو موبائل فون پر مسلسل بیل آرہی تھی ہاتھ خشک کر کے اس نے کال ریسیو کرنی چاہی مگر دوسری طرف سے کسی نے مایوس ہو کر فون بند کردیا انجانا نمبر تھا۔ اس نے کچھ دیر دوبارہ آنے کا انتظار کیا پھر کچھ ذہن پر زور ڈالا کہ کس کا نمبر ہوسکتا ہے مگر کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو فون رکھ کر نماز کی فکر کی، مصلیٰ بچھایا اور نیت باندھ لی مگر اسی دوران پھر فون بجنے لگا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)
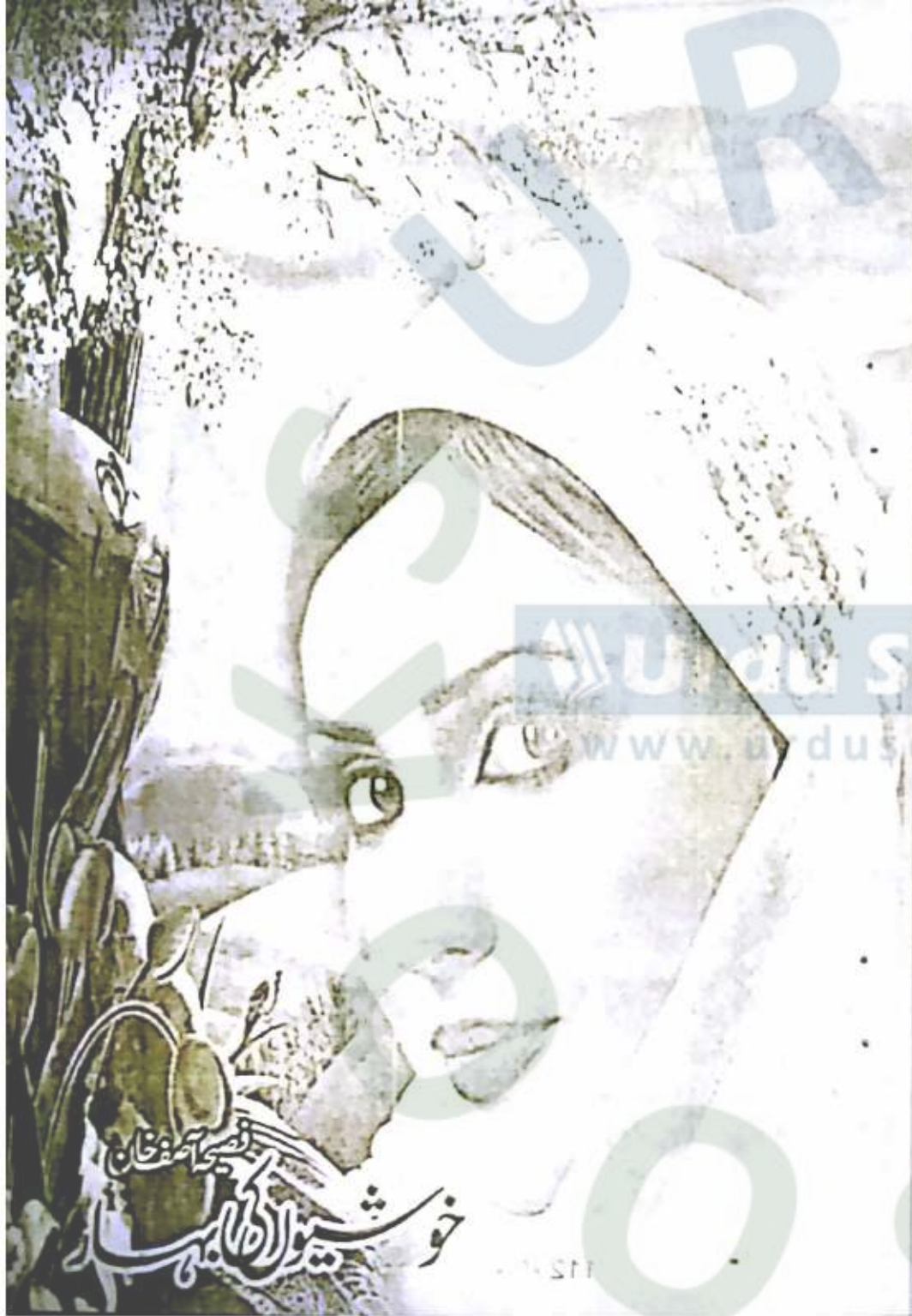
دل کو اللہ بچائے مرض عشق سے
سنتے ہیں کہ یہ عارضہ اچھا نہیں ہوتا
ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہوجاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

"دھل گئے سارے برتن......" اپنے خیالوں میں پلیٹیں خشک کرتی شرمین بُری طرح ان کی آواز پر چونکی تھی' شکر تھا کہ پلیٹ ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچی تھی ورنہ ایک طوفان کا سامنا ہوتا۔

"جی تائی اماں۔" وہ گھبراہٹ پر قابو پاکر بولی۔

"ٹھیک ہے سارا کام مکمل کرنے کے بعد بجلی بند کرکے دروازہ بھی بند کردینا۔ تمہیں سمجھایا نہ جائے تو تم اپنی ذمہ داری کب پوری کرتی ہو۔" وہ حسب معمول اسے تنبیہ کا نشانہ بناتی باہر نکل گئیں۔

اکتوبر کا موسم تھا ٹھنڈی ٹھنڈی دل فریب ہوا چل رہی تھی سردی کی آمد آمد تھی اور شرمین کو یہ موسم جی جان سے پسند تھا۔ وہ کچھ دیر یونہی صحن میں کھڑی موسم سے لطف اٹھاتی رہی کہ کھٹکے سے چونک گئی' وہ اپنے اور اماں بی کے مشترکہ کمرے کی سمت تیز تیز جانے لگی۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے وہ ستون کی آڑ میں ہوگئی' ریحان بھائی سگریٹ کا دھواں اڑاتے' بکھرے بال' کھلا گریبان' سرخ آنکھیں' بے پرواسی عادتیں' بائیک اندر کرکے گیٹ بند کرکے وہیں باقی ماندہ سگریٹ پھونکنے لگے۔ شرمین کو ان سے ویسے بھی خوف آتا تھا جب سرخ سرخ آنکھیں اس پر گاڑھ کر وہ حکم چلاتے جیسے وہ سب کی زرخرید کنیز ہو۔

ہاں جب اپنے ہی بیگانے بن جائیں گے تو سب ہی مال مفت سمجھ کر تقسیم شروع کردیتے ہیں۔ شرمین کی آنکھیں لبالب اشکوں سے بھر گئیں' وہ دل پر بھاری بوجھ محسوس کرتے ہوئے کمرے میں آگئی۔ آہستگی سے دروازہ کھولا اور بند کیا کہ اماں بی کی نیند خراب نہ ہو مگر صالحہ خاتون (اماں بی) کو اس وقت تک نیند نہ آتی تھی جب تک شرمین کمرے میں نہ آجائے۔ وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگیں تو شرمین مسکرادی۔

"ارے آپ ابھی تک جاگ رہی ہیں میں تو سمجھی تھی کہ کئی خواب دیکھ بھی چکی ہوں گی۔" شرمین مسکراتے ہوئے ان کے پاس آکر بولی۔

"جب تک تم کمرے میں نہ آؤ' میری آنکھ کیسے لگ سکتی ہے۔ آج تم نے دیر بھی بہت کردی؟" ان کی لہجے میں محبت و تشویش سی تھی۔

"جی اماں بی! مہمان آئے ہوئے تھے تو سارے برتن دھو کر خشک کرکے رکھنے دیر تو لگنی تھی۔ اب آپ سے آرام سے سوجائیں مجھے ٹیسٹ کی تیاری کرنی ہے' گھنٹے بعد سوؤں گی۔" شرمین ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر لاڈ سے بولی۔

اماں بی نے محبت سے دعائیں دیتے ہوئے اسے پڑھنے کو کہا۔ اب وہ تھی اور کتابیں تھیں' رات کے ساڑھے بارہ بجے کے قریب اس کا کام مکمل ہوا وہ لیمپ بجھا کر غافل ہوگئی۔

❀....❀....❀

اماں بی کے ہلکے سے کھنکھارنے پر اس کی آنکھ کھل گئی' فجر کا روح پرور سماں دل میں اتر رہا تھا۔ شرمین نماز و قرآن سے فارغ ہوکر اماں بی کے لیے چائے بنالائی آغاز صبح تھا مگر سب گھوڑے بیچ کر سورہے تھے۔

مجاہد تایا' ثمینہ تائی' ریحان' آشان' چھوٹے چچا ساجد' فاخرہ' زمزمہ' فارحہ' نبیل...... شرمین کا دل دکھی ہوا مگر یہ تو روز کا معمول تھا۔ وہی اللہ کی نافرمانی...... شرمین کالج

جانے کے لیے تیار ہونے لگی۔

اب باہر سے کھٹ پٹ کی آوازیں آنے لگی تھیں۔ اماں بی تسبیح پڑھتے پڑھتے کب کی نیند کی آغوش میں جاچکی تھیں۔ اسے اپنے لیے ناشتا بنانا' کپڑے استری کرکے وہ کچن میں آگئی۔ ثمینہ آشان کی لیے ناشتا بنانے کے لیے موجود تھی۔

"آجاؤ' کبھی تم بھی ہاتھ بٹالیا کرو۔" وہ اسے دیکھتے ہی ماتھے پر بل ڈال کر بولیں۔

"جی تائی اماں۔" وہ بھاگتے وقت کو محسوس کرکے بے دلی سے بولی۔

"یہ لو آملیٹ ڈالو میں پراٹھے بناؤں۔" شرمین نے پھرتی سے آملیٹ اتارے اور گرم توے پر سلائس سینکنے لگی' ساتھ ہی چائے بھی چڑھادی۔ ناشتا کرتا آشان کچن میں آگیا اور شرمین کو دیکھ کر دلی مراد پوری ہونے پر مسکرایا۔

"بڑی مزے دار خوشبو آرہی ہے۔"

"یہ لو بیٹھو ادھر......" ثمینہ نے گھور کر آشان کو دیکھا اور انڈا پراٹھا اس کے سامنے میز پر رکھا آشان ندیدہ نگاہوں سے شرمین کو دیکھ رہا تھا جبکہ ثمینہ کی نظریں آشان پر تھیں۔

شرمین نے باورچی خانے میں کھڑے کھڑے دو سلائس اور چائے کے بڑے بڑے گھونٹ انڈیلے اور باہر آگئی۔ ثمینہ تائی کی ایکسرے کرتی نظریں اسے ہمیشہ کوفت میں مبتلا کردیتی تھیں۔ رہا آشان تو اسے اس سے کوئی سروکار ہی نہ تھا۔ شرمین اس کی نگاہوں کا مطلب اچھی طرح سمجھتی تھی ان دیکھا خوف کا حصار اسے جکڑے ہوئے تھا۔ کوئی خوش کن امید نہ تھی' مایوسی اور بے بسی کے عالم میں زندگی کے پل بسر ہورہے تھے۔

❀....❀....❀

موسم نے انگڑائی لی اور سردی کی شدت میں بے حد اضافہ ہوگیا' اماں بی بھی اس کی لپیٹ میں آگئیں۔ دو دن سے شرمین کالج بھی نہیں جارہی تھی' ان کی تیمارداری میں لگی ہوئی تھی' ثمینہ اور فاخرہ آئیں اور چلی گئیں' شرمین ہی ان کے لیے پرہیزی خوراک تیار کرتی۔ اس وقت بھی وہ ان کے لیے دلیہ پکا رہی تھی کہ آہٹ پر مڑی تو ریحان کو کھڑے پایا' شرمین جی جان سے لرز گئی۔ چمچ ہاتھ سے گرنے لگا۔

"کیا ہوا گھبرا کیوں گئیں؟" وہ خباثت سے انتہائی قریب آکر بولا تو شرمین نے کبوتر کی طرح خوف زدہ ہوکر آنکھیں میچ لیں' اسے ہمت کرنی تھی سو ہمت کا سہارا لے کر مضبوط لہجے میں بولی۔

"کچھ چاہیے آپ کو؟" وہ آنچ دھیمی کرتے ہوئے اس کی جانب بنا دیکھے بولی۔

"آں...... ہاں...... میں پانی پینے آیا تھا بہت پیاس لگی ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں سرخ سرخ آنکھیں شرمین پر گاڑ کر بولا تو شرمین نے جلدی سے گلاس بھر کے میز پر رکھا چولہا بند کرکے فوراً کچن سے باہر آگئی اور گہرے گہرے سانس لینے لگی۔

اس کے علم میں تھا کہ ریحان کی زمزمہ سے بات طے ہے' پتا نہیں پھر وہ کیوں ریحان کو دیکھ کر خوف میں گرفتار ہوجاتی تھی۔ وہ اس سے کئی سال بڑے تھے ثمینہ چاہتی تھی کہ اس کی شادی کردیں مگر وہ ہمیشہ انکار کردیتا۔ ابھی تک ریحان اور زمزمہ کی باقاعدہ منگنی نہیں ہوئی تھی اس کے لیے وہ مطمئن تھیں اب جبکہ ریحان شادی کی طرف مائل ہی نہ ہورہا تھا تو انہیں اس پر غصہ آجاتا اکثر اسی بات پر ان کے درمیان تو تو میں میں ہوجاتی۔ اس روز بھی مجاہد اس پر برس پڑے۔

"مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ' نوکری مل گئی ہے یہی عمر ہے شادی کی۔" وہ خاصے غصے میں تھے۔

"جلدی کیا ہے' کرلوں گا شادی۔" وہ بے پروائی سے بولا تو مجاہد نے گھور کر اس کی طرف دیکھا۔ عجیب حلیہ بنا رکھا تھا نفسیاتی مریض لگ رہا تھا مجاہد کے ساتھ ثمینہ کو بھی اس کی حالت دیکھ کر افسوس ہوا آج چھٹی تھی اس لیے وہ رف سے حلیے میں تھا ورنہ آفس جاتا تو قدرے سدھرا ہوا نظر آتا۔ وہ یک دم اٹھا اور تیزی سے کمرے سے نکل گیا دونوں اسے دیکھتے رہ گئے۔

❀……❀……❀

زندگی میں ایسے ایسے دکھ مل جاتے ہیں کہ انسان دم بخود ہی رہ جاتا ہے خوشیوں کو دس کر یہ دکھ اپنی مستقل جگہ زندگی میں بنا کر سرخرو ہو جاتے ہیں اور انسان بے بس رہ جاتا ہے۔ شرمین اپنے بارے میں اکثر ایسا ہی سوچتی' معمولی سی بات پر ثمینہ نے شرمین کو بُری طرح ڈانٹ دیا۔ وہ کمرے میں آ کر سسکنے لگی اماں بی وضو کر کے آئیں تو گھبرا کر بولیں۔

"کیا ہوا؟" وہ پاس آ کر بیٹھ گئیں۔

شرمین نے روتے ہوئے سب کہہ ڈالا تو انہوں نے جھٹ اسے سینے میں سمو لیا۔ وہ سب جانتی تھیں مگر خاموش تھیں' ثمینہ کے تیز مزاج سے واقف تھیں۔ آج اگر حیدر کے دل میں بیٹی کے لیے جگہ ہوتی تو شرمین اس طرح گھٹ گھٹ کر زندگی نہ گزار رہی ہوتی۔ باپ کے ہوتے ہوئے بھی دوسروں کی نفرت و سنگ دلی سہنے پر مجبور تھی۔ اماں بی اسے ساتھ لگائے تسلیاں دیتی رہیں۔

حیدر ان کے تینوں بیٹوں میں سب سے چھوٹا تھا لاڈلا اور ضدی' اپنی بات منوانے والا' من مانی کرنے والا۔ سب کی مخالفت کے باوجود اس نے اپنی پسند کی شادی کی مگر صالحہ جب اس سے ملیں تو صدف کے حسن کو دیکھ کر نہال ہو گئیں۔ صدف کی ماں بہت سال پہلے شوقیہ گلوکاری کرتی تھیں بس یہی بات سب کو ناگوار گزری' حیدر کے گھر کا ماحول روایتی اور مذہبی تھا اور صدف پابندیاں برداشت کرنے کی عادی نہ تھی۔ سو شادی کے کچھ عرصے بعد ہی دونوں کے جھگڑے ہو گئے اسی دوران شرمین پیدا ہوئی۔ صدف بجائے خوش ہونے کے اسے مصیبت تصور کرنے لگی' شرمین زیادہ تر اماں بی کی گود میں رہتی جس پر فاخرہ اور ثمینہ کا منہ بن جاتا۔

حیدر بھی اس پر کم توجہ دیتا' صالحہ نے دونوں کو کئی بار سمجھایا مگر صدف بھی کم ضدی نہ تھی۔ دونوں آگ سے کھیل رہے تھے جھکنا فطرت میں نہ تھا یوں تین سال کے اندر دونوں کا گھر ٹوٹ گیا۔ صدف اپنی ماں کے گھر چلی گئی اس نے شرمین کو بھی ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا' حیدر اس واقعے سے اتنا دل برداشتہ ہوا کہ کینیڈا جا کر سکونت اختیار کر لی اور سال بعد شادی کر لی۔ دونوں کو اس ننھی بچی کا خیال تک نہ آیا اب شرمین کے لیے اماں بی ہی سب کچھ تھیں۔ حیدر فون کرتا بیٹی کی خیریت معلوم کرتا مگر اس کا واپس آنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ شرمین کے دل میں ماں اور باپ دونوں کے لیے شدید نفرت تھی اگر یہی سب کرنا تھا تو وہ اسے دنیا میں کیوں لائے اماں بی کی گود میں سسکتی وہ سوال کرتی۔

"بیٹا جس روح نے دنیا میں آنا ہوتا ہے وہ آ کر رہتی ہے' بس اللہ دل سے رحم اور انسانیت ختم نہ کرے۔ تمہیں میرے پاس آنا تھا تمہارے دادا جی کے بعد میں بھی تو اکیلی تھی' سو اللہ نے تمہیں میرے لیے بھیج دیا۔" وہ ہمیشہ شرمین کو اسی قسم کے دلاسے دیتی تھیں مگر شرمین اب ان کی تسلیوں سے نہ بہلتی۔

فاخرہ اور ثمینہ شرمین کے لیے دل میں کوئی نرم گوشہ نہ رکھتی تھیں۔

ثمینہ کو خاص طور پر اپنے بیٹوں پر نگاہ رکھنی پڑتی' انہوں نے اکثر دیکھا کہ باورچی خانے میں جب شرمین ہوتی تو آشان بہانے بہانے سے وہاں پہنچ جاتا۔ اس رات انہوں نے آشان کو دیکھا وہ لیپ ٹاپ کھولے اپنا کام کر رہا تھا اس کا ایم بی اے کا آخری سال تھا اور ثمینہ ہرگز نہیں چاہتی تھیں کہ وہ عشق و عاشقی کے چکروں میں پڑ کر اپنا مستقبل تباہ کر لے سو اسے وارننگ دیتے ہوئے انتہائی غصے میں بولیں۔

"میں تمہیں آخری بار سمجھا رہی ہوں' اگر آئندہ میں نے دوبارہ کچھ ایسا ویسا دیکھا تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا۔ حد ہوتی ہے ان ماں بیٹیوں کو تو لڑکے پھنسانے کے گُر آتے ہیں' میرے سامنے مگر یہ سب ہرگز نہیں چلے گا۔" آشان پر گھڑوں پانی پڑ گیا' اس کی پسندیدگی ماں کی عقابی نگاہوں سے چھپ نہ سکی تھی۔

"امی آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔" وہ شرمندہ سا بولا۔

"اچھا ٹھیک ہے اور یہ غلط فہمی مجھے آئندہ نہ ہو۔" وہ کسی حکمران کی طرح حکم جاری کرتی کمرے سے چلی گئیں۔

آشان نے گھبرا کر گہری سانس لی اور دوبارہ کام میں جت گیا مگر شرمین کوئی نظر انداز کر دینے والی یا بھلانے والی شے نہ تھی۔

❀……❀……❀

موسم بدلا تو شادیوں کا موسم شروع ہو گیا۔ فاخرہ کے بھائی اور زمزمہ' فارحہ کے چھوٹے ماموں کی شادی کا ہنگامہ شروع ہو گیا۔ فارحہ اور زمزمہ خوب تیاریاں کر رہی تھیں۔

فاخرہ اور ساجد کی دلی خواہش تھی کہ زمزمہ ریحان کی دلہن بنے مگر ثمینہ اپنی بھانجی ساحر کا سوچے بیٹھی تھیں مگر ریحان انہیں ہمیشہ شادی جیسے موضوع پر زچ کر کے رکھ دیتا تھا۔

فارحہ اور زمزمہ پارلر سے ٹریٹمنٹ کروا کے آئی تھیں' زمزمہ خوب صورت تو تھی ہی مگر اب تیار ہو کر اور بھی پیاری لگ رہی تھی۔ بی ایس سی کے فائنل ایئر میں تھی اور فارحہ کا میڈیکل کا پہلا سال۔ فاخرہ بیٹیوں کو دیکھ دیکھ کر نہال ہو رہی تھیں۔ شرمین لاؤنج میں آئی تو فارحہ یونہی اترانے لگی۔

"شرمین تم بھی کٹنگ کروا لیتیں' کیسے جھاڑ جھنکار بال ہو رہے ہیں۔" زمزمہ اسے دیکھ کر طنزیہ بولی۔

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ اسکواش کے خالی گلاس اٹھا کر جاتے ہوئے بولی تو وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

شرمین کا سادہ دل فریب روپ کسی آرائش کا محتاج کب تھا یہی بات ان ماں بیٹیوں کو ہضم نہ ہوتی۔ اس پر اس کی بے پروائی اور بے نیاز انداز میں' جسے وہ غرور کا نام دیتیں۔

"پتا نہیں کیا سمجھتی ہے خود کو۔" زمزمہ تلملائی۔

"ریلیکس…… تیاری کرو۔" فارحہ نے زمزمہ کو کہا تو وہ کمرے میں آ کر جیولری کا انتخاب کرنے لگی۔

آج مہندی کی تقریب تھی صالحہ خاتون انگوری کلر کا نفیس سوٹ پہنے تیار تھیں اور شرمین سبز و پیلے امتزاج والا سوٹ۔

"بیٹا تیار ہو جاؤ۔" اماں بی نے کہا تو وہ سادے چہرے پر کریم اور کاجل' نیچرل رنگ کی لپ اسٹک لگا کر اپنے تئیں تیار تھی' اس میں بھی غضب ڈھا رہی تھیں۔ گھنے بالوں کی لمبی چوٹی کمر پر لہرا رہی تھی اماں بی کے ساتھ لاؤنج میں آئی تو تایا مجاہد اور ساجد بیٹھے تھے انہوں نے شرمین کے سلام کے بعد اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"آ جاؤ بھئی دیر ہو رہی ہے' تیاریوں کا خاتمہ کرو۔" مجاہد تایا نے زور سے آواز لگائی۔

تھوڑی دیر بعد تینوں آ گئیں۔ زمزمہ اور فارحہ لہنگے پہنے غضب ڈھا رہی تھیں کچھ انداز مغرورانہ سے تھے۔ ثمینہ اور فاخرہ نے ساڑھی پہن رکھی تھی' دونوں اچھی لگ رہی تھیں۔ شرمین نے اک طائرانہ نگاہ ڈالی اور سب باہر نکل گئے۔

تین گاڑیاں صمد ولا کے آگے رکیں' رنگ و بو' شور و غل کا اک طوفان تھا' حسن و فیشن کا دریا اُمڈ پڑا تھا۔ زمزمہ اور فارحہ فوراً اندر چلی گئیں' شرمین حسب معمول اماں بی کے ساتھ رہی۔ فاخرہ کے میکے والے بڑی عزت سے بی اماں سے آ کر مل رہے تھے' شرمین بھی ان میں گھل مل گئی۔ لڈی' بھنگڑا…… زمزمہ اور فارحہ کی کزنز نے شرمین کو بھی گھسیٹ لیا' وہ خوب لطف اندوز ہو رہی تھی۔ ایک عرصے کے بعد کھل کے مسکرا رہی تھی' کئی نگاہیں اس پر تھیں مگر وہ سب سے بے پروا ہو کر ان لمحوں کو مکمل طور پر اپنے لیے جینا چاہتی تھی۔

اگلے دو دن اس سے بھی زیادہ مزا آیا' بارات' ولیمہ کے بعد بُری طرح تھکاوٹ ہو گئی تھی۔

اماں بی سے کئی ماؤں نے شرمین کے بارے میں پوچھا' ان کا ایک ہی جواب تھا کہ شرمین کی نسبت طے ہے۔ ثمینہ کو پتا چلا تو بہت بگڑیں' فاخرہ کا بھی منہ سوج گیا۔ اگر کوئی رشتہ مل رہا تھا تو کر کے فارغ ہو جائیں۔ جانے کس سے اور کب سے وہ اس کا رشتہ جوڑے بیٹھی تھیں' دونوں کے ذہن ایک ہی نہج پر سوچ میں رہے تھے۔

❀……❀……❀

ریحان پر موسم کی تبدیلی نے اثر دکھایا' آفس سے آیا تو بخار میں جل رہا تھا۔ شرمین رات کے لیے دال چاول بھگو کر کچن سے باہر آ رہی تھی کہ دروازے پر ریحان راستہ

روکے کھڑا تھا۔ ثمینہ کسی کی تعزیت کرنے فاخرہ کے ساتھ گئی ہوئی تھیں۔ مغرب کا وقت تنگ ہورہا تھا وہ چاہتی تھی کہ جلد از جلد نماز پڑھ لے مگر ریحان کی بڑی بڑی سرخ آنکھیں تپا چہرہ اسے روکے ہوئے تھا وہ دیوار بنا کھڑا تھا۔

"ایک کپ چائے بناؤ ساتھ میں ٹیبلٹ بھی کمرے میں لے آنا۔" وہ گہری نگاہوں سے دیکھتا حکم دیتا پلٹ گیا۔

شرمین بُری طرح تپ گئی جیسے تیسے چائے بنا کر پرچ میں دو گولیاں رکھیں کہ شومئی قسمت نبیل آ گیا اس نے نبیل کو ریحان کے کمرے میں بھیجا پھر جلدی سے وضو کیا اور نماز کی ادائیگی میں مصروف ہوگئی۔

ریحان کو دو روز سخت بخار رہا زمزمہ بار بار اس کی خیریت دریافت کرنے آتی رہی ثمینہ اپنا غصہ دبائی مسکراتی رہیں نازات وہ مجاہد سے الجھ پڑیں۔

"آخر یہ ریحان چاہتا کیا ہے؟ میں نے ربیعہ سے بات کرلی ہے ساحر اگلے ماہ پیپر زدے کر فارغ ہورہی ہے میں چاہتی ہوں کہ منگنی کی رسم ادا ہوجائے۔" مجاہد سخت بدمزہ ہوئے۔

"زمزمہ میں کیا برائی ہے؟" آخر کار وہ رہ نہ سکے بول ہی اٹھے۔

"دیکھا مجھے پہلے ہی پتا تھا کہ آپ اندر سے جوڑ توڑ کیے بیٹھے ہیں جبکہ آپ کو پتا ہے کہ میں نے ہمیشہ ساحر کا نام لیا ہے۔" وہ بھی دوبدو ہوئیں مجاہد جانتے تھے کہ اب ثمینہ سے کچھ کہنا بے کار ہے وہ خاموش ہوگئے۔ وہ ریحان کے لیے زمزمہ اور آشان کے لیے فارحہ کو سوچ بیٹھے تھے۔

مگر اوپر والا بہت باریک بین اور ماورا سوچ کا مالک ہے۔

❁......❁......❁

وقت کبھی کسی کے لیے نہیں رکتا بہت سے نشانات چھوڑ کر تیز رفتار گھوڑے کی طرح بھاگتا ہی چلا جاتا ہے۔ یہ نشان آنسوؤں کے بھی ہیں اور دکھ غم کے بھی۔ ایسے ہی ایک ماضی کے ورق الٹا اور گھر میں بھونچال سا آ گیا۔

"اماں بی! کوئی خاتون آپ سے ملنے آئی ہیں میں نے ڈرائنگ روم میں بٹھادیا ہے۔" زلیخا نے آ کر اماں بی سے کہا تو وہ اپنا دوپٹہ درست کرتی ڈرائنگ روم میں آ گئیں اندر سے ثمینہ کی انتہائی زور زور سے بولنے کی آواز آرہی تھی وہ گھبرا گئیں۔ جلدی سے پردہ ہٹا کر اندر گئیں تو حیران رہ گئیں۔

اٹھارہ سال بعد صدف ان کے سامنے تھی زمانہ و سال کی تلخیوں نے اس کے چہرے پر واضح اثرات چھوڑے تھے ثمینہ کا چہرہ غصے سے لال ہورہا تھا۔ اماں کو دیکھتے ہی صدف تیزی سے اٹھی اور ان کے گلے جا لگی اور ہچکیاں لے کر رونے لگی۔ ثمینہ نے پہلو بدلا اور تنتنا کر بولیں۔

"اسے کہیں یہ فوراً یہاں سے چلی جائے۔" ثمینہ کا غصہ عود کر آیا۔

"دھیرے۔ بہو! مجھے سن تو لینے دو وہ کہنے کیا آئی ہے۔ تم پانی بھجوا دو۔" اماں بی نے نرمی سے کہا تو ثمینہ "اونہہ" کرکے صدف کو گھورتی باہر چلی آئیں۔

اماں بی نے صدف کو آہستگی سے الگ کیا اور صوفے پر اس کے ہمراہ بیٹھ گئیں صدف آنکھیں اور ناک صاف کررہی تھی غم کی ماری دکھوں کی داستاں لگ رہی تھی۔

"کیسی ہو صدف؟" بی اماں ازلی نرماہٹ لیے بولیں تو صدف نے بھیگی آنکھوں سے انہیں دیکھا شرمسار نظریں زیادہ دیر ملا نہ سکی۔

"میں تو آپ کے سامنے ایک زندہ لاش ہوں خدا نے مجھے میرے کرتوتوں کی سزا دی اپنی بچی کو ممتا سے محروم رکھا تو اوپر والے نے بھی مجھے دکھا دیا کہ وہ کس قدر طاقت ور ہے۔ یہاں سے جانے کے بعد میں نے اپنے کزن زبیر سے شادی کی مجھے کسی شے کی کمی نہ تھی۔ زبیر ایک عیاش انسان تھا مجھے ہر آسائش ملی مگر سکون کو ترسی رہی۔ اللہ نے مجھے دو بیٹے دیئے جو سال سال بھر کے ہو کر فوت ہوگئے۔ میری ممتا ترستی رہ گئی زبیر نے دوسری شادی کرلی اس کے دو بچے ہوگئی۔ فادیہ کی اہمیت بڑھ گئی اور میری حیثیت کچھ نہ رہی۔ چھ ماہ پہلے زبیر اللہ کو پیارا ہوگیا میں ایک کمرے میں پڑی رہتی ہوں کھانا مل جاتا

ہے زندگی کے دن پورے کررہی ہوں۔ مجھے احساس ہوا کہ مجھے دنیا میں ہی میرے کاموں کی سزا مل رہی ہے۔ خدا کے لیے ایک بار میری شرمین سے ملا دیں میں آپ کا احسان زندگی بھر نہ بھولوں گی۔" وہ سسکتے ہوئے اماں بی کے قدموں میں آ گری۔

اماں بی گومگوں کی کیفیت میں تھیں یہ کیا بھونچال آ گیا اتنے میں زلیخا کولڈ ڈرنک لے آئی۔ شرمین جو کالج سے آ کر سو رہی تھی عصر کا وقت ہونے پر اٹھی۔ نماز پڑھ کر اماں بی کو ڈھونڈتی ڈرائنگ روم میں آ گئی۔

دھندلی سی تصویر ذہن کی شبیہ پر ابھری ماں کی تصویریں دیکھ رکھی تھیں مگر کبھی گمان بھی نہ تھا یوں وہ سامنے آئیں گی۔ شرمین بت بنی کھڑی تھی کہ صدف کی نظریں اس سے ملیں ممتا کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ وہ لپک کر اس سے لپٹ گئی۔

"میری بچی...... میری شرمین...... میں تیری ماں ہوں صدف...... میں نے تجھے جنم دیا ہے تو میرے دل کا ٹکڑا ہے۔" وہ اس سے لپٹی روتی رہیں تھی تب شرمین کے حواس قابو میں آئے اور نفرت کی لہریں اٹھنے لگیں۔

"ہاں میں وہی آپ کے جسم کا فالتو ٹکڑا ہوں جسے آپ کاٹ کر کسی بے کار چیز کی طرح پھینک گئی تھیں مر چکی ہے شرمین آپ کے لیے۔" شرمین رندھی آواز میں بولی اور تیزی سے انہیں ہٹا کر اماں بی سے لپٹ کر رونے لگی۔ اماں بی سوچوں میں غرق شرمین کی پیٹھ سہلاتی رہیں۔ ماں بیٹی کی سسکیاں اماں بی کو حد درجہ افسردہ کررہی تھیں۔ شرمین کا حرف حرف سچا تھا جو اسے تازیانے کی طرح لگا۔ صدف ایک دم اٹھی اور شرمین کو بانہوں میں بھر کر بلک بلک کر رو پڑی۔

"مجھے معاف کردو شرمین! میں غلط تھی بہت برا کیا تمہارے ساتھ...... مجھے معاف کردو میں سکون سے جی تو نہیں سکی سکون سے مر سکوں گی۔" وہ بُری طرح زار و قطار رورہی تھی آخر اس کی ماں تھی۔

خون نے جوش مارا تو وہ امی کہہ کر اس کے سینے سے چمٹ گئی اور دونوں ماں بیٹی اتنا روئیں کہ اماں بھی آنسو روک نہ سکیں۔ کافی دیر بعد طوفان تھما تو صدف نے شرمین کے چہرے سے بال ہٹا کر آنچل سے اس کا چہرہ صاف کیا ہو بہو اسی کا پرتو تھی باپ کی وجاہت اور ماں کے حسن کا شاہکار۔

شرمین تو محبتوں کی ترسی ہوئی تھی ماں کی محبت کیا ملی گویا اتنے برسوں کے صبر کے بعد جہاں بھر کا خزانہ مل گیا۔ ثمینہ اور فاخرہ آخر کار طنز کے تیر برسانے اندر آ گئیں اور اندر کا منظر ان کے اندر آگ برسانے لگا۔

"اتنے سالوں کے بعد تمہارے آنے کا مقصد کیا ہے؟" ثمینہ کی آواز میں واضح نفرت تھی صدف کا سر جھک گیا وہ بولنے لگی کہ شرمین نرمی سے بولی۔

"یہ میری ماں ہیں اور مجھ سے ملنے آئی ہیں۔"

"اچھا تب اس کی ممتا کہاں تھی جو تمہیں ہمارے حوالے کرکے چلتی بنی۔" فاخرہ کیوں پیچھے رہتی۔

شرمین لاجواب ہوگئی صدف ہنوز نم آنکھیں لیے چہرہ جھکائے بیٹھی رہی اماں بی نے موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"شرمین اس کی بیٹی ہے اور صدف اسی سے ملنے آئی ہے خدا نے اسے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے تو ہم اعتراض کرنے والے کون ہوتے ہیں۔" ثمینہ اور فاخرہ نے انتہائی نفرت سے صدف کو دیکھا اور کمرے سے نکل گئیں ان کے جانے کے بعد صدف بھی کھڑی ہوگئی۔

"اچھا اماں بی میں چلتی ہوں۔" اس نے گلوگیر آواز میں کہا۔ شرمین نے بے چارگی سے ماں کو دیکھا اور تڑپ کر بولی۔

"اتنی جلدی اماں ابھی تو......" وہ جملہ مکمل نہ کرسکی رو پڑی۔

"نہ میری جان میں پھر آؤں گی یہ لو میرا نمبر۔" صدف نے پرس کھول کر ایک چٹ شرمین کی طرف بڑھائی۔ شرمین نے اسے متاع کل جان کر تھام لیا۔ صدف اماں بی کی طرف مڑی اور ادب سے بولی۔

"اماں بی آپ نے مجھے معاف کردیا؟ آپ کی اجازت ہو تو میں کبھی کبھار آجایا کروں؟" وہ ہچکچی انداز میں بولی۔
اماں کے اقرار پر بے انتہا خوش ہوتے وہ آہستگی سے کمرے سے نکل گئی۔ شرمین کے آنسو ایک بار پھر جاری ہوگئے۔

❀......❀......❀

رات مجاہد سے ثمینہ کی خوب لڑائی ہوئی۔
"دیکھیں تو اس کی ہمت آ کیسے گئی۔" مجاہد ٹھنڈے انداز میں بولے۔
"دیکھو وہ اس کی بیٹی ہے بے شک برسوں بعد اسے احساس ہوا ہم ان کا رشتہ تو ختم نہیں کرسکتے پھر اماں بی نے جو کیا ٹھیک کیا وہ بڑی ہیں اور درست فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔" مجاہد نے ثمینہ کو نرمی سے سمجھایا مگر وہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہی تھیں۔
"تم جاؤ میرے لیے چائے لے آؤ میرے سر میں درد ہورہا ہے۔" مجاہد نے کہا تو ثمینہ غصے کو دباتی باورچی خانے میں آئیں کہ یک دم گھبرا کر رک گئیں۔
"پلیز ریحان بھائی میرا ہاتھ چھوڑیں آپ کو اللہ کا واسطہ۔" ثمینہ دبے پاؤں آگے بڑھیں ریحان کی سرخ انگارہ آنکھیں اور اس کی گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑاتی شرمین بری طرح لرز رہی تھی۔
"آپ نے شراب پی رکھی ہے ناں اُف......" شرمین نے کہتے ہوئے زور لگا کر خود کو آزاد کرایا اور ریحان کو دھکا دے کر باہر آ گئی۔ اس کی سانس بے ترتیب ہورہی تھی وہ ثمینہ کو دیکھ نہ سکی ثمینہ سائیڈ پر تھیں۔ ثمینہ کی آنکھیں کھلیں اور تیزی سے باورچی خانے میں گئیں اور لڑکھڑاتے ریحان کے گال پر زوردار تھپڑ رسید کیا۔ ریحان حواس باختہ سی تو رہ گیا ماں کو سامنے دیکھ کر صدمے اور حیرت سے گنگ سی تو رہ گیا تھا۔
"تم نے شراب پی رکھی ہے اتنی غلیظ چیز کو ہاتھ لگاتے تمہیں شرم بھی نہ آئی۔ کیا یہی تربیت تھی ہماری کس چیز کی کمی رہ گئی تھی ہماری تربیت میں۔" وہ اس کا گریبان کھینچ رہی تھیں جبکہ ریحان بُت بنا کھڑا تھا۔
"دفع ہوجاؤ اور آئندہ مجھے شرمین کے قریب بھی دکھائی دیے تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا۔ میں تمہیں اپنا دودھ نہ بخشوں گی۔" اتنا کہہ کر وہ کرسی پر بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑیں۔ ریحان کچھ لمحے وہاں رکا پھر باورچی خانے سے نکل گیا۔
ثمینہ کو یوں لگا جیسے آج وہ اپنا سب کچھ ہار گئی ہوں اولاد نے آج اُن کا مان توڑ کر انہیں ریزہ ریزہ کردیا تھا سارا غرور طنطنہ ریت کی طرح مٹھی سے پھسل کر انہیں یک دم خالی کر گیا تھا وہ یہ بھول گئیں کہ وہ کس کام سے آئی تھیں۔
سر چکرا رہا تھا بیٹے نے پیٹھ پیچھے چھرا گھونپا تھا وہ تو آشان کو منع کرتی تھیں مگر یہاں ریحان نے عجب کرتوت دکھادیے۔ سچ ہی کہا ہے کسی نے دوسروں کے معاملات پر نظر رکھنے کے بجائے اپنے گھر اور حالات کی خبر لو۔

❀......❀......❀

ریحان کی حالت دن بہ دن بگڑتی جارہی تھی سگریٹ اور شراب نوشی نے اسے تباہ کردیا تھا آج کل وہ ہسپتال میں تھا سب ہی اس کی صحت کے لیے دعا گو تھے اصل بات سب سے پوشیدہ رکھی گئی۔ صدف اس دوران دو بار آ چکی تھی مجاہد اور ساجد سے بھی معافی مانگی شرمین کی زندگی میں رنگ ہی رنگ بھر گئے تھے۔
آشان اسے آسودہ دیکھتا تو دل سے دعا نکلتی صدف چچی اسے بہت اچھی اور نفیس خاتون لگی تھیں ہمہ وقت سر پر دوپٹہ اوڑھے پنج وقتہ نمازی چہرے پر نور کا ہالہ تھا۔ شرمین ان کے ساتھ جاتی گھومتی پھرتی بہت خوش تھی۔
یہ سب کچھ ثمینہ اور فاخرہ کو برداشت نہ ہورہا تھا وہ اندر ہی اندر تلملائی رہتیں جبکہ اماں بی بے حد پرسکون تھیں کہ ان کے بعد شرمین اب تنہا نہ ہوگی صدف اس کی ماں تھی اب وہ بہت بدل گئی تھی۔ گھر میں اصل فکر کا معاملہ ریحان کا تھا اسے طویل علاج اور سخت پرہیز کی ضرورت تھی زمزمہ روزانہ ہسپتال جاتی تھی ریحان کے لیے دل سے دعا گو اور ریحان اس کے التفات پر راحت محسوس کررہا تھا زمزمہ کی

محبت بھری آنکھوں نے اس کے اندر جینے کی لگن پیدا کردی تھی۔
آشان کا سارا دھیان اب پڑھائی کی طرف تھا یہ سچ تھا کہ اسے شرمین پسند تھی مگر ماں کی طرف سے ملنے والی وارننگ کافی تھی اسے اپنا کیریئر بنانا تھا کچھ روز تک اسے بیرون ملک جا کر پڑھنا تھا یہ اس کا پرانا خواب تھا سو آج کل وہ جانے کے انتظامات میں مصروف تھا۔

❀......❀......❀

موسم بے حد سہانا ہورہا تھا بادل تھے کہ گھر گھر آرہے تھے ایسے میں صدف آ گئی۔ بارش کا موسم شرمین کو دیوانگی کی حد تک پسند تھا ماں کو دیکھ کر دل کی کلی کلی کھل گئی۔
"اماں بی میں شرمین کو لے جاؤں۔" وہ ہمیشہ اجازت طلب کرتی تھی آج بھی نظریں جھکائے ان کے حکم کی منتظر تھی۔
"ہاں ہاں مگر بارش نہ ہوجائے پریشانی ہوگی۔" اماں بی موسم کے تیور دیکھ کر بولیں۔
"اماں بی یہی تو موسم ہوتا ہے انجوائے کرنے کا۔" شرمین ان کے گلے میں بازو ڈال کر لاڈ سے بولی تو وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔
"اچھا بھئی جاؤ مگر جلدی آ جانا۔"
"شکریہ اماں بی۔" صدف نے احترام سے کہا اور دونوں باہر آ گئیں۔ ان دونوں کو دیکھ کر ثمینہ کے اندر ابال سے اٹھنے لگے مگر یہاں کسے پروا تھی دونوں ایک پارک میں آ گئیں۔
شرمین نے بارش میں اٹکھیلیاں کرتے ہوئے گول گپے کھائے شرمین اس روز بے پناہ خوش تھی صدف بھی اپنی ممتا خوب لٹا رہی تھی۔
ہلکی بارش میں اب تیزی آ گئی تھی صدف اسے ڈراپ کرکے واپس ٹیکسی میں جا بیٹھی۔ شرمین سے اب یہ دوری برداشت نہ ہوتی تھی وہ رات دن ماں کا ساتھ چاہتی تھی مگر یہ کب ممکن تھا آ کر اماں بی کو حرف حرف رپورٹ دیتی۔
اماں بی کے چہرے پر آج ایک انہونی سی چمک اور خوشی دکھائی دے رہی تھی وہ خاص طور پر محسوس کررہی تھی۔ عشاء کی نماز ادا کرکے وہ اماں بی سے ان کی خوشی کا سبب دریافت کرنے لگی۔
"حیدر آرہا ہے تمہارا باپ...... چند دن بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔" اماں بی کے لبوں پر خوشیوں کے کنول کھل رہے تھے۔
"کیا......" شرمین اچھلی سو طرح کے وسوسے ذہن میں ابھرنے لگے وہ کہیں صدف کا داخلہ نہ بند کردیں ان سے ملنے پر پابندی نہ لگادیں شرمین کے چہرے پر تفکر ابھرا۔
"تمہیں باپ کی آنے کی خوشی نہیں ہوئی؟" اماں بی نے اسے جانچتی نظروں سے پوچھا۔
"نہیں اماں بی! یہ بات نہیں میں سوچ رہی ہوں کہیں وہ میری ماں پر یہ دروازے بند نہ کردیں ذرا سی خوشی ملی ہے مجھے۔" اماں بی مسکرائیں اور اسے گلے سے لگالیا۔
"نہیں بچے ایسا نہیں ہوگا کوئی قانون شرع تمہیں اس سے ملنے سے روک نہیں سکتی فکر نہ کرو میں ابھی زندہ ہوں۔" وہ اسے تسلیاں دیتی رہیں اور شرمین کسی حد تک بہل گئی اسی رات اس نے صدف کو بھی بتادیا کہ حیدر پاکستان آرہے ہیں۔
ایک طویل عرصے کے بعد حیدر پاکستان آرہے تھے اس کی بیوی نادیہ کئی سال قبل کینسر کے سبب انتقال کرگئی تھی۔ خدا نے حیدر کو بھی نادیہ سے اولاد سے محروم رکھا تھا شرمین کو بوجھ سمجھنے والے کو اوپر والے نے سزا دی اب وہ انیس سال کے بعد آرہا تھا۔ اب اسے احساس ہوا کہ اس نے بیٹی کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا۔ پتا نہیں وہ اس سے ملتی بھی ہے کہ نہیں حیدر خاصا بیمار تھا دل کی تکلیف نے اسے مجبور کیا کہ حالات ایسے نہیں کہ اکیلا رہا جائے کیوں نہ اپنوں کا ساتھ ہو۔ ایسے میں اگر علی ان کے پاس نہ ہوتا تو وہ کہاں ہوتے۔ علی ان کے جگری دوست حسن ملک اور زبیدہ کا اکلوتا بیٹا تھا وہ پانچ

چھ سال کا تھا جب حسن ملک اور زبیدہ ایکسیڈنٹ میں فوت ہوگئے۔ شوئی قسمت علی اس روز بھی حیدر کے پاس تھا دیارِ غیر میں کوئی نہ تھا یوں بن ماں باپ کے بچے کو حیدر اور نادیہ نے باپ اور ماں بن کر پالا۔

حسن ملک بزنس مین تھے ان کی بہت بڑی جائیداد تھی سب کچھ ازخود علی کے نام منتقل ہوگیا۔ اس نے بہت اعلیٰ تعلیم حاصل کی کئی کورسز کیے اب وہ بھی اس تنہائی سے گھبرا گیا تھا سو اس نے بھی حیدر کے ساتھ پاکستان میں رہنے کا فیصلہ کیا اب وہ انہی کے ساتھ آ رہا تھا۔ پاکستان میں اس کا کسی سے رابطہ نہ تھا نہ اسے کسی کی تلاش تھی۔

❁.......❁.......❁

رفتہ رفتہ ریحان ٹھیک ہوگیا زمزمہ نے اس کی خوب تیمارداری اور خدمت کی اس نے خود کو بدلنے کا عہد کرلیا تھا۔ ثمینہ کی بہن ربیعہ نے ساحر کے لیے انکار کردیا وہ کیوں اس عذاب کو جھیلیں یوں بہنوں کے رشتے میں دراڑ پڑگئی۔ ثمینہ دہری اذیت کا شکار تھیں ریحان ٹھیک ہوا انہیں سکون ملا اب وہ بہت حد تک خاموش ہوگئی تھیں۔

اس رات اماں بی نے مجاہد ثمینہ اور ساجد فاخرہ کو کمرے میں بلایا شرمین ان کے لیے چائے بنانے چلی گئی۔ اماں بی نے بنا تمہید کے بات شروع کی۔

"میں چاہتی ہوں کہ ریحان کے لیے زمزمہ اور آشان کے لیے فارحہ کا جوڑ مناسب رہے گا گھر کی بچیاں ہیں۔ تم سب کو اگر میرے فیصلے پر اعتراض ہے تو ابھی بتادو۔" انہوں نے بغور سب کا مشاہدہ کرنے کے بعد کہا۔ "میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ بات کی ہے باقی جو میرے رب کی مرضی۔"

"نہیں نہیں اماں بی! ہمیں کیا اعتراض ہوگا۔" مجاہد نے بڑے پن کا ثبوت دیا تو مزید کسی کی جرأت نہ تھی کہ اعتراض کرتا۔ ساجد اور فاخرہ کے من کی مراد پوری ہوئی ثمینہ نے بھی ہر معاملہ اب اللہ پر چھوڑ دیا تھا۔

"میں چاہتی ہوں کہ حیدر کے آنے پر تقریب رکھی جائے آشان کے جانے میں بھی کم دن ہیں سو یہ معاملہ نمٹ جائے۔ میرا بیٹا برسوں بعد آ رہا ہے جو تیاری کرنی ہے مکمل کرلو اسے یہاں کسی چیز کی تنگی نہ ہو۔" اماں بی نے وضاحت کی تو مجاہد نے انہیں اطمینان دلایا۔

سب مطمئن تھے اب شرمین کی لائی ہوئی چائے پی رہے تھے سب اپنے اپنے کمروں کی طرف بڑھ گئے۔ ثمینہ ریحان کے پاس چلی آئیں وہ کافی بہتر تھا اور صوفے پر نیم دراز ٹی وی دیکھ رہا تھا ماں کو دیکھ کر آواز کم کر کے اٹھ بیٹھا۔

"آئیں امی!" وہ حسرت آمیز انداز میں بولا۔

"میں کچھ کہنے اور بتانے آئی ہوں۔" وہ پاس بیٹھتے ہوئے بولیں۔ "تمہاری دادی جان نے تمہارا رشتہ زمزمہ اور آشان کا فارحہ کے ساتھ پکا کردیا ہے ہمیں کوئی اعتراض نہیں تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں؟" حیرانی سے انہیں کچھ دیر دیکھتے ہوئے پھیکی ہنسی لیے بولا۔

"مجھے کیا اعتراض ہونا ہے جو آپ سب کا فیصلہ ہو۔"

"ٹھیک ہے تم اب جلدی جلدی ٹھیک ہو جاؤ تاکہ اپنے ابو کا بزنس سنبھالو اور سب فضولیات کو خیرباد کہو۔ زمزمہ اچھی لڑکی ہے آشان کے باہر جانے سے پہلے تقریب ہونی ہے۔"

"ٹھیک ہے امی جو آپ کا حکم۔" وہ بولا تو ثمینہ کے اندر ڈھیروں سکون اتر آیا۔

"تمہارے چچا حیدر بھی آ رہے ہیں دیکھو ان کے آنے سے کیا کیا تبدیلی آتی ہے۔" ثمینہ کہتی ہوئی اسے جلد سونے کا کہہ کر باہر چلی گئیں اب ریحان کے سامنے زمزمہ کا چہرہ تھا۔

❁.......❁.......❁

شرمین نئی نئی خبریں سن رہی تھی ثمینہ اور فاخرہ کا رویہ بہت بہتر ہوگیا تھا۔ زمزمہ اور فارحہ بھی گپ شپ کرنے آجاتیں اور تو اور ان کی صدف کے ساتھ بھی دوستی ہوگئی تھی۔

وہ خوش تھی وقت نے کروٹ لی غم زدہ لمحے خوشیوں میں بدل رہے تھے مگر ایک پھانس سی دل میں چبھی ہوئی

تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ خوشی کا اظہار کرے یا باپ سے دکھاوے کی محبت کرکے خاموش رہے وہ ائرپورٹ بھی نہیں گئی اماں بی کے ساتھ گھر پر رہی۔

دو گھنٹے بعد ان کی آمد کی اطلاع ملی تو دل تیزی سے دھڑکنے لگا' وہ گلابی لباس میں زرد ہوئی جا رہی تھی۔ دوڑتے بھاگتے لمحے یک دم ساکت ہوگئے۔ جب حیدر' مجاہد' ساجد' ریحان اور آشان کے ساتھ اماں بی کے کمرے میں آئے اماں بی کے قدموں میں بیٹھ کر بلک رہے تھے اور اماں بی ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آبدیدہ تھیں۔ حیدر کتنا کمزور ہوگیا تھا' رنگ بھی سانولا' بیمار بیمار سا دکھائی دے رہا تھا اماں بی کا لاڈلا حیدر ایسا تو نہیں تھا۔

''اٹھو یار...... اپنی بیٹی سے ملو۔'' مجاہد نے انہیں اٹھایا اور نم آنکھوں والی شرمین کے سامنے کھڑا کردیا تب ان کے لہو نے جوش مارا اور بے اختیار اس ننھی سی شرمین کو اتنا بڑا پاکر سینے سے لگالیا تو شرمین خود پر قابو نہ رکھ سکی اور بے ساختہ روتی چلی گئی تب وہ اسے دھیرے سے الگ کرکے بازوؤں کے حلقے میں لے کر صوفے پر آ بیٹھے۔

''خدا کا شکر ہے کہ تم لوٹ آئے' یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟'' ساجد نے پوچھا تو انہیں علی یاد آ گیا۔

''علی حسن ہے میرے دوست حسن ملک کا بیٹا۔ اسے میرا ہی بیٹا سمجھو۔'' تب انہوں نے مختصراً علی کے بارے میں سب کو آگاہ کیا۔

''اسے بھی یہیں بلالیں' اماں بی سے مل لے۔'' حیدر کی آواز ابھی تک رندھی ہوئی تھی۔

آشان علی کو بلا لایا' اس نے آ کر اماں بی کے آگے سر جھکایا تو اماں بی نے خوب پیار کیا۔ علی کو دیکھ کر قدرے حیران ہوئیں' اونچا لمبا' گورا' بالکل انگریز دکھائی دیتا تھا کیونکہ حسن ملک نے اس کی ماں اثر یتھ کو کلمہ گو کرکے نکاح کیا تھا اور اس کا نام زبیدہ رکھا یوں اس نے ماں اور باپ کے نقوش چرائے تھے۔ حیدر نے علی کو اپنے بائیں جانب بٹھالیا علی نے یونہی سرسری سا شرمین کی طرف دیکھا۔ معصوم سا بھیگا بھیگا چہرہ اور متورم آنکھیں۔

علی کو پہلی نظر میں وہ بہت اچھی لگی۔ اک نزاہت اور ملائمت تھی اس کے صبیح چہرے پر' یورپ میں اک عمر گزارنے کے باوجود بھی وہ کشش اسے وہاں محسوس نہ ہوئی جو پہلی نظر میں شرمین کو دیکھتے ہوئے دل میں ارتعاش برپا ہوا تھا۔ وہ پہلی نظر کی محبت کا قائل ہوگیا تھا۔ بھی اس سے محبت اور اپنائیت سے مل رہے تھے' علی بے حد خوش تھا برسوں کی تنہائی پل بھر میں دور ہوتی جارہی تھی۔

''ارے بہوؤ' کھانا لگواؤ' ٹائم تو ہوچکا ہے۔'' اماں بی نے کہا تو ثمینہ اور فاخرہ کے ساتھ زمزمہ' فارحہ بھی باہر چلی گئیں۔

''بیٹا تم جاؤ نہا دھو کے تازہ دم ہوجاؤ۔'' اماں بی حیدر سے مخاطب ہوئیں جو بیٹی کے گلے میں بازو ڈالے سو رہا بیٹھا تھا۔

''ابو مجھے اپنے کپڑے دیں' استری کردوں۔'' شرمین جھٹ کھڑی ہوکر محبت سے بولی تو حیدر کے ساتھ علی بھی مسکرا دیا۔

''بیٹی بھی کیا نعمت ہے۔'' وہ سوچنے لگے اور اوپر چلے آئے۔ آدھے گھنٹے بعد دونوں فریش ہوکر ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ سب ان کا انتظار کررہے تھے' اشتہاء انگیز کھانوں نے بھوک چمکا دی' سب انہیں بار بار ڈشز پیش کررہے تھے۔

حیدر پرہیزی کھانا کھا رہے تھے' انہیں ڈاکٹر نے چٹ پٹے اور چکنائی والے کھانوں سے پرہیز بتایا تھا۔

''ابو یہ لیں ناں' چائنیز پلاؤ' بہت لائٹ سا ہے آپ کو اچھا لگے گا۔ میں نے خود بنایا ہے۔'' ڈش شرمین نے حیدر کے سامنے کی وہ بہت چہک رہی تھی' ایسے میں اسے ماں کی کمی بہت رلانے لگی مگر یہاں سب کے درمیان صدف کا ہونا' ناممکنات میں سے تھا۔ خوش گوار ماحول میں کھانا کھایا گیا' علی اس کومل سی لڑکی کا بغور مشاہدہ کررہا تھا گو ابھی تک اس سے براہ راست بات نہ ہوئی تھی مگر وہ اسے دل کے قریب تر محسوس کررہا تھا۔

❁......❁......❁

حیدر کو آئے کئی روز گزر چکے تھے' ان کا زیادہ وقت اماں بی کے ساتھ گزرتا تھا۔ اس روز بھی وہ اماں بی اور شرمین سے باتیں کررہا تھا کہ زلیخا نے صدف کے آنے کی اطلاع دی۔ شرمین کا رنگ فق ہوگیا تب اماں بی نے حیدر کو سارا واقعہ سنایا۔

''ہم دونوں کو اوپر والے نے سزا دی ہے اماں بی!'' حیدر سر جھکا کر بولے پھر شرمین سے کہنے لگے۔ ''جاؤ بیٹا۔'' ان کی آواز میں شکست سی تھی۔

''شکریہ ابو!'' شرمین کے چہرے پر رونق آ گئی اور وہ مسکراتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آ گئی۔

''بہت بدل گئی ہے صدف! اور بہت اکیلی بھی ہے پھر میں کیسے روک سکتی تھی۔ صدف کا اب شرمین کے سوا ہے ہی کون؟'' اماں بی کافی دیر صدف کی باتیں کرتی رہیں' حیدر بھی ان حالات میں رنجیدہ ہوگئے۔

''یہ علی دکھائی نہیں دے رہا آج کل۔'' وہ حیدر سے پوچھنے لگیں اماں بی وہ ریحان کو ساتھ لے کر اپنے لیے گھر دیکھ رہا ہے اور اپنا بزنس بھی شروع کرنا چاہتا ہے' سو بڑے بھیا اور بھائی جی کے ساتھ کچھ ضروری معاملات پر بات چیت کررہا ہے آخر اس نے اپنا کام تو کرنا ہے اور اس کا یہاں رہنا نامناسب بھی نہیں۔'' حیدر نے صاف گوئی سے کہا۔

''ہاں ٹھیک کہتے ہو۔'' اماں بی نے بھی تائید کی۔

''اس کی خواہش ہے یہیں سیٹ ہونے کی' بہت لائق' محنتی اور خوددار بچہ ہے۔ اماں بی اگر علی نہ ہوتا تو میں بھی نہ ہوتا۔'' حیدر اس کی تعریف میں رطب اللسان تھے' اماں بھی اس سے متاثر نظر آ رہی تھیں۔

''ہاں میں نے تمہیں بتایا تھا ناں کہ ریحان اور آشان کی بات پکی کردی ہے زمزمہ اور فارحہ کے ساتھ۔ میں چاہتی ہوں کہ اگلے جمعہ تقریب کرلی جائے۔ مجاہد اور ساجد نے ویسے تو سب تیاری کررکھی ہے بس تاریخ آج طے کرلیتے ہیں پھر آشان کے جانے کا دن بھی قریب ہے اور شرمین کے امتحان بھی۔ یہ کام جلد نمٹ جائے تو اچھا ہے باقی تم خریداری کرلو شرمین کو بھی کروادو۔''

''کیوں نہیں اماں بی' میں اسے ڈھیروں چیزیں دلاؤں گا۔''

❁......❁......❁

علی نے پوش علاقے میں شاندار گھر لے لیا تھا۔ سب کو پسند آیا' بزنس بھی آج کل میں شروع ہونے والا تھا' مجاہد اور ساجد بھی اس کی صلاحیتوں کے معترف تھے۔

حیدر نے آج شرمین کو دل کھول کر شاپنگ کرائی' وہ بے حد خوش تھی اور صدف کو ساری رپورٹ فون پر دے رہی تھی۔

آج تقریب تھی' زمزمہ اور فارحہ پارلر جاچکی تھیں۔ شرمین بے حد نفیس کامدار گلابی فراک اور سبز چوڑی دار پاجامہ کے ساتھ بڑا سا گلابی و سبز دوپٹہ لیے کھلے بالوں' جیولری اور مناسب میک اپ کرکے دل کی حدوں کو چھو رہی تھی۔ حیدر نظروں ہی نظروں میں بیٹی کی بلائیں لے رہے تھے اس کے اچھے نصیب کے دل سے دعا گو تھے۔ اب تک کے رویے اور اپنی حرکات پر انہیں بے حد شرمندگی تھی۔ خدا سے معافی طلب کرتے رہتے کہ اب تک اتنی پیاری' گھمبیر بیٹی کو نظر انداز کیے رکھا۔ اماں بی کی تربیت نے اسے طاق کردیا تھا' ہر بار اس کی نئی بات سامنے آتی اور دل میں اتر جاتی۔ حیدر کے لیے وہ انمول خزانے سے کم نہ تھی۔

پھر حیدر' شرمین اور اماں بی ہال پہنچے تو علی سامنے کھڑا تھا' وہ شرمین کو دیکھ کر مبہوت ہی تو رہ گیا تھا۔ خود پر پڑنے والی نظروں کے ارتکاز نے شرمین کو گھنیری پلکیں اٹھانے پر مجبور کردیا تو علی کی سرمئی آنکھوں میں اپنے لیے وارفتگی دیکھ کر دل کی دھڑکن تیز ہوگئی' یکا یک نظریں جھکالیں۔ علی کے لبوں پر اک جاندار مسکراہٹ پھیل گئی وہ کوئی دل پھینک نوجوان نہ تھا' مشرقی حسن و دلکشی کا شرمیلا انداز اس کے من کو بھا گیا' اتنے میں ریحان اور آشان بھی آ گئے۔

اماں بی کے فیصلے کے مطابق دونوں کے نکاح تھے کافی مہمان تھے خوب ہلا گلا ہوا...... زمزمہ اور فارحہ دلہن

بن کر پریوں جیسی لگیں نکاح ہوا مبارک باد دیں کھانا کھایا گیا...... شرمین بہت انجوائے کررہی تھی۔ پلیٹ میں کھانا لے کر پلٹی تھی کہ مڑتے ہوئے بے اختیار علی سے ٹکرا گئی۔

اوہ...... یک دم سنبھلی مگر دل نہ سنبھل سکا۔

"سوری......" اس کے گداز لبوں سے پھول جھڑے۔

"کس بات کی؟" علی مسکرادیا۔ "یہ تو ہونا ہی تھا۔" وہ دھیما سا بولا۔ "بہت خوب صورت لگ رہی ہیں آپ۔"

"جی......" شرمین کے ہاتھ کانپے۔

"دل ہار بیٹھا ہوں۔" وہ پھر چونکانے لگا۔

شرمین کے لیے مزید رکنا ناممکن ہوا وہ تیز تیز چلتی کری پر اماں بی کے ساتھ آ بیٹھی۔ علی کے انداز نے اس کے اندر تھل پتھل بچادی تھی۔

"اُف......" اس سے کھانا بھی نہ کھایا جارہا تھا یوں لگتا تھا جیسے اب وہ ہر لمحہ اس کی نظروں کے حصار میں ہے پھر وہ اس رات جیسے خود سے اعتراف کر بیٹھی کہ علی نے اس کی ہستی کو خود میں سمولیا ہے۔

❀......❀......❀

صدف سے ملاقات پر اس نے سارے واقعات انہیں سناڈالے صدف بہت اداس تھی تنہائی کا جان لیوا عذاب پھر بیماری وہ اندر ہی اندر گھل رہی تھی۔ شرمین خود آج ان سے مل کر رنجیدہ سی تھی۔

گھر آ کر بھی مسلسل ماں کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ ایک سوچ بجلی کی طرح ذہن میں کوندی۔

"اماں بی......" وہ جیسے خوشی سے چلائی۔

"ہاں...... کیا ہے؟" وہ ذرا گھبرا کر بولیں۔

"اماں بی کیوں نہ امی ابو کی ایک بار پھر سے شادی کروادی جائے؟ اور اماں بی میں نے غلط تو نہیں سوچا نہ ہی کوئی قباحت ہے اس میں بس آپ ابو سے بات کریں اور میں امی سے۔" اماں بی ابھی تک اس کی سوچ پر شاک میں تھیں۔

"اماں بی یہ ان دونوں کی زندگی کا معاملہ ہے ابو بیمار...... امی بیمار...... اس عمر میں ان دونوں کا اکیلا رہنا ٹھیک نہیں۔ دونوں کو ساتھی کی ضرورت ہے کیوں میں نے کچھ غلط کہا کیا؟" اماں بی شرمین کے سوال پر لاجواب ہوگئیں۔

"اچھا میں حیدر سے بات کروں گی۔" وہ گویا کسی نتیجے پر پہنچ کر بولیں تو شرمین کے اندر سکون اتر آیا۔

"کیا......؟" حیدر تو اماں کی بات سنتے ہی اچھلے۔ "یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟ شرمین تو بچی ہے اور آپ بھی......" وہ ذرا تلخ ہو کر بولے۔

"کوئی قانون شرع اس سے منع نہیں کرتی اب تمہیں اس کی اور اس کو تمہاری ضرورت ہے پھر شرمین کو ماں باپ کی جو کمی تم دونوں نے دی تھی اب اسے نیا رشتہ جوڑ کر تم دونوں ہی پورا کرو گے بس تم سوچ کر بتاؤ تاکہ اس مسئلے کو جلد سے جلد حل کریں اور ہاں تم بے شک صدف سے مل کر دل صاف کرلو کہ بعد میں کوئی کسک نہ رہے۔ اسے میرا فیصلہ اور حکم سمجھنا اور انکار میں نہ سنوں گی۔" انہوں نے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔

حیدر حیرت زدہ اور پریشان تھے اُدھر جب صدف سے شرمین نے بات کی تو وہ متحیر اسے دیکھتی رہی پھر پھیکی ہنسی ہنس کر بولی۔

"تمہارے ابو کبھی نہ مانیں گے مجھے میرے کیے کی سزا مل رہی ہے۔" وہ یک دم رو پڑی تو شرمین نے ماں کو گلے سے لگایا۔

"امی آپ بے فکر رہیں ابو مان جائیں گے۔" وہ اسے اگلے دن گھر لے آئی صدف کو ڈرائنگ روم میں بٹھا کر حیدر کو بلانے چل دی۔

"آیئے ابو۔" وہ انہیں بھیج کر اماں بی کے پاس جا بیٹھی۔

وقت جیسے تھم سا گیا کالی چادر میں لپٹی متورم آنکھیں لرزتا وجود سر سے پاؤں تک ایک نئی صدف ان کے سامنے تھی۔ حیدر کے کندھے بھی جھکے ہوئے تھے غصہ ضد غرور سب ختم ہوچکا تھا دونوں بھربھری مٹی کی طرح تھے۔

"کیسی ہو؟" حیدر نگاہیں جھکا کر بولے۔

"میں بہو اور ندامت کا بوجھ اٹھائے جی رہی ہوں۔" صدف گلوگیر آواز میں بولی آنکھوں سے سمندر بہہ نکلنے کو بےقرار تھا۔

"میں بھی ساری کشتیاں جلا کر ہار چکا ہوں' خالی ہاتھ......" حیدر کے لہجے میں صدیوں کی پیاس تھی۔

"اور میں بھی خالی دامن......" یہ کہتے ہوئے دو آنسو صدف کے گالوں پر اتر آئے۔

"تمہیں اب میرا ساتھ قبول ہو تو......" وہ جملہ ادھورا چھوڑ گئے۔

"اور آپ کو بھی مجھ سے شکایت نہ ہو تو......" وہ بھی اتنا کہہ کر چپ ہوگئی کہ اسی دوران اماں بی اور شرمین اندر آگئے۔

"بس ایک دوسرے کو معاف کرکے گلے شکوے دور کرکے پھر سے ایک ہوجاؤ۔" اماں بی نے کہا تو شرمین ان کے گلے جا لگی۔

"جی اماں بی۔" حیدر نرمی سے بولے۔

"ٹھیک ہے میں باقی انتظامات کرواتی ہوں' میری دعا ہے کہ باقی کی زندگی تم دونوں خوش رہو خاص طور پر شرمین جس نے تم دونوں کی کمی کو سالوں برداشت کیا۔ آفرین ہے اس بچی پر یہ پھر سے تمہیں ایک کررہی ہے۔ اب اس کو بھرپور محبت دینا زندگی نے تم دونوں کو بہت کچھ سکھایا ہے' نفع نقصان تمہارے سامنے ہے۔" اماں نے مدلل انداز میں کہا تو دونوں نے اثبات میں سر ہلادیا اور شرمین کو جیسے خوشیوں کا لازوال خزانہ مل گیا۔

❀ ❀ ❀

پہلے پہلے تو جس نے گھر میں سنا ہکا بکا رہ گیا۔ خواتین نے دانتوں میں انگلیاں دبالیں پھر دل میں "ہمیں کیا" کہہ کر رہ گئے پھر سوچا ٹھیک ہے دونوں نے زندگی برباد کی اب اگر دوبارہ آباد ہونے کی خواہش و ضرورت ہے تو اچھی بات ہے سو تیاری ہونے لگی۔

آج ان دونوں کا نکاح تھا شرمین نے سب کے ساتھ مل کر اوپر والا پورشن دلہن کی طرح سجادیا۔ لائٹنگ آشان کے ذمہ تھی بڑوں نے باہر کے کام سنبھال لیے ثمینہ اور فاخرہ کھلے دل سے کرگئیں بھی اچھی طرح تیار تھے اماں بی مسلسل دعاؤں کے وظیفے کررہی تھیں کہ اللہ پاک خیریت سے سارا کام کردے۔ شرمین کے قدم مارے خوشی کے زمین پر ٹک ہی نہ رہے تھے۔ حیدر کا لایا ہوا سوٹ اور جیولری پہن کر صدف پر نکھار آگیا۔

اتنے میں مجاہد اور ساجد نکاح نامے پر دستخط کیے یوں دونوں پھر سے ایک ہوگئے۔ صدف کو اماں بی کے پاس لایا گیا انہوں نے دعاؤں کے تحفے کے ساتھ خوب صورت انگوٹھی اسے پہنائی۔

علی حیدر کے پاس بیٹھا تھا' وہ اس مزیدار صورت حال کو انجوائے کررہا تھا۔ سب خوش تھے کہ گھر پھر سے آباد ہوگیا۔

"چلو بھئی اب یہاں سے دلہا میاں کو آنے دو۔" فاخرہ نے شوخی سے کہا تو صدف کی گردن جھک گئی۔

کھٹکے پر وہ سیدھی ہوئی' حیدر دروازہ بند کرکے اس کے قریب آبیٹھے۔

"سمجھ میں نہیں آرہا کیا کہوں' جو بیت گیا جو ہم نے کیا' بہت غلط کیا۔ ہم نے اپنا اپنا راستہ چن کے اپنی بچی کو لاوارث سمجھ کے چھوڑ دیا تھا' آج ہماری اسی بچی نے ہمیں یکجا کردیا۔" حیدر کے لہجے میں نمی تھی' خود صدف بھی پگھل رہی تھی۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں' اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے۔" صدف بھی کھلے دل سے اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کررہی تھی۔ حیدر نے دو جڑاؤ کنگن نکالے اور صدف کی کلائی میں ڈال دیئے اور رات دھیرے دھیرے بیتنے لگی۔

❀ ❀ ❀

علی آج کی رات سو نہ پارہا تھا' دماغ مسلسل شرمین کو سوچے جارہا تھا جن والدین نے اسے دھتکارا تھا بوجھ سمجھ کر انہی کو اپنی محبت سے اس نے پھر ایک کردیا۔

وہ بچپن سے تنہائی کا شکار تھا اب یہ اکیلا پن کاٹتا تھا'

اسے شرمین کا ساتھ درکار تھا جو اس کے اندر سے تنہائی اور اداسی کو نکال پھینکے اس کے وجود کو سمیٹ لے۔ وہ بھی اک ٹوٹا پھوٹا مگر درد محبت انسان تھا۔

"میں اماں بی سے بات کروں گا مجھے یقین ہے کہ حیدر انکل بھی انکار نہ کریں گے میرے پاس سب کچھ ہے بس شرمین کی کمی ہے میں اسے بہت خوش رکھوں گا۔" وہ رات بھر اسی کے سپنے دیکھتا رہا۔

❀ ❀ ❀

آج شرمین آخری پیپر دے کر آئی تو جیسے بوجھ سر سے اتر گیا آشان کو گئے پندرہ دن گزر گئے تھے۔ کچھ دنوں بعد ماہ رمضان المبارک کی آمد تھی۔ صدف اوپر ہی حیدر کے لیے پرہیزی کھانا پکاتی تھیں' شرمین کبھی اوپر تو کبھی اماں بی کے پاس ہوتی' خوشی سے تتلی کی مانند اڑتی پھرتی۔

حیدر بہت خوش تھے صدف ان کا بہت خیال رکھتی تھی' ہر چیز ضرورت پڑنے سے پہلے ہی تیار رکھتی۔ اس عمر میں ساتھی کی ضرورت جوانی سے زیادہ ہوتی ہے اور صدف انہیں کسی چیز کے مانگنے سے پہلے ہی مہیا کردیتی تب حیدر سوچتے وہ اکیلے ہوتے تو کیا ہوتا؟ صدف اللہ کا شکر ادا کرتی کہ گھر بن گیا بیٹی مل گئی' عزت بڑھ گئی۔

آج حیدر سے ملنے علی آیا تو لگے ہاتھوں اماں بی کے پاس آگیا' شرمین صدف کے ساتھ خریداری کرنے بازار گئی ہوئی تھی۔ علی نے اپنا مدعا اماں بی کے سامنے رکھا تو اماں بی مسکرادیں۔

"بیٹا مجھے تو کوئی اعتراض نہیں' حیدر سے پوچھ لو' تم جیسا نوجوان کسی کا بھی خواب ہوسکتا ہے۔" اماں بی نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو وہ سلام کرکے چلا گیا۔

اماں بی نے رات حیدر اور صدف کو بلا کر ان کے سامنے علی کا پیغام رکھا۔ حیدر تو مارے خوشی کے جھوم اٹھے۔

"اماں بی میری تو شروع سے ہی خواہش تھی مگر اپنے منہ سے علی کو کہہ نہیں سکتا تھا۔" حیدر سچے دل سے مسکرا رہے تھے۔ صدف کو مسلسل خوشیاں مل رہی تھیں۔

"بس رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو' رمضان المبارک کی تیاری کرو اور عید کے بعد ریحان کے ساتھ ہی شرمین کی بھی شادی کردیں گے۔"

"کیوں نہیں اماں بی! ہم اپنی بچی کو دھوم دھام سے رخصت کریں گے۔" صدف نے کہا تو حیدر احمد تک پرسکون ہوگئے۔

❀ ❀ ❀

شرمین کو پتا چلا تو جیسے بن مانگی دعا قبول ہوگئی تھی۔ زندگی اتنی حسین و خوش گوار ہوجائے گی اس نے سوچا نہ تھا۔ علی کا بزنس خوب ترقی کررہا تھا۔ اسے ہاں میں جواب کیا ملا جہاں بھر کا خزانہ ہاتھ آگیا۔

رمضان المبارک کا محترم مہینہ شروع ہوچکا تھا عبادت میں سکون محسوس ہوتا تھا' کبھی ادھر افطاری کی دعوت ہوتی تو کبھی فاخرہ چچی کے ہاں۔ زمزمہ اور ریحان اکثر گھومنے چلے جاتے۔

رفتہ رفتہ تیاریاں بھی جاری تھیں' شرمین کی تیاریوں کے ساتھ زمزمہ' ریحان کے لیے بھی خریداری ہورہی تھی اور تو اور علی کے کام بھی فاخرہ نے سنبھال لیے اور ان کی کمی علی کی طرف تھی۔ ثمینہ' صدف کے ہمراہ جاتی اور خوب خریداری ہوتی۔

عید کے دوسرے دن سے گھر میں شادیوں کا آغاز تھا' شرمین کے پاؤں زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ اس روز فاخرہ' صدف' فارحہ اور شرمین' ثمینہ کے ہمراہ بازار گئی ہوئی تھیں' شرمین نے برأت کا سوٹ پسند کرنا تھا۔ زمزمہ پکوڑوں کے لیے بیسن گھول رہی تھی ریحان موقع پاکر زمزمہ کو دیکھنے آگیا زمزمہ اسے دیکھ کر مسکرائی۔

"اب تو تم لفٹ ہی نہیں کراتی ہو بڑی مصروفیات ڈھونڈلی ہیں۔" وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے پیار سے بولا۔

"آپ کو پتا تو ہے۔" وہ اسے سمجھانے کے انداز میں بولی۔

"اچھا ظالم حسینہ جلد ہاتھ آؤ گی۔" وہ دھمکی آمیز انداز میں بولا۔

"کیا جلدی ہے، مجھے امتحان تو دے لینے دیتے۔" وہ جھلائی۔

"اور تم جو میرے صبر و چاہت کا امتحان لے رہی ہو۔" وہ ذرا بے باک ہوا تو زمزمہ فوراً بولی۔

"جائیں اب سب آنے والے ہیں۔"

"اچھا بھئی۔" وہ مسکراتا ہوا باہر چلا گیا۔

زمزمہ بھی مسکرادی، جب سے نکاح ہوا تھا دل ازخود اس کا تمنائی ہوگیا تھا۔

❀……❀……❀

دن تیزی سے گزر رہے تھے، رمضان اپنے اختتام کی طرف بڑھ رہا تھا سب کی تیاری جو رہتی تھی وہ مکمل ہورہی تھی۔ علی جہیز لینے سے سختی کے ساتھ منع کردیا تھا جس کو سب نے مان لیا تھا۔ علی یہاں کی تہذیب و رسومات سے خوب لطف اندوز ہورہا تھا مگر ایک ادھوری خواہش انگڑائی لیتی کہ کسی طرح شادی سے پہلے ایک بار شرمین سے مل لے۔ زمزمہ سے کہا تو اس نے "نو پرابلم" کہہ کر ترکیب بتائی۔

"واہ، بہن ہو تو تمہارے جیسی۔ جیو بہنا!" علی کا دل بلیوں اچھلنے لگا، وہ زمزمہ کی ذہانت کا قائل ہوگیا۔

آج انتیسواں روزہ تھا، ممکن تھا کل عید ہوجائے سو آج بھرپور قسم کی افطاری کی دعوت تیار ہوئی سب نے کچھ نہ کچھ بنایا، علی کو خاص طور پر بلایا گیا۔

لڑکیوں نے ایک سے بڑھ کر ایک چیز تیار کی، زمزمہ نے چکن پکوڑے، فارحہ نے دہی بڑے، شرمین کے حصے میں فروٹ چاٹ اور فروٹ ٹرائفل آ گیا۔ ثمینہ کی بریانی مشہور تھی سو وہ پکائی، فاخرہ نے چکن وہائٹ قورمہ اور چپاتیاں پکائیں اور سلاد بنایا۔

زمزمہ اور فارحہ، شرمین کے ساتھ چھت پر چاند کو تلاش کرنے لگیں کہ فارحہ کی آواز میں خوشی کی سی چیخ ابھری۔

"وہ رہا چاند……" انگلی کے اشارے سے اس نے زمزمہ اور شرمین کو دکھایا۔ چمک دار باریک لکیر نے گویا مژدہ جانفزا سنائی دیا تھا۔

پھر تو شور و غل کا اک طوفان برپا ہوگیا، آتش بازی، چاند…… چاند کا شور…… شرمین کا دل خوشی سے بھرتا جارہا تھا۔ فارحہ نیچے بتانے دوڑی تو زمزمہ نے شرمین کو وہیں رکنے کا کہا کہ "میں مٹھائی لے کر آ رہی ہوں یہیں رکنا۔"

شرمین یونہی خلا میں دیکھ رہی تھی، چاند آہستہ آہستہ مدھم ہوتا جارہا تھا۔ بادلوں کا غبار اسے ڈھانپے جارہا تھا کہ یک دم علی پر شوق نظروں سے تکتا ہوا اس کے سامنے آ گیا۔

"آپ……" وہ جھٹ رخ موڑ کر دوسری جانب دیکھنے لگی، دل پوری رفتار سے دھڑک رہا تھا۔

"چاند رات مبارک ہو۔" علی ذرا قریب آ کر سماعتوں میں رس گھولنے لگا۔

"ایسی بھی کیا بے رخی…… مجھے مبارک باد تو دو۔" وہ جیسے گنگنایا۔

"پرایا ہوں ناں آخر پہلی عید ہے یہاں۔ اجنبی ہوں کون ہے میرا۔" وہ مصنوعی انداز میں اداس لہجے میں بولا تو جھٹ شرمین اس کی جانب مڑی اور بے ساختہ بول اٹھی۔

"ہم سب آپ کے ہیں ناں۔" اپنی اس بے اختیاری عمل پر وہ خود ہی شرما گئی، تب علی نے دھیرے سے اس کے ہاتھ تھام کر دبائے اور شرمیلے نینوں میں جھانک کر چاہت کا اظہار کردیا۔

"شرمین یہ عید میری زندگی کی سب سے خوب صورت عید ہے۔ تم مجھے ملیں، میرے لیے ہر عید اس عید جیسی ہو۔ تم خوش ہو ناں۔" وہ مسرت سے بولا تو شرمین نے اثبات میں سر ہلادیا۔

"ملاقات کا وقت ختم ہوگیا۔" زمزمہ کی شرارتی آواز آئی تو شرمین اور علی کا قہقہہ بلند ہوگیا۔

مٹھائی سے بھری پلیٹ ان کے آگے کردی، یوں مسکراتی شام اپنے پہلو میں لاتعداد خوشیاں سمیٹے ان کو دائمی مسرت کے جھولے پر جھلانے لگی۔

❀

جب لوگ ہی جذبوں کی توقیر نہیں کرتے
ہم بھی کوئی دکھ اپنا تحریر نہیں کرتے
دل چیرتا ہے کیسے لہجے کا روکھا پن
کرتی ہے زباں وہ کچھ جو تیر نہیں کرتے

چوڑی پہن کے، کنگن پہن کے
جھمکا پہن کے، جھومر پہن کے
دل میرا ڈول رہا ہے
ناچن کو بول رہا ہے
اوو…… سانوریا……
باندھ میرے پیروں میں پائیلیا
باندھ میرے پیروں میں پائیلیا……

گانے کے بول، میوزک کی ردھم اور روشنیوں کے بدلتے ہوئے زاویے سمیت اس بچی کے جسم کی حرکات و سکنات میں تبدیلی ہورہی تھی۔

آرڈیئنس کی زبردست قسم کی ہوٹنگ پورے ہال میں گونج رہی تھی، ساتھ تالیوں کی آواز اور من چلوں کی ستائشی نظریں اس کے ایک ایک انداز کا طواف کررہی تھیں حالانکہ اس کے ساتھ ایک لڑکا بھی اپنے بھرپور فن کا مظاہرہ کررہا تھا لیکن جو بات اس بچی کے جسم کی دل نوازی و دلربائی میں تھی وہ کسی اور طرف نظروں کو کیوں متوجہ ہونے دیتی۔ کتنوں کے جسم سیٹ پر بیٹھے بیٹھے میوزک کے ساتھ تھرک رہے تھے۔

کتنے ہی ہاتھ اوپر اٹھے ہوئے تھے اس نوخیز فنکارہ کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ساتھ سیٹی کی آوازیں اسے حوصلہ فراہم کررہی تھیں جس کے نتیجے میں نوعمر بچی جو بمشکل بارہ، تیرہ برس کی ہوگی مست ہوکر ناچ رہی تھی۔ جملوں کے بول پر ہاتھ کی اشارے کبھی پائل باندھنے کے انداز میں پاؤں تک جارہی تھیں۔ کبھی کانوں اور کبھی چوڑیاں پہننے کی تشبیہات کا مظاہرہ کررہی تھیں جس کی وجہ سے مداح پلک جھپکانے تک کو عار سمجھ رہے تھے۔ بچی کا ڈریس اپ ہونا بھی قیامت خیز تھا، انڈین اسٹائل کی سلیولیس چولی اور گھاگھرا زیب تن تھا۔ کمر تک آتے بالوں کو کھلا چھوڑا ہوا تھا، چمکتی پیشانی پر بندیا نے حسن بپا کردی تھی، پورے سولہ سنگھار سے مزین تھی وہ جوانی کی دہلیز کو چھوتی بچی……

شعیب انصاری صاحب جو جج کے فرائض انجام

دے رہے تھے خود بھی اعلیٰ پائے کے سینئر آرٹسٹ تھے وہ بھی تالیوں کی صورت اور ستائشی مسکراہٹ سمیت بچی کے اعتماد کو جلا بخش رہے تھے اور ساتھ میڈیا کے چند جونیئر فنکار و گلوکار جیوری کے فرائض نبھا رہے تھے جنہوں نے انڈو پاک میں اپنے فن کا لوہا منوایا تھا بیٹھے متحیر نگاہوں سے ننھی سی فنکارہ کے بہت بڑے فن کو دیکھ رہے تھے۔

جگمگاتی روشنیاں ماحول کو دوآتشہ کررہی تھیں۔ یہ ایک ٹی وی کا کڈز کمپیٹیشن تھا جس میں پندرہ سال سے کم عمر بچے ڈانس کی دنیا میں تہلکہ مچانے آرہے تھے۔ جتنے بھی پرفارمر بچے تھے سب نے اس فن میں ایسی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا کہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا تھا کہ نمبرون کون ٹھہرے گا۔

یہ سب پاکستانی بچے بچیاں تھیں جنہوں نے آگے چل کر ایک مکمل فنکار کا روپ دھارنا تھا۔ یہ ان کی پہلی سیڑھی تھی اور اسی پر ان کی منزل نظر آرہی تھی۔

گانا ختم ہوتے ہی بچی ساکت ہوگئی لیکن پوری آرڈیئنس اس کی کامل صلاحیت کے اعتراف میں اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ کمپیئر نے خوب صورت مسکراہٹ سمیت مائیک ہاتھوں میں سنبھالا' شعیب انصاری صاحب بھی اٹھ کھڑے ہوئے ساتھ دیگر منصفین بھی۔ بچی نصف جھک کر آداب بجالا رہی تھی' آنکھوں کی چمک میں منزل دور نظر نہیں آرہی تھی' کتنے متاثرین جوانوں نے موبائل پر مووی بھی بنائی تھی۔ مائیک میں کمپیئر شرارتی اور ستائشی انداز میں کھنکھار رہی تھی۔

''یہ تھیں ہماری نئی نسل کی ابھرتی ہوئی باصلاحیت نمائندہ...... آپ کی تالیوں کی گونج اور وکٹری کا نشان بتارہے ہیں کہ وہ دن دور نہیں جب بین الاقوامی سطح پر یہ چمکتے دمکتے ننھے منے ستارے اپنے فن کا جادو جگائیں گے۔ یہ ہماری ننھی کونپل جن کی پرفارمنس سے ابھی آپ محظوظ ہوئے' ایک مضبوط تناور درخت کا روپ دھارنے والی ہے۔ آپ کیا کہیں گے شعیب انصاری صاحب اس ننھی پری کے لیے۔'' وہ ہلکی داڑھی والے اس خوبرو شخصیت کی طرف متوجہ ہوئی' انہوں نے مائیک سنبھالا۔

''آزمائش کی گھڑی ہے کسی ایک کو نمبرون کرنا کیونکہ تمام بچوں نے اپنی اپنی پرفارمنس سے نظروں کو خیرہ کردیا ہے پر کہیں پر ہار کہیں پر جیت یہ دستور دنیا ہے۔ نمبر ''دو'' اور تین والے ہار نہیں سمجھیں' یہ گریڈ ہے اپنی اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے کیونکہ اس وقت مجھے بہت مشکل دوراہے پر کھڑا کردیا گیا ہے کہ میں کسی ایک کا فیصلہ کروں پر میرے ساتھی یہ نہیں جانتے کہ یہ کتنا مشکل ہے کہ میں اتنے باصلاحیت بچوں کی گریڈنگ کروں' میرا بس چلے تو سب کو ہی نمبر ون کردوں۔'' خوب صورت مسکراہٹ سمیت وہ دلفریب لب و لہجے میں بولتے ہوئے ہمیشہ کی طرح سننے والوں کو مسحور کررہے تھے۔

''بے شک...... بے شک......'' کمپیئر نے تاکید کی۔

''لیکن ایک چیز کلک کر جاتی ہے' ہر طرح کی کاملیت جو مجھے اس پیاری سی بچی میں نظر آئی۔ اسے نمبرون نہ قرار دینا زیادتی ہوگی' جس نے اسٹیج پر آتے ہی سب کے دلوں پر دھاک بٹھادی وہ ہیں عرشیہ نہال!'' بچی جگمگاتی آنکھوں سمیت کھڑی ہوگئی' اسٹیج پر آتے ہی شعیب انصاری نے ہاتھ ملایا' ساتھ لگایا۔

بچی کا رواں رواں تشکر اور اندرونی جذبات کی گرم جوشی ظاہر کررہا تھا جس نے اپنے ایک ایک انداز سے دلوں کو لوٹا تھا۔

''لگتا ہے یہ گانا اسی بچی کے لیے فلمایا جاتا تھا۔'' بچی کھلکھلائی تھی۔

''یہ بچی نہیں ہمارا سرمایہ ہے' ہماری ثقافت ہے۔ ہمارے سروں کو فخر سے بلند کرنے والی نمائندہ ہیں' ہمارے ملک کی مٹی میں بہت زرخیزی ہے' بات صرف صلاحیتوں کی آبیاری کی ہے۔ یہ ننھے بچے نہیں ہمارا فخر ہیں' کل انہوں نے ہی ہمارے فن کو مضبوطی سے تھامنا ہے۔ میرے خیال میں اس طرح کے مقابلے بچوں کی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے لیے بہت ضروری ہیں' ورنہ نئی نسل کا فن کملا جائے گا' خوابوں کو تعبیر نہیں مل سکیں گی...... شاباش بیٹا! ویل ڈن' بہت زبردست پرفارمنس...... میری دعا ہے تم اس فن پر جگمگاتا ستارا بن کر ابھرو۔''

''تھینک یو سر!'' بچی کی جذبات سے بھرپور آواز ابھری۔

''لائیں شاہانہ...... میڈل!'' کمپیئر جگمگاتا میڈل لے کر آگے بڑھی تھی' چند ثانیے بعد وہ میڈل اس کی مخروطی گردن کی شان بڑھا رہا تھا۔

شعیب انصاری بھرپور پذیرائی کے بعد اپنی سیٹ پر واپس جاچکے تھے' روشنیوں سے جگمگاتا یہ پروگرام اپنے اختتام پر تھا۔ ایک ایسی ہی جگر جگر کرتی شب اپنی جولانیوں سمیت عروج پر تھی۔ رنگوں' روشنیوں اور خوشبوؤں سے اٹڈتی یہ محفل شعیب انصاری صاحب کی بیٹی کی بارات کی تھی۔ فضا میں خوشبوؤں اور شوخیوں کا رچاؤ دلفریبی بکھیر رہا تھا' تھری پیس سوٹ میں ملبوس شاندار سے شعیب انصاری صاحب نے میڈیا کے چند ہم عصر دوستوں کے پاس کھڑے خوش گپیاں کرتے ہوئے ویٹر کو اشارے سے بلایا اور اپنے ہاتھوں سے سوفٹ ڈرنک انہیں پیش کیا۔ بہت سے لوگ مدعو تھے جن میں فنکار' گلوکار سب شامل تھے بس حیرت تھی کہ اب تک ان کی فیملی کی خواتین کو کسی نے نہیں دیکھا تھا جو ملنے والی خواتین تھیں وہ اندر وزیٹنگ روم میں جاکر مل رہی تھیں۔ ایک سلجھاؤ اور سلیقہ مندی ہر طرف نظر آرہی تھی' کوئی افراتفری نہیں تھی۔

مسلسل برسات

مکرو فریب ملتے ہیں دن رات مسلسل
برسوں سے ہورہی ہے یہ برسات مسلسل
وہ خود پرست ہیں اور خودغرض بھی بہت ہیں
ہم دیکھتے ہیں ان کی یہ حرکات مسلسل
بے طنزیہ ملامت یا نظر حقارت
وہ پیش کررہے ہیں یہ سوغات مسلسل
بہتان بازی اوروں پر اور صفتِ خودی ہے
یہ پھیلی ہیں معاشرے میں رسومات مسلسل
کانٹے ہیں پاؤں میں اور ہم رہ گئے ہیں پیچھے
آگے کو جارہی ہے وہ بارات مسلسل
کہیں ٹھوکروں کی زد میں کہیں آندھیوں نے گھیرا
تقدیر دے رہی ہے انعامات مسلسل
ملتے ہیں اجنبی سے کبھی پھیر لیتے ہیں رخ
بتلارہے ہیں ہم کو وہ اوقات مسلسل
مسکان بے گناہی میں مجرم کے طور پر
ہوتے ہیں ہم سے یونہی سوالات مسلسل

نورین مسکان...... سیالکوٹ ڈسکہ

تمہارے خواب اترے ہیں

میرے گھر کے دریچوں پر
ہمیشہ کی طرح اکثر
ستارے رقص کرتے ہیں
مگر میرے کمرے کی کھڑکی پر
کئی مہتاب اترے ہیں
میری آنکھوں کے اندر بھی
تمہارا عکس رہتا ہے
کئی گرداب اترے ہیں
تمہارے خواب اترے ہیں

فریدہ فری یوسف زئی...... لاہور

تھوڑی ہی دیر میں بارات کی آمد کا شور اٹھا تھا' ایک ہجوم میں دلہا اسٹیج تک آیا تو سب کی نگاہیں اٹھی کی اٹھی رہ گئیں۔ بلیک داڑھی والا وہ جوان خوب صورت شیروانی اور کلاہ میں ملبوس تھا جو اس کی شہزادوں جیسی شان میں اضافہ کررہا تھا۔ چہرے پر ایک ایمان افروز نور پھیلا ہوا تھا' سب ان کے ہونے والے داماد کو رشک کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔

نکاح کے بعد دلہن کو اسٹیج تک لایا گیا' سب کی نظریں بے ساختہ اٹھی تھیں۔ شعیب انصاری کی اہلیہ' شادی شدہ بیٹیاں' بہویں اور فیملی کی خواتین نے نگاہوں کو متحیر کردیا۔ سب زرق برق کپڑوں اور قیمتی جیولری کے بجائے عبایا اور گاؤن میں ملبوس تھیں' بالوں اور ہاتھوں کو بھی بہترین طریقے سے کور کیا ہوا تھا۔ سب کی سب خوب صورتی کا پیکر تھیں لیکن اندازِ جداگانہ نے یقین چھین لیا تھا کہ یہ میڈیا کے سینئر فنکار کی فیملی ہے اور دلہن صاحبہ آدھے جسم تک کے گھونگھٹ میں تھی کہ چہرہ تو کیا ہاتھ تک اندر چھپے ہوئے تھے۔ خواتین نے اسٹیج کا احاطہ کرلیا' مووی والے' کیمرہ مین تک پریشان تھے کہ ایک بڑے فنکار کی بیٹی کی شادی میں تصویر کے بغیر پروگرام کی کوریج کیسے کی جائے۔

آخر ایک لمحہ ایسا آ ہی گیا جب کسی خاتون نے کچھ کہنے کی غرض سے ذرا سا گھونگھٹ کھولا تو روشنی کے ایک جھماکے نے پل میں حیا سے لبریز' کم عمر اور معصوم چہرے کو گرفت میں لے لیا۔

ابھی کیمرے والا سرشاری کی کیفیت میں آیا ہی تھا کہ عقب سے نمودار ہونے والے دو بھاری ہاتھوں نے کیمرہ چھین کر زمین پر پٹخ دیا۔ اس ناگہانی افتاد پر کیمرے والا متحیر و ششدر رہ کر پلٹا کہ کس نے ایسی جسارت کی' پیچھے شعیب انصاری صاحب جاہ و جلال سمیت کھڑے تھے۔ آنکھوں میں اس قدر غصہ بپا تھا کہ بس چلتا تو اسے قتل کردیتے۔

''تمہاری جرأت کیسے ہوئی تصویر لینے کی' موقع کے انتظار میں تھے کہ کس طرح اپنی فضول حرکتیں دکھا سکو۔ پتا نہیں چل رہا ہمارے گھر کی خواتین کتنی باپردہ ہیں اور تم نے موقع دیکھتے ہی چہرہ فوکس کرلیا' نان سینس...... عقل نام کی چیز ہے کہ نہیں۔''

''جی...... انصاری صاحب آپ تو خود میڈیا میں ہیں تو میں نے سوچا دلہا دلہن کی ایک آدھ تصویر کالم کی زینت بڑھادے گی۔'' وہ صفائیاں پیش کرنے لگا۔

''اتنی چیپ حرکتوں سے تمہارا میگزین نہیں چمک سکتا' جاؤ اس قسم کی نمائش کے قائل لوگ بہت مل جائیں گے۔ ہمارے گھر کی کسی بھی خاتون کی جھلک نظر آئی تو وہ تمہارا اس جاب میں آخری دن ہوگا سمجھے۔''

ایک جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتی بچی کے تھرکتے جسم کو شوق سے تکنے والی شخصیت کے قول و فعل میں کتنا تضاد تھا جن کے جلوؤں اور نگاہِ شوق نے اس کے گندے فن کی بھرپور حوصلہ افزائی کی تھی اس کے نیم عریاں وجود کو ستائشی نگاہ سے دیکھنے والے کی صاحب زادی بھرپور پردہ میں تھی۔ کیا اسلام صرف اپنے گھر کی بہو بیٹیوں تک ہے اور دوسروں کے گھر کی عزت کو عریانیت تک لانے کے لیے حوصلہ افزائی کرنا اسلام اور دین کی رو سے کیا ہے۔

پر ان نادان لڑکیوں کو کون سمجھائے کہ رگوں تک سرایت کرنے والی حوصلہ افزائی نہیں یہ زہر ہے جو دنیا و عقبیٰ دونوں کو برباد کررہی ہے۔

❀

دل کے دریا کو کسی روز اتر جانا ہے
اتنا بے سمت نہ چل لوٹ کے گھر جانا ہے
میں کھلا ہوں تو اسی خاک میں ملنا ہے مجھے
وہ تو خوشبو ہے اسے اگلے نگر جانا ہے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

ابوبکر کا تعلق کھاتے پیتے گھرانے سے ہے مگر اپنی سوتیلی ماں سے ہونے والے جھگڑوں کی بدولت وہ ہادیہ کے گھر بطور ڈرائیور کام کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اپنے گھر والوں سے ہمیشہ کے لیے تعلق توڑ لیتا ہے ہادیہ اس کی ذہانت سے متاثر ہوتے یک طرفہ محبت میں مبتلا ہو جاتی ہے جبکہ ابوبکر اس کے جذبوں کو پذیرائی بخشنے کے بجائے اسکالرشپ پر بغیر کسی کو اطلاع دیئے باہر چلا جاتا ہے۔ یہاں اس کی دوستی سہیل سے ہو جاتی ہے رابعہ یہ سب جان کر دنگ رہ جاتی ہے وہ ہادیہ اور ابوبکر کو ملانے کی خاطر تمام صورت حال اپنے ماموں کو بتا کر خود اس رشتے سے دستبردار ہو جاتی ہے۔ شہوار یہ جان کر دنگ رہ جاتی ہے کہ ولید اور انا کا رشتہ ختم ہو گیا ہے جبکہ مصطفیٰ کا کزن حماد، انا کے لیے رشتہ بھیجنے پر بضد ہے۔ دوسری طرف شائستہ ان کے گھر پہنچ کر شہوار سے اس کی دوست کے متعلق جاننا چاہتی ہیں ان کی اس باز پرس پر شہوار خاموش رہ جاتی ہے۔ وہ اور مصطفیٰ اپنے طور انا اور ولید سے بات کرتے ہیں لیکن دونوں ہی اس موضوع پر بات کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ وقار انا کی ہٹ دھرمی کے ہاتھوں مجبور ہو کر حماد کے گھر والوں کو بلانے پر آمادہ ہو جاتے ہیں جبکہ ضیاء انہیں اس فعل سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ولید بھی اس زبردستی کے رشتے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ روشی کے سمجھانے پر وہ دھمکی آمیز کالز کی بابت انا سے دریافت کرتا ہے لیکن وہ صاف انکار کر دیتی ہے جب ہی ولید اس کے نمبر سے تمام معلومات حاصل کرنے کا کہہ کر اسے حماد سے رشتہ طے ہو جانے کی خوش خبری سناتا ہے اس بات پر دونوں میں مزید تکرار بڑھ جاتی ہے۔ کاشفہ انا کے گھر پر رابطہ کر کے ولید سے ملاقات کے لیے اس پر دباؤ ڈالتی ہے جبکہ روشی اس بار اس دھمکی آمیز کالز کے متعلق گھر کے دیگر افراد کو بتا کر انا کو بچانے کی بھرپور کوشش کرتی ہے۔ زیب النساء کی ماں کی وفات کے بعد چوہدری حیات علی کا زیادہ وقت شہر میں گزرتا ہے جس پر ان کی بیوی اور ان کے درمیان تلخ کلامی ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف زیبی کی گرتی طبیعت کے پیش نظر وہ وہاں رکنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جب ہی وہاں ان کی ملاقات اپنے دوست اور اس کی بیوی ہاجرہ سے ہوتی ہے اور وہ اسے اپنی شادی کے متعلق آگاہ کرتے ہیں۔ ہاجرہ اور زیبی میں اس مختصر سی ملاقات کے بعد کافی دوستی ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف چوہدری حیات علی اپنی خفیہ شادی کے متعلق بابا جان کو تمام حقیقت بتا کر انہیں حیرانی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ ایاز کی ضمانت ہو جانے پر مصطفیٰ ایک نئی پریشانی کا شکار ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف ایاز بھی بدلہ لینے کی خاطر پوری طرح تیار ہوتا ہے اُدھر مصطفیٰ کی پھپھو زاہرہ انا اور حماد کے رشتے کی خاطر ان کے گھر پہنچ جاتی ہیں اور جلد ہی شادی کی تاریخ طے کرنے کا کہتی ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

⊛......❀❀......⊛

احسن کا حیرت سے برا حال تھا۔

روشی نے گزرے دنوں اور آج کل میں رونما ہونے والے تمام واقعات سنائے تو احسن نے بے یقینی سے روشی کو دیکھا۔

''تم نے یہ سب پہلے کیوں نہیں بتایا ہمیں؟'' صبوحی اور وقار الجھے ہوئے تھے احسن نے پوچھا تو روشی نے ایک گہرا سانس لیتے بے تاثر بیٹھے بھائی کا چہرہ دیکھا۔

''میں نے ولید بھائی کو بتایا تھا۔'' احسن نے ولید کو دیکھا ولید احسن کے دیکھنے پر سیدھا ہوا۔

''میں نے انا سے بات کی تھی۔''

''تو پھر؟''

''وہ ٹال گئی تھی۔'' ولید کا انداز سنجیدہ تھا۔

''مجھ سے بات کرتے ہم پتا کراتے کیا سلسلہ ہے یہ اگر انا کچھ چھپا رہی ہے ہم سے تو ہم خود پتا لگانے کی کوشش کرتے۔'' احسن ابھی بھی یہ سب ماننے کو تیار نہ تھا کہ انا یہ سب کر رہی ہے۔

''میں خود بات کرتا ہوں انا سے ایسا کون ہے جو اسے مس یوز کر رہا ہے۔'' احسن بے حد جذباتیت سے کہہ کر جانے لگا تھا۔

''کوئی فائدہ نہیں وہ کچھ نہیں بتائے گی۔'' ولید کے کہنے پر احسن رکا۔

''اس طرح ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بھی نہیں بیٹھ سکتے اگر روشی اس کی کالز سن چکی ہے تو اس کا مطلب ہے کوئی بات ہے ضرور۔''

''میں نے ایک آدمی سے کہا ہے وہ آج کل میں انا کے نمبر سے ہونے والی کالز کی لوکیشن ٹریس کر کے ہمیں تفصیل فراہم کر دے گا۔ اس کے بعد ہی کچھ کیا جا سکتا ہے۔ انا نے اگر بتانا ہوتا تو کچھ چھپاتی ہی کیوں اس لیے اس پر دماغ لڑانے اور وقت ضائع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔'' ولید کے کہنے پر احسن بیٹھ گیا تھا۔

''اور یہ رشتہ؟'' اس ساری گفتگو سے صبوحی کے اندر ایک نئی آس پیدا ہوئی تھی۔

''رشتہ تو اب ہوگا، وہ خاندانی لوگ ہیں اور میں ان لوگوں سے بات کر چکا ہوں ولید اپنا بیٹا ہے اس سے رشتہ ختم ہونے پر دل کو بہت تکلیف ہے لیکن میں اب اپنی زبان سے نہیں پھروں گا اس صورت میں کہ انا خود یہاں شادی کرنا چاہتی ہے۔'' روشی، ولید اور احسن کی گفتگو کے باوجود وقار صاحب کے رویے میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا اب بھی ان کا انداز حتمی اور فیصلہ کن تھا۔

''لیکن وقار ایک دفعہ پھر سوچ لیں، ہو سکتا ہے روشی بیٹی ٹھیک کہہ رہی ہو، ہم ان لوگوں سے بات کر لیں گے معذرت کر لینے میں کیا حرج ہے۔'' ضیاء صاحب کے لہجے میں ایک بار پھر نئی آس اور امید پیدا ہوئی تھی۔

''نہیں بابا، حماد سے شادی انکل سے زیادہ انا کا ذاتی فیصلہ ہے اور ہم زبردستی کسی کو بھی کسی ان چاہے بندھن کے لیے قائل نہیں کر سکتے جو ہو رہا ہے جیسا ہو رہا ہے ہونے دیں۔'' ولید کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے انداز میں مضبوطی اور اٹل پن تھا۔

ضیاء صاحب کی ساری امیدیں ایک دم ٹوٹ سی گئی تھیں۔ انہوں نے بے چارگی سے ولید اور پھر بہن اور

بہنوئی کو دیکھا تھا۔ صبوحی اور روشی نے خاموشی سے نم آلود نگاہوں سے ولید کو جاتے دیکھا تھا۔

❀ ...... ❀❀ ...... ❀

چوہدری سراج علی کا غم و غصے سے برا حال تھا۔ انہوں نے اپنے کم عمر بیٹے کی شادی اپنی خواہش پر کروائی تھی ان کی وسیع و عریض اراضی کا تنہا وارث انہیں بے تحاشہ خدشات رہتے تھے انہوں نے اس کی ساری ایجوکیشن کے دوران بیٹے پر کڑی نگاہ رکھی تھی ان کا بیٹا اس قدر سعادت مند تھا کہ کبھی ان کے سامنے اس نے سر نہیں اٹھایا تھا۔ ہمیشہ ان کے حکم پر سر جھکانے والا بیٹا اب بتا رہا تھا کہ وہ ایک ایسی لڑکی سے شادی کر چکا ہے جس کا نہ کوئی خاندان تھا اور نہ ہی کوئی مالی حیثیت۔ ان کے سینے پر سانپ لوٹ رہے تھے۔

''تم جو بھی حماقت کر چکے ہو ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہمارے لیے ہماری ایک ہی بہو ہے اور وہ ہماری بھتیجی ہے۔ تم فوراً سے پیشتر اس لڑکی کو فارغ کردو۔'' ان کا انداز حتمی دوٹوک اور فیصلہ کن تھا۔

''میں اسے فارغ نہیں کرسکتا، وہ نہ صرف میری بیوی ہے بلکہ میرے ہونے والے بچے کی ماں بھی ہے۔'' یہ انکشاف ایسا تھا کہ چوہدری سراج علی گنگ رہ گئے تھے۔

''نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔'' انہوں نے اپنے اس بیٹے پر ساری زندگی صرف کی تھی۔ اس کی تربیت میں کوئی جھول کوئی کمی نہیں آنے دی تھی۔ پھر اب کہاں جھول آ گیا تھا۔

''تم میری بھتیجی کے ساتھ زیادتی کررہے ہو حیات علی۔'' وہ طیش سے چیخے۔

''گستاخی معاف بابا صاحب میں نے زبیدہ کے سب حقوق پورے کیے ہیں کبھی کوئی کمی نہیں آنے دی اپنے سے بڑی عمر کی عورت سے نباہ کرنا بڑے دل گردے کا کام ہے اور میں نے کبھی زبان پر شکوہ تک لانے کی کوشش نہیں کی۔'' سر جھکائے مودب لہجے میں دل کی بات کی تھی۔

''تم......!'' وہ ایک دم اپنی لاٹھی ٹیکتے کھڑے ہوئے۔

''تم آج اس قابل ہوگئے ہو کہ اپنے باپ کے سامنے سر اٹھا سکو۔'' ہمیشہ فرماں بردار نظر آنے والا بیٹا اس وقت مختلف روپ میں ان کے سامنے تھا ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کچھ کر بیٹھیں۔

''میں سر نہیں اٹھا رہا بابا صاحب، اسلام ہمیں چار شادیوں کی اجازت دیتا ہے وہ لڑکی مجھے اچھی لگی تھی اور میں نے کوئی غلط راہ نہیں اپنائی اپنے دل کی خواہش پر اس سے نکاح کرکے اپنے گھر میں بسانے کی کوشش کی ہے وہ اب آپ کی بہو ہے اور میری بیوی۔''

''مت کہو اس حرافہ کو میری بہو۔'' وہ طیش سے چلائے۔

''بابا صاحب آپ زیادتی کررہے ہیں۔'' حیات علی نے فوراً احتجاج کیا۔

''کوئی آوارہ، راہ چلتی لڑکی بھلا ہماری خاندانی بہو بیٹی کا کیسے مقابلہ کرسکتی ہے ہم تمہاری غلطی کو یکسر فراموش کردیں گے بس تم آج ہی اس لڑکی کو فارغ کردو ہم دوبارہ اس لڑکی کا ذکر بھی نہیں سننا چاہیں گے۔'' بابا صاحب غیض و غضب کی تصویر بنے ہوئے تھے۔

''وہ نہ آوارہ ہے اور نہ ہی کوئی راہ چلتی بدچلن عورت۔ میں نے اس سے نکاح کرکے کوئی گناہ نہیں کیا اور نہ ہی میں اسے فارغ کروں گا۔ وہ اب ہماری عزت ہے میں نے صرف آپ کو بتانا تھا جو بتادیا۔'' وہ کہہ کر کمرے سے نکل گئے اور بابا صاحب حیرت سے گنگ بیٹے کے باغیانہ انداز و اطوار کو دیکھ رہے تھے۔ ان کا غم و غصے سے برا حال تھا۔

❀ ...... ❀❀ ...... ❀

دریہ کو شاپنگ کے لیے جانا تھا ماں جی اسے تنہا ڈرائیور کے ساتھ بھیجنے پر راضی نہ تھیں شہوار کالج سے لوٹی تو کھانا کھا کر لیٹی تھی آج تھکن سی ہورہی تھی۔ ویسے بھی اپنی طبیعت کے سبب وہ بہت احتیاط کررہی تھی آج بھی کالج سے جلدی لوٹ آئی تھی۔ ماں جی اس کے کمرے میں چلی آئی تھیں۔

''دریہ شاپنگ پر جانے کی ضد کررہی ہے۔ میرے ساتھ جانے پر راضی نہیں ڈرائیور کے ساتھ اکیلی جانا چاہتی ہے پرائی بچی ہے کوئی بات مانتی ہی نہیں لائبہ بھی بھائی کے ہاں گئی ہوئی ہے وہ ہوتی تو اسی کے ساتھ بھیج دیتی۔'' شہوار نے خاموشی سے ماں جی کا مدعا جاننا چاہا۔

''ایسا کرو تم ساتھ چلی جاؤ طبیعت تو تمہاری بھی خیال رکھنے والی ہے لیکن وہ لڑکی مانتی ہی نہیں۔'' انہوں نے کہا تو شہوار مسکرائی۔

''آپ ٹینشن نہ لیں میں چلی جاؤں گی کس وقت جانا ہے؟''

''جیتی رہو، میں پوچھ کر بتاتی ہوں۔'' وہ اس کا سر تھپتھپا کر چلی گئی تھیں۔

وہ اٹھ کر تیار ہوئی ہی تھی کہ کچھ دیر میں ملازمہ پیغام لیے چلی آئی تھی وہ اپنا بیگ اور چادر اٹھا کر باہر آئی تو دریہ ماں جی سے بحث میں مصروف تھی۔

''میں شہوار کے ساتھ کیوں جاؤں اکیلے جانے میں کیا حرج ہے۔'' شہوار اس کی بات سن کر رک گئی۔

''دیکھو بیٹا ہمارے خاندان میں اکیلے لڑکی ذات کو یوں منہ اٹھا کر باہر بھیج دینے کا کوئی رواج نہیں تم جب تک ادھر ہو ہماری ذمہ داری ہو اور تمہیں ہماری روایات کا احترام کرنا ہوگا۔'' ماں جی کا انداز قدرے سخت اور دوٹوک تھا۔

''اف...... یہ روایات۔'' وہ منہ بگاڑ کر پلٹی تو شہوار کو کھڑے دیکھ کر اس کے چہرے کے زاویے ایک دم بگڑے تھے اور نہایت تنقید سے اس نے شہوار کو دیکھا تھا۔

''جاؤ ڈرائیور کو کہو گاڑی نکال لے۔'' انہوں نے ایک طرف کھڑی ملازمہ کو کہا تو وہ فوراً باہر نکل گئی۔

ڈرائیور نے گاڑی نکالی تو دریہ بہت زیادہ بگڑے موڈ کے ساتھ پچھلے حصے کی طرف بڑھی تھی ماں جی بھی باہر تک آئی تھیں شہوار بیٹھی تو دریہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی اور سارا رستہ دونوں نے کوئی بات چیت نہ کی تھی۔

دریہ کسی نہ کسی کے ہمراہ کئی بار شاپنگ کے لیے آچکی تھی اسے شاپنگ مالز کا اندازہ تھا وہ خود ہی ڈرائیور کو ہدایات دیتی رہی تھی۔ اس کی ہدایت پر ڈرائیور نے ایک پلازہ کے سامنے گاڑی روکی تو دریہ بڑے تنفر سے باہر نکلی تو شہوار بھی پیچھے ہولی تھی۔

وہ پلازہ میں موجود مختلف شاپس میں جارہی تھی شہوار بالکل خاموش اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ دریہ کچھ بھی خرید نہیں رہی تھی بس ادھر ادھر گھوم رہی تھی۔

''اس طرح ادھر سے ادھر گھومنے کا کوئی فائدہ نہیں خوامخواہ ہر کوئی دیکھ رہا ہے۔ تم اچھی طرح ڈیسائیڈ کرلو کہ تم نے کیا لینا ہے اور پھر اسی شاپ میں جاؤ۔'' اسے ایک ہی جگہ کا کوئی چوتھی بار چکر لگاتے دیکھ کر شہوار مجبوراً بولی۔

''میں نے تم سے مشورہ نہیں مانگا۔'' وہ ایک دم بدتمیزی سے بولی۔

''میں بھی ہر سر پھرے کو مفت مشورہ دینے کی قائل نہیں۔'' اس کے مسلسل انسلٹنگ انداز پر شہوار بھی کہے بغیر نہ رہ سکی تھی وہ رک اور دریہ نے غصے سے دیکھا۔

"شٹ اپ، مائنڈ یور لینگویج۔" دریہ ایک دم لڑنے کو تیار کھڑی ہوگئی تھی۔

"یو تو مائنڈ یور لینگویج۔" شہوار نے بھی تپ کر کہا۔

"مجھے ماں جی نے ساتھ بھیجا ہے یہ مت بھولو۔"

"تمہیں اگر برداشت نہیں ہو رہا تو تم جا کر گاڑی میں بیٹھ سکتی ہو۔" نہایت بدتمیزی سے وہ راہ چلتے کسی بھی انسان کی پروا کیے بغیر اونچی آواز میں بول رہی تھی۔

"مجھے ماں جی نے تمہارے ساتھ بھیجا ہے میں کیوں گاڑی میں بیٹھوں۔" شہوار نے بھی جواب دیا۔

"گو ٹو ہیل۔" وہ پاؤں پٹخ کر آگے کی طرف چل دی۔ اس طرح پبلک میں شہوار کو دریہ کا رویہ ایک دم شدید انسلٹنگ سا لگا تھا۔

اس نے لب بھینچ لیے تھے کئی لوگوں نے پلٹ پلٹ کر دونوں کو ایک دوسرے سے الجھتے اور پھر دریہ کو آگے بڑھتے دیکھا تھا۔ کچھ کے چہروں پر سارے منظر سے محظوظ ہونے والی مسکراہٹ تھی۔ شہوار کو ایک دم شدید سبکی کا احساس ہوا تھا۔ ایک دو لڑکیوں نے گزرتے ہوئے نہایت شریر مسکراہٹ سے شہوار کو دیکھا تو شہوار کو اپنا چہرہ توہین کے احساس سے جلتا محسوس ہوا تھا۔

اس کا شدت سے جی چاہا کہ فوراً یہاں سے چلی جائے۔ اس نے جلتی ہوئی نگاہوں سے دریہ کو سیڑھیاں چڑھتے اوپر کی طرف جاتے دیکھا تھا۔

"ایکسکیوز می۔" وہ اپنی جگہ ساکت سی کھڑی تھی جب اس آواز پر پلٹی تھی اس کے سامنے ایک شناسا چہرہ کھڑا تھا۔

◉┈┈❁❁┈┈◉

ایاز مسلسل ان کے تعاقب میں تھا۔ اسے ضمانت پر رہا ہوئے آج تیسرا دن تھا۔ وہ انتقام سے پاگل ہو رہا تھا لیکن اس بار وہ کوئی جذباتی قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا وہ بہت سوچ سمجھ کر سب کچھ کرنا چاہتا تھا عبدالقیوم کا پلان یہاں سے موو کرنے کا تھا جبکہ ایاز یہاں سے بھاگنے سے پہلے اپنے دشمنوں کو ایک بھاری نقصان ضرور پہنچانا چاہتا تھا۔ اس نے کل سے پٹھا دی مصطفیٰ اور شہوار کے تعاقب میں لگا رکھے تھے اور خوش قسمتی سے اسے آج ایک اچھا موقع مل گیا تھا۔ اسے شہوار اور دریہ کے تنہا شاپنگ پر آنے کا علم ہوا تھا دو لڑکیوں کو زیر بار کرنا کوئی بڑا مسئلہ نہ تھا۔ وہ فوراً پلازہ پہنچا لیکن مسلسل تعاقب کے بعد اسے ایک جگہ دونوں تنہا مل ہی گئی تھیں۔ دونوں کسی بات پر الجھ رہی تھیں۔ مقابل لڑکی کے تیور اور چہرے کے تاثرات بہت نفرت چھلکاتے محسوس ہوئے تھے اردگرد چلتے لوگ دونوں کی تکرار سے محظوظ ہو رہے تھے۔ کچھ فاصلے پر رہنے کے باوجود ایاز اچھی طرح محسوس کر گیا تھا کہ دوسری لڑکی شہوار کے لیے نفرت رکھتی ہے۔

وہ الجھ کر کچھ کہہ کر ایک طرف چل دی تھی۔ اردگرد موجود لوگ بھی کم تھے یہ ایک سنہرا موقع تھا وہ خاموشی سے آگے بڑھا تھا لیکن شہوار کے سامنے دائیں طرف سے ایک آدمی آ رکا تھا۔ ایاز کے قدم وہیں ٹھٹک گئے۔

◉┈┈❁❁┈┈◉

"السلام علیکم کیسی ہیں آپ؟" شہوار نے حیران ہو کر دیکھا تھا۔ اس کے سامنے آ کر رکنے والا شخص اس کا کالج فیلو ہاشم تھا۔

جب پہلی بار ہاشم اور ایاز کے درمیان شہوار کی وجہ سے جھگڑا ہوا تھا تو تب سے ان دونوں کے درمیان ہلکی

پھلکی بات چیت اور سلام دعا رہنے لگی تھی۔

"وعلیکم السلام، میں ٹھیک ہوں آپ سنائیں؟" شہوار ہلکا سا مسکرائی۔

"اللہ کا کرم ہے یہ لڑکی کون تھی میں سن تو نہیں سکا لیکن دیکھ رہا تھا وہ آپ سے کافی الجھ رہی تھی خیریت تھی نا۔" شہوار ہلکا سا مسکرائی۔

"جی بالکل، یہ مصطفیٰ کی کزن ہے کچھ موڈی سی ہیں اکیلے شاپنگ پر آنا چاہتی تھیں لیکن ہمارے خاندان میں اس کا رواج نہیں زبردستی اس کے ساتھ بھیجا گیا ہے جس پر وہ خفا ہے۔" شہوار نے ہنس کر بتایا۔

"او آئی سی۔"

"کچھ زیادہ ہی موڈی ہیں۔ اس طرح پبلک پلیس میں اس طرح کا رویہ رکھنا اور اونچی آواز میں بات کرنا اخلاقیات کے دائرے میں تو نہیں آتا میں سمجھا کہ شاید کوئی لڑائی جھگڑا چل رہا ہے سوچا مدد ہی کردوں۔" شہوار ہنس دی۔

"آپ کو میں لڑائی جھگڑے کرنے والی لڑکی لگتی ہوں کیا؟"

"بالکل نہیں لیکن مقابل کے تیور دیکھ کر ضرور لگا تھا کہ فوراً سے پیشتر ضرور ہاتھ اٹھا دینے والی ہیں لیکن خیریت رہی۔" شہوار ایک گہرا سانس لے کر مسکرا دی۔

◉┈┈❁❁┈┈◉
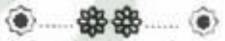
ایاز تھوڑا سا مزید آگے بڑھا لیکن شہوار اور ہاشم کو ایک ساتھ کھڑے دیکھ کر چونکا تھا۔

"دونوں اس وقت یہاں؟" اسے کچھ سمجھ نہیں آئی تھی۔

ہاشم ایک نڈر، بہادر اور بے خوف و خطر کسی کی بھی مدد کے لیے کود پڑنے والا انسان تھا۔ ہاشم سے ہونے والا آخری جھگڑا وہ ابھی بھی بھولا نہ تھا۔ وہ اگر اس وقت آگے بڑھتا یقیناً معاملہ خراب ہو سکتا تھا جبکہ اس بار وہ سب کچھ بہت پلاننگ سے کرنا چاہتا تھا اس قدر کامیابی سے کہ کسی بھی قسم کی شکست کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اس نے اس وقت ان دونوں کے پاس جانے کا خیال ترک کر دیا تھا۔ وہ خاموشی سے چلتا ہوا اسی طرف چلا آیا تھا جہاں دوسری لڑکی گئی تھی کچھ دیر کی تلاش کے بعد اسے وہ لڑکی ایک شاپ سے بڑا سا شاپنگ بیگ اٹھائے نکلتی دکھائی دی وہ چلتی ہوئی اس طرف آ رہی تھی۔ ایاز نے ایک پل کو اسے دیکھا تھا۔ وہ بے انتہا خوب صورت لڑکی تھی اور خوب صورت لڑکیاں اسے بہت اٹریکٹ کرتی تھیں۔

وہ تیزی سے آگے بڑھا اور پھر اس لڑکی کے پاس سے گزرتے اس نے اس لڑکی سے ٹکرانے کا ڈرامہ کیا تھا لڑکی ایک دم دائیں طرف گری تھی اس کا بیگ اور شاپنگ بیگ بھی زمین پر گر گئے تھے۔

"ہاؤ ڈیئر یو۔" وہ لڑکی چلائی۔

"ایم سوری میم، ایم سو سوری۔" ایاز ایک دم اس کے پاس رکا تھا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھنے میں مدد دی اور پھر شولڈر بیگ اور شاپنگ بیگ بھی اٹھا کر اسے تھمائے تھے۔

"پاؤں پھسل گیا تھا اور آپ سے ٹکرا گیا۔" چہرے پر حد سے زیادہ معصومیت طاری تھی۔ دریہ نے اپنے غصے پر کنٹرول کرتے اسے گھورا اور پھر چلنے لگی۔

"آیئے میں آپ کو باہر تک چھوڑ آتا ہوں۔" اس نے کہا تو دریہ نے کوئی رسپانس نہیں دیا وہ چلتی ہوئی اسی طرف آ گئی جہاں وہ شہوار سے الجھ کر اکیلی اس طرف آئی تھی۔ شہوار ابھی بھی وہی تھی لیکن ایک طرف رکھے بینچ پر

بیٹھی ہوئی تھی ایک لڑکا اس کے پاس کھڑا تھا۔ کافی اٹریکٹیو اور ڈیسنٹ لڑکا تھا۔ دونوں ایک دوسرے سے کوئی بات بھی کررہے تھے وہ چونکی تھی۔

''یہ کس سے بات کررہی ہے؟'' وہیں رک کر وہ بڑبڑائی۔

''یہ لڑکا اس لڑکی کا کلاس فیلو ہے۔'' ایاز نے اس کی بڑبڑاہٹ کے جواب میں بتایا تو وہ چونک کر دیکھنے لگی۔

''تم جانتے ہو اس کو؟'' اس نے حیران ہوکر پوچھا۔

''بہت اچھی طرح۔'' وہ نفرت سے شہوار کو دیکھتے بولا۔

''یہ میرے کزن کی وائف ہے۔'' انداز میں نفرت اور جلن کے جذبات تھے وہ مسکرایا۔

''اوہ......'' وہ ریلیکس ہوا تھا۔

''اس لڑکے اور اس لڑکی کا کالج میں بڑا زبردست افیئر چلا تھا میں بھی اسی کالج میں پڑھتا ہوں لیکن پھر اس لڑکی نے شادی کرلی لیکن دونوں کی محبت اب بھی برقرار ہے۔''

''اوہ......'' ایاز کے الفاظ پر وہ حیران ہورہی تھی۔

''لیکن یہ ایسی لگتی تو نہیں؟'' وہ بڑبڑائی۔

''اچھی صورتوں پر مت جائیں بعض اوقات اچھی صورتوں کے پیچھے بھی برے چہرے چھپے ہوتے ہیں۔ آپ اس بات سے ہی اندازہ لگالیں کہ ایک عام سی لڑکی ہونے کے باوجود وہ ایک بہت بڑے خاندان کی بہو بنی ہوئی ہے کیسے؟'' دریہ نے حیرانی سے پلٹ کر ایاز کو دیکھا

''بہو تو تم بھی بن سکتی تھیں مگر......!''

''کون ہو تم۔''

''یہ چھوڑو، اگر تم واقعی اس لڑکی کو اپنے رستے سے ہٹانا چاہتی ہو تو اس نمبر پر رابطہ کرلینا میں تمہارے کام آسکتا ہوں۔'' اس نے جیب سے ایک کارڈ نکالا تھا اس پر ہاتھ سے ایک نمبر لکھا یہ اس پلازہ کی شاپ کا کارڈ تھا لیکن یقیناً نمبر ان کا نہ تھا۔ نمبر دیکھ کر اندازہ ہوگیا تھا کہ کچھ پل پہلے ہی یہ نمبر لکھا گیا تھا۔ دریہ نے کارڈ لے لیا تھا۔

''لیکن پھر بھی تم کون ہو، اتنا سب کچھ کیسے جانتے ہو؟'' دریہ الجھی ہوئی تھی۔ ایاز مسکرادیا۔

''کہا نا اس کو چھوڑیں، ویسے بھی آپ کو آم کھانے سے غرض ہونی چاہیے پیڑ گننے سے نہیں بیسٹ آف لک میں آپ کی کال کا انتظار کروں گا۔'' وہ کہہ کر وہاں سے تیزی سے ایک طرف نکل گیا اور دریہ حیرت سے اس عجیب وغریب شخص کو دیکھ رہی تھی۔

❁......❀❀......❁

ولید آفس میں تھا جب اسے کال آئی وہ آفس سے نکلا اور سیدھا اس آدمی کے پاس پہنچا گیا تھا سلام دعا کے بعد اس نے اسے تمام ڈیٹیلز کی لسٹ تھمادی تھی۔

''آپ کے دیے گئے نمبر سے ہونے اور کی جانے والی تمام کالز کا یہ ریکارڈ ہے۔ ٹائمنگ ڈوریشن ہر چیز موجود ہے۔'' اس آدمی نے بتایا۔

''اور لوکیشن؟''

''وہ بھی درج ہے، جن ڈمیس کی کالز کا آپ نے اسپیشلی کہا تھا میں نے اس پر ریڈ مارک لگادیا ہے۔ زیادہ تر

اس پر کال ریسیو کی گئی ہیں۔'' اس آدمی نے ایک مارک شدہ نمبر پر انگلی رکھی۔

''یہ نمبر رجسٹرڈ نہیں تھا، آج کل یہ نمبر بند ہے۔'' اس نے مزید بتایا۔ ولید نے بغور دیکھا اور پھر اس کے سامنے درج لوکیشن۔

وہ ایک پل کو چونکا تھا اس نے جلدی سے اس نمبر پر آنے والی تمام کالز کو دیکھنا شروع کردیا تھا مختلف لوکیشنز تھیں مگر کئی کالز پر سیم صرف وہی لوکیشن تھی جس پر وہ چونکا تھا۔

''اگر آپ چاہیں تو وائس ریکارڈ بھی مل سکتا ہے۔'' آدمی نے کہا تو ولید نے اثبات میں سر ہلادیا۔

''تھینک یو سوچ ابھی تو ہم اس ریکارڈ سے چیک کرلیں اگر ہمیں ضرورت پڑی تو وائس ریکارڈ بھی طلب کرسکتے ہیں۔'' وہ لسٹ لے کر کھڑا ہوگیا۔ وہ ابھی گاڑی میں آکر بیٹھا ہی تھا کہ اس کے موبائل پر صبوحی پھپھو کی کال آنا شروع ہوگئی۔

''جی پھپھو۔''

''گاڑی خراب ہوگئی ہے احسن کو کال کی تھی کہہ رہا تھا تم آفس سے نکل چکے ہو مجھے بھی پک کرلو۔''

''اوکے میں آتا ہوں۔'' وہ کال بند کرکے ہاتھ میں تھامی لسٹ ڈیش بورڈ پر رکھ کر گاڑی ڈرائیو کرنے لگا تھا۔

لیکن ذہن میں ایک جنگ سی چھڑی ہوئی تھی کئی بار وہ اوور ٹیک کرتے کسی گاڑی سے ٹکراتے ٹکراتے بچا تھا۔

وہ پھپھو کی بتائی گئی جگہ پر پہنچا تو پھپھو منتظر تھیں۔ اس نے ان کو پک کیا۔

''آج جلدی بوتیک سے نکل آئی ہیں طبیعت ٹھیک ہے۔'' اس نے پوچھا تو انہوں نے ایک گہرا سانس لیا۔

''بس سر میں شدید درد تھا انا کی پریشانی کچھ اور سوچنے ہی نہیں دیتی۔'' وہ غم زدہ سی تھیں۔ ولید کا چہرہ ایک دم سنجیدہ ہوگیا تھا۔

''وہ اپنا اچھا برا اب سمجھتی ہے وہ کوئی کم سن نہیں ہے اس نے اتنا بڑا فیصلہ کچھ سوچ سمجھ کر ہی کیا ہوگا آپ ٹینشن نہ لیں مصطفیٰ کی پھپھو اور ان کی فیملی ایک قابل بھروسہ لوگ ہیں آپ پریشان نہ ہوں۔''

''اور تم......؟'' انہوں نے ایک دم اسے دیکھا۔

''کیا تمہیں کوئی دکھ نہیں۔'' ان کے الفاظ پر ولید نے لب بھینچ لیے تھے۔

''دکھ......!'' اس نے ایک پل کو سوچا۔

''میں پریکٹیکل انسان ہوں پھپھو، جذبات اور احساسات کا تابع ہونے کے باوجود میں حقیقت پسندی پر نگاہ رکھتا ہوں جذباتی اور ایموشنل ہونا ایک فطری امر ہے اس سے بچ نہیں سکتا لیکن زبردستی کسی سے رشتہ جوڑنا بھی مجھ جیسے غیرت مند انسان کو زیب نہیں دیتا۔ مجھے اپنی سیلف ریسپیکٹ ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے۔ جس پر کوئی سمجھوتہ نہیں۔'' ولید کی بات سن کر وہ سسکنے لگی تھیں۔

ولید نے گاڑی کی اسپیڈ سلو کرتے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تسلی دینا چاہی تھی۔ تبھی ایک بائیک تیزی سے ان کے رستے میں آئی تھی ولید کا دھیان بھٹکا اور اس سے پہلے کہ گاڑی بائیک سے ٹکراتی ولید نے تیزی سے اسٹیرنگ گھمایا لیکن گاڑی کا توازن بگڑ چکا تھا۔

گاڑی فٹ پاتھ سے ٹکراتے سائیڈ پر موجود چیزوں کو روندتے ایک عمارت سے جا ٹکرائی تھی گاڑی ایک سائیڈ کو لڑھک گئی تھی۔

''ولید......ولی......!'' صبوحی بیگم کی چیخیں پوری گاڑی میں گونج رہی تھیں۔

❀......❀❀......❀

ماموں اور سہیل دونوں نے ابوبکر سے بات کی تھی وہ قائل ہوا تھا یا نہیں رابعہ بے خبر تھی البتہ ماموں اور سہیل کے ہمراہ ہادیہ کے ہاں گئی تھی۔

ماموں نے ہادیہ کے والد کو ابوبکر کا رشتہ دیا تھا ماموں ایک سمجھدار انسان تھے انہوں نے بڑے سلجھے ہوئے انداز میں ہادیہ کی پسندیدگی کو بھی واضح کردیا تھا۔ ہادیہ کا باپ الجھا تھا ماں البتہ خاموش تھی۔ رابعہ ہادیہ کے پاس آئی تو وہ پریشانی سے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔

''میں بہت پریشان ہوں رابعہ۔'' رابعہ کے ہاتھ تھام کر وہ بولی۔

''ڈونٹ وری ان شاء اللہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔'' اس نے تسلی دی تو وہ چند لمحے بغور رابعہ کو دیکھے گئی۔

''کیا دیکھ رہی ہو؟''

''دیکھ رہی ہوں کہ دوست تم جیسی بھی ہوتی ہے۔'' اس کی آواز رندھ گئی تو رابعہ نے اسے گلے سے لگالیا۔

''سب بھول جاؤ بس یہ یاد رکھو کہ ابوبکر تمہارا تھا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔''

''میں بہت زیادہ گلٹ محسوس کررہی ہوں۔''

''کیوں بھئی؟'' اس نے جدا ہوکر گھورا۔

''دو دن بعد تمہاری شادی تھی۔'' ہادیہ نے کہا۔

''لیکن اب نہیں ہوگی۔''

''اور مجھے علم ہے میں جو بھی کررہی ہوں سب اچھے کے لیے کررہی ہوں تم میری بہن جیسی ہو تمہاری محبت، تمہارے احساسات مجھے اپنے ذات سے بڑھ کر عزیز ہیں۔'' اس کے آنسو صاف کرتے اس نے تسلی دی۔

''بابا مان جائیں گے نا؟'' وہ ابھی بھی خوف زدہ تھی۔

''ان شاء اللہ وکیل اچھا ہونا چاہیے مقدمہ جیتنا قطعی مشکل نہیں۔'' وہ مطمئن تھی ہادیہ کا دل ٹھہرنے لگا۔

''اور تمہاری شادی؟''

''وہ بھی ہوجائے گی جب اس کا وقت آئے گا۔ ابھی تم اپنی شادی کو انجوائے کرو اگر تمہارے والد مان جاتے ہیں تو دو دن بعد اس تاریخ کو ہم تمہارے نکاح کے لیے آئیں گے رخصتی بعد میں۔''

''یہ نمبر رکھ لو ابوبکر کا نمبر ہے تمہارے کام آئے گا۔'' رابعہ نے اسٹڈی ٹیبل پر سے ایک صفحہ نکال کر نمبر لکھ کر کاغذ اسے تھمایا۔ ہادیہ نے نمبر دیکھا اور پھر مسکرادی۔

''تھینک یو سوچ، میں عمر بھر تمہارا یہ احسان نہیں بھول پاؤں گی۔''

''احسان نہیں کررہی میں کوئی۔'' رابعہ ایک دم برامانی۔

''میں دوستی کا حق ادا کررہی ہوں۔'' ہادیہ ممنون ہوئی۔

''میں واقعی خوش قسمت ہوں کہ مجھے تم جیسی محبت کرنے والی ایک مخلص دوست ملی، میں جتنا بھی تم پر فخر کروں کم ہے۔'' وہ محبت سے مغلوب ہوکر پھر سے رابعہ کے گلے لگی اور رابعہ نے مسکرا کر اس کی پیٹھ تھپکی۔

❀......❀❀......❀

وہ زہین سے ملنے آئے تھے زہین کافی تروتازہ اور صحت مند لگ رہی تھی۔ اس کو خوش دیکھ کر چوہدری حیات علی کے اندر سیروں خون بڑھا تھا۔ دونوں نے مل کر اپنے بچے کے لیے ڈھیروں شاپنگ کی مستقبل کے خواب

سجائے تھے۔ وہ زیب النساء کو ہر دم ہنستا مسکراتا اور خوش دیکھنا چاہتے تھے سو وہ ہر کام کرتے جوان کی زہین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کے نغمے سجادے۔ وہ اسے لے کر اپنے دوست سبحان احمد کے گھر بھی گئے تھے۔ ان لوگوں نے اب واپس امریکہ چلے جانا تھا وہ جس مقصد کے لیے پاکستان آئے تھے وہ مقصد بھی پورا نہیں ہوا تھا وہ دونوں بے مراد ہی واپس لوٹنے والے تھے۔

حاجرہ (سبحان کی بیوی) غم زدہ تھی۔ زیب النساء اس کی دل جوئی کرتی رہی تھی۔ چوہدری حیات علی دو ہفتے زہین کے ساتھ شہر میں رہے اور ان دو ہفتوں میں وہ دونوں میاں بیوی ہر دوسرے دن سبحان کے ہاں چلے جایا کرتے تھے۔ سبحان کے گھر جوائنٹ فیملی سسٹم تھا جبکہ امریکہ میں وہ علیحدہ سیٹل تھا۔

دوسری طرف سبحان بھی حاجرہ کو لے کر چکر لگا تا رہتا تھا۔

سبحان کی فیملی اس پر دوسری شادی کر لینے پر زور دے رہی تھی جبکہ وہ حاجرہ سے بہت محبت کرتا تھا وہ حاجرہ کو دکھ نہیں دینا چاہتا تھا سو گھر والوں کی ضد کے سامنے ڈٹا ہوا تھا۔

زہین کے لیے یہ دن بہت خوش گوار تھے اتنے دنوں کے بعد چوہدری حیات اس کے پاس رکے تھے۔ وہ اپنے آپ کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی سمجھ رہی تھی۔

اگلی صبح حیات علی نے چلے جانا تھا زیب النساء افسردہ تھی بستر پر بیٹھی گھٹنوں کے گرد کہنیاں لپیٹے وہ خاموشی سے حیات علی کو اپنا بیگ تیار کرتے دیکھ رہی تھی۔

حیات علی نے یہاں سے اپنی بیوی بچوں کے لیے بہت ساری خریداری کی تھی حیات علی اپنی بیوی زبیدہ کو شمالی علاقہ جات کی سیر و تفریح کا بتا کر آئے تھے اب واپسی پر تحائف تو لازمی تھے۔ پیکنگ کرتے حیات علی نے زیب النساء کو دیکھا تو رک گئے۔

''خاموش کیوں ہو؟'' وہ اس کے پاس آ بیٹھے تھے ہاتھ تھام کر محبت سے پوچھا۔

''آپ کی بیوی کیسی ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''کیوں؟''

''کیا وہ میرے جیسی خوب صورت ہے؟'' وہ کیوں کا جواب دے رہی تھی۔ حیات علی مسکرائے محبت سے دونوں ہاتھ میں چہرہ تھام کر اس پر جھک کر پیشانی پر مہر محبت ثبت کی۔

''نہیں، تم دنیا کی سب سے خوب صورت ترین لڑکی ہو۔''

''تو پھر آپ اس کے پاس زیادہ کیوں جاتے ہیں؟'' اس کی عمر جیسے اس کے سوالات تھے۔

''دیکھو زہین وہ میری خاندانی بیوی ہے۔ اس کے پاس جانا میری مجبوری ہے۔''

''وہ خاندانی بیوی ہے تو میں کیا ہوں؟''

''خاندانی بیوی۔'' کے الفاظ زہین کے ذہن پر ہتھوڑے کی طرح لگے تھے۔ حیات علی ایک دم سنبھلے تھے۔

''تم تو میری جان ہو، میری محبت ہو۔'' انہوں نے اسے بہلانا چاہا تھا لیکن اس کا ذہن بھٹک گیا تھا۔

''آپ اپنے بچوں سے بہت محبت کرتے ہیں نا؟''

''سبھی والدین اپنے بچوں سے محبت کرتے ہیں یہ فطری جذبہ ہے دیکھنا جب ہمارا بچہ ہوگا نا تو ہم اس سے بھی بہت محبت کریں گے۔''

''لیکن میں اور میرا بچہ آپ کی اس خاندانی بیوی اور ان کے بچے کے برابر تو نہیں ہو سکتے نا۔'' اس نے ذہن

میں اٹکی بات کہہ دی تھی حیات علی نے گہرا سانس لیا۔

''ایسا کچھ نہیں، میں بابا صاحب سے بات کر چکا ہوں میں اس وقت ادھر تمہارے پاس ہوں ان کو بتا کر آیا تھا میں بس اس وقت کا انتظار کر رہا ہوں جب وہ خود سے تمہیں میری بیوی قبول کر لیں میں تو اسی دن تمہیں اپنے ساتھ حویلی لے جاؤں گا۔'' حیات علی کا انداز اٹل تھا۔

''اور اگر انہوں نے مجھے قبول نہ کیا تو؟'' زہین کے انداز میں خوف تھا حیات علی نے گہرا سانس لیا۔

''تو میں تمہیں قبول کر چکا ہوں کوئی قبول کرتا ہے یا نہیں مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا یہ ہمارا بچہ ہوگا اس کی بھی وہی حیثیت ہوگی جو میرے باقی بچوں کی ہوگی۔'' ان کے لہجے میں چٹانوں کی سی سختی تھی۔

''اور اگر آپ کے بابا صاحب نے آپ کو مجھے چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا تو؟'' اس کے اندر کے خوف ختم ہی نہیں ہو رہے تھے انہوں نے بے اختیار اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔

اس بات سے تو وہ بھی خوف زدہ تھے بابا صاحب ابھی خاموش تھے اور وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ بابا صاحب کی خاموشی بھی بے جا نہیں ہوتی۔

''میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا، میں جہاں کہیں بھی ہوں تم بس ایک آواز بھی دو گی میں چلا آؤں گا حیات علی تمہارا اور تمہارا ہی رہے گا دنیا کی کوئی بھی طاقت اسے تم سے جدا نہیں کر سکتی۔ دل سے ہر طرح کے وسوسے نکال دو بابا صاحب کو اپنے اکلوتے بیٹے کی ضد ماننا ہی ہوگی ورنہ پھر جو فیصلہ ہوگا وہ پچھتائیں گے۔''

❁ ❁❁ ❁
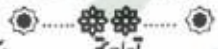
وہ دونوں گاڑی میں تھیں شہوار مسلسل دریہ سے لاتعلق تھی۔ دریہ نے کئی بار اسے دیکھا تھا جبکہ ڈرائیور خاموشی سے گاڑی چلا رہا تھا۔ شام ہو رہی تھی۔

''وہ لڑکا کون تھا؟'' دریہ نے پوچھا تو شہوار نے پلٹ کر دیکھا۔

''کون؟''

''وہی جو پلازہ میں تمہارے ساتھ کھڑا تھا۔'' اس کا انداز طنزیہ تو شہوار کی بھنویں تن گئی۔

''تم سے مطلب؟'' دریہ طنزیہ مسکرائی۔

''مطلب تو بہت گہرا ہے تم مانو یا نا مانو...... ویسے تھا کافی ہینڈسم وہ لڑکا۔'' شہوار نے ناگواری سے اسے دیکھا۔ اسی اثنا میں گھر آ گیا تھا دریہ خاموش ہو گئی تھی۔ گاڑی رکی تو شہوار فوراً دروازہ کھول کر اترنے لگی تھی۔

''سنو......!'' شہوار رکی۔

''ویسے آج تمہارے ساتھ شاپنگ کر کے بہت مزہ آیا تھینکس۔'' وہ کہہ کر دوسری طرف سے نکل گئی اور شہوار اسے جاتے دیکھا۔

❁ ❁❁ ❁

وہ کالج سے لوٹی تو سیدھی اپنے کمرے میں آ گئی چینج کر کے وہ باہر آئی تھی وہ آج کالج میں کافی بزی رہی تھی سو فارغ ہوتے ہوتے کافی لیٹ ہو گئی تھی۔

وہ کچن میں چلی آئی، بہت زوروں کی بھوک لگی تھی بہت دنوں بعد اس کا معدہ کچھ کھانے کو طلب کر رہا تھا ورنہ دو دن سے وہ عجیب ماتمی انداز میں جی رہی تھی اگر کالج جانے کی مجبوری نہ ہوتی تو شاید وہ کمرے میں بند ہو کر رہ جاتی۔

وہ ابھی کھانا شروع کرنے ہی والی تھی جب باہر ٹیلی فون کی تیز گھنٹی بجی تھی۔ اس کا ہاتھ رک گیا تھا۔ اب تو جب بھی فون بجتا تھا اس کے دل کی دھڑکن رکنے لگتی تھی۔

لیکن فون تھا کہ بجتا ہی جارہا تھا روشی نجانے کہاں تھی پھر وہ اٹھ کر باہر آئی تھی۔ لاؤنج میں رکھا فون مسلسل بج رہا تھا اس نے ریسیور اٹھایا تو ہاتھ لرز رہے تھے۔

"ہیلو۔"

"میں احسن بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے احسن تھا۔ انا کو لگا اس کی سانسیں ایک دم بحال ہوئی ہوں۔

"جی بھائی۔"

"ماموں اور روشی کہاں ہیں؟" احسن نے پوچھا۔

"دونوں شاید اپنے کمرے میں ہیں۔"

"اچھا بہت دھیان سے سنو۔" احسن بھائی دوسری طرف کچھ کہہ رہے تھے انا کو لگا کہ جیسے اس کا وجود بالکل بے جان سا ہو گیا ہو۔

"انا...... سن رہی ہو نا...... انا......!" دوسری طرف سے احسن بھائی کہہ رہے تھے اور کمزور دل انا کے ہاتھوں سے ریسیور پھسل گیا تھا۔

❀ ❀
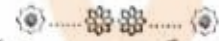
دریہ بہت خوش تھی وہ اپنے کمرے میں آ گئی۔ اس نے اپنا بیگ کھولا وہاں وہ کارڈ موجود تھا جو پلازہ میں ملنے والے لڑکے نے دیا تھا۔ اس کے دل میں ایک کھوج تھی ایک تجسس تھا۔ آخر وہ لڑکا کون تھا؟ وہ اتنا کچھ کیسے جانتا تھا؟

"اگر تم واقعی اس لڑکی کو اپنے رستے سے ہٹانا چاہتی ہو تو اس نمبر پر رابطہ کر لینا میں تمہارے کام آ سکتا ہوں۔" الفاظ بار بار ذہن کے پردے پر دستک دے رہے تھے۔

"بہو تو تم بھی بن سکتی تھیں مگر......!" دریہ کو لگا گویا ان الفاظ سے اس کے اندر بارود سا بھر گیا ہو۔

"اصل کہانی تو اب شروع ہو گی شہوار میڈم اب دیکھتی جاؤ کیا کرتی ہوں میں۔" بہت طنزیہ مسکرا کر اس نے کارڈ پر درج نمبر اپنے موبائل پر ڈائل کرنا شروع کر دیا۔

❀ ❀
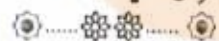
مصطفیٰ آفس سے لوٹا تو کچھ الجھا ہوا تھا آج کل وہ کسی کیس میں بزی تھا اور مسلسل گھر سے غائب تھا گھر میں ٹکا بھی تو بہت کم رات میں بھی یہی شیڈول تھا۔ وہ گھر آیا اور آتے ہی مختلف جگہ نمبرز ملانے لگا تھا۔ شہوار اس کی اس روٹین سے الجھی ہوئی تھی اندر ہی اندر مصطفیٰ کی اس قدر بزی روٹین پر خفا بھی تھی لیکن زبان سے کچھ نہیں کہہ رہی تھی۔ مصطفیٰ کمرے میں آیا تب بھی موبائل اس کے کان سے لگا ہوا تھا۔

"ہاں ٹھیک ہے، تم ان پر کڑی نگاہ رکھو میں کچھ دیر میں پہنچ جاؤں گا۔" نجانے کس کو کہہ رہا تھا اسے سلام بھی اشارے سے ہی کیا تھا۔

شہوار جو کچھ دیر قبل مغرب کی نماز پڑھ کر بیٹھی تھی اسی طرح انگلیوں پر تسبیح پڑھ رہی تھی اسے دیکھ کر سنجیدہ ہی رہی تھی۔

"مجھے کپڑے نکال دو میں ذرا ہاتھ لے لوں۔ کوئی شلوار قمیص نکالنا۔" مصطفیٰ اسے کہہ کر تیزی سے واش روم

میں گھس گیا تھا۔

شہوار تسبیح ملتوی کرتے ہاتھ دعا کے انداز میں منہ پر پھیرتے بستر سے اتری اور الماری کھول کر مصطفیٰ کے استری شدہ کپڑے سفید شلوار قمیص نکال کر دوبارہ بستر پر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر بعد مصطفیٰ کا موبائل پھر بج رہا تھا اس نے کال پک کی تھی۔

"تم ان کو فالو کرو میں کچھ دیر میں پہنچ جاؤں گا۔" اس نے کہہ کر کال کاٹی اور پھر تیزی سے کپڑے اٹھا کر واپس واش روم میں گھس گیا۔ شہوار سنجیدگی سے یہ سب دیکھ رہی تھی۔

مصطفیٰ لباس بدل کر باہر نکلا تو شہوار بستر سے اتر کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"یہ سب کیا ہے؟" انداز میں غصہ تھا۔

"کیا ہے؟" اس نے الٹا پوچھا انداز میں شرارت تھی۔

"ابھی آئے ہیں اور فوراً واپس چل دیے ہیں کچھ علم بھی ہے دو دن سے ہم دونوں نے ٹھیک سے ایک دوسرے کی شکل تک نہیں دیکھی بات کرنا تو دور کی بات ہے۔" وہ غصے سے کہہ رہی تھی۔ مصطفیٰ مسکرا دیا۔

"بزی ہوں یار۔" اسے بازو کے حصار میں لیتے اس نے بہلانا چاہا۔ جانتا تھا کہ وہ اس روٹین سے کتنی فیڈ اپ ہو جاتی ہے بلکہ خوف زدہ۔

"بات نہیں کریں مجھ سے سارا وقت ڈرتے خوف کھاتے گزر جاتا ہے کہ پتا نہیں کہاں ہیں کیا کر رہے ہیں۔ اوپر سے دو دن سے غائب ہیں مسلسل۔" شہوار کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس سے لڑ پڑے۔

"دیکھو شہوار۔" مصطفیٰ نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن اس کا موبائل پھر بج اٹھا۔

"دیکھو پھر کال آ گئی میں لیٹ ہو رہا ہوں یار واپسی پر بات ہو گی۔" وہ تیزی سے ہاتھ چلانے لگا۔ بال بنا کر خود پر پرفیوم چھڑک کر اس نے جوتا بدلا تھا۔ اس وقت ایک جاگیردار کے روپ میں تھا۔

شہوار منہ پھلائے لب بھینچے کھڑی تھی۔ مصطفیٰ نے اپنا موبائل اٹھایا تو ٹون بجی تھی۔ کوئی انجان نمبر تھا۔ اس نے اوپن کیا تھا لیکن پھر ساکت ہو گیا تھا۔

موبائل پر ایک تصویر تھی۔ ایک چہرے کو تو وہ بہت اچھی طرح جانتا تھا اور دوسرا چہرہ مصطفیٰ نے پلٹ کر شہوار کو دیکھا تھا وہ ہنوز منہ پھلائے رخ موڑے کھڑی تھی۔

"تم آج کہاں تھیں؟" اس کا انداز سنجیدہ تھا۔

"آپ سے مطلب؟" شہوار خفا تھی بدتمیزی سے کہا۔ مصطفیٰ کے چہرے کے تیور بدلے تھے۔

"جو پوچھا ہے وہ بتاؤ۔" انداز میں سختی تھی شہوار نے غصے سے دیکھا۔

"کیوں بتاؤں، آپ کہاں جاتے ہیں کہاں ہوتے ہیں مجھے تو کبھی نہیں بتایا۔" وہ آج پہلی بار مصطفیٰ سے کسی معاملے میں بحث کر رہی تھی اور وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا یہ خفا انداز اور بحث کرتا لہجہ اس کی زندگی کو ایک بہت ہی بھیانک موڑ تک لے جانے والا ہے۔

"شٹ اپ۔" مصطفیٰ ایک دم زور سے چیخا۔ شہوار ایک دم چونکی اور مصطفیٰ کے تیور...... مصطفیٰ کا انداز...... اس کا لہجہ...... اس کی آنکھوں کی گرمی......

"کہ...... کہ...... کیا ہوا ہے؟" وہ ایک دم ساری ناراضگی بھلا کر بولی۔

"تم......" وہ کچھ کہنے والا ہی تھا کہ اس کا موبائل پھر بج اٹھا۔

مصطفیٰ نے بہت ناراضگی سے موبائل کو دیکھا اور پھر اسے جیب میں ڈال کر پلٹا۔
"کیا ہوا ہے، ایسے کیوں جارہے ہیں؟" شہوار ایک دم پیچھے بھاگی تھی۔
مصطفیٰ بغیر کچھ کہے تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے نکلا تھا وہ بھی پیچھے بھاگی تھی راہداری میں جاکر فوراً راستہ روکا تھا وہ ننگے پاؤں تھی دوپٹہ کندھے پر جھول رہا تھا۔
"کیا ہوا ہے، بتائیں تو صحیح؟" وہ روہانسی ہوئی۔ اس نے مصطفیٰ کی محبت کو بادل کی طرح برستے دیکھا تھا یہ تیور، یہ لہجہ، یہ انداز تو کبھی بھی نہ تھا۔
"مجھے دیر ہورہی ہے شہوار، رستہ چھوڑو۔" وہ سختی سے بولا تھا۔
"نہیں، پہلے بتائیں کہ کیا ہوا ہے؟" وہ لاڈ سے مصطفیٰ کے کندھے پر دونوں ہاتھ رکھ کر بولی۔
"کچھ نہیں ہوا، جاؤ یہاں سے۔" بے دردی سے اس کا ہاتھ جھٹک کر اسے پیچھے دھکیلتے وہ تیز تیز قدم اٹھاتے باہر نکل گیا تھا۔ شہوار حیرت سے گنگ اسے جاتے دیکھ رہی تھی۔
مصطفیٰ کو یہ ایک دم کیا ہوا تھا؟ وہ بھلا ایسا کیوں کررہا تھا۔ وہ صدمے سے گنگ تھی۔
دائیں کندھے پر دوپٹا لیے ننگے پاؤں آنکھوں میں آنسو سموئے وہ عجیب بے یقین انداز میں کھڑی تھی۔
"چہ...... چہ...... کیا ہوا؟" دریہ نجانے کہاں سے نکل کر اس کے سامنے آکھڑی ہوئی تھی۔ چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ اور آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔
"مصطفیٰ چھوڑ کر چلا گیا کیا؟" اس نے جھک کر پوچھا تو شہوار کا دل ایک دم دہل اٹھا تھا۔
"اللہ نہ کرے۔" وہ بڑبڑائی تھی ایک بہت تلخ نگاہ دریہ پر ڈال کر وہ پلٹی تھی۔ دریہ کی بات نے اس کے دل کو بڑے عجیب سے انداز میں چھوا تھا۔ دریہ جیسی بدزبان لڑکی کے منہ لگنا بھی اب اپنی توہین سمجھتی تھی۔
"سنو۔" شہوار نہ چاہتے ہوئے بھی رک گئی تھی۔
"تم اپنا حسن آزماؤ اور ہم اپنی ذہانت آزماتے ہیں پھر دیکھتے ہیں کہ کس کی جیت ہوتی ہے۔" وہ مزے سے کہہ کر وہاں سے چلی گئی اور شہوار دم بخود اس کے الفاظ کا پس منظر جاننے کی کوشش میں لگ گئی تھی۔

❁......❀❀......❁
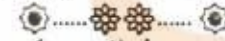
"تم ایک دو ٹکے کی لڑکی کے لیے ہماری خاندانی بیٹی کو اذیت کی سولی پر لٹکاؤ گے۔" وہ واپس لوٹے تو بابا صاحب نے طلب کرلیا تھا۔
"دو ہفتے اس حرافہ کے پاس گزار کر آئے ہو اگر تم اس بھول میں ہو کہ ہم تمہاری ضد پر سر جھکا کر اسے قبول کرلیں گے تو یہ تمہاری بھول ہے ہماری زندگی میں یہ ظلم نہیں ہوگا۔" وہ غیض و غضب کی تصویر بنے ہوئے تھے۔
"بابا صاحب وہ میری بیوی ہے آئندہ اگر آپ نے اس کے لیے کوئی غلط لفظ استعمال کیا تو......!" کچھ جذباتیت میں کہتے کہتے وہ رک گئے تھے۔
بابا صاحب ایک دم بپھرے شیر کی طرح حیات علی کی طرف بڑھے تھے۔
"تو کیا کرو گے تم ہمیں جان سے مار ڈالو گے لو، مارو ہمیں نو پکڑو ہم بھی دیکھتے ہیں ہمارے ہی بل بوتے پر پروان چڑھنے والے اس خون میں کتنا دم خم ہے۔" ہاتھ میں پکڑی لاٹھی کو زبردستی حیات علی کو پکڑاتے وہ چیخے تھے۔ حیات علی ساکت سے ہوگئے تھے۔
"ایک بدکردار عورت کے پاس جانے کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ آج تم ہمارے منہ کو آرہے ہو، باپ کو دھمکیاں دے

رہے ہو، نجانے کس گندی نالی کا گندہ خون ہے جسے تم اپنی بیوی بنا چکے ہو۔" بابا صاحب حد سے گزر چکے تھے اور حیات علی نے مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔
"پیسے کی خاطر سب کچھ بیچ دینے والی ان لڑکیوں کی حقیقت میں اچھی طرح جانتا ہوں آئندہ تم اس لڑکی کے پاس نہیں جاؤ گے۔"
"ایک بات طے ہے بابا صاحب وہ لڑکی نہ تو کوئی آوارہ ہے اور نہ ہی بدچلن اس کا کردار اتنا ہی شفاف ہے جیسا کہ کسی بھی پاک گھرانے کی لڑکیوں کا ہوسکتا ہے رہ گئی اس سے نہ ملنے کی بات تو اگر میں اس کے پاس نہیں جاؤں گا تو پھر زبیدہ کے پاس بھی نہیں جاؤں گا۔" وہ بھی ہر طرح کے نتائج سے بے پروا ہو کر کہہ کر پلٹے تھے لیکن وہ پھر ساکت ہوگئے تھے۔ دروازے پر زبیدہ کھڑی تھی۔ حیران پھٹی پھٹی آنکھوں میں بے اعتباری اور مان ٹوٹ جانے کا غم لیے ایک نڈھال عورت۔
بابا صاحب بھی چونکے تھے اس سے پہلے کہ دونوں میں سے کوئی آگے بڑھتا زبیدہ ایک دم تیزی سے پلٹی اور دروازہ کھول کر ایک دم باہر نکل گئی تھی۔

❁......❀❀......❁
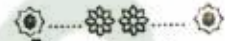
انا گم صم سی تھی ولید کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا صبوحی بھی ہمراہ تھیں صبوحی اور ولید دونوں کو کافی گہری چوٹیں آئیں تھیں۔ ولید کے سر پر چوٹ لگی تھی وہ انڈر آبزرویشن تھا جب کہ صبوحی کو کمرے میں منتقل کردیا گیا تھا۔ ضیاء ماموں صدمے سے نڈھال تھے۔
روشی کی جو کنڈیشن تھی ایسے میں یہ سانحہ عجیب سے حالات میں پھنس گئی تھی احسن نے ہی سب کو سنبھال رکھا تھا وقار صاحب ضیاء صاحب کو متواتر تسلیاں دے رہے تھے جن کی نگاہیں آئی سی یو میں لیٹے وجود کے کمرے کے دروازے پر چسپاں ہوگئی تھیں اور انا وہ پتھر کی طرح ایک طرف کھڑی سب کو دیکھ رہی تھی۔
اس نے چاہا تھا کہ وہ ولید کی زندگی سے نکل جائے لیکن اس نے یہ کبھی نہیں چاہا تھا کہ ولید اس حالت میں اس کے سامنے ہو۔ اسے لگ رہا تھا کہ جیسے کسی نے اس کے وجود کو زور سے جھنجھوڑ دیا ہو۔ وہ رونا چاہتی تھی۔ اونچی اونچی آواز میں چیخنا چلانا چاہتی تھی لیکن کچھ بھی نہیں کرپا رہی تھی اس نے ولید سے شادی سے انکار کیا تھا۔ اس کا جرم ثابت تھا۔
وہ بھلا چیختی روتی تو یہ سب لوگ کیا کہتے جن کو اس نے یقین دلایا تھا کہ وہ حماد سے محبت کرتی ہے وہ حماد سے شادی کرنا چاہتی ہے وہ حماد جس کے والدین کو اس کے باپ نے گھر بلا کر رشتے کی بات کی تھی۔ وہ بھلا اب کیا کرتی...... کیسے روتی؟ وہ ساکت سی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑی تھی۔
صبوحی کے پاس ایک وقت میں صرف ایک بندے کو ٹھہرنے کی اجازت تھی وہ ابھی ٹرینکولائزر کے زیر اثر تھیں روشی ان کے پاس تھی۔
ولید کی کنڈیشن ہنوز وہی تھی۔ احسن ڈاکٹرز سے مل کر آیا تھا وہ پریشان تھا ڈاکٹرز نے کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا تھا وہ واپس آیا تو وقار صاحب کے گلے لگ کر رو دیا۔ باقی سب کے تو ہاتھ پاؤں ہی پھول گئے تھے۔
"کیا ہوا، کیا کہتے ہیں ڈاکٹرز؟" وقار صاحب نے پوچھا اور ضیاء صاحب ٹکر ٹکر دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ انا کے دل کو عجیب سا احساس ہونے لگا تو وہ بھی قریب آگئی۔
"کیا کہتے ہیں ڈاکٹرز؟" اس سارے عرصے میں وہ پہلی بار خود سے مخاطب ہوئی تھی۔ ورنہ وہ تو یوں ہوگئی

تھی گویا سب اپنوں میں کوئی اجنبی آ کر رہنے لگا ہو۔

''وہ کوئی امید نہیں دلا رہے، کہتے ہیں دماغ کی چوٹ ہے کور کرلیا تو ٹھیک ورنہ کوما میں چلے جانے کے بھی چانسز ہیں۔''

''نہیں......'' وہ ایک دم منہ پر ہاتھ رکھ کر پیچھے ہٹی تھی۔

''کوما میں چلے جانا۔'' اسے لگا کہ جیسے اس کے جسم سے روح نکلنے لگی ہو، وہ ایک دم دیوار پر ہاتھ ٹکاتے زمین پر بیٹھتی چلی گئی تھی۔

''ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ بس دعا کریں آپ سب کی دعائیں ہی واپس لاسکتی ہیں اسے۔'' انا کو لگ رہا تھا کہ جیسے یہ سب سننے کی اس میں ہمت نہیں ہے۔

''انا......'' وہ گھٹنوں میں سر رکھے بیٹھی ہوئی تھی۔ روشی کی آواز پر سر اٹھا کر دیکھا تو متوحش نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''کیا ہوا؟'' وہ روشی کے چہرے کو دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔

''تم ٹھیک ہو؟'' بھائی کے غم میں نڈھال وہ اس سے پوچھ رہی تھی کہ وہ ٹھیک ہے۔ ایک دم انا کو لگا کہ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی ہوں جیسے۔ وہ بے اختیار اس کے گلے لگ کر سسک اٹھی تھی۔

''ایسا کیوں ہوا؟'' وہ ہچکیوں میں رو رہی تھی۔

''میں نے کبھی نہیں چاہا کہ انہیں کچھ ہو۔'' اس کی سسکیوں میں شدید اضافہ ہوا تھا۔

''انا بس دعا کرو میرے بھائی کو کچھ بھی نہ ہو وہ بچ جائیں گے جیسے صبوحی پھوپو بچ گئی ہیں تم دعا کرو بس۔'' روشی خود بھی رو رہی تھی انا کے وجود کو ایسے لگ رہا تھا جیسے کسی نے پہاڑ تلے کچل ڈالا ہو۔

وہ دونوں سسکتی رہی تھیں' ایسا ماحول تھا کہ ضیاء صاحب گم صم سے سب کو دیکھ رہے تھے۔

''احسن! روشی کو گھر لے جاؤ انا اپنی امی کی پاس رک جاتی ہے' ہم دونوں ادھر ہیں ڈاکٹرز اور یہاں کے معاملات ہم دیکھ لیں گے۔'' روشی کو اس طرح روتے دیکھ کر ضیاء صاحب کے اندر عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی تھی انہوں نے دھیمے سے کہا تو وقار صاحب نے بھی دونوں کو دیکھا۔

روشی کا رونا تو سمجھ آ رہا تھا لیکن یہ انا...... یہ کیوں رو رہی تھی۔ ان کے اندر عجیب سی کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔ وہ کچھ دیر قبل پتھر کی طرح ساکت تھی تو بھی اس کو دیکھ کر دل کے اندر عجیب سے احساسات پیدا ہو رہے تھے اور اب تو وہ رو رہی تھی۔ انہیں یاد آیا انہوں نے انا کو بہت لاڈ اور ناز ونعم سے پالا تھا۔ احسن سے بڑھ کر پیار دیا تھا پھر نجانے کہاں کمی آ گئی تھی جو اس نے اپنی راہیں خود تلاش کرنا شروع کر دی تھی۔ انہوں نے رخ پھیر لیا تھا۔

احسن اور روشی جانے پر آمادہ نہ تھے لیکن زبردستی جانے پر راضی کرلیا تھا ان کے جانے کے بعد انا صبوحی بیگم کے پاس آ گئی تھی۔ صبوحی بیگم کو بہت چوٹیں آئی تھیں' ان کا بایاں ہاتھ بھی فریکچر ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ ونڈ اسکرین ٹوٹنے سے کئی جگہ شیشوں نے بھی زخمی کیا تھا۔ ان کے ہاتھ پاؤں پٹیوں میں جکڑے ہوئے تھے چہرے پر بھی زخم تھے۔ سر پر بھی پٹی تھی تاہم وہ خطرے سے باہر تھیں ولید کی نسبت ان کی حالت قابل رحم تھی۔ نرس وہاں موجود تھی وہ اٹیچ واش روم میں چلی گئی' اس نے نرس سے جائے نماز مانگی جو اس نے کہیں سے لادی اور پھر وہ رو رو کر اللہ تعالیٰ سے ولید کی زندگی کی دعائیں مانگنے لگی تھی۔

❁......❁❁......❁

مصطفیٰ دو بجے کے قریب فارغ ہوا تھا اس نے موبائل آف کردیا تھا۔ یہ ایک اہم کیس تھا جو اس کے ذمہ تھا۔ جس پر وہ دن رات کام کررہا تھا آج آخرکار یہ تکمیل کو پہنچا تھا' وہ سارے کام نبٹا کر اٹھا تو موبائل آن کیا تو کئی میسجز تھے۔

''مصطفیٰ! کہیں بھی ہو فوراً رابطہ کرو ولید اور ماما کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے۔ بہت سیریس کنڈیشن میں ہیں دونوں۔'' مصطفیٰ کے ایک دم رونگٹے کھڑے ہوگئے تھے۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسا کوئی میسج اس کا منتظر ہوسکتا ہے۔ میسج رات نو بجے آیا تھا جبکہ وہ شام سات بجے گھر سے نکلا تھا اور گھر سے نکلنے کے بعد اس نے سیل آف کردیا تھا۔ مصطفیٰ کا ارادہ اب سیدھا گھر جانے کا تھا لیکن یہ میسج پڑھنے کے بعد اس نے عباس بھائی کے نمبر پر کال کی تھی۔ وہ سوئے ہوئے تھے انہیں ساری صورت حال بتا کر انہوں نے فوراً پہنچنے کا کہا اور خود احسن کے نمبر پر کال ملائی' احسن گھر جاچکا تھا اس نے ہاسپٹل کا نام اور ولید کی کنڈیشن بتادی تھی۔

مصطفیٰ نے عباس کو کال کرکے سیدھا ہاسپٹل پہنچنے کا کہا اور خود اپنی گاڑی پر روانہ ہوگیا تھا۔ وہ جب ہاسپٹل پہنچا وہاں وقار اور ضیاء صاحب کے علاوہ انا ہی تھے۔

''اب کیسا ہے ولید؟'' وقار صاحب نے نفی میں سر ہلایا تو مصطفیٰ کو لگا وہ بالکل ساکت ہوگیا ہے۔ ایک جیتا جاگتا انسان بالکل اس طرح ساکت ہوجائے' زندگی سے ہی منہ موڑ لے۔

وہ ضیاء اور وقار صاحب دونوں کو دلاسہ دینے لگا تھا ضیاء صاحب کی کنڈیشن خود صدمے سے چور قابل رحم تھی۔ عباس بھی کچھ دیر میں پہنچ گیا تھا ساتھ میں مہرالنساء آنٹی بھی تھیں۔

عباس نے ڈرائیور کے ہمراہ ضیاء صاحب کو گھر بھیج دیا تھا' وقار صاحب جانے پر آمادہ نہ تھے۔ مہرالنساء کی آمد سے انا کو ایک ڈھارس سی ملی تھی۔

''شہوار نہیں آئی؟''

''اسے ہم نے بتایا ہی نہیں' خوامخواہ پریشان ہوتی صبح آرام وسکون سے آجائے گی۔'' انا نے محض سر ہلادیا تھا۔ مہرالنساء ساتھ چائے لائی تھیں انہوں نے زبردستی سب کو چائے پلائی۔ مصطفیٰ خود ہی ڈاکٹرز سے رابطہ کررہا تھا' بھاگ دوڑ کررہا تھا۔ عباس کے وجود سے بھی کافی ڈھارس ملی ہوئی تھی سب کو' مصطفیٰ چار بجے کے قریب خود ڈاکٹر کے پاس چلا آیا تھا۔

''ڈاکٹر صاحب کچھ تو بتائیں آخر کب تک وہ اسی کنڈیشن میں رہے گا؟''

''دیکھیں ہم کوششیں تو کرسکتے ہیں لیکن زندگی اور موت دینے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ہم اس معاملے میں بالکل بے بس ہیں' مریض کو کافی چوٹیں لگی ہیں وہ سب قابل علاج ہیں لیکن سب سے شدید چوٹ ان کے سر کی ہے جس نے ان کے دماغ کو ہٹ کیا ہے۔ ہم اپنی سی کوشش کرچکے ہیں اب اللہ پر چھوڑ دیں' وہی شفا دینے والا ہے۔ اگر صبح تک مریض کو ہوش نہ آیا تو زیادہ چانسز کومہ میں جانے یا پھر دوسری صورت ایکسپائر ہونے کے ہیں۔'' ڈاکٹر نے سب کچھ واضح کردیا تھا۔

مصطفیٰ کو لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی اس کے دل کو سینے سے نکال کر مسل رہا ہو' لمحہ بہ لمحہ موت کی طرف ہوتا یہ سفر رک بھی تو سکتا تھا۔ وہ آئی سی یو کے دروازے تک آیا' آفیسر ہونے کی وجہ سے اسے کافی رعائیت تھی وہ دروازہ کھول کر اندر آگیا تھا۔ وہاں ایک ڈاکٹر اور نرس موجود تھے۔ مختلف مشینیں اپنا کام کررہی تھیں۔ آکسیجن ماسک

عید قرباں اور ہم

جس طرح عیدالفطر کی اپنی تیاری اور خوب صورتی ہے اسی طرح عیدالاضحی بھی اہمیت کی حامل ہے۔ گو کہ عیدالاضحی کا تہوار خاص مردوں سے منسوب ہے جانور لانا ان کی دیکھ بھال کرنا اور پھر عیدالاضحی کے دن سنت ابراہیمی کی ادائیگی' لیکن عید کا اختتام بس یہیں نہیں ہوجاتا اس کے بعد کے مراحل سے گزر کر یقیناً سب ہی تھک جاتے ہوں گے۔ قصائی سے گوشت بنوانا اور پھر اس کی تقسیم کا تھکا دینے والا مرحلہ' لیکن اس سب میں اگر خاتون گھر کو نظر انداز کیا جائے تو غلط ہے کیونکہ قربانی کے گوشت کو پکانے سے لے کر رشتہ داروں' محلے اور غربا میں تقسیم کا مرحلہ ان کے کاندھوں پر آتا ہے۔ عیدالاضحی کی خوشی کے ان لمحات میں آنچل نے اپنے قارئین کے لیے سروے کا اہتمام کیا ہے ان سوالات کے مختصر جوابات جلد از جلد ارسال کردیں تاکہ آنچل کے سنگ آپ بھی عیدالاضحی میں شامل ہوسکیں۔

سوال نمبر ۱:۔ عیدالاضحی پر سب سے پہلے قربانی کے گوشت سے کون سی ڈش بناتی ہیں؟

سوال نمبر ۲:۔ آج کل سنت ابراہیمی کو نمود و نمائش کا حصہ بنادیا گیا ہے آپ اس حوالے سے کیا کہیں گی؟

سوال نمبر ۳:۔ قربانی کے گوشت سے ویسے تو بہت سی ڈیشز بنتی ہیں لیکن اس عید کے موقع پر کوئی ایسی ڈش جو گوشت کی بنی ہوئی نہیں ہو اور اس کی فرمائش کی جاتی ہو؟

سوال نمبر ۴:۔ گوشت کی مناسب تقسیم بڑی ذمہ داری کا کام ہے آپ اسے کیسے پورا کرتی ہیں؟

سوال نمبر ۵:۔ قربانی کے جانور سے متعلق کوئی خاص واقعہ جو آج بھی آپ کے لبوں پر مسکراہٹ لے آتا ہے؟

جوابات بھیجنے کی آخری تاریخ ۵ ستمبر ہے اور آپ اپنے جوابات ای میل بھی کرسکتی ہیں۔ info@aanchal.com.pk پر

لگا ہوا تھا۔ جسم پر مختلف جگہوں پر مرہم پٹی کی گئی تھی سر پر پٹی تھی ہاتھ بازوؤں' چہرے پر بھی زخم تھے۔ صاف لگ رہا تھا کہ گاڑی کس طرح ایکسیڈنٹ سے دوچار ہوئی ہوگی۔ مصطفیٰ بیڈ کے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔

ولید کا پٹیوں میں جکڑا ہاتھ بستر کی سفید چادر پر تھا' مصطفیٰ نے آہستگی سے اس کے ہاتھ کو چھوا تھا تبھی دروازہ کھول کر کوئی اندر آیا تھا۔ مصطفیٰ نے دیکھا' وہ انا تھی وہ اسے وہاں موجود پاکر رک گئی تھی۔

''آپ باہر چلی جائیں پلیز......'' نرس نے تیزی سے آگے بڑھ کر کہا۔

''پلیز سسٹر انہیں منع مت کریں آنے دیں۔'' مصطفیٰ نے ایک دم ٹوکا تو نرس رک گئی۔

''آئیں انا ادھر آجائیں۔'' مصطفیٰ نے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا تھا' انا اس کے پاس ہی آرکی تھی۔

''لیکن سر آئی سی یو میں کسی کو بھی رکنے کی اجازت نہیں۔'' ڈاکٹر نے بھی کہا تھا۔

''ہم کچھ دیر میں چلے جائیں گے۔'' مصطفیٰ کا انداز حتمی تھا' وہ دونوں خاموش ہوگئے تھے۔

انا بے یقینی سے ولید کو دیکھ رہی تھی شیشے کے اس پار سے دیکھنا اور اندر آکر دیکھنے میں بہت فرق تھا' ولید کا آدھے سے زیادہ وجود پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا' اس نے کبھی بھی نہیں سوچا تھا کہ ولید کو اس حالت میں دیکھے گی۔ اس کی سسکیاں اس کے آنسو بے اختیار تھے۔ اس کا وجود زلزلوں کی زد پر تھا۔

ایک پہاڑ جیسا وجود جسے ڈھایا نہ جاسکتا ہو اس وقت بالکل بے بس حالت میں ہاسپٹل کے بستر پر آکسیجن ماسک کے سہارے سانس لیتا زندگی کی سانسیں گن رہا تھا۔

''آئیں اب چلتے ہیں۔'' مصطفیٰ کی اپنی آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔ نمی صاف کرتے اس نے انا سے کہا تو انا اسی طرح کھڑی رہی تو مصطفیٰ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''باہر چلتے ہیں۔''

''مجھے یہیں رہنے دیں۔'' آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے اس نے مصطفیٰ کو دیکھ تو اس نے بے بسی سے ڈاکٹرز کو دیکھا۔

''بس تھوڑی دیر...... میں پھر آ جاؤں گی۔'' وہ التجا کر رہی تھی' مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔

واقعی کسی نے سچ ہی کہا ہے' انسان کے اصل جذبات اور خلوص کا اندازہ مشکل وقت میں لگتا ہے۔ انا کی پوری ذات ایک ایسی کہانی سنا رہی تھی جو پچھلے چند دنوں سے اس پورے گھرانے پر ایک ٹینشن بن کر سوار تھی۔

انا ولید سے دستبردار ہو چکی تھی' اس قدر شدید لگاؤ کہ آنسوؤں کی قطاریں رک نہ پائیں بھلا وہ کیسے دستبردار ہوئی ہوگی۔ مصطفیٰ نے اسے بغور دیکھا تھا۔ وہ ڈاکٹرز کو ہدایت دیتا انا کو وہیں رک جانے کا کہہ کر باہر نکل گیا تھا' انا نے مصطفیٰ کے جانے کے بعد پھر ولید کو دیکھا۔ پٹیوں میں جکڑا وجود انا کے اندر طوفانوں کو دعوت دے رہا تھا اس نے آہستگی سے ولید کے ہاتھ کو چھوا تھا۔

''پلیز مریض کو ڈسٹرب مت کریں اگر یہاں رکنا ہے تو ایک طرف بیٹھ جائیں۔'' نرس نے فوراً ٹوکا تھا' انا رک گئی تھی۔ ورنہ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ پٹیوں میں لپٹے اس وجود کے ساتھ لپٹ کر دھاڑیں مار مار کر روئے۔ وہ خاموشی سے ایک طرف رکھی کرسی پر جا بیٹھی تھی۔ اس کی زبان پر پھر ذکر الٰہی اور مناجات جاری ہوگئی تھیں۔ وہ ایک بار پھر شدت سے روتے اللہ تعالیٰ سے سامنے لیٹے وجود کی زندگی کی دعائیں مانگنے لگی تھی۔

جسے وہ اپنی نادانیوں کے سبب کب کا کھو چکی تھی لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ اسے کھو کر وہ خود بھی جی نہیں سکتی تھی۔

❁ ...... ❁❁ ...... ❁

زبیدہ اپنے میکے جا رہی تھی' دونوں کے درمیان شدید لڑائی ہوئی تھی۔ زبیدہ کو اپنے مضبوط خاندانی پس منظر کا زعم تھا۔

''تو ٹھیک ہے اگر تم گئیں تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ حویلی چھوڑنا ہوگی اور میرے بچوں کے سوا جو کچھ بھی لے جانا چاہتی ہو لے جاؤ۔'' حیات علی نے فیصلہ سنا دیا تھا۔ وہ تڑپ اٹھی تھی۔ وہ اولاد کی محبت میں مر مٹنے والی عورت تھی ایک دم شوہر کی بے وفائی سن کر کیسے برداشت کر لیتیں۔

''وہ میرے بھی بچے ہیں میرے ساتھ جائیں گے۔ آپ نے جو دوسری کی ہے وہ لے آئیں اولاد تو وہ ویسے بھی ساتھ لائے گی۔'' صاف جواب دیا تھا۔

''میں فیصلہ سنا چکا ہوں آگے تمہاری مرضی۔'' وہ بات ختم کر کے کمرے سے باہر نکلنے لگے تھے۔ زبیدہ ایک دم سامنے آ رکی تھی۔

''آپ میرے بابا اور بھائیوں کو بھول گئے ہیں کیا' میں چاہوں تو ابھی سب یہاں آ کر آپ سے اس ناانصافی کا حساب مانگ لیں گے' مجھے ڈرائیں مت میں بچوں کو ساتھ لے کر جاؤں گی۔''

''میں بار بار فیصلے نہیں بدلا کرتا' میں نے دوسری شادی کی ہے کوئی گناہ نہیں کیا اور نہ ہی میں اسے چھوڑوں گا میں تمہاری ان باپ اور بھائیوں والی دھمکی سے نہیں ڈرنے والا۔'' وہ کہہ کر نکل گئے تھے۔

تبھی بابا صاحب آ گئے تھے انہوں نے روتی دھوتی بہو کو نجانے کیسے رام کیا تھا کہ اب تک حویلی چھوڑ کر نہیں

تین چیزیں

پاک رکھو۔ جسم' لباس' خیالات
قابو میں رکھو۔ زبان' نفس' غصہ
یاد رکھو۔ موت' احسان' نصیحت
برداشت نہ کرو۔ ناحق' جھوٹ' فحاشی
حاصل کرو۔ علم' دعا' اعتماد
ضائع نہ کرو۔ صلاحیت' موقع' دوست
کبھی نہ توڑو۔ دل' عہد' قانون
چھوٹا نہ سمجھو۔ فرض' قرض' مرض
ایک بار ملتے ہیں۔ والدین' وقت' زندگی
ذلیل کرتی ہے۔ چوری' چغلی' چاپلوسی
دھیان سے اٹھاؤ۔ قدم' قلم' قسم
پابندی سے پڑھتے رہو۔ نماز' قرآن' درود

نائلہ اشفاق...... کوٹ غلام محمد

عشق کا خمیازہ

ایک شخص نے بس میں اپنے قریب بیٹھے ہوئے مایوس اور افسردہ شخص کو دیکھ کر باتوں باتوں میں کہا۔ مجھے لگتا ہے کہ جیسے آپ نے زندگی میں عشق کیا اور ناکام ہو گئے۔

وہ صاحب جھلا کر بولے۔ میں نے زندگی میں ایک ہی بار عشق کیا تھا اور بدقسمتی سے کامیاب ہو گیا۔

سمیرا اشتاق ملک...... اسلام آباد

گئی تھی۔ حیات علی سے بات چیت بند تھی' زبیدہ نے کسی کو بھی کچھ نہ بتایا تھا۔ حیات علی اگلے مہینے شہر جانے پر تیار ہوئے تو بابا صاحب نے روک لیا تھا۔

''اگر تم اس عورت سے اب ملے تو میں تمہیں اپنی جائیداد ہر چیز سے عاق کر دوں گا۔'' حیات علی چند پل کو خاموش ہو گئے تھے۔

''یہ زمین' یہ جاگیر' یہ جائیداد اس کا قانونی وارث ہوں بابا صاحب! میں آپ کے خلاف کوئی بغاوت نہیں کر رہا۔ میں آپ سے محبت کرتا ہوں اگر آپ اس لڑکی سے نفرت کرنے کی بجائے اسے اس حویلی میں پناہ دے دیتے تو میں ساری عمر آپ کا مشکور رہتا لیکن اب میں اسے نہیں چھوڑوں گا بھلے آپ مجھے عاق کر دیں یا دستبردار۔'' انداز حتمی اور فیصلہ کن تھا' بابا صاحب نے بغور بیٹے کو دیکھا۔ وہ مکمل طور پر بغاوت پر آمادہ تھا۔ اس پر ان کی کوئی بھی نصیحت کوئی بھی بات کچھ بھی اثر نہیں کرنے والی تھی۔

''جانے سے پہلے سن لو لوٹ کر یہیں آؤ گے تم ایک دن اور تب تمہیں علم ہوگا کہ باپ کتنا سچا تھا۔'' حیات علی خاموشی سے وہاں سے چلے آئے تھے۔ زبیدہ حیات علی کے جانے کے بعد شدت سے روئی تھی۔

''مت رو بیٹی مت رو تو جتنا روئے گی اتنا ہی زیادہ اس لڑکی کو تیرے آنسوؤں کا حساب دینا ہوگا۔ ابھی تک

تو میں اپنے خون کو ہی آزما رہا تھا اب دیکھتا ہوں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔'' ان کے لہجے میں بہت دور کی سوچ تھی زبیدہ کی سسکیاں آہستہ آہستہ تھمنے لگی تھیں۔

❂ ❀❀ ❂

ہادیہ کی ابوبکر کو کال آئی تھی تعارف اور سلام دعا کے بعد وہ خاموش ہوگئی تھی۔

''کیسے کال کی آپ نے؟'' ابوبکر سنجیدہ تھا۔

''کیا میں آپ کو کال نہیں کرسکتی؟'' ہادیہ کے لہجے میں ایک ٹوٹتا بکھرتا سا احساس تھا۔ ابوبکر نے ایک گہرا سانس لیا۔

''میں تو بہت عام سا انسان تھا ہادیہ! آپ نے اتنے سال کیوں برباد کردیے؟'' اس نے پوچھا۔

''میرے لیے آپ بہت خاص تھے' ہیں اور رہیں گے۔ مجھے اگر علم ہوتا کہ رابعہ اور آپ کے درمیان ایسا کچھ تعلق ہے تو یقین جانیے میں کبھی درمیان میں نہ آتی۔''

''رابعہ بہت اچھی اور نائس لڑکی ہے' اس کے ساتھ بہت زیادتی ہورہی ہے۔ میں ایک گلٹ محسوس کرتا ہوں۔'' ابوبکر نے کہا تو دوسری طرف کچھ پل کو خاموشی چھائی تھی۔

''کیا میں آپ کو پسند نہیں؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔

''ایسی بات نہیں آپ بہت اچھی ہیں۔'' دوسری طرف اس ذرا سی تعریف پر ہادیہ کھل اٹھی تھی۔

''آپ کو میرا کال کرنا برا تو نہیں لگا؟'' اس نے پوچھا تو ابوبکر مسکرا دیا۔

''نہیں......'' اس نے ایمان داری سے کہا۔

''اس کا مطلب ہے میں آئندہ بھی کال کرسکتی ہوں۔''

''ابھی میرا پرپوزل انڈر پراسس ہے' میں بہت محتاط رہ کر زندگی گزارنے کا قائل ہوں پلیز مائنڈ مت کیجیے گا۔ میں اس طرح رات گئے کال کرنے کو سخت معیوب سمجھتا ہوں۔'' ابوبکر نے سنجیدگی سے کہا۔

''جی بہتر میں آئندہ خیال رکھوں گی۔'' چند اور باتوں کے بعد ہادیہ نے کال ڈراپ کردی' ابوبکر موبائل ایک طرف رکھ کر پھر کچھ سوچنے لگا تھا اس کی زندگی نے عجیب سے انداز میں پلٹا کھایا تھا۔

ہادیہ جیسی لڑکی کو اس کا نصیب بنانے کی کوشش کی جارہی تھیں' وہ تو رابعہ سے رشتہ طے ہونے کے بعد بھی پرسکون رہا تھا اب بھلا کیونکر بے قابو ہوجاتا۔ ہادیہ کا باپ نجانے کیا فیصلہ کرنے والا تھا' اک نئی سوچ نے دماغ کو گھیر لیا تھا۔

❂ ❀❀ ❂
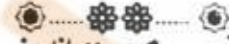
شہوار کی ساری رات آنکھوں میں کٹی تھی' رات گئے تک مصطفیٰ کا نمبر بند رہا تھا اور پھر جب آن ہوا تو اس نے کئی کالز کی تھیں لیکن کوئی بھی کال ریسیو نہیں کی گئی تھی اور پھر فجر کے بعد اس کی کال بار بار کاٹی جارہی تھی۔

اس نے بڑی بے چینی کی حالت میں فجر کی نماز پڑھی تھی' نماز سے فارغ ہوئی تو بھی دل پریشان تھا۔ اس نے پھر نمبر ملایا لیکن اس بار بھی کال پک نہ کی گئی تھی۔ وہ مایوس ہوگئی تھی جانے یہ بیٹھے بٹھائے کیا ٹینشن آپڑی تھی۔ وہ سک اٹھی تھی وہ موبائل اٹھا کر باہر لان میں آگئی تھی' اپنی مخصوص جگہ جھولے پر آ بیٹھی تھی۔ صبح کا روح پرور منظر بڑا دلکش تھا' اس نے کئی بار نمبر ملایا لیکن اس بار نمبر آف تھا' اس کا دل کٹنے لگا۔ وہ ابھی جھولے پر ہی تھی جب گیٹ کھلا اور گاڑی اندر داخل ہوگئی تھی' گاڑی سے ماں جی اور عباس کو نکلتے دیکھ کر وہ چونکی تھی۔

''آپ دونوں کہاں تھے؟'' سلام دعا کے بعد اس نے پوچھا۔

''ہم ہاسپٹل میں تھے۔''

''جی......؟'' وہ چونکی۔ تبھی ماں جی نے اسے ساری بات سنائی اور وہ منہ پر ہاتھ رکھے سب سن رہی تھی۔ اتنا کچھ ہوچکا تھا اور اسے خبر ہی نہ تھی اور مصطفیٰ کا کیا تھا کم از کم ایک بار کال ہی ریسیو کرکے بتا دیتا۔ وہ خاموشی کے ساتھ ان کے ساتھ اندر آگئی تھی۔

ماں جی کے بتانے کے مطابق صبوحی آنٹی کو رات بھر میں ایک بار ہوش ضرور آیا تھا جبکہ ولید کی کیفیت ابھی بھی وہی تھی۔ مصطفیٰ اور ولید کی دوستی ایک طرف شہوار کو انا کے حوالے سے بھی ولید بہت پسند تھا' اور اب یہ سن سب کر وہ حقیقی طور پر دکھی ہوئی تھی اس نے سوچ لیا تھا کہ اب جو بھی ہاسپٹل جائے گا وہ اس کے ساتھ ہی جائے گی' وہ خاموشی سے واپس اپنے کمرے میں آگئی تھی۔

❂ ❀❀ ❂
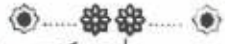
حیات علی نے زیب النساء کو نہیں بتایا تھا کہ وہ حویلی چھوڑ کر آیا ہے' دونوں کا وقت بہت خوش گوار انداز میں گزر رہا تھا۔ سبحان اور اس کی بیوی امریکہ جاچکے تھے' زیبن اپنی ماں کے غم سے باہر آچکی تھی' کبھی کبھار اس کی بہن بھی چھپ چھپا کر ملنے آجاتی تھی' مہر النساء کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی تھی۔

زیب النساء حیات علی کے ہمراہ پہلی بار (شوہر کے ہمراہ) بہن کے ہاں گئی تھی لیکن اس کے شوہر کا سلوک ازحد ہتک آمیز تھا۔ زیبن کے بار بار اصرار پر اسے ملنے کی اجازت دے دی تھی۔ وہ بہن کے پاس آگئی تھی' مہر النساء کی بیٹی بہت پیاری تھی۔

''کیا نام ہے اس کا؟'' بھانجی کو پیار کرتے زیبن نے پوچھا۔

''افشاں......''

''ماشاء اللہ بہت ہی پیارا نام ہے۔''

''تم سناؤ تم ٹھیک رہتی ہو؟'' وہ اس کا حال پوچھنے لگی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ وہاں سے آنے لگی تو افشاں کو بہن کی گود میں ڈال کر پیشانی چومی تھی۔

''آپا تم دعا کرو میرا بیٹا پیدا ہو' تمہاری افشاں مجھے بہت پسند ہے اگر تمہارے شوہر نے کوئی اعتراض نہ کیا تو میں اسے اپنے بیٹے کی بیوی بنا کر اپنے گھر لے جاؤں گی اس طرح تمہارا شوہر تمہیں ہم سے ملنے تو دے گا نا۔''

زیب النساء کی بات پر مہر النساء ہنس دی تھی۔

''اور اگر بیٹی ہوئی تو......''

''اللہ نہ کرے۔'' زیبن نے دہل کر کہا۔

''کیوں؟''

''مجھے بیٹی کی قسمت سے بڑا خوف آتا ہے' ہم نے جو بھی حالات دیکھے ہیں لیکن ہمیں ذلت کے گڑھے میں دھکیل دینے والا کوئی اور نہیں ہمارا اپنا باپ تھا۔ مجھے ایک مجبور بے بس اور لاچار قسم کی بیٹی نہیں چاہیے' ایک مضبوط توانا اور طاقت ور بیٹا چاہیے۔ نجانے کیوں کبھی کبھار اپنی قسمت سے ڈر لگنے لگتا ہے کم از کم بیٹا ہوگا تو میرے پاس جینے کی امید تو ہوگی۔'' آخر میں زیب النساء کا لہجہ افسردہ ہوگیا تھا۔

مہر النساء خود اس درد سے گزر رہی تھی وہ اس کی خلش جانتی تھی۔ وہ دونوں مہر النساء کے گھر سے واپس لوٹے

تو بابا صاحب آئے بیٹھے تھے۔ حیات علی بابا صاحب کو دیکھ کر چونک گئے تھے۔

"بابا صاحب آپ یہاں؟" حیات علی کے کہنے پر زیب چونکی تھی۔ بابا صاحب ان کے گھر میں' اس کا چہرہ ایک دم چمکنے لگا تھا۔

"السلام علیکم بابا صاحب!" بابا صاحب نے اس کی طرف ایک سرسری سی نگاہ ڈالی جو بڑی سی چادر میں وہ اپنے وجود کو لپیٹے ہوئے تھی چہرہ' انداز بولنے کا سجاؤ کسی بھی چیز میں کمی نہ تھی۔

"ہم تمہیں لینے آئے ہیں۔" بابا صاحب نے کہا تو حیات علی چونکے۔

"صرف مجھے......" انہوں نے رکھائی سے پوچھا۔

"چاہتے تو ہم اطلاع بھجوا دیتے آنا یا نہ آنا تمہاری مرضی لیکن ہمیں ہماری بہو کے آنسوؤں نے مجبور کردیا تھا۔ شاہزیب بہت بیمار ہے تمہیں بہت یاد کرتا ہے اگر آنا چاہو تو آ کر مل جاؤ۔" وہ کہہ کر کھڑے ہوگئے تھے۔

"کیا ہوا شاہزیب کو؟" شاہزیب ان کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا دونوں ایک دوسرے سے شدید محبت کرتے تھے۔

"اس کی بیماری ڈاکٹروں کے علم میں نہیں آرہی' تم آجاؤ شاید تمہارے علم میں آجائے۔" انداز سنجیدہ تھا حیات علی نے زیب کو دیکھا۔ وہ بابا صاحب کے رویے سے بجھ سی گئی تھی۔

"لیکن زیب النساء میرے ساتھ جائے گی۔" حیات علی نے کہا تھا۔

"میرے ساتھ ضد مت باندھو۔ شاہزیب کی زندگی کا خیال نہ ہوتا تو میں کبھی ایسے گھر میں قدم نہ رکھتا جہاں بدکردار لوگوں کا ناپاک وجود بستا ہو۔" انداز میں زعم اور حقارت تھی' زیب ایک دم کمرے میں بھاگ گئی تھی۔ اس قدر توہین...... وہ بھی سرعام' گالی دی گئی تھی اسے منہ پر...... وہ شدت سے رو دی تھی۔ دونوں باپ بیٹے میں نجانے کیا معاملہ طے ہوا تھا وہ بے خبر تھی۔ کچھ دیر بعد حیات علی اس کے پاس آئے تھے۔

"میں بابا صاحب کے ساتھ جارہا ہوں' جیسے ہی شاہزیب ٹھیک ہوا میں آجاؤں گا۔ تم اپنا خیال رکھنا' میں یہ پیسے رکھ رہا ہوں باقی رقم الماری میں موجود ہے۔ نجانے کتنے دن لگ جائیں تم پریشان نہیں ہونا میں جلد آنے کی کوشش کروں گا۔" حیات علی کہہ رہے تھے اور زیب النساء خاموش تھی۔ وہ گم صم انداز میں حیات علی کا چہرہ دیکھ رہی تھیں نجانے اسے کیوں لگ رہا تھا کہ اب وہ کبھی یہ چہرہ نہیں دیکھ پائیں گی۔

حیات علی اس کی مٹھی میں کچھ رقم دے کر اس پر اپنی محبت برسا کر جاچکا تھا اور وہ بے حس و حرکت بیٹھی تھی۔

❁ ❁ ❁

وہ بہت خوش تھا۔ اس کے ہاتھ ایسا نکتہ آیا تھا کہ اسے لگ رہا تھا کہ اب جیت صرف اسی کی ہے۔ مصطفیٰ کو ہرانے اور شہوار سے بدلہ لینے کا خیال اسے ہمہ وقت بے چین رکھتا تھا' مصطفیٰ کی کزن اس کے جھانسے میں آچکی تھی۔ اس نے رات مصطفیٰ کو ایک تصویر سینڈ کی تھی مصطفیٰ کا نمبر دریہ سے لینا کوئی مشکل نہ تھا۔ تیر نشانے پر لگا تھا' یہ دریہ نے اسے بتادیا تھا۔ تصویر کے نیچے اس نے ایک سطر لکھی تھی۔

"مسز شہوار مصطفیٰ اپنے لور کے ساتھ رنگ رلیاں مناتے ہوئے۔" جملہ ایسا تھا جو کسی کے بھی سینے کو جلا کر خاکستر کرسکتا تھا۔ دریہ سے ملنے کے بعد اس نے اپنا پلان چینج کرلیا تھا۔ وہ اب دریہ کو مس یوز کرنا چاہتا تھا اور دریہ کے ذریعے وہ شہوار تک پہنچنا چاہتا تھا۔

وہ اچھی طرح جان چکا تھا کہ دریہ مصطفیٰ کو حاصل کرنا چاہتی ہے اور اس کے بدلے وہ کچھ بھی کرے گی اور

غزل

کبھی زندگی کا نام ہے محبت
کبھی موت کا پیغام ہے محبت
کبھی محبت سے ملتی ہے خوشی
کبھی غم کی شام ہے محبت
کبھی ہے محبت دل کی جلن
کبھی دل کا ارمان ہے محبت
کبھی محبت ہے ملن کا روپ
کبھی تنہائی کی شام ہے محبت
کبھی ہے محبت تنہائی کی گھڑی
کبھی رسوائی کا انجام ہے محبت
کبھی ہے محبت زمانے میں عزت
کبھی ہے شری کا الزام ہے محبت
کبھی محبت ہے بے نام زندگی
کبھی زندگی کہتی ہے میرا نام ہے محبت

ماریہ کنول ماہی...... چک درکاں

اب ایاز بہت خوش اور مگن اپنے اگلے اسٹیپ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

❁ ❁ ❁

ثریا بیگم کا ٹینشن سے برا حال تھا لیکن کوئی بھی انہیں بتانے کو تیار ہی نہ تھا۔ آخر یہ سب ہو کیا رہا ہے؟ شادی والا گھر ایک دم سنسان اور خاموش کیوں ہے؟" وہ آتے جاتے سبھی لوگوں سے پوچھ رہی تھیں۔ ابوبکر بے چارہ اوپر والے پورشن کے علاوہ کہیں اور دکھائی ہی نہیں دے رہا تھا۔ بھابی نے اماں کو بتایا تو وہ سب سن کر ششدر رہ گئیں۔

یہ سب بالا ہی بالا اتنا کچھ ہوگیا اور انہیں خبر ہی نہیں پھر وہ جو بولنا شروع ہوئیں تو فیضان' سہیل' رابعہ' ابوبکر سب کی خبر لے لی تھی۔

"میری کوئی حیثیت ہی نہیں ہے بڑے بنتے بھی فیصلے کرتے پھر رہے ہیں۔ ارے لوگوں کو کیا جواب دوں گی میں' آج میری بچی کی مہندی مایوں تھیں میں کس کس کا منہ بند کروں گی۔"

"اماں جو سچ تھا وہ سب بتادیا ہے' ہادیہ اور رابعہ شروع سے ہی دوست رہی ہیں یہ سب جاننے کے بعد بھلا ہم رشتہ کیسے کرلیتے۔ اپنی بیٹی ہے وہ بھی' کیا اس کے دل سے کھیلتے۔" ماں کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر ریلیکس کروانا چاہا۔

"ارے جاؤ مجھے نہیں سمجھانے والی تمہاری باتوں کی' مجھے یہ بتاؤ کہ میں لوگوں کو کیا جواب دوں گی کس کس کی زبان بند کروں گی' کون کیا سوچے گا کچھ یہ بھی سوچا ہے کہ نہیں۔"

"اماں ہم سب رشتہ داروں کو فون کرکے شادی سے منع کرچکے ہیں' چند احباب رہ گئے ہیں ان کو آج بتادیں گے۔" ثریا بیگم نے اپنا سر تھام لیا تھا۔

''ہائے میری بچی! اب کیا ہوگا اس کا؟'' وہ تو رونے لگی تھیں۔
''کیوں واویلا کر رہی ہیں اتنا؟ اگر ہم عام انداز میں اس بات کو لیں گے تو یہ بات عام ہی رہے گی۔ ابوبکر بے چارہ تو آمادہ ہی نہ تھا بڑی مشکل سے منایا ہے اسے اور بس دعا کرو یہ بچی کے والدین ہاں کردیں پھر ہم نکاح کرنے جائیں گے۔ میں نے ابوبکر سے وعدہ کیا ہے اس کا سرپرست بن کر سب کام کروں گا اب آپ ایک لفظ بھی مت کہیے گا۔'' فیضان ماموں بولے تو وہ خاموش ہوگئیں لیکن ان کا رونا اسی طرح جاری تھا۔
''ہر ایک اپنے مقدر کا پاتا ہے ہماری اور آپ کی مثال سامنے ہے۔ رابعہ بھی اپنے مقدر کا پالے گی۔''
''اللہ نہ کرے جو میری بچی کی زندگی ہم جیسی ہو ہم نے تو بُرا بھلا وقت گزار لیا لیکن رابعہ کیسے کاٹے گی' سارا خاندان ناک میں دم کردے گا۔''
''کچھ نہیں ہوگا سہیل موجود ہے وہ ہینڈل کرلے گا بس آپ ریلیکس رہیں۔ اب ہم ہادیہ بچی کے معاملے کو اپنے ہاتھ میں لے چکے ہیں اور آپ جانتی ہیں ہم جو کہتے ہیں وہ کرتے بھی ہیں۔'' ثریا بیگم خاموش ہوگئی تھیں۔ سہیل اور اس کی بیگم بھی قریب بیٹھ کر سمجھاتے رہے تو وہ بالکل ہی چپ ہوگئی تھیں۔
''رابعہ کی فکر نہیں کریں اللہ اس کے حق میں بہتر ہی کرے گا۔ میں خود کوئی اچھا سا لڑکا دیکھ کر اس کی شادی کروں گا۔ اب رابعہ خود شادی نہیں کرنا چاہتی تھی تو زبردستی نہیں کرسکتے تھے ہم اس صورت میں کہ ایک دوسری لڑکی جو ہادیہ کی سب سے قریبی دوست تھی کا معاملہ تھا ہم جان بوجھ کر یہ شادی نہیں کرسکتے تھے۔'' ثریا بیگم ساری بات سمجھ چکی تھیں انہوں نے محض اثبات میں سر ہلایا اور اٹھ کر کمرے میں چلی گئی تھیں اس کا مطلب تھا کہ وہ اب کسی سے بھی کوئی بات نہیں کرنا چاہیں گی' سبھی خاموشی سے ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہ گئے۔

⊙......❁❁......⊙

حیات علی کو قطعی علم نہ تھا کہ بابا صاحب اس کے ساتھ کیا گیم کھیلنے والے ہیں' وہ بابا صاحب کے ساتھ آ گئے تھے۔ شاہ زیب واقعی بیمار تھا اور باپ کو یاد بھی کر رہا تھا۔ حیات علی کے آنے سے وہ کچھ بہتر ہونے لگا تھا۔
''ہم چاہتے ہیں تم کینیڈا چلے جاؤ کچھ دنوں کے لیے اس طرح شاہ زیب کی طبیعت بھی سنبھل جائے گی۔'' کچھ دن بعد رات کو بابا صاحب نے حیات علی کو بلا کر کہا تو وہ حیران ہوئے۔
''شاہ زیب کافی بہتر ہوچکا ہے' وہ ٹھیک ہے اب میں ان حالات میں کہیں بھی کیوں جاؤں گا؟''
''دیکھو حیات علی! ہم نے چپ سادھ لی ہے' تمہاری اس دوسری شادی کو بھی ماننے کو تیار ہیں مگر تم ہماری بھتیجی اور اپنے بچوں کے معاملے میں کوئی حق تلفی نہیں کرو گے۔'' بابا صاحب کا انداز ہارا ہوا تھا' حیات علی نے حیرت سے انہیں دیکھا۔
''یہ پتھر موم کیسے ہوا تھا؟'' وہ حیران ہوئے۔
''ہم ایک خاندان' ایک معاشرے میں جی رہے ہیں' ہماری کچھ ریتیں رواج ہیں' زبیدہ کو ہم سمجھا چکے ہیں وہ تمہاری دوسری شادی کے بارے میں کبھی بات نہیں کرے گی۔ تم بھلے اس لڑکی کی جیسے مرضی خبر رکھو جو مرضی دو ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ اپنے خاندان اور اس کے رسم ورواجوں سے بغاوت نہیں کرسکتے' ہم نے تمہاری ایک بات مان لی ہے اب تم ہماری ایک بات مانو۔'' انہوں نے بہت سنجیدگی سے سب کہا تھا۔ حیات علی کا دل ایک دم نرم ہوگیا انہیں بابا صاحب سے ذاتی طور پر کوئی ایشو نہ تھا یہ تو سب ایک رشتے کی بقا کی جنگ تھی۔
''اچھی طرح سوچ سمجھ لو اگر ہماری باتیں سمجھ میں آ جائیں تو ٹھیک ورنہ حویلی کے دروازے تمہارے رستے

مرحوم شوہر کے نام

یہ زندگی تیرے نام سجن
تیرے یاد ہے اپنا کام سجن
تیرے رخ کو تکتے رہنے سے
ملنا ہے آرام سجن
تیرے میٹھے میٹھے بولوں سے
مٹنے ہیں آلام سجن
ہر پل تجھ کو چاہوں میں
ہر موڑ ہر اک گام سجن
میں تجھ سے مدام تجھے مجھ سے دوام
کریں آپس میں کلام سجن
جب تک ساتھ رہے دنیا میں
بن کے رہے انعام سجن
اب جس جنت کے باسی ہو
وہاں بھی حاضر سلام سجن
عشق سلامت تاقیامت
ہوگا سوہنا انتقام سجن

کوثر خالد ...... جڑانوالہ

میں بھی نہیں آئیں گے۔'' بابا صاحب نے سارا فیصلہ ان کے ہاتھ میں دے دیا تھا' وہ سوچ میں پڑ گئے تھے۔
''لیکن جو بھی فیصلہ کرو اس میں اپنے بچوں اور ان کے مستقبل کے بارے میں ضرور سوچنا' شاہ زیب بیمار نہ ہوتا تو ہم اپنی ضد پر اڑے رہتے۔ شاہ زیب کی بیماری نے ہمیں توڑ دیا ہے اور ہم نہیں چاہتے کہ باقی بچے بھی ہمیں توڑیں۔'' بابا صاحب سب کہہ کر اٹھ کر چلے گئے اور حیات علی ان کے سامنے دوراہے...... بابا صاحب نے سوچ سمجھ کر سب کچھ کرنے کو کہا تھا اور پھر انہوں نے بہت سوچا تھا۔
زبیدہ ان کی پہلی بیوی تھی وہ ایک وسیع جائیداد کے مالک بھی' جذباتیت میں سب چھوڑ دیتے تو پھر بھی زندگی نہیں گزرنے والی تھی۔ زہین ان کے دل کا سکون تھی لیکن سب کچھ چھوڑنے کے بعد وہ اسے سکھی نہیں رکھ سکتے تھے۔ وہ اپنے خاندان اور اس کے رسم ورواج کو اچھی طرح جانتے تھے اور یہ بات بھی کہ ان کا خاندان کبھی بھی زیب النساء کو ان کی بیوی کے روپ میں قبول نہیں کرے گا۔ زندگی کو پل صراط بنانے سے بہتر تھا کہ جو جیسا ہے چلنے دیں۔ انہوں نے اپنا فیصلہ بابا صاحب کو سنا دیا تھا وہ صرف مسکرائے تھے۔
''ہم چاہتے ہیں تم کچھ دنوں کے لیے کینیڈا چلے جاؤ' اگر چاہو تو اس شہر والی لڑکی سے جا کر مل آؤ بتا دو اسے۔'' بابا صاحب نے خود کہا جسے سن کر وہ بابا صاحب کے مقروض ہوگئے تھے۔
''ہم اسے ایک حقیقت کی طرح قبول کرچکے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ تم بھی زبیدہ اور بچوں کو وہی پہلے جیسا ماحول دو ہم تمہاری زندگی میں کوئی مداخلت نہیں کریں گے۔ بس تم ہمیں یہ گارنٹی دو کہ تم زبیدہ اور بچوں کی کبھی حق

تلخی نہیں کرو گے۔‘‘

’’بابا صاحب اب آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔‘‘ حیات علی نے کہا تو بابا صاحب نے سر ہلا دیا۔

’’جیتے رہو۔‘‘ انہوں نے ان کا سر تھپکا اور چلے گئے انہیں کچھ دن کینیڈا جانے کی تیاریوں میں لگے تھے۔ بابا صاحب پاسپورٹ کاغذات بھی کچھ پہلے ہی تیار کروا چکے تھے کچھ کام وہ خود بھی کر چکے تھے جیسے ہی روانگی کی سیٹیں کنفرم ہوئیں وہ زیبن کے پاس چلے آئے لیکن زیبن گھر پر نہیں تھی۔

’’کہاں گئی وہ؟‘‘ گھر پر صرف کل وقتی ملازمہ تھی۔

’’صاحب آپ کے جانے کے بعد ان کے ابا ان کو کہیں سے ڈھونڈتے آ گئے تھے وہ روز آتے تھے اور انہیں ساتھ چلنے پر زور دیتے تھے۔ ایک دن رات کو آئے تھے زبردستی کرنے لگے بی بی کی طبیعت خراب ہوگئی تھی وہ تو چھوڑ کر بھاگ گئے بعد میں بی بی کی بہن آئی تھیں وہ انہیں اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئی تھیں وہ اب ادھر ہی ہیں۔‘‘

’’اوہ...... نجانے یہ منحوس صفدر اب پھر کہاں سے آ ٹپکا تھا۔‘‘ ان کی کل کی فلائٹ تھی انہیں آج ہی زیبن سے مل کر واپس جانا تھا‘ وہ سوچ میں پڑ گئے تھے وہ مہر النساء کے گھر آئے تھے لیکن اس کا چوکیدار کسی بھی طرح دروازہ کھولنے پر راضی نہ تھا۔

’’دیکھو تم مجھے جانتے ہو اچھی طرح‘ میری بیوی اندر ہے اسے بھیجو میں چلا جاؤں گا۔‘‘

’’صاحب ہم نے کہا نا کہ صاحب کی طرف سے نہ کسی کو باہر آنے اور نہ ہی کسی کو اندر جانے کا حکم ہے۔ صاحب ہم نوکری کرتے ہیں ہماری بھی مجبوری ہے‘ ہم تمہاری بات نہیں مان سکتے۔ ہمیں اندر کسی بھی قسم کی اطلاع پہنچانے سے منع کیا گیا ہے۔‘‘ چوکیدار نے صاف انکار کر دیا تھا۔

عجیب بے بسی تھی وہ اپنی بیوی تک سے نہیں مل پا رہے تھے۔ نجانے کس حالت میں تھی وہ بے چاری‘ کب سے تھی یہاں؟ وہ بہت نامراد سے وہاں سے لوٹے تھے۔

وہاں سے لوٹتے وقت نجانے کیوں وہ از حد دکھی ہو رہے تھے۔ گاؤں واپس جانا تھا سارا دن ملاقات کے چکر میں ادھر سے اُدھر بھاگتے وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا تھا۔ شام آ پہنچی تھی اور وہ نامراد ہی واپس گاؤں کو چل آئے تھے۔

اگلے دن ان کی فلائٹ تھی وہ زبیدہ اور بچوں کے ہمراہ جا رہے تھے ایک ماہ کا قیام تھا۔ حیات علی نے سوچا کہ جیسے تیسے ایک ماہ گزار لیں گے پھر واپس لوٹ کر تو مل لیں گے۔ جاتے وقت انہوں نے خطیر رقم کا پیکٹ بخشو کے حوالے کیا تھا۔

’’تم یہ رقم زیب النساء تک پہنچا دینا۔‘‘ انہوں نے خاصی ہدایات کی تھی اور پھر چلے گئے تھے اور وہ نہیں جانتے تھے کہ قسمت ان کے ساتھ کیا کھیل کھیلنے والی ہے۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

محسوس کیا تم کو تو گیلی ہوئیں پلکیں
بھیگے ہوئے موسم کی ادا تم تو نہیں ہو
ان اجنبی راہوں میں نہیں کوئی بھی میرا
کس نے یوں مجھے اپنا کہا' تم تو نہیں ہو

وہ موسم گرما کی ایک خوش گوار رات تھی جب چاند اپنا پرنور چہرہ لیے اپنی مکمل چاندنی کے ہمراہ پورے عالم میں سرگشت کرنے میں مصروف تھا اونچے اونچے ناریل کے درختوں میں گھرا ساحل کنارے واقع وہ محل نما سفید سنگ مرمر کا گھر جو اپنے ماتھے پر سیاہ حرفوں سے سجی "شاہ ولا" کی تختی لگائے اپنے مکینوں کے سارے رازوں کو اپنے سینے میں دبائے بڑی شان سے کھڑا اس وقت بھی گھر میں پیدا ہونے والی تازہ ترین سازش کو انگڑائی لیتا دیکھ رہا تھا۔

چاند کی چاندنی سے چمکتی سمندر کی سطح اور اس کی تیز وتند لہریں ماحول کو جہاں سحر انگیز بنائے دے رہی تھیں وہیں جھینگر کی خاموش فضاؤں میں بکھیرتی موسیقی پراسراریت بکھیر رہی تھی۔ شاہ ولا جس کے اردگرد کا باغیچہ روشن اور عمارت اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی' یقیناً اپنے مکینوں کے نرم وگرم بستروں میں دبکے ائیرکنڈیشن کی خنکی کے زیر اثر خواب خرگوش کے مزے لینے کی گواہی دے رہا تھا مگر وہیں ایک کھڑکی سے روشنی جھلک رہی تھی۔ کھڑکی پہ پڑے نفیس دبیز پردے درمیان سے ایک خوب صورت ڈوری سے بندھے تھے اور ان دو پردوں کے بیچ کے خلاء کو ایک نیٹ کے گلابی رنگ کے پردے نے پر کر رکھا تھا اور اسی نیٹ کے پردے سے سنہری مدھم روشنی چھلکتی باہر آرہی تھی۔ کمرے کا منظر واضح تھا وہ چار نفوس ایک گول میز کے گرد بیٹھے سرگوشیوں میں مصروف تھے ان کے چہرے پر کبھی فکرمندی تو کبھی دانش مندی تو کبھی تشویش ناک بادل رقصاں ہوتے انداز یوں تھا جیسے سب سے چھپ کر کمرے میں بیٹھے ہوں' اچانک کمرے کے بند دروازے پر ہونے والی دستک نے ان سب کو چونکنے پر مجبور کردیا' تبھی ان میں سے دراز قد والی لڑکی اپنی جگہ سے اٹھی اور دھیرے دھیرے چوکنے انداز میں دروازے کی جانب بڑھنے لگی اس کی پشت پہ فش ٹیل چوٹی کسی ناگن کی طرح لہرا رہی تھی۔ کمرے میں اس وقت خاموشی کا راج تھا' دروازہ بہت آہستگی سے کھولا گیا تھا آنے والی شخصیت کو دیکھ کر ان سب کے چہروں پر اطمینان پھیل گیا تھا۔ وہ شخصیت پروقار انداز میں اب گول میز کی جانب بڑھ رہی تھی۔ دراز قد ناگن جیسی بل کھاتی چوٹی رکھنے والی لڑکی نے دروازہ دھیرے سے بند کردیا تھا۔ پروقار شخصیت کے نشست پر براجمان ہوتے ہی گفتگو کا سلسلہ پھر سے شروع ہوا تھا۔

چاندنی میں بھیگی رات رفتہ رفتہ سحر کی جانب بڑھ رہی تھی۔

***

"ہونہہ! تو یہ ہے وہ لڑکی جس نے میرے بیٹے کی راتوں کی نیندیں چرائی ہیں۔" آسمانی رنگ کی ڈھیلی سی شرٹ میں ملبوس' کندھوں سے نیچے تک گرتے بھورے بالوں کو بینڈ میں جکڑے' اپنی بڑی بڑی آنکھوں کو سکیڑ کر اسکرین کی تصویر میں موجود اس لڑکی کا بغور معائنہ کرتے ہوئے وہ معنی خیز انداز میں بولیں تو بابر کے چہرے پہ شرمیلی مسکراہٹ سج گئی۔

"جی ماما! یہی ہیں وہ محترمہ۔" کتنے دنوں سے وہ اس لڑکی کے عشق میں گرفتار تھا اور پھر بالآخر اس نے اپنی ماما کو

اس لڑکی کے بارے میں بتا ہی دیا اور تب سے وہ اس سے ضد لگائے بیٹھی تھیں کہ اس کی تصویر دکھائے اور آج ان کی ضد سے ہار مانتے ہوئے وہ انہیں تصویر دکھانے پر راضی ہوگیا تھا۔

"پر بیٹا جی رشتہ ہوگا کیسے؟ اپنے دوست کو کہو گے کیا کہ تمہاری کزن پہ دل آ گیا ہے۔ دوست نے اسی وقت تمہیں اپنی دوستی سے عاق کردینا ہے۔" ماما نے تصویر کا دوسرا رخ اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا تو وہ بے اختیار ہنس پڑا۔ کتنی بھرپور ہنسی تھی اس کی ایک لمحے کو ماما بھی بنا پلک جھپکے اسے دیکھتی رہ گئیں۔

"آپ بھی نا ماما' میں کیوں کچھ کہوں گا اسے' آپ کس مرض کی دوا ہیں ماما جانی۔" وہ بڑے پیار سے ان کے گرد بانہیں ڈالتے ہوئے بولا تو بیٹے کی چالاکی پہ وہ بے اختیار مسکرادیں۔

"واہ بھئی واہ بالا ہی بالا سارے منصوبے بنائے بیٹھے ہو تم تو...... ابھی تو میں نے صرف لڑکی کی ہی تصویر دیکھی ہے ابھی تو گھر والوں کو دیکھنا باقی ہے' مسٹر دل پھینک عاشق۔" اب بیٹے کو تھوڑا تنگ کرنا تو بنتا تھا ناں۔

"آپ کی یہ خواہش بھی سر آنکھوں پر والدہ ماجدہ صاحبہ' گھر والوں کی تصویر بھی ابھی دکھائے دیتا ہوں۔" وہ بھی انہی کا بیٹا تھا کیسے ممکن تھا کہ ہار مان لیتا' جھٹ سے تصویروں کی البم کھول کر مزید تصویریں دیکھنے لگا۔ دراصل وہ اپنے عزیز دوست کی پروفائل میں گھسا ہوا تھا' چند ماہ پہلے اس کے دوست نے فیس بک پر اپنی فیملی تقریب کی کچھ تصاویر لگائیں تھیں۔ انہی تصاویر میں اس نے اس حسینہ کو دیکھا تھا' تیکھے تیکھے نقوش والی لڑکیاں عموماً مغروری لگتیں ہیں مگر وہ تیکھے نقوش کے باوجود انتہائی معصوم سی لگی تھی۔ وہ تو دل پھینک تھا نہ ہی لڑکیوں سے فوری طور پہ متاثر ہونے والا پر دنیا میں کوئی ایک چہرہ تو ایسا ہوتا ہے جو آپ کے دل کو اپنے سحر میں بری طرح جکڑ لیتا ہے اور پھر دل اس چہرے کا بے دام غلام بن کر رہ جاتا ہے...... سو بابر کا دل بھی یونہی بے دام غلام بن گیا تھا۔

"ویسے ماما آپ کو کیسی لگی میری پسند؟" اسکرین پر تصویروں کو ڈھونڈتے ہوئے اس نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

"کچھ خاص نہیں!" ماما نے بے پروا بنتے ہوئے کہا تو وہ مسکرادیا۔ بابر کو پتا نہیں تھا کہ ماما کی نظروں نے پہلے ہی پسندیدگی کی سند اس لڑکی کو بخش دی تھی اسے اس کی مطلوبہ تصویر مل گئی اور اب اسے وہ کھول رہا تھا۔ ماما بڑے اشتیاق کے عالم میں اسکرین پر نظریں جمائے بیٹھی تھیں۔ تصویر سامنے آ چکی تھی۔

"یہ دیکھیں ماما...... یہ ہے میرا سب سے پیارا دوست...... یہ اس کے والد' یہ چاچا یعنی آپ کے ہونے والے سمدھی جی اور یہ...... یہ اس کی دادی اور یہ ہیں اس کی......" وہ اپنی دھن میں سب سے تعارف کراتا جیسے ہی ماما کی طرف دیکھا ایک پل کو گھبرا گیا اس کی ماما کا رنگ لٹھے کی مانند سفید ہورہا تھا آنکھیں پھٹی پھٹی سی اسکرین پر جمی تھیں' جن میں آنسو کے ننھے شفاف قطرے آ ٹھہرے تھے زبان جیسے بولنا بھول گئی تھی۔ وہ پریشان سا ان کا کندھا ہلانے لگا۔

"ماما کیا ہوا...... آپ ٹھیک تو ہیں؟" وہ پریشان سا پوچھ رہا تھا پر ماما تو جیسے ایک سنگی مجسمہ بن چکی تھیں۔ نہ لب ملے نہ پلکیں جھپکیں' بس آنسو کے قطرے لڑھک کر لبوں پر آ ٹھہرے' حقیقت یہ ہے کہ انسان جتنا بھی مضبوط بن جائے اس کی ذات میں کوئی نہ کوئی غم ایسا ضرور ہوتا ہے جو یاد آنے پر آنسو بن کر آنکھوں میں ٹھہر جاتا ہے......!

***

کہتے ہیں جب اللہ حسن دیتا ہے تو نزاکت آ ہی جاتی ہے' پر آج کل کے زمانے میں صرف نزاکت نہیں بلکہ ساتھ ساتھ غرور وتکبر آنا بھی عام سی بات بن گئی ہے' حسن ومعصومیت کا امتزاج ہو یا حسن ووجاہت کا روحیل آفندی نے حسن کے یہ دونوں ہی رنگ بہت دیکھے تھے پر آج تک کسی سے متاثر ہو کر دل گروی نہیں رکھا تھا۔ پر جب سے اس نے اس لڑکی کو دیکھا تھا اس کے اردگرد خطرے کی گھنٹی

بجنے لگی تھی۔ وہ صرف حسن میں ہی نہیں سیرت میں بھی کمال رکھتی تھی' اس کی بڑی سرمئی آنکھوں میں ذہانت جھلکتی' اس کے لب معصوم بچوں جیسی مسکراہٹ ہمہ وقت چہرے پر سجائے رکھتے' وہ پچھلے دو سال سے اس کی شخصیت کا معائنہ کررہا تھا' پر اب تک وہ اس سے اپنے دل کی بات نہ کہہ سکا تھا۔ یہاں تک کہ یونیورسٹی لائف کا یہ آخری سال تھا اور اس کے بعد ان سب نے عملی زندگی میں قدم رکھ دینا تھا' وہ اب اس لڑکی سے اپنے دل کی بات کہہ دینا چاہتا تھا اور اس دن اسے موقع بھی مل گیا تھا۔

''ایکسکیوزمی شرمین...... آپ اپنی نوٹ بک کلاس میں بھول گئی تھیں۔'' اس نے بے حد شائستگی سے اسے پکارا تھا۔ وہ جو کینٹین کی جانب بڑھ رہی تھی' حیرت سے پلٹ کر اسے دیکھنے لگی۔ روحیل نے نوٹ بک اس کے آگے بڑھائی' جسے لے کر وہ شائستگی سے شکریہ کہتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

''بس اتنی سی ملاقات......'' دل نے جھڑکا تو اس نے مسکرا کر دل کو ڈپٹا وہ کوئی کم ہمت و بوسا لڑکا نہیں تھا مگر اس لڑکی پر اپنا کوئی غلط تاثر نہیں پڑنے دینا چاہتا تھا۔

پھر اگلے کچھ دن وہ یونیورسٹی نہیں آئی تو وہ بے حد بے چین رہا' بے تابی اس قدر بڑھی کہ چار دن بعد جب وہ اپنی دوست کے ساتھ کینٹین کی جانب بڑھتی دکھائی دی تو وہ بے ساختہ اس کے پیچھے بڑھا۔

''ایکسکیوزمی مس شرمین' مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے' کیا تھوڑا وقت دے سکتی ہیں آپ؟'' اس کی بات پر پہلے وہ جھجکی پھر کچھ سوچ کر اپنی دوست سے معذرت کرتی اس کے ساتھ چلتی کینٹین میں آ گئی۔

''جی روحیل آفندی' کہیے کیا کہنا ہے آپ کو......؟'' کرسی پر بیٹھتے ہی اس نے سوال کر ڈالا۔

''شرمین' میں آپ کو بے حد پسند کرتا ہوں اور آپ کے گھر اپنے والدین کو بھیجنا چاہتا ہوں۔'' روحیل نے بنا رکے اپنی بات اس تک پہنچائی تو وہ مارے حیرت کے اسے دیکھنے لگی۔

''میں جانتا ہوں آپ مجھے جانتی تک نہیں...... اور میری یہ بات آپ کے لیے حیرانگی کا باعث ہے مگر پھر بھی میں اپنی بات پر قائم ہوں اور آپ کے سامنے حاضر ہوں' آپ جو پوچھنا چاہتی ہیں پوچھ سکتی ہیں' جو جاننا چاہتی ہیں' جان سکتی ہیں۔'' وہ بڑی شرافت سے نظریں جھکائے کہہ رہا تھا' کچھ پل تو وہ اسے یک ٹک دیکھتی رہی۔ اس اثناء میں اس نے ایک بار بھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ سامنے بیٹھا وہ شخص اسے حیران کیے دے رہا تھا۔ وہ بامشکل لب کھول پائی اس نے سوال کیا تھا اسے جواب تو دینا تھا' جواب دینے سے قبل اس نے اس شخص کے چہرے کو بغور دیکھا اور پھر اپنے لفظوں کو ترتیب دینے لگی۔

''میں آپ کی شرافت کی قدر کرتی ہوں مسٹر روحیل' مگر دو دن قبل ہی میری منگنی میرے چچازاد سے ہوچکی ہے' امید کرتی ہوں آپ میرے خیال کو اپنے دل سے نکال کر آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔'' وہ اتنا کہہ کر وہاں مزید رکی نہیں تھی۔

❂ ❂ ❂

صبح آفتاب کے برہم مزاج کے ہمراہ بیدار ہوئی تھی' چمکیلی اور تیز دھوپ نے اچھے اچھوں کے ہوش اڑا رکھے تھے۔ ایسے میں شاہ صاحب اپنی بیگم کے ہمراہ کہیں جانے کی تیاری کررہے تھے۔

''شاہ صاحب میں ایک بار پھر کہہ رہی ہوں' میں آپ کے اس افلاطونی ڈرائیور کے ہمراہ نہیں جاؤں گی۔'' یہ شاہ بیگم تھیں جو بڑے پروقار انداز میں رحیم شاہ کے قدم سے قدم ملا کر چلتی اپنا احتجاج بھی ریکارڈ کرائے جارہی تھیں۔

''شاہ بیگم ہمارے ساتھ ہوتے ہوئے آپ کو کسی افلاطون سے گھبرانے کی ضرورت نہیں' ہم میں ابھی بھی اتنا دم خم موجود ہے کہ آپ کو اپنے سنگ اپنے زور بازو پہ لے جائیں۔'' شاہ ولا کے سربراہ رحیم شاہ سفید کلف شدہ شلوار قمیص زیب تن کیے بڑے طمطراق سے قدم اٹھاتے ہوئے اپنی اہلیہ پر ایک نگاہ ڈالتے ہوئے بولے۔

شاہ بیگم نے ایک بھرپور نظر اپنے ساتھ بارعب انداز میں چلتے ہمسفر پر ڈالی اور مسکرادیں' ان کی پہلے سے اکڑی ہوئی گردن مارے فخر کے مزید تن گئی۔ کچھ فاصلے پر سفید چمچماتی کار کے ساتھ باادب تمیز کی تصویر بنا باوردی ڈرائیور رحیم شاہ کو فرنٹ سیٹ کی طرف بڑھتا دیکھ کر ان کا ارادہ سمجھتے ہوئے فرنٹ ڈور وا کرکے کھڑا ہوگیا۔ اگلے ہی کچھ لمحوں میں شاہ ولا کے سربراہ اپنی اہلیہ کے ہمراہ کسی دورے پر روانہ ہوچکے تھے۔

''کچھ دنوں میں رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ شروع ہونے والا تھا' ہمیں اس کے لیے تیاری شروع کرنی ہوگی۔'' ناہید اپنی بڑی جٹھانی کے ساتھ بیٹھتے ہوئے محفل پر ایک نظر دوڑاتے ہوئے بولیں۔

''بالکل امی آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں اور آپ کے کہنے سے قبل ہی ہم نے تیاریوں پر غور کرنا شروع کردیا ہے۔'' میگزین میں غرق نازیہ نے میگزین میں ہی منہ دیئے جواب دیا جس پر شگفتہ نے اسے سرتاپا بغور دیکھا اور پھر سوال کیا۔

''محترمہ نازیہ حسن شاہ صاحبہ' اپنی ان تیاریوں پر روشنی ڈالیے کہ ہمیں بھی ذرا اندازہ ہو کہ آپ جناب نے رمضان المبارک کی کیا کیا تیاریاں کیں؟'' شگفتہ نے اپنی لاڈلی بھتیجی کی تفصیلات جاننے میں دلچسپی کا اظہار کیا۔

''زیادہ کچھ نہیں بس یہی کہ رمضان المبارک میں ڈائننگ کرنے کا نادر موقع ملے گا' چٹپٹے کھانوں سے نظریں ہٹا کر فقط پھلوں پر گزارا ہوگا' تاکہ عید میں سب سے کوئین آف اسمارٹنس کا خطاب وصول کیا جاسکے۔ اس کے علاوہ کپڑوں کے نت نئے ڈیزائن پر بھی زور و شور کے ساتھ غور کیا جارہا ہے تاکہ عید کے دن عجب نمونہ بن کر لوگوں سے مل کر ان کے چہرے پر تمسخرانہ مسکراہٹ بکھیرنے کا موقع دیا جاسکے یہ تو بس اہم موٹی موٹی تیاریاں' چھوٹی چھوٹی تیاریوں کی طویل فہرست پر رفتہ رفتہ نظر ڈالی جائے گی۔''

فسادانہ و شرانگیزی سے بھرپور جواب نازیہ کے بجائے ہمایوں کی طرف سے آیا تھا جو اپنی پالتو بلی کو گود میں بٹھائے مزے سے سیب کھا رہا تھا۔ پر جلد ہی اسے اپنے اس شغل سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اڑتا ہوا کشن تھما کر کے سیدھا اس کے منہ پر لگا تھا۔ جس کی وجہ سے دانتوں کے شکنجے میں جکڑا ہوا سیب پھسلتا ہوا گوری چٹی مانو بلی کے سر پر دھم سے گرا وہ بے چاری احتجاجاً میاؤں کرتی اس کی گود سے اچھل کر واک آؤٹ کر گئی۔

''تم بھارت کی طرح ہمارے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کرنا بند کرو۔ ورنہ قدم قدم پر یونہی منہ کی کھاؤ گے۔'' ہمایوں کے زبانی حملے کے جواب میں کشتی حملے کرکے نازیہ نے گردن اکڑا کر جواب دیا۔ ہمایوں نے سیب سے ہاتھ دھونے کے بعد آنکھیں مسل کر نازیہ کی جانب دیکھا تو اس کی پشت پر حدیقہ کا ہمت بڑھاتا ہاتھ بھی نظر آیا۔ یعنی دونوں بہنیں چند لمحے قبل کی لڑائی بھول کر ایک ہوچکی تھیں۔

''اف یہ بچے بھی ناں' آپ چھوڑیں انہیں شگفتہ آپا' میں سوچ رہی ہوں گول کمرے میں سفینہ سے کہہ کر چاندنی بچھوادوں' ہم گھر کی خواتین یہیں نماز اور تلاوت قرآن کرلیا کریں گی' ویسے بھی رمضان شریف میں اماں جان کا زیادہ تر وقت عبادت میں گزرتا ہے تو انہیں بھی سہولت رہے گی۔'' ناہید نے بچوں کی چھیڑ چھاڑ شروع ہوتے دیکھ کر شگفتہ کو پھر سے موضوع کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں! بات تو تمہاری بالکل ٹھیک ہے پر گول کمرے کی پہلے تفصیلی صفائی کروانی پڑے گی' چلو ذرا چل کر جائزہ لے لیتے ہیں۔ یہ سفینہ کہاں ہے۔'' شگفتہ کو ناہید کی تجویز پسند آئی تھی' سو فوراً ہی عمل کرنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں اور ساتھ ہی سفینہ کو بھی آواز دے ڈالی۔

''یہ جنید بھائی جب سے آفس کو پیارے ہوئے ہیں تب سے گویا چاند بن گئے ہیں۔ صرف رات کو ہی طلوع ہوتے ہیں اور پھر غائب۔'' ہمایوں کو اکیلے مقابلہ کرتے دیکھ کر حدیقہ کو ایک دم جنید بھائی کی یاد آ گئی۔

''بے چارے بھائی کو ابو اور چچا جان نے کسی دیو کی طرح اپنے آفس میں قید کرلیا ہے' جس طرح بڑی ہونے

پرلڑکیوں کو گھریلو ذمے داریاں اٹھانے کی تربیت دی جاتی ہے اسی طرح بھائی کو کاروبار سنبھالنے کی سخت ترین تربیت دراصل سے گزرنا پڑ رہا ہے۔" جنید کے ذکر پر ہمایوں اداسی سے بولا۔

"تم کیوں گھر بیٹھ کر چوبیس گھنٹے صوفے توڑتے رہتے ہو اتنی توفیق نہ ہوئی کہ بھائی کا ہاتھ ہی بٹاؤ آفس جاکر۔" نازیہ کا کشن کے حملے سے جی نہیں بھرا تھا اسی لیے موقع ملتے ہی اسے خوب لتاڑا۔

"ہو ہو..... نصیحت تو دیکھو مجھے کون کر رہا ہے' لڑکیوں کی اس قسم سے تعلق رکھنے والی خاتون' جنہیں انڈا ابالنا تو دور کی بات چھیلنا تک نہیں آتا۔" ہمایوں ناک سے مکھی اڑاتے ہوئے بولا۔

"خاتون ہوگی تمہاری اب تک نہ ملنے والی بیوی' خبردار جو مجھے خاتون کہا آئندہ۔" نازیہ کو اعتراض خاتون بولنے پر تھا' جنگ ایک بار پھر چھڑ چکی تھی اور طویل دورانیے تک جاری رہنے والی تھی۔

◉.....☾.....◉

"ماما پلیز..... کچھ تو بولیں کیا ہوا ہے؟ آپ کیوں رو رہی ہیں۔" ماما کی حالت دیکھ کر بابر صحیح معنوں میں گھبرا گیا تھا۔

"کیا ہوا ہے بابر..... کیوں پریشان ہو رہے ہو؟" بابر کی آواز سے چھلکتی پریشانی کو دیکھ کر ابو بھی اپنے کمرے سے باہر نکل آئے۔

"پاپا دیکھیں ناں ماما کو کیا ہوگیا ہے؟ کچھ بولتی ہی نہیں' بس اس تصویر کو یک ٹک دیکھ کر روئے جارہی ہیں۔" بابر نہ سمجھ آنے والے انداز میں اسکرین پر موجود اس تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا تو وہ بھی اس سمت دیکھنے لگے۔

"اوہ.....!" ان کے لبوں سے ایک گہری سانس خارج ہوئی' وہ ساری بات سمجھ چکے تھے۔

"فکر نہ کرو بیٹا' تمہاری ماما ٹھیک ہیں' بس انہیں آرام کی ضرورت ہے۔" وہ اسے تسلی دیتے ہوئے نرمی سے ماما کو شانوں سے تھام کر اٹھاتے ہوئے ان کے کمرے میں لے گئے۔ بابر حیرت سے ان دونوں کو جاتا دیکھنے لگا۔ ایسا کیا راز چھپا ہے اس تصویر میں جو ماما یوں گنگ رہ گئیں۔ وہ اس تصویر کو بہت غور سے دیکھتے ہوئے سوچتا رہا۔

"آپ نے دیکھا وہ ان لوگوں تک پہنچ گیا ہے۔" کمرے میں قدم رکھتے ہی وہ متوحش سی بولیں۔

"اس نے ایک نہ ایک دن تو ان لوگوں تک پہنچنا ہی تھا۔ یہ تو آپ بھی جانتی ہیں اور میں بھی۔" وہ انہیں آرام سے بستر پر بٹھاتے ہوئے تسلی دینے لگے۔

"وہ اس گھر کے بیٹے کا بہترین دوست بن بیٹھا ہے' ان کے گھر کی لڑکی کو پسند کرتا ہے' میلوں دور رہ کر بھی وہ ان تک پہنچ گیا ہے۔" ان کی گھبراہٹ کسی طور پر کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی' نہ جانے کون سے خدشات انہیں ستا رہے تھے۔

"آپ کیوں گھبرا رہی ہیں' اللہ کے حکم کے بغیر تو ایک پتہ بھی نہیں ہلتا' ہوسکتا ہے بابر کے ان لوگوں سے ملنے میں کوئی مصلحت ہو اللہ کی۔" وہ ان کی آنکھوں میں ڈر دیکھ کر ان کا ہاتھ سہلاتے ہوئے سمجھا رہے تھے۔

"پر اب کیا ہوگا..... وہ اس گھر میں رشتہ جوڑنا چاہتا ہے اور آپ جانتے ہیں یہ ممکن نہیں' اب ہم اسے کیا سمجھائیں' کیا بتائیں؟" وہ آگے کا سوچ کر بے تابی سے پوچھنے لگیں۔

"ہم اسے سب کچھ سچ سچ بتائیں گے کچھ بھی نہیں چھپائیں گے' اب سمجھنا اس کا کام ہے اور ہمارا بیٹا بہت سمجھدار اور معاملہ فہم ہے۔ حقیقت جاننے کے بعد اسے اختیار ہوگا کہ وہ جو چاہے فیصلہ کرے۔"

"پاپا.....!" وہ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

"آؤ بیٹا..... اندر آجاؤ۔" اسے اندر بلاتے ہوئے انہوں نے بیگم کو نظروں ہی نظروں میں حوصلہ دیا۔

"اب کیسی طبیعت ہے ماما کی؟" وہ بے تابی سے پوچھتے ہوئے ان کے نزدیک ہی بیٹھ گیا۔

"میں ٹھیک ہوں میری جان' تم پریشان نہ ہو۔" ماما پیار سے اس کے بال سہلاتے ہوئے بولیں۔

"اس تصویر کو دیکھ کر آپ کو دکھ پہنچا تھا ماما۔ ایسا کیوں' کون لوگ ہیں وہ' آپ انہیں جانتی ہیں؟" ذہن میں کلبلاتے سوال بالآخر لبوں پہ مچل گیا۔

"بابر بیٹا..... ہم آپ کو یہی بتانا چاہتے ہیں۔" وہ بہت سوچ کر بولے اور بابر کا رواں رواں ہمہ تن گوش بن گیا۔

"ہم نے تمہیں ساری حقیقت سے آگاہ کردیا ہے' اب تم خود فیصلہ کرو بیٹا کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔" اس کی سماعتوں میں بار بار یہ آواز بازگشت کر رہی تھی۔

بعض حقائق سات پردوں کے پیچھے چھپے ہوتے ہیں تو زندگی خوب صورت لگتی ہے پر جیسے ہی وہ حقائق اپنی تمام تر تلخیوں کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں زندگی ایک نہ سمجھ آنے والی پہیلی لگنے لگتی ہے' اس کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا' کچھ دیر قبل جس سچائی سے اس کے والدین نے پردہ ہٹایا تھا اسے سوچ سوچ کر اس کا ذہن الجھنے لگا' وہ محبت جو اس کے دل میں تازہ کلی کی مانند کھلی تھی' بچپن کی نہ سمجھ آنے والی کئی گتھیاں سلجھنے لگیں تو آنے والی زندگی الجھنے لگی' پر یہ تصویر کا ایک رخ تھا اور ایک رخ پر مشتمل تصویر نامکمل ہی گردانی جاتی ہے۔ معاملے کو باریک بینی سے دیکھتے ہوئے وہ یہ جان چکا تھا کہ اس راز کا اس کے علم میں آنا کوئی عام بات نہیں' ایسے راز انسانی زندگی کے لیے بیماری کے مانند ہوتے ہیں جب تک ڈھکے چھپے رہتے ہیں تب تک معاملات ٹھیک رہتے ہیں پر جیسے ہی وہ منظر عام پر آتے ہیں تو نہ صرف توجہ طلب بلکہ حل طلب بھی ہوجاتے اور اب جب وہ باعلم ہوچکا تو اس کا فرض بنتا تھا ان بگڑے ہوئے معاملات کو سلجھائے' ہر زاویے سے سوچنے کے بعد بہت سوچ سمجھ کر اس نے اپنے دوست سے بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

◉.....☾.....◉

"کیا تم لوگوں کو ایسا محسوس نہیں ہو رہا کہ جنید بھائی کچھ دن سے خاموش خاموش ہیں۔" شدید گرمیوں کے طویل روزوں کی تھکن وہ لوگ ٹیرس میں بیٹھ کر سمندری ہواؤں سے لطف اندوز ہوتے اتار رہے تھے۔

"ہاں کچھ کچھ چپ سے تو مجھے بھی لگ رہے ہیں کہیں چوری چھپے کسی کو دل تو نہیں دے بیٹھے۔" ہمایوں کی تفتیش پر نازیہ نے بھی اتفاق کیا۔

"تو ان کی زبان پر لگے تالے کھولنے ہی پڑیں گے میرے بہن بھائی' ایسے ہی تو انہیں مجنوں بنا ان کے حال پہ نہیں چھوڑا جاسکتا ناں۔" حدیقہ نے بھی لقمہ دیا۔

"کون مجنوں بنا ہوا ہے' کس کے خلاف سازشیں کر رہے ہو تم لوگ۔" عقب سے جنید کی آتی آواز پر وہ تینوں بیک وقت پیچھے پلٹے۔

"آیئے آیئے! آپ ہی کے بارے میں گفتگو کی جارہی تھی' اب سمجھ نہیں آرہا کہ درازی عمر کی مثال دوں یا پھر اس کی جو آج کل قید میں ہے۔" حدیقہ کے چہکنے پر جنید مسکراتا ہوا ان سب کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"کیا بات ہے بھائی' آج کل آپ اداس بلبل کی تصویر بنے پھر رہے ہیں' دل ول کا معاملہ ہے کیا؟" ہمایوں کا انداز تفتیشی افسر جیسا تھا۔

"اوئے کون سا دل ول کا معاملہ..... یہ تم لوگ کیا بے پرکی اڑا رہے ہو۔" جنید کون سا ان سے الگ تھا وہ بھی تو انہی میں شامل تھا۔ سو فوراً ہی چوکنا سا ہو پوچھنے لگا۔

"آپ آج کل کچھ خاموش سے رہنے لگے ہیں' اسی لیے ہم نے سوچا شاید کوئی دل کا معاملہ لاحق ہوگیا ہے۔" نازیہ نے معنی خیز انداز میں آنکھیں گھماتے ہوئے کہا۔

"یار ایک بڑا ہی گھمبیر مسئلہ آن کھڑا ہوا ہے' جس نے مجھے ذہنی طور پر بے حد الجھا دیا ہے اور حقیقت یہی ہے کہ میں تم لوگوں سے اسی سلسلے میں بات کرنے آیا ہوں۔" جنید نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو وہ لوگ بھی سنجیدگی سے اس کی جانب متوجہ ہوگئے۔

"مسئلہ اگر گھمبیر ہے تو ہمیں بھی بتاؤ تاکہ مل کر کوئی حل نکال سکیں۔" نازیہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

’’بتاؤں گا پر ابھی نہیں‘ رات کو جب سب سو جائیں تو میرے کمرے میں اکھٹے ہونا‘ تب ہی یہ اہم بات کروں گا۔‘‘

’’کیا اس اجلاس میں چیف بھی شرکت کریں گی؟‘‘ حدیقہ سنجیدگی کی نوعیت معلوم کرنا چاہ رہی تھی۔

’’ہاں حدیقہ‘ یہ معاملہ انتہائی حساس نوعیت کا ہے‘ چیف کی شرکت بے حد ضروری ہے۔‘‘ جنید کے تصدیق کرنے پر وہ تینوں اپنی سوچ کے گھوڑے دوڑانے لگے کہ شاید مسئلے کا کوئی سرا ہاتھ لگ جائے۔

جنید‘ ہمایوں‘ نازیہ اور حدیقہ پر مشتمل یہ گروپ شاہ ولا کا خفیہ گروپ تھا‘ جس کی سربراہی گھر کی ایک معزز شخصیت کرتی تھیں‘ اس گروپ کے ذریعے ہی گھر کے ٹیڑھے مسائل اور پیچیدہ معاملات کو سلجھایا جاتا تھا۔ اس گروپ کے ممبر گروپ کے سربراہ کو چیف کے نام سے پکارتے تھے‘ چیف کی دور اندیش نظروں نے بہت پہلے ہی سے ان نوجوانوں کو شاہ ولا کی طاقت کے طور پر دیکھ لیا تھا‘ شاہ ولا جو مشہور تھا اپنے مکینوں کی بے مثال محبت اور اتحاد کے لیے اور اسی محبت و یگانگت کو قائم رکھنے کے لیے چیف نے شاہ ولا کے جوان خون کو آپس میں جوڑ کر ایک مالا کی طرح پرو دیا ہوا تھا۔

◉......☾......◉

پورا گھر اندھیرے اور خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا اور گھر کے مکین اس وقت بستروں میں دبکے خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ ایسے میں وہ چاروں گول میز کے گرد سر جوڑے بیٹھے تھے۔ کمرے میں سنہری مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی‘ اس کمرے کی کھڑکی کا رخ ساحل سمندر کی جانب تھا جہاں سے ٹھنڈی ہوا میں‘ کھڑکی پہ پڑے نیٹ کے گلابی پردے سے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی۔ باہر باغیچے میں جھینگر کے بولنے سے ماحول میں مزید پراسراریت بکھر رہی تھی۔

جنید تمام حقائق سے ان سب کو آگاہ کر چکا تھا اور حقیقت جان کر وہ تینوں بھی حیرت زدہ رہ گئے۔

’’ہم نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ شاہ ولا میں اتنا بڑا راز چھپا ہوگا۔‘‘ نازیہ حیرت زدہ ہو کر بولی۔

’’ہونہہ‘ تو بابر نے اس برسوں پرانی غلط فہمی کو دور کرنے کا بیڑا اٹھا لیا ہے۔‘‘ ہمایوں نے سوچتے ہوئے کہا‘ پھر کسی خیال کے آتے ہی پر دوبارہ پوچھ بیٹھا۔

’’جنید بھائی یہ ہم جانتے ہیں کہ وہ ہمارا کزن ہے‘ گھر والے نہیں‘ پھر انہیں شاہ ولا میں رہنے کی اجازت کیسے ملے گی؟‘‘ ہمایوں کے سوال میں وزن تھا‘ ان سب نے اس کی بات سے اتفاق کیا۔

’’اس کی ذمہ داری چیف نے لی ہے‘ وہ اجازت لے کر دیں گی۔‘‘ جنید نے اطمینان سے جواب دیا۔

’’پر چیف کی تشریف آوری آخر کب ہوگی۔‘‘ حدیقہ نے بے چینی سے پوچھا۔ تبھی اچانک دروازے پر معدوم سی دستک سنائی دی۔ وہ لوگ بالکل خاموش ہوگئے۔ حدیقہ ان تینوں پہ نگاہ دوڑاتی اپنی نشست سے اٹھی اور دھیرے دھیرے دروازے کی جانب بڑھنے لگی۔ وہ لوگ خاموشی سے دروازہ کھلنے کا انتظار کر رہے تھے۔ دروازہ بہت آہستگی سے کھولا گیا۔ آنے والی شخصیت کو دیکھ کر ان سب کے چہرے پر اطمینان پھیل گیا۔ آنے والی شخصیت باوقار انداز میں قدم اٹھاتی اپنی نشست کی جانب بڑھی۔ ان کے نشست سنبھالتے ہی گفتگو کا سلسلہ ایک بار پھر شروع ہوگیا۔

’’آپ لوگ شاہ ولا کا راز جان چکے ہیں اور میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ غلطی ہماری طرف سے کی گئی تھی اور میں ہر حال میں ان دو خاندانوں کا ملاپ کرانا چاہتی ہوں اور مجھے یقین ہے اس مشکل وقت میں آپ میرا ساتھ ضرور دیں گے۔‘‘ شاہ بیگم کے چہرے پر دکھ و تکلیف کے تاثرات تھے اور وہ سب ان کے احساسات بخوبی سمجھ رہے تھے۔

’’ہم آپ کے ساتھ ہیں چیف‘ آپ کسی بھی مرحلے پر ہمیں خود سے دور نہیں پائیں گی۔‘‘ ان سب نے بھرپور انداز میں انہیں اپنے ساتھ کا یقین دلایا۔

’’مگر چیف آپ دادا جان سے اجازت کیسے حاصل

کریں گی۔‘‘ ہمایوں نے پھر سوال اٹھایا۔

’’یہ میرا مسئلہ ہے برخوردار‘ تم بس اس بات کا یقین رکھو کہ کل یقینی طور پر تمہیں اجازت ملنے کی خوش خبری مل جائے گی۔‘‘ چیف نے بڑے اعتماد سے کہا‘ وہ چاروں مسکرا اٹھے۔

ان کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ وہ آگے کی منصوبہ بندی کرنا شروع ہوگئے۔ چاندنی میں بھیگی رات رفتہ رفتہ سحر کی جانب بڑھ رہی تھی۔ کچھ ہی دیر میں سحری کی تیاری کے لیے گھر کے مکین اور ملازمین جاگنے والے تھے۔

◉......☾......◉

’’میں پاکستان جانا چاہتا ہوں۔‘‘ بابر نے دودھ کا گلاس میز پر رکھتے ہوئے ان دونوں کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا۔

’’ہونہہ! یعنی تم نے فیصلہ کر لیا ہے ان لوگوں سے ملنے کا۔‘‘ ماما نے نیپکن سے منہ صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

’’جی ماما! میں ان لوگوں سے ملنا چاہتا ہوں‘ انہیں ان کی برسوں پرانی غلطی کا احساس دلا کر جو غلط فہمی دلوں میں پنپ رہی ہے اس کو دور کرنا چاہتا ہوں۔‘‘ وہ اپنے ارادے و فیصلے سے ان دونوں کو آگاہ کر رہا تھا۔

’’ہم تمہیں روکیں گے نہیں بیٹا‘ آج تک میں نے تم کو خود فیصلہ کرنا اور اس فیصلے کو لے کر آگے بڑھنا سکھایا ہے۔ میں یہی کہوں گا کہ جاؤ اپنا آپ آزماؤ‘ اپنے حق کے لیے لڑو اور اگر تمہارے دل کو یقین ہو کہ حق پر کھڑے ہو تم تو پھر پیچھے نہ ہٹنا۔ جیت کے آنا۔‘‘ وہ خود ایک مضبوط انسان تھے اور اپنے بیٹے کو بھی زندگی کے ہر موڑ پر مضبوط دیکھنا چاہتے تھے۔ آج اگر بابر نے فیصلہ کیا تھا تو وہ اسے ہرگز روکنا نہیں چاہتے تھے‘ نہ ہی اس کے فیصلے سے خوف زدہ تھے۔

’’میں پوری کوشش کروں گا کہ آپ دونوں کی توقعات پر پورا اتروں۔‘‘ وہ ان کا ہاتھ تھامے اور بھی بہت کچھ کہنا چاہتا تھا مگر پھر کچھ سوچ کر خاموش ہوگیا۔

’’مجھے تم پر یقین ہے بیٹا‘ چلو اب سحری مکمل کرو‘ وقت اذان قریب ہے۔‘‘ بابر کو اپنے یقین سونپ کر وہ اس کی توجہ کھانے کی طرف دلا کر پانی پینے لگے۔ ان کی سحری مکمل ہو چکی تھی۔

’’ویسے میں سب سمجھتی ہوں...... یہ ہمارے لیے نہیں اس لڑکی کے چکر میں پاکستان جا رہا ہے۔‘‘ ماما نے شرارت سے چھیڑتے ہوئے کہا تو وہ ہنس پڑا۔

’’ماما...... آپ بھی ناں!‘‘ ماما نے بہت غور سے اس کے چہرے کو دیکھا اور پھر مسکرانے لگیں۔

◉......☾......◉

’’کب آ رہا ہے تمہارا دوست برخوردار......‘‘ اتوار کا دن تھا جنید‘ رحیم شاہ کے ساتھ لان میں چہل قدمی کر رہا تھا۔

’’کل دادا جان۔‘‘ اس نے مودبانہ انداز میں جواب دیا۔

’’تو سارے انتظامات مکمل کر لیے ناں اس کے ٹھہرنے کے۔‘‘ وہ آسمان میں اڑتے ہوئے پنچھیوں کو دیکھتے ہوئے بولے۔

’’جی دادا جان‘ گیسٹ روم میں ٹھہرنے کا انتظام کیا ہے۔‘‘ اس نے بھی ان کی نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے نگاہیں پرندوں پہ گاڑ دیں۔

’’بیٹا خیال رکھنا اپنے دوست کا‘ وہ پردیس سے تمہارے پاس مہمان بن کر آ رہا ہے اور مہمان اللہ کی رحمت ہوتا ہے۔‘‘ وہ چلتے چلتے شاید اب تھک چکے تھے تبھی کرسی پر بیٹھ گئے۔ وہ بھی ان کے سامنے موجود کرسی پر بیٹھ گیا۔

’’کیا گفتگو ہو رہی ہے بھئی دادا پوتے میں۔‘‘ جمشید اور حسن شاہ ایک ساتھ ہی لان میں داخل ہوئے تھے۔ دادا پوتا کو مصروف گفتگو دیکھا تو ان کی ہی جانب آ گئے۔

’’آؤ بیٹا آؤ‘ بھئی ہم اپنے پوتے سے تم دونوں کی شکایتیں کر رہے تھے۔‘‘ رحیم شاہ نے بڑے مزے سے کہا تو وہ تینوں ہی قہقہے لگا کر ہنس دیے۔

’’بابا جان آپ ہماری شکایتیں کر ہی نہیں سکتے‘ وہ بھی اس نامعقول سے۔‘‘ جمشید شاہ نے جنید کی کمر پہ ایک تھپکی لگائی اور رحیم شاہ کے برابر میں بیٹھ گئے۔

’’بابا جان ہماری شکایتیں کرنی ہے تو کسی سمجھدار

انسان سے کریں تاکہ شکایت کرنے کا کوئی تو فائدہ ہو۔" حسن شاہ بھی بڑے بھائی کی ہاں میں ہاں ملاتے جنید کی کھنچائی کردی۔

دراصل وہ پچھلے دو دنوں سے بہانے بنا کر آفس نہیں جارہا تھا اور آج انہیں موقع ملا تھا اس کی خبر لینے کا۔

"بھئی تم لوگ میرے لاڈلے پوتے کی کھنچائی نہ کرو۔ وہ مثل یاد ہے ناں اصل سے سود پیارا۔ تو میں تم لوگوں کی نہیں' جنید کی ہی حمایت کروں گا۔" رحیم شاہ نے پوتے کی حمایت کرکے ان دونوں کو ہری جھنڈی دکھائی۔

"بابا جان آپ نے ان بچوں کو بہت بگاڑ ڈالا ہے۔" جمشید شاہ نے مسکرا کر کہا۔

"نہ بیٹے' میری کوئی اولاد بھی بگڑی ہوئی نہیں۔" جمشید شاہ کی اس بات پر جنید نے بڑے غور سے ان کا چہرہ دیکھا۔

⊙......☾......⊙

کتنے ہی خواب' کتنی ہی امیدیں لے کر وہ بڑی ہمت سے آیا چلا تھا اس نگر جو اس کا اصل بنیاد تھی' وہ ملک جو اس کا اپنا تھا' خدشات بھی دل میں پل رہے تھے مگر وہاں موجود اپنوں کے خیال نے دل کو کافی تقویت پہنچائی تھی۔ وہ پرامید' پرعزم تھا اور اپنے فیصلے پر مطمئن بھی تھا۔ دل میں بھی بھی ایک امنگ اٹھتی کہ یہ سفر جلد اختتام پذیر ہو اور وہ جونہی جناح ٹرمینل کے احاطے سے باہر آیا سامنے ہی اسے جنید اپنے انتظار میں کھڑا نظر آ گیا۔ وہ اس کا بے حد عزیز دوست تھا گو کہ ان کی دوستی کا ذریعہ سوشل نیٹ ورک بنا تھا مگر پھر بھی گہری اور مضبوط دوستی تھی۔ شاید یہ خون کی کشش تھی جس نے انہیں میلوں دور ہونے کے باوجود بھی ایک دوسرے کے دل کے قریب رکھا تھا۔

"السلام علیکم! کیسے ہو میرے دوست......" جنید نے گرم جوشی سے بابر کو گلے لگا کر پوچھا۔

"تمہارے راج میں ہوں...... اب تم جس حال میں رکھو۔" بابر کے چہرے پر جاندار مسکراہٹ سجی تھی۔

"ہاہاہا...... ہمارے راج میں تم مزے کرو گے میرے دوست یہ وعدہ ہے ہمارا تم سے۔" جنید نے اس کی معنی خیز بات پر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے اب پارکنگ ایریا کی جانب بڑھ رہے تھے۔

"تمہیں کیا لگتا ہے آنے والا مہمان کیسا ہوگا؟" وہ دونوں ٹیرس میں چہل قدمی کررہی تھیں جبھی اچانک نازیہ نے حدیقہ سے پوچھا۔

"عام انسانوں جیسا ہی ہوگا...... برطانیہ سے آرہا ہے کوئی دوسرے سیارے سے تھوڑی جو بڑے کان اور چھوٹی آنکھوں والا ایلین ہو۔" حدیقہ نے تپے ہوئے انداز میں کہا۔ افطاری کے بعد وہ اس وقت تھوڑا آرام کرنے کے موڈ میں تھی پر بڑی بہن ہونے کا رعب جماتے ہوئے نازیہ اسے زبردستی چہل قدمی کے لیے یہاں لے آئی۔ وہ اپنے وزن کے لیے بے حد کانشس تھی۔ ذرا سا بھی بڑھتا تو فوراً ڈائٹنگ شروع کردیتی اور آدھا آدھا گھنٹے تک واک کرتی۔

"میرا مطلب ہے وہ جنید بھائی کا دوست ہے اور پھر اب رشتہ داری بھی نکل آئی' کتنی عجیب بات ہے ناں!" بہن کے چڑنے کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے پھر سے اپنی رائے دی۔

"ہونہہ اوہ تو ہے پر میں یہ سوچ رہی ہوں کہ برسوں کی پچھلی اس غلط فہمی وہ کیسے دور کرپائے گا...... ہم ایک حد تک اس کی مدد کرسکتے ہیں پر اصل جنگ تو اسی کی ہے ناں!"

"نہیں حدیقہ! اصل جنگ صرف اس کی نہیں بلکہ شاہ ولا کی ہے اگر وہ دو بچھڑے گھرانوں کو جوڑنا چاہتا ہے تو فرض تو ہمارا بھی بنتا ہے ناں!" ہمایوں کب ان کے عقب میں آن کھڑا ہوا انہیں پتا ہی نہ چلا۔ پر اس کی بات پر وہ دونوں ہی متفق ہوئیں۔

گیٹ پر گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ وہ تینوں اوپر سے جھانکنے لگے' گیٹ کھلا اور گاڑی زن سے پورچ میں داخل ہوئی۔

"آگئے جنید بھائی چلو ہم بھی نیچے چلتے ہیں۔" ہمایوں ان دونوں سے کہہ کر نیچے جانے لگا تو وہ دونوں بھی اس کے پیچھے چل دیں۔

وہ شاہ ولا کے اندر داخل ہوا تو ایک عجیب سے احساس نے اسے آ گھیرا۔ دروازے سے اندر قدم رکھتے ہی سامنے لاؤنج میں اسے دو خواتین بیٹھی دکھائی دیں' جو آپس میں گفتگو میں مگن تھیں۔

"السلام علیکم!" جنید نے آگے بڑھ کر با آواز بلند سلام کیا تو وہ دونوں اس کی جانب متوجہ ہوئیں۔

"یہ ہے میرا دوست بابر......" تعارف کراتے ہوئے اس نے بابر کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔

"آؤ بیٹا بابر...... اندر آؤ' کیسا رہا سفر؟" ناہید نے خوش اخلاقی سے پوچھا۔

"جی آنٹی سفر بہت اچھا گزرا...... آپ غالباً جنید کی چچی جان ہیں۔ جنید اکثر ذکر کرتا ہے آپ کا۔" وہ آگے بڑھ کر خود ہی اپنائیت بھرے انداز میں تعارف کے مرحلے طے کرنے لگا۔ وہ یہاں دل جیتنے آیا تھا اور اس نیک کام میں ایک پل کی بھی تاخیر کیوں۔

"اور آپ یقیناً ماما جان ہیں۔ آپ کے ہاتھوں کے بنے حلوؤں کی تعریفیں سن سن کر میرا دل بھی کرنے لگا تھا حلوے کھانے کو پر بدقسمتی سے میری ماما کو حلوے بنانا آتا ہی نہیں۔" معصومیت سے کہتا وہ خوبرو جوان لڑکا شگفتہ کو بڑا پیارا لگا۔

اس کی جاندار اداکاری پر جنید دل ہی دل میں عش عش کراٹھا۔ یہ تو وہ بھی جانتا تھا کہ بابر کو حلوؤں سے کتنی چڑ تھی' اس کی ماما ایک سے بڑھ کر ایک حلوے بناتیں اور یہاں حلوؤں کی قصیدہ گوئی کرنے میں مصروف تھا۔

"ارے جنید نے تمہیں بھی ان حلوؤں کے بارے میں بتادیا۔ اف یہ لڑکا تو ان حلوؤں کے پیچھے بالکل دیوانہ ہے۔" بابر کی بات سن کر شگفتہ کو ایک خوش گوار حیرت نے آ گھیرا۔

"ارے آنٹی یہ لڑکا کہاں اتنا دیوانہ ہے جتنا میں ہوں' آپ کو کیا پتا پچھلے دو سال سے کہہ رہا ہوں جنید سے کہ اپنی امی کے ہاتھ کے سوجی' گاجر' لوکی کے حلوے بھیج دو مگر یہ سنتا ہی نہیں۔" وہ ایک شکایتی نظر جنید پہ ڈال کر منہ لٹکاتے بولا۔

"ارے بیٹا اب شکایت بھول جاؤ' تم یہاں آگئے ہو ناں میں خاص تمہارے لیے سب حلوے بناؤں گی۔" شگفتہ جو کھانے پکانے کی انتہائی شوقین تھیں غیر متوقع طور پر اپنے حلوؤں کی اتنی تعریف سن کر مارے خوشی کے پھولے نہ سمارہی تھیں۔

"تمہیں لگتا ہے ہمارے کزن کو ہماری مدد کی ضرورت ہے؟" نازیہ نے حیرت سے دیدے پھاڑ کر بابر کو زبان کے جوہر دکھاتے ہوئے دیکھا اور ہمایوں سے دریافت کیا۔

"لگتا تو نہیں' پہلی ہی ملاقات میں ہی امی اور چچی کو پٹا لیا اس نے تو۔" ہمایوں بھی منہ کھولے انہی مناظر کو دیکھ رہا تھا۔

"آثار بتارہے ہیں کہ ہمارے منصوبے کو یہ وقت سے پہلے ہی پایہ تکمیل تک پہنچالے گا۔" حدیقہ نے بھی اپنا تبصرہ ضروری سمجھا۔ وہ تینوں سیڑھیوں پر ریلنگ تھامے کھڑے تھے۔

"لمبے سفر سے آئے ہو بیٹا' کچھ دیر آرام کرلو پھر سب گھر والوں سے ملاقات کرنا۔" ناہید نے بڑے پیار سے اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے کہا تو وہ بڑی فرماں برداری سے اثبات میں گردن ہلاتا ہوا جنید کے ہمراہ سیڑھیوں کی جانب بڑھنے لگا جہاں وہ تینوں قطار بنائے ہکا بکا سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"ارے ہمایوں تصویر میں تم اتنے شاندار نہیں لگتے جتنے تم اصل میں ہو۔" سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ہمایوں سے ملاقات ہونے پر اس کے بال خراب کرتے ہوئے بابر نے تبصرہ کیا۔ جنید کی ہنسی چھوٹنے کو تھی جسے بڑی مشکل سے ضبط کی۔

نازیہ نے بابر کی نظر پڑتے ہی اسے دھیرے سے سلام کیا' کچھ اس کی سحر انگیز شخصیت اور کچھ آتے ہی ماحول پر چھا جانے کا اثر تھا کہ مغرور' اکڑو سی نازیہ بھی متاثرین

میں دکھائی دی۔ نازیہ کے سلام کا مسکراتے ہوئے مودبانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے اس کی نظریں اس دوشیزہ پہ جا ٹھہریں۔ جس کی وجہ سے ہی ان رازوں کا انکشاف ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں پھیلی حیرت کو دیکھ کر اس کی سرمئی آنکھوں میں شرارت مچل گئی۔ شاید دل نے بے اختیار ہو کر آنکھوں کے ذریعے کوئی پیغام بھی دے ڈالا تھا۔ تبھی اس دوشیزہ کی آنکھیں حیرت سے مزید پھیلتی چلی گئیں یہاں تک کہ وہ سلام کرنا بھی بھول گئی۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام!" دوشیزہ نے شپٹا کر جلد بازی میں جواب دیا۔ جسے سن کر وہ آگے بڑھ گیا۔

"اچھے مزاج کے ہیں بابر بھائی' مجھے یقین ہے ان کے ساتھ بڑا مزہ آئے گا۔" ہمایوں پر بابر کی تعریف اثر کر گئی تھی۔ تبھی ان کے جاتے ہی جوش میں بیان دے ڈالا۔

"ہاں کمال کی متاثر کن شخصیت ہے۔" نازیہ نے بھی بابر کی تعریف میں قصیدے پڑھے۔

"تم کیوں اس طرح کھڑی ہو۔" ہمایوں کی نظر اچانک حدیقہ پر پڑی تو کہنے لگا۔

"کس طرح......؟" وہ چونک کر تعجب سے پوچھنے لگی۔

"جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔" ہمایوں کی بات پر نازیہ بھی ہنس پڑی۔ وہ دونوں اب بات کرتے اوپر جا رہے تھے۔ وہ ان دونوں کی پشت کو غصے سے گھورتی ان کے پیچھے چل دی۔

◉......☾......◉

"ہاں تو کیا کہہ رہے تھے تم' حلوؤں کے دیوانے ہو' دو دن رک جاؤ میں تمہیں حلوے کھلا کھلا کر ماروں گا۔" جنید نے کمرے میں داخل ہوتے ہی مسہری پہ پڑا کشن اٹھا کر مارتے ہوئے کہا۔

"ارے یار...... ایسا نہ کرنا وہ تو بس میں تمہاری ماما کو خوش کرنے کے لیے کہہ رہا تھا۔" وہ کشن سے بچتے ہوئے وضاحت دینے لگا۔

"اچھا چلو معاف کیا۔ بس زیادہ اوور ایکٹنگ نہ کرنا' کہیں ایسا نہ ہو کہ سارا بنا بنایا منصوبہ بگڑ جائے۔" جنید نے مسہری پہ بیٹھتے ہوئے اسے محتاط رہنے کا عندیہ دیا۔

"جب تم لوگ میرے ساتھ ہو تو منصوبہ بگڑنے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔" عجیب بے فکری سی تھی اس کے انداز میں۔

"بالکل ہم تمہارے ساتھ ہیں' کبھی بھی ہم میں سے کسی کو پیچھے نہ پاؤ گے' ہمیشہ اپنے ساتھ کھڑا پاؤ گے۔" یقین جنید کے لہجے سے ہی نہیں بلکہ آنکھوں سے بھی چھلک رہا تھا۔

"میں جانتا ہوں جنید' خود سے زیادہ مجھے تم پر اعتبار ہے۔" بابر کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو جھلملائے تھے۔

"چلو اب تم آرام کرو' کافی تھک گئے ہو گے' کسی بھی چیز کی ضرورت ہو مجھے کال کرنا میں حاضر ہو جاؤں گا۔" جنید نے بڑے خلوص سے اس کے کندھے تھپتھپاتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

جنید کے کمرے سے جانے کے بعد اس نے کمرے کا بھرپور انداز میں جائزہ لیا۔ بلاشبہ وہ کمرہ ہر طرح کی آسائشوں سے آراستہ تھا' نرم آرام دہ بستر دیکھ کر اس پر تھکن سوار ہونے لگی۔ وہ بستر پہ گرتے ہی سو گیا۔

اس کی آنکھ دروازے پہ ہوتی مسلسل دستک سے کھلی تھی۔ وہ ہڑبڑاتا ہوا دروازہ کھولنے کے لیے اٹھا۔ سامنے ہی جنید کھڑا جھنجلا رہا تھا۔

"ماما کہ تم لمبے سفر سے آئے ہو' پر جہاز میں ہی بیٹھ کر آئے ہو ناں' کہیں ایکشن ہیروز کی طرح لٹک کر تو نہیں آئے تھے جو گدھے گھوڑے بیچ کر سو رہے تھے۔"

"نہیں یار بس تھک جاتا ہوں تو ایسے ہی بے سدھ ہو کر سوتا ہوں۔" وہ خجل سا سر کھجاتا ہوا بولا۔

"چلو' منہ ہاتھ دھو کر نیچے سحری کے لیے آ جاؤ' سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" جنید کے جاتے ہی اس نے فریش ہو کر اپنے بیگ میں سے کچھ پیکٹس نکالے اور نیچے آ گیا۔

وہ سب ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے اسی کے منتظر تھے۔ اس نے مؤدبانہ انداز میں سب کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام! آؤ بیٹا بیٹھو' نیند پوری ہوئی تمہاری۔" شاہ بیگم نے شفقت سے پوچھا۔

"جی' بہت پرسکون نیند آئی یہاں' ساری تھکن اتر گئی۔" مودبانہ انداز میں انہیں جواب دیتا ان کے آگے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ شاہ بیگم نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"یہ میں آپ دونوں کے لیے لے کر آیا ہوں' میرے والدین نے بطور خاص آپ دونوں کے لیے بھجوایا ہے۔" دونوں پیکٹس اس نے رحیم شاہ اور شاہ بیگم کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا تو رحیم شاہ نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

"ارے برخوردار اس کی کیا ضرورت تھی' جنید کی طرح تم بھی ہمارے بچوں کی طرح ہو۔"

"تو پھر میں آپ کو دادا جان کہہ سکتا ہوں؟" وہ نمبر بنانے کا کوئی موقع نہیں چھوڑ رہا تھا۔

"ہاں ہاں کہہ سکتے ہو...... اور ہاں بیٹے اپنے والدین کو ان تحفوں کے لیے ہماری طرف سے شکریہ کہنا۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ جنید نے پھر اس کا تعارف جمشید اور حسن شاہ سے بھی کروایا۔ وہ دونوں بھی بہت محبت سے ملے۔ وہ اب ان سب کے ساتھ میٹھا خوش گوار ماحول میں سحری کر رہا تھا۔

◉......☾......◉

صبح روشن چمک دار تھی' رحمتوں کا عشرہ اختتام پذیر ہوا۔ رحمتوں کی بارش میں کون کتنا بھیگا' کس نے کتنی اپنی جھولی بھر لی' یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا' بندہ تو بس سچی نیت سے عبادت کیے جائے اور اس کا پھل اللہ پر چھوڑ دے' وہ ایسا حاکم و بادشاہ کہ اس سے بڑا کوئی سخی نہیں' اس سے بڑا کوئی عادل نہیں' اس سے بڑا کوئی غفور نہیں' اس سے زیادہ کوئی مہربان نہیں۔

رمضان کا آغاز ہوتے ہی وہ لوگ ظہر کی نماز کے بعد شاہ بیگم کے پاس گول کمرے میں جا بیٹھتے اور وہ انہیں یونہی اللہ کی محبت سے روشناس کرایا کرتیں۔ آج بابر بھی ان سب کے ہمراہ موجود تھا۔ شاہ بیگم سے یوں درس سننا اسے بے حد اچھا لگ رہا تھا۔

"وہ تو سب کچھ جان کر بھی بندے کے گناہ معافی مانگنے پر معاف کر دیتا ہے' مگر بندے بناء سچ جانے کیوں دوسروں کو سزائیں دیتے ہیں؟" بہت غور سے سنتے سنتے اس نے اچانک شاہ بیگم سے پوچھا۔

وہ سارے ہی اس سوال پر اسے دیکھنے لگے۔ شاہ بیگم یک دم چپ سی ہو گئیں۔

"میں نے پڑھا ہے' اللہ نے اپنی ہر صفت' اپنے بندوں میں رکھی ہے' تو پھر اس کی یہ معاف کر دینے اور انصاف کرنے والی صفت اس کے بندوں میں نظر کیوں نہیں آتی۔" اس کا اگلا سوال مزید دم دار تھا۔ حدیقہ نے بہت غور سے اس کی آنکھوں میں دیکھا وہاں صرف درد ہی درد تھا۔

"میں جان گئی ہوں میرے بچے تم لوگوں کے ساتھ بہت زیادتی ہوئی' مگر اب تم لوگوں کے حق کے لیے تمہارے ساتھ کھڑی ہوں۔ میں جان چکی ہوں کہ ہم غلط تھے اور میں اس غلطی کا ازالہ اب ضرور کروں گی۔" شاہ بیگم جو رعب و تمکنت میں اپنی مثال نہیں رکھتی تھیں اس وقت احساس جرم تلے دبی بے حد کمزور نظر آ رہی تھیں۔

"میں لڑوں گی تمہارا مقدمہ میرے بچے اور مجھے کمزور سمجھنے کی غلطی نہ کرنا۔" وہ دونوں بازو پھیلائے اسے اپنے پاس بلاتے ہوئے بولیں تو وہ آگے بڑھ کر ان کی بانہوں میں سما گیا۔ کتنا سکون تھا اس گود میں وہ بچپن سے اس چھاؤں سے محروم رہا تھا۔

شاہ بیگم کی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر ان چاروں کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ وہ اب تک اسے ایک چیلنج' تھرل کے طور پر لے رہے تھے مگر اب احساس ہوا تھا کہ بچھڑے ہوئے لوگوں کے دل کتنے دکھی ہوتے ہیں۔

شگفتہ نے آج مارکیٹ جانے کا اعلان کیا تھا۔ عید ہر گزرتے روزے کے ساتھ قریب آتی جارہی تھی اور شاپنگ اب تک کچھ نہ ہوئی تھی۔ سو آج شاہ ولا کے سارے لڑکے لڑکیاں شگفتہ اور ناہید کی سربراہی میں شاپنگ کرنے جانے والے تھے۔ جنید کو بابر کے آنے کی وجہ سے جمشید شاہ نے کچھ دنوں کی چھٹی دے رکھی تھی۔ سو ان سب کو شاپنگ پہ لے جانے کی ذمہ داری اسی کی تھی۔ حدیقہ کو گھنٹوں گھوم گھوم کر شاپنگ کرنے سے پہلے ہی چڑ تھی اور رمضان میں مالز میں گھومنا بڑا اوکھا کام لگتا تھا اس نے اپنے اس مسئلے کا حل آن لائن اپنے پسند کے ملبوسات آرڈر کرکے نکالا تھا۔ سو شگفتہ اور ناہید، سفینہ سے اپنی نگرانی میں افطاری بنوانے کی ذمہ داری اسے سونپ کر پوری ٹیم کے ہمراہ شاپنگ پہ نکل گئیں۔

"حدیقہ میری مانو کا بھی خیال رکھنا۔ اس کا روزہ سمجھ کر بھوکا نہ مار دینا۔" جاتے جاتے ہمایوں نے اسے یاد دلایا تو جواب میں اس نے فقط ٹھینگا دکھایا۔ اسی پل اس کی نظریں ان سرمئی آنکھوں سے ٹکرائیں تھیں جو بہت غور سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ وہ الجھ گئی، نظریں پھیر گئی پر ذہن میں وہ سرمئی آنکھیں چھائی رہیں۔ ان سب کے جانے کے بعد وہ رحیم شاہ کی لائبریری کی طرف آ گئی۔ اس وقت وہ وہیں پائے جاتے تھے۔

"کتنی عجیب لڑکی ہے شاپنگ پر نہ جانے پہ کتنی خوش اور مطمئن......" وہ دل ہی دل میں سوچتے ہوئے جنید کے ساتھ گاڑی میں جا بیٹھا۔

"بیٹا آپ لوگ وہاں عید کی شاپنگ کہاں سے کرتے ہو؟" شگفتہ نے بابر سے یونہی سوال کیا۔

"آنٹی وہاں بھی ماہ رمضان سے ہی عید کے لیے خاص بازار لگ جاتے ہیں۔ ہر شہر میں تو نہیں بس کچھ خاص شہروں میں جیسے برمنگھم، ساؤتھ ہال اور بریڈفورڈ اس کے علاوہ ان چھوٹے شہروں میں جہاں پاکستانی تعداد میں زیادہ ہوں وہ وہاں عید کے اسٹالز لگا لیتے ہیں۔" بابر نے بڑی تفصیل سے جواب دیا۔

"پر یہاں جیسی رونق تو نہ ہوتی ہوگی نا وہاں؟" شگفتہ مطمئن نہ ہوئیں تھیں اس کے جواب سے۔

"رونق وہاں چاند رات کو ہوتی ہے مہندی، چوڑی کے اسٹال لگتے ہیں، چٹ پٹے چاٹ، پھولوں کے بھی اسٹال لگائے جاتے ہیں، اصل مزہ تو چاند رات کو آتا ہے وہاں۔" شاید بابر کو بھی وہاں کا ذکر کرنا اچھا لگ رہا تھا تبھی مزے سے بتا رہا تھا۔

"واہ بھئی! ویسے عید کا دن کیسے گزارتے ہو تم لوگ وہاں، کوئی عزیز و اقارب، رشتہ دار ہے وہاں......؟" شگفتہ نے موقع ملتے ہی ساری معلومات لینا شروع کردیں تھیں، جنید نے بیک ویو مرر سے جھنجلاتے ہوئے انہیں دیکھا۔ وہ پیچھے اکیلی بیٹھی تھیں، ناہید اور نازیہ ہمایوں کے ساتھ دوسری گاڑی میں تھیں۔

"آنٹی میرے دادا، دادی کا انتقال ہوچکا ہے، ددھیال میں اور کوئی ہے نہیں البتہ ننھیال پاکستان میں ہے تو وہاں عید پہ زیادہ ملنا جلنا ہوتا نہیں، بس پاپا کے چند فیملی فرینڈز ہیں جن سے ملاقات ہوجاتی ہے۔"

"اچھا تو تمہارا ننھیال پاکستان میں ہے تو تم آئے ہو تو ان سے ملو گے نہیں۔" اب کی بار سوال بڑی حیرت سے پوچھا تھا۔

"ملوں گا، ضرور ملوں گا ان شاء اللہ عید پہ ماما، پاپا پاکستان آئیں گے تو ان کے ساتھ ملنے جاؤں گا۔" بابر کے لہجے میں یقین بول رہا تھا۔ شگفتہ نے بابر کی پشت کو دیکھا اور پھر حیرت سے کندھے اچکا کر باہر کو دیکھنے لگیں۔

"دادا جان ایک بات پوچھوں آپ سے......" وہ ان کے سامنے بیٹھی، یونہی کتابوں کی ورق گردانی کرتی پوچھنے لگی۔

"ہاں پوچھو بیٹے......" کتاب میں کھوئے کھوئے رحیم شاہ نے اسے اجازت دی۔

"میری ایک دوست ہے اس کے گھر والوں نے بڑی زیادتی کی اس کے ساتھ۔" وہ بہت سوچ سوچ

کر بول رہی تھی۔

"کیسی زیادتی......؟" انہوں نے نظر اٹھا کر سوالیہ انداز میں اسے دیکھا اور پھر کتاب میں گم ہوگئے۔

"اس سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی مگر گھر والوں نے غلط فہمی کا شکار ہوکر اسے سزا دے ڈالی۔ انہیں اس زیادتی کا احساس وہ کیسے دلائے۔" سوالیہ نظروں سے دیکھنے کی باری اب اس کی تھی۔

"ہونہہ! یہ تو وہ انہیں بتائے کہ وہ غلط ہیں، جیسا سمجھ رہے ہیں ویسا نہیں ہے۔" دادا نے سرسری سے انداز میں اسے جواب دیا۔

"وہ ایسا کرچکی ہے مگر وہ اس کی کوئی بھی بات سننے کو تیار نہیں۔" حدیقہ نے بتایا۔

"ہونہہ! تو پھر غلط کیا اس کے گھر والوں نے۔" دادا نے بات ختم کرتے ہوئے کہا، انہیں اس موضوع سے چنداں دلچسپی نہ تھی۔

"اور اس غلطی کو ٹھیک کیسے کیا جائے؟" وہ ان کی عدم دلچسپی محسوس کرکے بھی پوچھ رہی تھی۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں بیٹا اس بارے میں......" انداز صاف جان چھڑانے والا تھا۔

"اگر یہ غلطی آپ سے ہوئی ہوتی تو آپ کیا کرتے دادا جان، کیسے اپنی اس غلطی کا ازالہ کرتے۔" وہ بلا جھجک بڑی معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔

رحیم شاہ نے چونک کر اسے دیکھا، کتاب بند کرکے میز پہ رکھی ان کی دلچسپی اب کتاب سے ختم ہوچکی تھی۔ وہ یک ٹک حدیقہ کے چہرے پر نظریں گاڑھے دیکھتے رہے، شاید کچھ کھوج رہے تھے۔

"میں ایسی غلطیاں کرنے کا قائل نہیں بیٹے۔" بہت دیر بعد انہوں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"میں جانتی ہوں دادا جان آپ ایسی غلطی نہیں کرسکتے مگر پھر بھی تصور کریں اگر ایسی غلطی سرزد ہوگئی تو ازالہ کیسے کریں گے؟" اس کا سوال ابھی بھی اپنی جگہ قائم تھا۔ وہ رحیم شاہ کی سب سے لاڈلی پوتی تھی۔ پورے گھر میں اسے ان کی وجہ سے خاص اہمیت حاصل تھی۔ وہ ان کے دل کے اتنے قریب تھی کہ اس کے اس سوال پر جھنجلانے کے باوجود اسے کوئی سخت بات نہ کہہ سکے۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ دادا جان سے یہ سوال جواب کیوں کررہی ہے، اسے بس اتنا پتہ تھا کہ جو درد شاہ بیگم اور بابر کے گھر والے محسوس کررہے ہیں اس کا کچھ احساس تو دادا جان کو بھی ہونا چاہیے، مگر پھر بھی وہ رحیم شاہ کے چہرے پر پھیلے اضطراب کو دیکھ کر مطمئن تھی۔ وہ رحیم شاہ کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرکے لائبریری سے باہر نکل گئی۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتی یونیورسٹی کے گیٹ کی طرف بڑھ رہی تھی، آج کا دن بے حد عجیب گزرا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ان کے سیکشن کا سب سے لائق فائق، خوبرو شخصیت کا حامل روحیل آفندی اسے یوں پرپوز کر ڈالے گا۔ دو دن قبل ہی اس کی منگنی اس کے تایازاد سے ہوئی تھی اور وہ بہت خوش بھی تھی اپنی منگنی سے مگر اچانک روحیل کے یوں اظہار پسندیدگی نے اس کے ذہن کو بری طرح الجھا دیا تھا۔

وہ گیٹ سے نکل کر تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھنے لگی، تیز دھوپ نے اسے چکرا کر رکھ دیا تھا۔ اسے قریب آتا دیکھ کر ڈرائیور گاڑی کا دروازہ کھول کر کھڑا ہوگیا۔ گاڑی میں بیٹھ کر اسے ذرا راحت کا احساس ہوا تو ذہن ایک بار پھر ان ہی سوچوں میں الجھنے لگا۔

"فرض کرو اگر تمہاری منگنی نہ ہوئی ہوتی تو تب بھی کیا ایسے ہی صاف انکار کردیتیں روحیل آفندی کو؟" اس کے اندر سے ابھرتے سوال نے اسے گنگ کر ڈالا۔

"تب کی تب دیکھی جاتی، فی الحال سچ یہی ہے کہ میں کسی اور کی امانت ہوں اور اپنی طرف بڑھتے ہر قدم کو روکنا مجھ پر فرض ہے۔" اپنے طور اس نے اپنے اندر اٹھتے سوال کو بھرپور جواب دے ڈالا تھا۔

"مگر وہ کس قدر شرافت اور شائستگی سے تمہارا طلب گار بنا تھا۔" اندر سے آتی آواز نے پھر اکسایا۔

"دنیا میں بہت سے شریف اور شائستہ مزاج مرد ہوں گے بلکہ اس سے بھی زیادہ خوبیوں والے مرد بھی ہوں گے اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ میں اپنے منگیتر کو چھوڑ کر ان مردوں پر ریجھ جاؤں۔" اس نے ٹھیک ٹھاک اندر سے اٹھتی آوازوں کی سرکوبی کر ڈالی۔ اس سرکوبی کے بعد آوازوں کے آنے کا سلسلہ بند ہوگیا تھا۔ وہ اب پرسکون سی سیٹ کی پشت سے گردن ٹکائے آنکھیں موند کر بیٹھ گئی۔

گاڑی کے پورچ میں رکتے ہی وہ تھکی تھکی گھر کی جانب بڑھنے لگی۔ ابھی وہ باہر ہی تھی کہ گھر سے آتی تایا جان اور بابا جان کی زور زور سے بولنے کی آواز نے اس کے قدم روک لیے۔ اس نے حیرت سے دروازہ کھول کر قدم رکھا اور اندر کے منظر نے اسے حیرت میں مبتلا کردیا۔ تایا جان بابا جان پہ غصہ کررہے تھے۔ اس کی اماں جان آنکھوں میں آنسو بھرے سر جھکائے بیٹھی تھیں جبکہ اس کا منگیتر ارسلان کریم شاہ ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے غیض وغضب کے تاثرات چہرے پر سجائے بڑی رعونت سے بیٹھا تھا اس کی چھٹی حس نے کچھ غلط ہونے کا اشارہ اسے دیا مگر کیا وہ سمجھ نہیں پائی جز بز ہوتے اس نے بلند آواز میں سلام کیا۔ اس کے سلام کرتے ہی ان سب نے اسے چونک کر دیکھا اور پھر سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں ان سب کی آنکھوں کا رنگ بدل گیا۔

"لو آ گئی تمہاری چہیتی صاحب زادی پوچھو اس سے پڑھائی کے نام پر کیا گل کھلا کر آئی ہے یونیورسٹی میں۔" جان چھڑکنے والے تایا جان نے خون خوار نظروں سے اسے گھورتے ہوئے کہا تو وہ اندر ہی اندر لرز اٹھی۔

"چچا جان اسے کوئی اور پسند تھا تو مجھ سے رشتہ کیوں جوڑا میں اتنا بے غیرت نہیں کہ اپنی منگیتر کو کسی غیر کی بانہوں میں بانہیں ڈالتا دیکھ کر پرسکون بیٹھا رہوں۔" ارسلان کریم شاہ نے لمحوں میں اس کی عزت کی دھجیاں اڑائیں وہ حیرت سے ششدر رہ گئی۔

"پوچھیں اس سے کہ کیوں کسی غیر سے محبت کی پینگیں بڑھاتی پھر رہی ہے یہ کیا یہی تربیت کی ہے اس کی آپ نے؟" وہ غصے میں بپھرا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ وہ خوف زدہ سی دو قدم پیچھے ہٹی۔

"بتاؤ کب سے چل رہا ہے یہ سب، بتاؤ سب کو سچ سچ......" وہ اس کے سر پر کھڑا انگارہ برساتی آنکھوں سے گھورتا اس سے پوچھ رہا تھا۔ معاملہ کچھ کچھ اس کی سمجھ میں آ گیا تھا۔ اسے لگا وہ اب نہیں بول پائی تو کبھی بھی نہیں بول پائے گی۔ سو ساری ہمت مجتمع کر کے وہ پوری قوت سے چلا کر بولی۔

"یہ جھوٹ بول رہا ہے بابا جان میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا جس سے آپ کی عزت پہ آنچ آئے اپنی اور آپ کی عزتوں کی حفاظت کرنا میں جانتی ہوں میں آپ کی بیٹی ہوں بابا جان میں کچھ غلط کیسے کرسکتی ہوں۔" وہ رحیم شاہ کا ہاتھ تھام کر اپنا یقین دلاتے ہوئے بھیگی لہجے میں بولی۔

"اچھا میں جھوٹ بول رہا ہوں تو کھاؤ تم قسم اپنے بابا جان کی کہ تم کینٹین میں اس شخص کے ساتھ بیٹھی باتیں نہیں کررہی تھیں بتاؤ وہ شخص تمہیں پرپوز نہیں کررہا تھا اگر میں جھوٹا ہوں تو کھاؤ قسم اپنے بابا کی۔" ارسلان کریم شاہ بڑے زعم سے اسے للکار رہا تھا وہ ساری بات سمجھ چکی تھی ضرور ارسلان نے اسے روحیل کے ساتھ کینٹین میں دیکھ لیا تھا اور اس بات کو غلط رنگ دے کر سب کے سامنے پیش کررہا تھا مگر کیوں...... وہ ایسا کیوں کررہا تھا وہ یہ بات سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"اگر میرا بیٹا جھوٹا ہے تو کھاؤ رحیم شاہ کے سر کی قسم اور کرو انکار ان سب باتوں سے جو اس نے کہیں ہیں۔ ارسلان جھوٹا نکلا تو میں سو جوتے مار کر اسے ہمیشہ کے لیے گھر سے نکال دوں گا اور اگر تم جھوٹی نکلیں تو رحیم شاہ کو تم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تعلق ختم کرنا ہوگا۔" کریم شاہ طیش کے عالم میں خود ہی فیصلہ سنا گئے۔ شرمین نے ذلت و شرمندگی سے جھکے باپ کے چہرے کو دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں اسے اپنے لیے ابھی بھی یقین لرزتا دکھائی دیا۔ اس پر ان کا یقین لڑکھڑایا ضرور تھا مگر اب بھی موجود تھا

اور اسی یقین کے سہارے وہ بولنا شروع ہوئی۔

"بابا جان یہ سچ ہے کہ روحیل آفندی نے آج مجھ سے کینٹین میں بات کی اور وہ رشتے کے سلسلے میں اپنے والدین کو میرے گھر بھیجنا چاہتا تھا......" وہ اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ ایک زور دار تھپڑ سے لڑکھڑاتی ہوئی دور جا گری۔ رحیم شاہ نے اس کی بات مزید سننے سے انکار کردیا تھا۔ اس کی بات ادھوری ہی رہ گئی وہ جھوٹی قرار پا گئی تھی۔ ارسلان شاہ کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ وہ جیت گیا ہو۔ وہ صرف زمین پر ہی نہیں ان سب کی نظروں سے بھی گر گئی تھی۔

"کتنی بے حیاء ہے یہ لڑکی رحیم شاہ کس بے غیرتی سے یہ اپنے عشق ومحبت کے قصے سنا رہی ہے ارے میں تو اسے ہیرا سمجھ کر اپنی بہو بنا رہا تھا مگر یہ تو کیچڑ میں پڑا پتھر نکلی۔ میں ابھی اسی وقت اپنے بیٹے کی منگنی ختم کرتا ہوں۔ رحیم شاہ اور اب تم سے تعلق بھی اس شرط پہ ممکن ہے کہ تم اس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تعلق ختم کردو۔" کریم شاہ ارسلان کو ساتھ لیے اپنا فیصلہ سنا کر شاہ ولا سے چلے گئے تھے۔

◉......☾......◉

"بابا جان ہماری بہن ایسی نہیں ہے......" جمشید شاہ کسی صورت ماننے کو تیار نہ تھے۔

"اگر ایسی نہیں ہے تو اس نے قسم کیوں نہ کھائی اس نے خود اقرار کیا کہ وہ لڑکا ہمارے گھر رشتہ بھیجنا چاہتا ہے۔" رحیم شاہ طیش کے عالم میں گرج رہے تھے۔

"پر بابا جان وہ اس لڑکے کا عمل تھا اس میں ہماری بہن کا کیا قصور......" حسن شاہ بھی بہن کی حمایت میں بولے۔

"کیا قصور ہے اس کا...... میرے بھائی کے سامنے میری عزت دو کوڑی کی کردی اب تک تو پورے خاندان میں خبر پھیل چکی ہوگی۔ کل پورا خاندان مجھ سے سوال کرے گا کہ دھوم دھام سے کی گئی منگنی دو دن بھی کیوں نہ چل سکی۔ کیا جواب دوں گا میں...... برسوں کی بنائی عزت اس نے ملیامیٹ کردی...... میرا اب اس لڑکی سے کوئی تعلق نہیں اگر تم لوگ اس سے تعلق رکھنا چاہتے ہو تو یہ جان لو کہ میں تم لوگوں سے بھی قطع تعلق کرلوں گا میں سمجھ لوں گا کہ میری کوئی اولاد تھی ہی نہیں۔" وہ بیٹی جو کل تک رحیم شاہ کو بے حد پیاری تھی اب اس بیٹی سے زیادہ عزت پیاری ہوگئی تھی رحیم شاہ کو۔ وہ اب اپنے فیصلے سے ایک انچ بھی نہیں ہٹنے والے تھے۔ وہ دروازے کی اوٹ سے سب کچھ سن رہی تھی۔ نہ جانے اس کی کیا خطاء تھی جو وہ یوں بابا جان کے دل سے اتر گئی تھی۔ کیا بابا جان سے کوئی بھی آ کر اس کے خلاف کچھ بھی کہہ دے گا تو وہ اسے قبول کرلیں گے کیا انہیں اپنے خون اپنی تربیت پہ اعتبار نہیں۔

"شاہ صاحب اولاد سے غلطیاں ہوجاتی ہیں ماں باپ ہی معاف کرتے ہیں آپ بھی ہوش سے کام لیں کریم بھائی کو سمجھائیں بے شک وہ منگنی ختم کردیں مگر یوں ہماری جگ ہنسائی نہ کریں ہم سے ناتہ نہ ختم کریں۔" شاہ بیگم پہلی بار بولیں تھیں اس کے لیے اس کے دل کو کچھ ڈھارس ہوئی۔

اسے یوں ہمت نہیں ہارنی چاہیے چپ رہی آج تو سب کچھ ختم ہوجائے گا۔ ایک بار اور کوشش کر کے اپنی بے گناہی کا یقین دلانا چاہیے بابا جان کو دل میں امید جاگی تو ہمت کر کے وہ کمرے میں داخل ہوئی۔

"بابا جان...... میں بے قصور ہوں میں نے ایسی کوئی غلط حرکت نہیں کی جس سے آپ کی عزت پر حرف آئے۔ ارسلان شاہ نے جو بھی کہا وہ سب جھوٹ تھا بابا جان......" وہ اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ رحیم شاہ نے ہاتھ کے اشارے سے اسے مزید کچھ کہنے سے روک دیا۔

"اگر ارسلان شاہ جھوٹا تھا تو تم نے ہماری قسم کیوں نہ کھائی؟ تم نے خود اعتراف کیا سب کے سامنے کہ تم اس لڑکے کے ساتھ تھیں اور وہ رشتہ بھیجنا چاہتا ہے اب کس منہ سے تم اسے جھوٹا کہہ رہی ہو۔ ایک بات یاد رکھو شرمین تمہاری کوتاہیوں کی وجہ سے میں اپنے بھائی کو کھونا نہیں چاہتا۔ تمہارے حوالے

سے میں فیصلہ کرچکا ہوں۔'' دوٹوک' بے لچک انداز میں وہ اپنا فیصلہ سنا گئے اور شرمین کو یوں لگ رہا تھا کہ عزت سے جینا اب اس کے لیے ناممکن ہے۔

''جس لڑکے کے ساتھ تم رنگ رلیاں منانی آئی ہو' ہم جلد از جلد تمہارا اس سے نکاح کرکے رخصت کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں ہوگا' نہ ہم سے نہ شاہ ولا کے کسی اور فرد سے اور میرے فیصلے کے خلاف جاکر اگر کسی نے تم سے تعلق رکھنے کی کوشش کی تو پھر وہ مجھ سے اور شاہ ولا سے لاتعلق سمجھے خود کو۔'' شاہ ولا کا سخت گیر سربراہ اپنا فیصلہ سنا کر وہاں سے جاچکا تھا۔ شاہ ولا کی بیٹی اب گھر سے دربدر ہوچکی تھی۔ رحیم شاہ کے سخت بیان کے بعد دونوں بھائی اب بہن سے نگاہیں چرا رہے تھے۔ شرمین تڑپ کر ماں کی طرف بڑھی۔ ماں وہ جو تپتے ریگستان میں پیاس سے بلکتے بچے کی دوڑی تھی۔ وہ جو بن باپ کے پیدا ہونے والے بچے کے لیے لڑی تھی۔ ماں جو تپتی دھوپ میں گھنا سایہ تھی' وہ بھی گھنے سائے کی طرف باپ کے لفظوں کی سنگ باری سے گھبرا کر دوڑی تھی اسے یقین تھا کہ ماں کوئی معجزہ کردے گی۔ باپ کے دل میں اس کے لیے چھائی بے اعتباری دور کردے گی۔ پر ماں نے نظریں پھیرلیں۔

''میں کچھ نہیں کرسکتی تمہارے لیے شرمین' تم نے اپنے لیے راہ خود چنی ہے' تمہیں اکیلے ہی اس پر چلنا ہوگا۔'' باپ کے الفاظ نے اسے اتنی تکلیف نہ دی تھی جتنی تکلیف اسے ماں کے لفظوں سے ہوئی تھی۔ بابا جان نے اگلے کچھ دنوں میں روحیل آفندی کے بارے میں سب کچھ معلوم کروالیا تھا' صرف اسی پر بس نہیں بلکہ اس کے گھر پہنچ کر اس کے والدین کے سامنے خوب لعن طعن بھی کیا اور بیٹی کو ورغلانے کا الزام بھی لگایا' بہت خوش نصیب تھا روحیل آفندی کہ اس کے ماں باپ کا اس پر اعتبار ایک پل کو بھی نہ لرزا تھا۔

یاد ماضی عذاب ہے یارب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

شرمین کب سے گلاس وال سے لگی باہر ہوتی موسلا دھار بارش کو برستا دیکھ کر اپنے ماضی کو کسی فلم کی طرح ذہن کے پردے پر چلتا دیکھ رہی تھیں۔ ان کی خوب صورت آنکھوں میں اداسی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ اداسی جس نے مستقل ان کی آنکھوں میں بسیرا کر رکھا تھا' ماں باپ سے جدائی کا غم آج بھی ان کے دل میں آگ کی مانند دہک رہا تھا۔

''لگتا ہے بیٹے کی یاد ستا رہی ہے ہماری بیگم کو۔'' روحیل کب ان کے عقب میں آ کھڑے ہوئے انہیں پتا ہی نہ چلا۔ وہ آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے پلٹیں۔

''بابر کا فون آیا تھا ابھی...... کہہ رہا تھا وہاں سب بہت اچھے ہیں...... بس آپ لوگ عید پہ پاکستان آنے کی تیاری مکمل رکھیں......'' وہ مسکرا کر کہنے لگیں۔ ''اور جانتے ہیں کہہ رہا تھا اب کی بار فون کرے گا تو اماں جان سے بھی بات کرائے گا۔'' وہ بچوں کی طرح خوش ہوکر بتا رہی تھیں۔

''پھر کیا ارادہ ہے شرمین بیگم' پھر کب میکے جانے کی تیاریاں پکڑ رہی ہیں آپ؟'' انہیں خوش دیکھ کر روحیل نے از راہ مذاق انہیں چھیڑا مگر لفظ میکہ ان کے دل پہ گھونسا بن کر لگا۔

''میکہ...... میکہ...... ایسا ہوتا ہے روحیل...... میکہ تو بیٹی کا مان ہوتا ہے' پھر میرا میکہ میرا مان کیوں نہیں ہے۔'' وہ کہتے کہتے اچانک رو پڑیں۔

''شرمین ماضی میں جو ہوا وہ بہت برا ہوا مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ کے بابا جان کی جگہ کوئی اور باپ ہوتا تو شاید وہ بھی یہی کرتا۔'' وہ ان کا ہاتھ تھامے نرمی سے سہلاتے ہوئے بولے۔

''اور آپ کا مان تو میں ہوں شرمین۔ مان کس پر کیا جاتا ہے؟ کسی بہت اپنے پر' جس پر دل کو اعتبار ہو کہ دنیا ساتھ چھوڑ جائے پر وہ پھر بھی آپ کے ساتھ رہے...... کیا میں اس اعتماد اور مان کے لائق نہیں ہوں۔'' انہوں نے پیار

سے شرمین کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیتے ہوئے پوچھا۔

''آپ ہی تو میرا مان' میرا اعتبار' میری محبت' میرا سب کچھ ہیں' اگر آپ میرے ساتھ نہ ہوتے تو میرے لیے زندہ رہنا مشکل تھا روحیل۔'' وہ ان کے سینے سے لگے پوری سچائی سے بول رہی تھیں۔

یہ حقیقت تھی کہ جس طرح بابا جان نے روحیل پہ الزامات لگا کر اس کی اور اس کے گھر والوں کی تذلیل کی تھی وہ بری طرح ٹوٹ چکی تھی اس کا وجود کرچی کرچی ہوچکا تھا' اسے حقارت سے اس گھر سے نکالا جارہا تھا اور جس کے حوالے کیا جارہا تھا اس کی بھی خوب تذلیل کی گئی تھی' گویا ان کے دامن کو داغدار کرنے کی پاداش میں اس سے عزت سے جینے کا حق چھین لیا گیا تھا۔ روحیل کے گھر والے معاملے کی باریکیوں کو سمجھتے اس شادی کے لیے رضامند ہوچکے تھے اور یوں شرمین رحیم شاہ فقط دس دنوں میں پہلے شرمین ارسلان شاہ اور پھر باضابطہ طور پر شرمین روحیل آفندی بن کر آفندی ہاؤس میں آگئی۔ اس گھر میں قدم رکھتے وقت وہ اکیلی نہ تھیں ان کے ساتھ ساتھ خوف وخدشات نے بھی قدم رکھا تھا۔ انہیں ڈر تھا کہ جس طرح انہیں زبردستی الزام تراشیوں کے ساتھ روحیل آفندی پر مسلط کیا گیا ہے' روحیل انہیں وہ عزت ومقام نہ دے پائیں گے جو ایک بیوی کا حق ہوتا ہے۔ پر ان کے سارے خدشات غلط ثابت ہوئے' روحیل آفندی ہی نے نہیں ان کے والدین نے بھی اسے پورے عزت ووقار کے ساتھ اپنایا تھا۔ روحیل اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے اور ان کے والدین بیٹے کو خوش دیکھ کر خوش تھے۔ یہ ان کی محبت اور شرافت تھی کہ آج وہ ایک بھرپور زندگی گزار رہی تھیں۔ یہاں تک کہ اس کی اکلوتی اولاد بھی ان کی زندگی کے اس گھمبیر راز سے ایک عرصہ تک ناواقف رہی۔

''کبھی کبھی میں سوچتا ہوں شرمین یہ میری محبت کی شدت تھی جو آپ مجھے ملیں' مگر اس کے لیے جو اذیت آپ نے سہی میں اس پر اکثر شرمندہ ہوجاتا ہوں۔'' آج برسوں سے دل میں دبے ملال کا انہوں نے ظاہر کیا۔

''آپ کیوں شرمندہ ہوتے ہیں روحیل' میرے ساتھ جو ہوا میں نے آج تک اللہ سے اس پر شکوہ نہ کیا۔ میں اللہ کے فیصلوں میں چھپی مصلحتوں کی قائل ہوں۔ ارسلان کی برائی مجھ آپ جیسے خوب صورت دل وشخصیت کے مالک انسان تک پہنچانے کا ذریعہ بنی۔ زندگی کے بعض بھیانک موڑ انسان کو اس کی صحیح منزل تک پہنچانے کا وسیلہ بنتے ہیں۔ میرے ساتھ جو ہوا اس میں میرے لیے بھلائی چھپی تھی۔ میں بے گناہ تھی اور آپ میری بے گناہی کا انعام ہیں روحیل۔'' انہوں نے سر اٹھا کر اپنے محبوب شوہر کو دیکھا جن کی آنکھوں میں اب بھی ان کی محبت کی چمک واضح تھی۔

''تم نے مس کی کل کی شاپنگ' ہمیں بے حد مزہ آیا اور مزے کی بات بتاؤں۔ یہ جو اپنا کزن بابر ہے ناں اس کی چوائس بڑی زبردست ہے۔ امی اور تائی نے تو اس بار اس کی پسند سے کپڑے خریدے ہیں۔'' ابھی کچھ دیر پہلے ہی حدیقہ کے آرڈر کیے گئے کپڑے شاہ ولا پہنچے تھے اور وہ انہیں چیک کررہی تھی جبکہ تازیہ اس کے ساتھ بیٹھی کل کی شاپنگ کے قصے سنا رہی تھی۔

''تم نے نہیں خریدے بابر کی پسند سے کپڑے۔'' حدیقہ نے سرسری سے انداز میں پوچھا۔

''ہاں! میری اپنی پسند کمال کی ہے' پر حدیقہ اس بندے کی شخصیت کا کوئی جواب نہیں یار...... اس کے بات کرنے کا سلیقہ ہی الگ ہے۔ یوں جیسے لوگوں سے بات کرتا ہی وہ ان کے دل جیتنے کے ارادے سے ہو۔ برٹش نیشنالٹی ہے' بزنس مین باپ کا اکلوتا بیٹا ہے' پر نہ گھمنڈ' نہ غرور' میٹھا لب ولہجہ' خوب صورت انداز گفتگو آج کے زمانے میں کہاں ہوتے ہیں ایسے لوگ۔'' تازیہ بابر کی تعریفوں میں رطب اللسان تھی اور حدیقہ اسے مشکوک نگاہوں سے گھور رہی تھی۔

''اس کی شخصیت کے اتنے رنگوں کا تو میں نے جائزہ

نہیں لیا البتہ تمہارا اس درجہ متاثر ہونا مجھے ضرور کھٹک رہا ہے۔" حدیقہ کا انداز اسے چھیڑنے والا تھا۔

"وہ ہے ہی متاثر کرنے والی شخصیت کا مالک۔ سو اب اس میں میرا کیا قصور۔" عجب بے نیازی تھی نازیہ کے انداز میں' حدیقہ اسے گھور کر رہ گئی۔

"ویسے ایک مزے کی بات بتاؤں۔ بابر نے ہم سب سے چھپ کر کسی کے لیے ایک ڈریس خریدا ہے۔ پنک کلر کا انتہائی خوب صورت سا۔"

"جب سب سے چھپ کر خریدا تو تمہیں کیسے پتا چل گیا اس ڈریس کا۔" حدیقہ نازیہ کی باتوں سے مشکوک ہورہی تھی۔

"اب تم مجھے انڈر اسٹیمیٹ کررہی ہو حدیقہ۔ تم اچھی طرح جانتی ہو میری نظروں سے کچھ نہیں چھپا رہ سکتا۔" نازیہ نے بھنویں اچکا کر یاد دلایا تو وہ سر ہلا کر رہ گئی۔ یہ سچ تھا کہ نازیہ کی نظر ہر جگہ ہر ایک پر ہوتی' وہ ان کے گروپ کی بہترین مخبر تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے کس کے لیے خریدا ہوگا ڈریس؟" حدیقہ کو بھی تھوڑی کھد بد ہوئی۔

"یہ تو دیکھنا پڑے گا کہ کزن صاحب کس کے چکر میں ہیں۔" نازیہ نے معنی خیز انداز میں آنکھ مارتے ہوئے کہا تو وہ بھی ہنس پڑی۔

"ارے تم اپنے ڈریس کے ڈیزائنز تو دکھاؤ۔" نازیہ اب حدیقہ کے ملبوسات دیکھنے میں مگن ہوگئی تھی۔

◉......☾......◉

اس کے چاروں طرف شیلف پر کتابیں سجی ہوئی تھیں' شیکسپیئر' ووڈز ورتھ' کیمبرج' کیٹس' ولیم سے لے کر...... پریم چند' عصمت چغتائی' منٹو' مشتاق احمد سے لے کر مستنصر حسین تارڑ کے سفرناموں تک' غرض کتابوں کا ایک جہاں تھا جہاں وہ سحر زدہ سا ان کتابوں میں کھویا ہوا تھا۔ رحیم شاہ ناک پر عینک ٹکائے بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"برخوردار آپ کی دلچسپی کو دیکھ کر ہمیں اندازہ ہورہا ہے کہ آپ کے والدین اردو انگریزی دونوں ہی ادب کا ذوق رکھتے ہیں۔" بہت دیر تک اسے کتابوں میں گم دیکھ کر بالآخر وہ بول پڑے۔

"دادا جان! میری ماما کو انگریزی اور اردو ادب' دونوں سے ہی کافی شغف ہے' انہوں نے بھی آپ کی طرح گھر میں لائبریری بنائی ہوئی ہے' پر ماما کی لائبریری میں ان کے پسندیدہ مصنفوں کی تصانیف ملیں گی پر آپ نے ہر مصنف کو یہاں جمع کر رکھا ہے' میں بہت متاثر ہوا ہوں دادا جان۔" اسے واقعی یہ لائبریری اچھی لگی تھی۔

"میں ان کتابوں کا تن تنہا وارث ہوں برخوردار' میرے بچے' بہوؤں کو شوق ہے نہ ہی میرے پوتوں' پوتیوں کو...... سچ کہوں تو کبھی کبھار بڑی کمی محسوس ہوتی ہے ایک ایسے انسان کی جو میرے ساتھ ان کتابوں پہ بحث کرے' میرے ساتھ یہاں بیٹھ کر کتابیں پڑھا کرے' کبھی میں اس کی ذہانت سے لاجواب ہوں تو کبھی وہ میرے تجربے کی دھاک سے متاثر ہو...... بڑی کمی محسوس ہوتی ہے اب ایک ایسے انسان کی۔" وہ عینک اتار کر اپنی کرسی سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے بول رہے تھے۔ بابر نے بہت غور سے انہیں دیکھا' اسے بس ایک لمحہ لگا جاننے میں کہ جس شخص کو وہ یاد کررہے ہیں وہ اس کی ماما ہی ہیں۔ ہوتے ہیں ناں بعض غم ایسے جو اپنوں سے کہے نہیں جاسکتے...... انہیں کہنے کے لیے انسان اکثر ایک اجنبی کی تلاش میں رہتا ہے' جو اس کا غم' دکھ سنے نہ نصیحت کرے' نہ مشورے دے' بس سن کر ان کا غم ہلکا کردے۔ وہ بھی اس وقت یہی کررہے تھے۔ لوہا گرم تھا یہی وقت تھا چوٹ لگانے کا۔

"دادا جان اگر آپ کی بیٹی ہوتی ناں' تو میں سو فیصد یقین سے کہہ رہا ہوں کہ وہ ضرور آپ کی طرح کتابوں کی رسیا ہوتی۔ بڑے بزرگ کہتے ہیں ناں جو بیٹیاں ہوتیں ہیں وہ باپ سے زیادہ قریب ہوتی ہیں ان کی عادتیں چرا لیتی ہیں اور جو بیٹے ہوتے ہیں وہ ماں سے نزدیک' اب مجھے ہی دیکھ لیں اپنی ماما کی طرح ان کتابوں کا شوقین اور میری ماما اپنے بابا کی طرح کتابوں سے شغف رکھتیں ہیں۔" وہ بڑے عام سے لہجے میں ان سے کہہ رہا تھا' بناء دیکھے بھی وہ جان سکتا تھا کہ رحیم شاہ کا چہرہ اس پل دھواں دھواں ہورہا ہوگا۔ تیر نشانے پہ لگا تھا۔ وہ جان گیا تھا کہ رحیم شاہ اندر ہی اندر اس کی ماما کو آج بھی یاد کرتے ہیں۔

"اچھا...... برخوردار ذرا اپنے خاندان کے بارے میں تو بتاؤ ہمیں' جب سے آئے ہو تم سے تفصیلی بات نہ ہوسکی۔" وہ اب خود کو کمپوز کرکے اس سے پوچھنے لگے۔ آج پہلی بار انہیں اس لڑکے میں دلچسپی محسوس ہونے لگی تھی۔

"میں اپنے ماما' پاپا کا اکلوتا بیٹا' جب پانچ سال کا تھا تو ہم یہاں سے برطانیہ شفٹ ہوگئے۔" وہ اب اپنے اور اپنے خاندان کے بارے میں باتیں بتارہا تھا۔

◉......☾......◉

"دادی جان میں نے سنا تھا اپنی ماما سے پاکستان میں لڑکیاں بڑی سلیقہ شعار اور سگھڑ ہوتی ہیں مگر اب تک تو مجھے کوئی بھی سلیقہ شعار اور سگھڑ لڑکی اپنے اردگرد نظر نہیں آئی۔" وہ ہمایوں کے ہمراہ بیٹھا اس کی ماؤ بلی سے کھیلتا ہوا سیڑھیوں سے اترتی حدیقہ پر چوٹ کررہا تھا۔

"ارے بیٹا! اب یہاں کی ساری لڑکیاں بھی مغربی رنگ میں ڈھل چکی ہیں' سلیقہ شعاری اور سگھڑاپا اب صرف لڑکیوں کی ماؤں میں ملے گا تمہیں۔" شاہ بیگم نے بڑے مزے سے اس کے تبصرے پر تبصرہ کیا۔ وہ شرارت سے حدیقہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اسے گھورتے ہوئے کچن میں شگفتہ کے پاس چلی گئی۔

"یعنی اب باہر ملکوں میں موجود لڑکوں کو پاکستان آنے کی قطعی ضرورت نہیں۔ جب مغرب زدہ لڑکیاں چاہیے تو حسینیں وہیں سے ہی شادی کریں ناں۔" بابر دور کی کوڑی لایا تھا۔ ہمایوں کا ہنس ہنس کر پیٹ میں درد ہوگیا۔

"یہ تو تم نے بالکل صحیح نکتہ اٹھایا میرے بھائی۔ آپ کیا کہتی ہیں اس بارے میں چچی جان۔" پاس بیٹھی نازیہ کے سر میں تیل کا مساج کرتی ناہید کو بھی ہمایوں نے اس گفتگو میں گھسیٹ لیا۔

"میں خوب سمجھ رہی ہوں تم دونوں کا اشارہ میری پیاری پیاری بیٹیوں کی طرف ہے۔" ناہید نے ان دونوں کو گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔ نازیہ نے ذرا سی آنکھیں کھول کر ہمایوں کو دیکھا اور منہ بنا کر ڈرایا۔

"نہیں...... نہیں بالکل بھی نہیں۔ آپ کی صاحب زادیاں مغربی رنگ میں کہاں' وہ تو مغلئی دور کی شہزادیوں کے رنگ میں رنگی ہوئی ہیں ناک پہ مکھی بھی بیٹھنے نہیں دیتیں اور تیر تلوار لے کر ہمہ وقت حملے پہ آمادہ رہتی ہیں۔" ہمایوں فل فارم میں آچکا تھا کہ اچانک ہی اس کے سر سے کوئی چیز ٹکراتی ہوئی گود میں آ گری' آہ کی آواز کے ساتھ اس نے اس چیز کو گود سے اٹھا کر دیکھا تو وہ پیاز نکلی۔ گردن گھما کر دیکھا تو حدیقہ اسے ہی خون خوار تیوروں سے گھور رہی تھی۔

"دیکھا! شروع ہوگیا ناں حملہ۔" اپنی بات کہہ کر وہ فوراً جھک گیا اور اگلی پیاز ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوتے بابر کے ماتھے سے ٹکرائی۔ اچانک ہونے والے حملے نے اسے بوکھلا دیا۔

سو آج ہم بھی محبوبہ کے ہاتھوں پیاز کی مار کھا کر عاشقوں میں نام لکھوا بیٹھے۔ دل ہی دل میں خود کو تسلی دیتے ہوئے بابر نے کراہتے ہوئے بڑی معصومیت سے شاہ بیگم کو دیکھا تھا۔

"حد ادب لڑکی...... تمہیں ہرگز گھر کے مہمانوں پہ یوں سبزی سے حملے کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔" ہمایوں نے بابر کی حمایت میں بیان جاری کیا۔ نازیہ غیر متوقع طور پر اس تمام صورت حال پہ خاموش تھی۔

"ہمیں جن جن خطابات سے نوازا گیا اس کا عملی ثبوت مہمان کو دینا بھی تو ہم پر فرض ہے ناں۔" حدیقہ نے شاہ بیگم کے پاس بیٹھتے ہوئے ان کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

بابر نے اس پل بڑی دلچسپی سے اسے دیکھا تھا' حدیقہ بڑی حاضر جوابی سے ہمایوں کی چھیڑ چھاڑ کا مقابلہ کررہی تھی۔ سچ اس کے عشق میں باؤلے ہوئے ہو میاں بابر تم...... دل نے بڑی آہستگی سے اسے سراہا تھا۔

جمعہ کا مبارک دن تھا۔ وہ سب نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد لاؤنج میں بیٹھے گفتگو میں مگن تھے۔ جب شاہ ولا میں داخل ہونے والی شخصیت نے ان سب کو چونکا دیا۔

''آؤ ارسلان کریم شاہ آج چچا جان کی یاد کیسے آ گئی۔'' رحیم شاہ اٹھ کر اس سے ملے تھے۔ البتہ جمشید اور حسن شاہ اپنی جگہوں پہ بیٹھے رہے۔ بابر نے بہت غور سے ارسلان کریم شاہ کو دیکھا تھا۔

''چچا جان آج میں آپ سے کچھ مانگنے آیا ہوں۔ بڑی امید لے کر بڑی آس لے کر۔'' ارسلان شاہ جیسا اکھڑ مزاج انسان جو شاہ ولا کے لوگوں سے بامشکل سال میں ایک آدھ بار ملاقات کرتا تھا' آج یوں اچانک آ کر منت آمیز لہجے میں التجا کرتا ان سب کو ورطہ حیرت میں ڈال رہا تھا۔

''کہو ارسلان شاہ کیا معاملہ ہے' کھل کر بات کرو۔'' رحیم شاہ نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ باقی گھر کے افراد سے مل کر رحیم شاہ کے برابر میں آ بیٹھا۔

''چچا جان میری بیٹی کاشانہ کے ساتھ بڑا ظلم ہوا ہے۔ اس کا نکاح ختم کر دیا ہے اس کے سسرال والوں نے۔''

''نکاح ختم کر دیا...... ارسلان شاہ ایسے کیسے ختم کر دیا...... کوئی وجہ تو ہوگی ناں چند ماہ پہلے ہی تو تم نے بڑی دھوم دھام سے کاشانہ بٹی کا نکاح کیا تھا۔'' شاہ بیگم تعجب سے پوچھنے لگیں' کچھ تھا ان کے لہجے میں جس نے ارسلان شاہ کے چہرے پر شرمندگی بکھیر دی۔ ان کا سر مزید جھک گیا۔ نہ جانے شرمندگی سے یا ندامت سے...... شاہ بیگم بغور ارسلان شاہ کو دیکھ رہی تھیں۔

''الزام لگایا ہے انہوں نے میری معصوم بچی پر کہ وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے' میری بچی کے کردار پر انگلی اٹھائی ہے...... پر میں جانتا ہوں چچی جان میری بیٹی ایسی نہیں۔'' وہ تڑپ کر بولے تھے مگر شاہ بیگم کے چہرے پہ نگاہ پڑتے ہی ان کے لب سل گئے...... ان کے لب خاموش تھے پر آنکھیں بول رہی تھیں۔ بے تحاشہ بول رہی تھیں' چیخ چیخ کر بول رہی تھیں اور ارسلان شاہ ان بولتی آنکھوں کے سامنے مزید کچھ بولنے کی ہمت نہیں کر پا رہے تھے۔

''ہم سے کیا مانگنے آئے ہو ارسلان شاہ۔ ہم نے بھی تو اپنی بیٹی کھوئی' دوسروں کی باتوں پہ یقین کیا اور بیٹی کو بے مول کر کے گھر سے نکال دیا...... بیٹی والے اور کر بھی کیا سکتے ہیں جب ان کے دامن پہ کیچڑ اچھالی جائے...... تم بھی یہی کرو ارسلان شاہ' کاشانہ کے سسرال والوں کی گواہی کو معتبر جانو اور اس شخص کے ساتھ چلتا کرو اپنی بیٹی کو جس کے ساتھ اس کا نام جوڑا جا رہا ہے۔'' بہت دیر بعد لب ہلے تھے شاہ بیگم کے اور ارسلان شاہ کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔ کیسی کاٹ تھی شاہ بیگم کے لہجے میں۔

''اس صورت حال میں ہم کیا کر سکتے ہیں ارسلان میاں...... تمہارے گھر کا معاملہ ہے' تم خود بہتر انداز میں نمٹا سکتے ہو۔'' رحیم شاہ نے بھی سرد لہجے میں جواب دیا۔ ان کے چہرے پر اس وقت اذیت بھرے تاثرات تھے۔

''آپ لوگ کر سکتے ہیں چچا جان...... صرف آپ لوگ ہی میری مدد کر سکتے ہیں' میری مشکل آسان کر سکتے ہیں۔'' وہ گڑگڑائے تھے۔ رحیم شاہ نے چونک کر دیکھا' چھٹی حس نے اچانک کچھ گڑبڑ ہونے کا احساس دلایا تھا۔

''جو بھی کہنا ہے ارسلان شاہ کھل کر کہو۔''

''چچا جان' میں نے ظلم کیا تھا' میں نے بہتان لگایا تھا شرمین پہ...... اس کا کردار صاف تھا' اس کا دامن اجلا تھا' میں نے اپنی غرض کے تحت اس پر جھوٹا الزام لگایا تھا۔ اس کا دامن داغدار کر ڈالا تھا۔'' آج ارسلان شاہ نے اپنے گناہ کا اعتراف کر رہا تھا۔ وہاں یک دم سناٹا چھا گیا۔ رحیم شاہ کے چہرے پہ جہاں غضب ناک تاثرات چھائے وہیں جمشید اور حسن شاہ کے چہرے پہ غیرت سے کھولتا خون دوڑ گیا۔ شاہ بیگم اور بابر البتہ پرسکون سے اس اعتراف جرم کو سن رہے تھے۔

''میں شرمین سے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں کشور کو پسند کرتا تھا' مگر بابا جان سے کہنے کی ہمت نہیں کر پایا تھا۔ بابا جان نے جب شرمین سے رشتہ طے کیا میں چاہ کر بھی

انکار نہ کر سکا۔ انکار کی صورت میں مجھے بابا جان جائیداد سے عاق کر دیتے۔ میں نے خود پر جبر کر کے یہ منگنی کی تھی اور روز شرمین سے بات کرنے کا موقع ڈھونڈتا رہا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اسے ساری حقیقت بتا دوں تاکہ وہ خود شادی سے انکار کر دے اور جیسے ہی مجھے علم ہوا کہ شرمین نے یونیورسٹی جانا شروع کر دیا ہے میں اس سے ملنے یونیورسٹی جا پہنچا۔'' اتنا کہہ کر کچھ تاسے کو رکے' سب کے چہرے پر پھیلا تناؤ مزید بڑھ گیا تھا۔

''اس کی دوست نے بتایا کہ وہ کینٹین گئی ہے' میں کینٹین پہنچا' شرمین اپنی سہیلی کے ساتھ تھی جب اسے اس اجنبی لڑکے نے مخاطب کیا تھا' اس لڑکے نے بڑی شرافت سے اپنی پسندیدگی کا اظہار کر کے اپنے گھر والوں کو بھیجنے کے لیے اجازت مانگی تھی' میں سب سن رہا تھا' وہ دونوں میرے سامنے تھے۔ مگر ان دونوں میں سے کسی نے مجھے نہیں دیکھا تھا۔ میں بے تابی سے شرمین کے جواب کا منتظر تھا اور اس نے دوٹوک انداز میں اپنی منگنی کا بتا کر اسے آگے بڑھنے سے روک دیا تھا' یہ اس کی کردار کی مضبوطی تھی پر میری خود غرضی کی انتہا تھی۔ مجھے راستہ مل گیا تھا مجھے اب شرمین سے بات کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ میں نے گھر آ کر بابا جان کو' جس حد تک شرمین سے متنفر کر سکتا تھا کیا اس پر لغو الزامات لگائے' کردار پر کیچڑ اچھالا اور پھر یہی کام بابا جان نے چچا جان آپ کے ساتھ کیا' الزامات کی بوچھاڑ کی' اس کی پارسائی کی تذلیل کی' ان سب کے پیچھے میرا ہاتھ تھا۔ میں جانتا تھا کہ اور کچھ ہو نہ ہو یہ منگنی تو قائم نہیں رہ سکتی اور اس کے بعد میں جس لڑکی سے بھی کہوں گا بابا جان میری شادی کرنے کو تیار ہو جائیں گے۔ میں نے شرمین سے کہا وہ قسم کھائے کہ اس لڑکے کو وہ نہیں ملی تھی اور اس لڑکے نے اسے پرپوز نہیں کیا تھا' یہ ادھورا سچ تھا اور اس سچ کو شرمین باپ کے سر کی قسم کھا کر جھٹلا نہیں سکتی تھی' میں یہ جانتا تھا اور یہی ہوا اس نے قسم نہ کھائی اور سب کی نظروں سے گر گئی۔ میں یہ عیارانہ کھیل' کھیل کر سب کی نگاہوں میں معتبر ٹھہرا' میرا کام ہو چکا تھا' بابا جان منگنی ختم کر چکے تھے۔ اب شرمین کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا جاتا اس سے مجھے کوئی سروکار نہ تھا۔ مجھے اب بھی سروکار نہ ہوتا اگر آج میری بیٹی' شرمین کی جگہ نہ کھڑی ہوتی' چچا جان میں بہت برا ہوں' میں جانتا ہوں میں معافی کے قابل نہیں' مگر میں اپنی اور آپ کی بیٹی کا گناہ گار ہوں' یہ میرا گناہ ہے جو میری بیٹی کے آگے آیا ہے۔ یہ ہمت مجھ میں یونہی نہیں آئی کہ اپنا بھیانک روپ یوں سب کے سامنے بے نقاب کر دوں' یہ میری بیٹی کی محبت ہے' جس نے مجھے سچ کہنے پر مجبور کیا' جس نے میرے دل میں پچھتاوے کے بیج بوئے' میں آج آپ لوگوں سے معافی مانگنے آیا ہوں چچا جان' میں آپ لوگوں کا گناہ گار ہوں' میں شرمین کا گناہ گار ہوں' مجھے معاف کر دیں چچا جان! مجھے معاف کر دیں۔'' وہ روتے گڑگڑاتے معافی مانگ رہے تھے رحیم شاہ کی نظروں کے سامنے وہ منظر گھومنے لگا جب ان کی نظروں کے سامنے ان کی لخت جگر کو برے القابات سے نواز کر دھتکارا جا رہا تھا اور وہ خود بھی ان سب میں شامل تھے...... آہ! کتنا ظلم کر بیٹھے' اپنی بیٹی' اپنے خون پہ اعتبار نہ کیا...... اوروں کی بات

نظم

ان سرد شاموں میں
تجھے یاد کرتی ہوں
تجھے اپنے ساتھ محسوس کرتی ہوں
خیالوں ہی خیالوں میں
تجھے اپنا حال سناتی ہوں
کبھی ہنستی ہوں تو کبھی روتی ہوں
دنیا کی بھیڑ میں تجھے یاد کرتی ہوں
سوتی ہوں تو خواب میں تیرا ہی نام لیتی ہوں
ہر وقت تمہاری یاد میں رہتی ہوں
تیرے ہی نام پر زندہ ہوں
اور
اسی طرح رہنا اچھا لگتا ہے

سیدہ فائزہ رازق...... گڑھی سیداں

پر بھروسہ کر کے پتھر دل بن کر اپنے جگر کے ٹکڑے کو گھر سے دھتکار دیا۔ انہوں نے سخت نظروں سے گڑگڑاتے ہوئے ارسلان شاہ کو دیکھا۔ یک دم انہیں احساس ہوا وہ ارسلان شاہ نہیں ہے ارسلان شاہ ہو ہی نہیں سکتا' ارسلان شاہ ایک خودغرض' گھمنڈی اور فریبی انسان کا نام تھا' مگر یہ گڑگڑاتا ہوا شخص ایک باپ تھا' ایسا باپ جس کے گناہوں کی سزا اس کی بیٹی کو ملی تھی اور بیٹی کا درد کیسا ہوتا ہے یہ وہ بخوبی جانتے تھے وہ ترحم آمیز نظروں سے اس روتے گڑگڑاتے شخص کو دیکھنے لگے۔

''چچی جان میں بہت گناہ گار ہوں آپ کا...... آپ کی بیٹی کا' مجھے معاف کردیں آپ جو کہیں گی کروں گا' شرمین سے بھی معافی مانگ لوں گا مگر مجھے معاف کردیں' میں نہیں چاہتا میرے گناہ میری بیٹی کی خوشیوں کی راہ میں رکاوٹ بنیں۔'' رحیم شاہ کو خاموش دیکھ کر وہ اب شاہ بیگم کی طرف بڑھا تھا۔ پر انہوں نے غصے سے منہ پھیر لیا تھا۔ جمشید اور حسن شاہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سامنے بیٹھے اس شخص کی گردن مروڑ ڈالیں' مگر وہ انتظار کررہے تھے رحیم شاہ کا کہ وہ خود اس خودغرض شخص کو سزا دیں۔

''کیسے معافی مانگو گے شرمین سے ارسلان شاہ' اس سے معافی مانگنے کے لیے پہلے تمہیں اسے ڈھونڈنا پڑے گا۔ کہاں ڈھونڈو گے اسے وہ تو ہم سے بچھڑ گئی ہے۔'' ان کے چہرے پہ سارے زمانے کی تھکن نے بسیرا کرلیا تھا۔ ان کا لہجہ بے حد شکستہ تھا۔ اس سے پہلے کہ ارسلان شاہ کچھ کہتا وہ پھر بول اٹھے۔

''گھر جاؤ ارسلان شاہ اور دعا کرو میری بیٹی مجھے مل جائے تاکہ تمہیں معافی مل سکے...... یاد رکھنا تمہاری وجہ سے میری بیٹی مجھ سے دور ہوئی ہے' جب تک وہ نہیں ملے گی تم یونہی ہلکان رہو گے اپنی بیٹی کی خوشیوں کے لیے۔'' فیصلہ ہوچکا تھا' ارسلان شاہ فیصلہ سن کر ششدر رہ گئے۔ رحیم شاہ نے نہ پہلے اپنا فیصلہ بدلا تھا نہ ہی اب بدلنے کا کوئی امکان تھا' ارسلان شاہ کو نامراد ہی شاہ ولا سے لوٹنا پڑا تھا۔

اسے اب پتا چلا تھا کہ وہ جو سب کچھ ٹھیک کرنے چلا تھا' وہ اس کا نہیں اللہ کا ارادہ تھا۔ کتنے ہی منصوبے بنائے تھے اس نے اپنی ماما کو واپس شاہ ولا میں لانے کے' مگر جو چال اللہ نے چلی تھی کیا اس سے بہترین کوئی چال ہوسکتی تھی۔ ارسلان شاہ اپنے مکافات عمل سے گھبرا کر خود ہی سچائی سے پردہ اٹھا گئے۔ اس کی ماں کا دامن اب صاف ہوچکا تھا۔ بابر کو آج سمجھ آیا تھا کہ شرمین کو شاہ ولا میں واپس لانا اس کا نہیں اللہ کا فیصلہ تھا اور وہ تو صرف ایک وسیلہ بنا تھا' انہیں ملانے کا اور کتنی خوب صورتی سے اللہ نے حالات اس کی ماں کے حق میں موڑ دیئے تھے۔ بے شک اللہ بڑا کارساز ہے۔ بہترین عدل وانصاف کرنے والا اور اس سے بہتر چال چلنے والا کوئی بھی نہیں......!

جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے' پر تب بھی جب وہ منظر پہ آتا ہے' خوب پھلتا ہے' پھولتا ہے' شور مچاتا ہے' لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرلیتا ہے' پر سچ نہ شور مچاتا ہے نہ واویلا کرتا ہے' بس خاموشی سے منظر پہ چھا جاتا ہے' اسے اپنا یقین دلانے کے لیے نہ ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے نہ شور شرابے کی' سچائی میں بڑا اثر ہوتا ہے اور وہی اثر دلوں تک پہنچتا ہے اور اپنا آپ منوالیتا ہے۔ اور پھر شور مچاتا جھوٹ ایسے ہی رہ جاتا ہے' جیسے ہوا سے خالی کوئی غبارہ......!

انہیں درد اٹھا تھا دل میں...... بیٹی سے کی گئی زیادتی کا احساس شدت اختیار کررہا تھا' ان کی بگڑتی حالت دیکھ کر وہ سب گھبرا گئے تھے۔ جمشید اور حسن شاہ انہیں فوراً ہسپتال لے گئے تھے۔ کچھ دیر قبل ہی ڈاکٹر انہیں بتا کر گئے تھے کہ رحیم شاہ کی حالت اب خطرے سے باہر ہے۔ انہیں انجائنا کا اٹیک ہوا تھا۔ بابر نے یہ ساری صورت حال فون پر شرمین کو بھی بتادی تھی وہ بابا جان سے جلد از جلد ملنے کے لیے بے چین تھیں۔

چار دن ہسپتال میں رہنے کے بعد وہ آج گھر آئے تھے۔ شاہ بیگم کو سامنے پاکر وہ ضبط نہ رکھ سکے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے' گھر کے سب ہی افراد ان کے یوں رونے سے گھبرا گئے تھے' ایسے موقع پر شاہ بیگم ہی نے شاہ

صاحب کو سنبھالا۔

''شاہ صاحب برسوں پہلے آپ نے اپنی من مانی کی' کسی کی نہ سنی اور اس کا نتیجہ آج آپ کے سامنے ہے۔ ایک انکشاف آپ پر ارسلان شاہ نے کیا اور آپ کی آنکھیں کھول دیں اور اب جب آپ کی آنکھیں کھل ہی چکی ہیں تو ایک انکشاف میں بھی کردوں آپ پر شاہ صاحب۔'' وہ سب نڈھال ودل گرفتہ سے رحیم شاہ کے گرد جمع انہیں ان کے پچھتاوے سے باہر نکالنے کی کوشش کررہے تھے کہ اچانک شاہ بیگم کے اعلان پر چونک کر انہیں دیکھنے لگے۔ ان میں سے کچھ کی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں تو کچھ کی تجسس سے اور کچھ ایسے بھی تھے جن کی نگاہیں پل بھر کو مسکرائی تھیں ایک دوسرے کو دیکھ کر۔

''کیسا انکشاف شاہ بیگم؟'' رحیم شاہ کی نظروں میں تحیر تھا۔ جبکہ لہجے میں انجانے اندیشے۔

شاہ بیگم نے مسکراتے ہوئے بابر کو دیکھا اور سر کے اشارے سے اسے اپنے نزدیک بلایا۔ وہ مودب انداز میں ان کے پاس آ کھڑا ہوا...... جمشید' حسن' شگفتہ' ناہید سب ہی حیرت سے شاہ بیگم کو دیکھ رہے تھے۔

''اس سے ملئے شاہ صاحب' یہ ہے بابر روحیل آفندی' ہماری شرمین کا لخت جگر' ہمارا اکلوتا نواسہ!'' پردہ اٹھ چکا تھا' راز بے نقاب ہوا تھا' اب باری تھی تماشہ بینوں کی حیرت میں پڑنے کی' یا پھر اس سرپرائز پر واہ واہ کرتے داد دینے کی۔

''میری شرمین کا بیٹا...... میرا نواسہ۔'' وہ خوش گوار حیرت سے کہتے لڑکھڑاتے ہوئے اٹھے اور بابر کے بالمقابل جا کھڑے ہوئے۔ ان کی آنکھیں خوشی سے جھلملانے لگیں۔ اس کے نین نقش میں وہ شرمین کو کھوجنے لگے۔

''دادا جان!'' وہ فرط جذبات سے کہتا ان سے لپٹ گیا۔ اس منظر کو دیکھ کر گھر کے باقی افراد کی آنکھوں میں بھی آنسو جھلملا گئے جمشید اور حسن نے بھی آگے بڑھ کر بابر کو گلے لگالیا۔ شاہ بیگم خوشی سے کانپتی اس ملاپ کو دیکھ رہی تھیں۔ شگفتہ اور ناہید اپنی ماں جیسی ساس کے جذبات کو بخوبی سمجھتے ہوئے ان کا سہارا بن کر ان کے پاس آ کھڑی ہوئیں۔ رحیم شاہ کمزوری کے باعث ذرا لڑکھڑائے تو بابر انہیں بے ساختہ دادا جان کہہ کر بستر پر لٹانے لگا۔

''برخوردار کیا تمہیں اتنا بھی نہیں معلوم کہ ماں کے بابا جان کو نانا جان کہا جاتا ہے۔'' رحیم شاہ ہنس کر بستر پر بیٹھتے ہوئے بولے تو ماموں اور ممانیوں کے قہقہے بھی گونج اٹھے۔ شرمین کو گھر لوٹنے کی اطلاع دے دی گئی تھی۔ شاہ بیگم اب ان سب کو شرمین اور بابر تک پہنچنے کی داستان سنا رہی تھیں۔

ارسلان شاہ کے جھوٹ کی داستان بھی خاندان بھر میں کھل کر ہر ایک فرد کے زبان پر عام ہوچکی تھی۔ وہی لوگ جو پہلے شاہ ولا کی بیٹی پر تھو تھو کررہے تھے' وہی اب ارسلان شاہ کو ملامتی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

◉......☾......◉

چلو آؤ

تمہاری یاد کی کرنیں
کچھ ایسے جگمگائی ہیں......
میری آنکھوں میں آنسو ہیں
میرے لب پر دعائیں ہیں
تمہارے بن میری گڑیا
سناٹا ہے خموشی ہے
فقط یادوں کی بارش ہے
یہ تاروں کی سازش ہے
یوں جینا کتنا مشکل ہے
یوں ہنسنا کتنا مشکل ہے
کوئی دل سے میرے پوچھے......!
سُونے ہیں گلی کوچے
تیری آہٹ سنوں جو میں
کھل کے پھول بن جاؤں
اور سجدے میں گر جاؤں

وقاص عمر بنگڑنو...... حافظ آباد

چاندرات سے دو دن قبل شرمین اور روحیل کی شاہ ولا میں واپسی ہوئی تھی اور شاہ ولا خوشیوں اور محبتوں کے نور میں نہا اٹھا۔ چونکہ یہ نند سے بھاوجوں کی پہلی ملاقات تھی تو نند نندوئی کے استقبال کے لیے دونوں بھاوجوں نے خوب اہتمام کیا تھا۔ بھائیوں نے بہن کا پرتپاک استقبال کیا تھا' بڑا ہی رقت آمیز منظر تھا جب شرمین رحیم شاہ کے سینے سے لگی سسکتی ہوئی بابا جان کی گردان کیے جا رہی تھیں۔ ان کی ہر پکار میں کتنی تڑپ تھی' گھر کا ہر فرد محسوس کر رہا تھا۔ شاہ بیگم نے آگے بڑھ کر روحیل آفندی کا ماتھا چومتے ہوئے ہزاروں دعائیں دے ڈالیں۔ وہ ان کی ہیرے جیسی بیٹی کا صحیح معنوں میں قدردان تھا۔ شاہ ولا کی اصلی رونق لوٹ آئی تھی۔ شرمین کے آنے کی خبر ارسلان شاہ کو بھی مل چکی تھی...... وہ دوسرے ہی دن اس سے معافی مانگنے چلا آیا۔

''میں اس بات پر حیران ضرور تھی ارسلان شاہ کہ تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا' پر تمہیں قصوروار بھی نہ سمجھا' تم تو دراصل مجھے روحیل جیسے فرشتہ صفت انسان سے ملانے کا ذریعہ بنے تھے جانتے ہو ارسلان شاہ اس شخص کے ساتھ رہ کر میں رب کریم کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے' پر تمہیں اگر سکون ملتا ہے میرے کہنے سے تو میں کہے دیتی ہوں کہ میں نے تمہیں معاف کیا۔ بابا جان آپ بھی ارسلان کو معاف کردیں۔'' جس محبت سے اللہ نے مشکلوں سے نکال کر اسے مہربان ہاتھوں تک پہنچایا اور آج پھر برسوں بعد اپنوں سے واپس ملوایا۔ انہیں اب زندگی سے کوئی شکوہ باقی نہ رہا۔ رحیم شاہ نے شرمین کی سفارش پر ارسلان شاہ کو معاف کرتے ہوئے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔ ویسے بھی وہ شخص اپنے کیے کی سزا بھگت رہا تھا۔

◉......☾......◉

چاندرات کی رونقیں ہر سو پھیلی ہوئی تھیں۔ خوشیاں ہی خوشیاں چہار سو بکھری ہوئی تھیں۔ وہ سب شہر کے معروف مال میں چوڑیاں پہننے اور مہندی لگانے آئی ہوئی تھیں۔

''تو آپ چوڑیاں پہننے کا بھی شوق رکھتی ہیں۔'' وہ سرخ و سیاہ ریشمی چوڑیوں ہاتھوں میں پہن رہی تھی تبھی عقب سے آتی آواز پر پلٹی۔ وہ اس کے بالکل سامنے کھڑا تھا۔

''تو کیا آپ کے مغرب میں یہ شوق مرد حضرات رکھتے ہیں۔'' وہ ایک ابرو چڑھائے تیکھے لہجے میں بولی۔

''ہاہاہا......'' اس کے جواب پر وہ دل کھول کر ہنسا تھا۔ اس پل وہ اسے مبہوت سا دیکھے گئی۔ سرمئی شلوار قمیص میں وہ کتنا وجیہہ لگ رہا تھا۔ اس کے ہنسنے سے اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں اور بال ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہیں آپ؟'' وہ اسے یوں دیکھتا پا کر شرارت سے پوچھنے لگا۔

''کچھ نہیں!''

''کیا ضرورت تھی اسے یوں دیکھنے کی' اب جانے کن کن خوش فہمیوں میں مبتلا ہو جائے گا یہ شخص۔'' اپنے دل کو گھرکتے ہوئے وہ اس دکان سے آگے بڑھ گئی' ان سرخ و سیاہ چوڑیوں کو چھوڑ کر' وہ سمجھ گیا تھا کہ چوری پکڑے جانے پر وہ اب اس سے بھاگ رہی ہے' سو دکان دار سے چوڑیاں پیک کروا کر اس کی ادائیگی کر کے وہ اس کے پیچھے ہولیا۔

''آپ کی چوڑیاں......'' خوب صورت پلاسٹک کے کیس میں بند چوڑیاں اس کے آگے کرتے ہوئے اس نے یاد دلایا۔

''اوہ! آپ نے خرید لیں۔'' وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

''جی...... آپ کو اچھی لگی تھی ناں تبھی۔'' وہ ہاتھ کی انگلیاں بالوں میں پھیرتا ہوا اسے گہری نظروں سے دیکھتا بولا۔

''اف توبہ کتنا بولتی ہیں اس شخص کی آنکھیں۔'' اس نے بامشکل اپنی نظروں کو اس کی آنکھوں میں دیکھنے سے روکا اور اس کے ہاتھوں سے چوڑیاں لے لیں۔

''ویسے اگر میں آپ کو اچھا لگا ہوں تو کہہ دیں۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ آپ کو مل جاؤں۔'' وہ شرارت سے

کہتا سید ھا دل میں اتر رہا تھا۔

''جی......! کیا کہا آپ نے؟'' اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا' اس پر جو اس کی سماعتوں نے سنا تھا۔

''اونہوں! جواب مل چکا' اب دوبارہ نہیں کہوں گا۔'' دونوں ہاتھ پیچھے باندھے وہ اب اس کے قدم سے قدم ملا کر چل رہا تھا۔

''جواب کیسے آپ کو ملا...... میں نے تو کچھ کہا ہی نہیں۔'' وہ صاف انکاری ہوئی۔

''آپ نے نہیں کہا......'' بابر کے قدم رکے تھے۔

''پھر......!'' حدیقہ کے بھی رک گئے۔

''آپ کی آنکھوں نے دیا ہے جواب۔'' وہ اس کی طرف مڑ کر اس کے تیکھے نقوش والے معصوم سے چہرے کو اپنی نظروں کے حصار میں لیتے ہوئے کہنے لگا۔ حدیقہ کی نظریں بے اختیار جھک گئیں۔

''آپ کو خبر ہی نہیں کہ آپ کی نظریں آپ کے دل کا حال بیان کرنے میں ماہر ہیں۔'' وہ ذرا سا جھک کر مسکراہٹ دباتے ہوئے شرارت سے بولا تھا۔ حدیقہ کے چہرے پہ شرگیں مسکراہٹ پھیل گئی۔

''آپ کے کمرے میں ایک گفٹ موجود ہے' میں نے آپ کے لیے اپنی پسند سے ایک لباس لیا تھا' خواہش ہے کہ کل نماز عید کے بعد آپ کو اس لباس میں دیکھوں۔'' وہ کہتے ہوئے چند قدم الٹے چلا تھا۔ وہ اسے دیکھنے لگی' اب جب آنکھیں دل کا حال بیان کر چکیں تو اب دل میں چھپے اقرار کو چھپانے کا کیا فائدہ۔ اس کے لبوں پہ گہری مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ اب پلٹ کر اپنی ماما کے پاس پہنچ کر ان کے کانوں میں کھسر پھسر کر رہا تھا۔ حدیقہ ہنستی ہوئی نازیہ کے پاس آ گئی۔ آج پہلی بار اسے بازار کی رونق اچھی لگ رہی تھی۔ یوں چوڑیاں پہننا اچھا لگ رہا تھا' مہندی لگوانا اچھا لگ رہا تھا' اور سب سے بڑھ کر یہ چاند رات بہت حسین لگ رہی تھی۔

◉......☾......◉

عید کی نماز ادا کر کے وہ لوگ گھر پہنچے ہی تھے کہ نازیہ ان سب سے عیدی مانگنے کھڑی ہو گئی۔

''ارے بابا' سانس تو لینے دو سب کو...... دروازے پر ہی عیدی عیدی کا شور مچا دیا تم نے۔'' ناہید نے پیار سے ڈانٹا۔

''چچی جان اس کو چین نہیں ملے گا جب تک یہ ہماری جیب نہ ہلکی کروالیں۔'' جنید نے ہنستے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ شگفتہ اور شرمین نے شیر خورمہ' شامی کباب اور خستہ خستہ پراٹھوں سے میز سجادی تھی۔ ٹھیک اسی وقت حدیقہ خوب صورت گلابی رنگ کی لانگ ٹیل فراک پہنے سیڑھیوں سے نیچے اتری تھی۔ جہاں بابر کی آنکھیں حدیقہ کو دیکھ کر جگمگا اٹھیں' وہیں نازیہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ وہ اس ڈریس کو اچھی طرح پہچان چکی تھی۔ حدیقہ بابر کو نظر انداز کرتی خواتین کے ساتھ میز پر برتن رکھنے لگی۔

''آپ لوگوں نے مجھے اتنے عرصے تک ان محبتوں سے دور رکھا اب اس کا ازالہ بھی کرنا ہوگا۔'' ناشتے کے بعد خوشیوں سے بھرپور محفل جمی تھی' تبھی شرمین کے یوں کہنے پر سب چونک گئے۔

''کیسا ازالہ شرمین؟'' شاہ بیگم کا یہ سوال وہاں سب کی آنکھوں سے بھی جھلک رہا تھا۔

شرمین نے اپنی انگلی سے ایک انتہائی خوب صورت انگوٹھی اتاری اور دھیرے سے چلتے ہوئے حدیقہ کی طرف

چکن

ایک چوزہ اپنی ماں سے پوچھ رہا تھا ماں جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اس کا نام رکھا جاتا ہے' ہم لوگ ایسے کیوں نہیں کرتے۔

چوزے کی ماں بولی۔ ''بیٹا اپنی برادری میں نام مرنے کے بعد رکھے جاتے ہیں جیسا کہ چکن تکہ' چکن چلی' چکن ملائی بوٹی' چکن کڑاہی' چکن کھڑا مصالحہ' چکن ہرا مصالحہ' چکن وائٹ کڑاہی' چکن سیخ بوٹی' چکن تندوری مصالحہ وغیرہ وغیرہ......!''

ثمائلہ رفیق...... سمندری

بڑھیں اور اس کا ہاتھ تھام کر بولیں۔

"یہ کوہ نور میرے حوالے کرنا ہوگا۔" ان کی اس بات پر وہ سب خوش گوار حیرت میں مبتلا ہوگئے۔ ناہید ان کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے مسکراتے ہوئے بولیں۔

"ٹھیک ہے پھر میری بچی آج سے تمہاری اور تمہارا بیٹا آج سے میرا۔" ناہید نے اپنائیت کے ساتھ انہیں گلے لگا لیا۔ حدیقہ کی نگاہیں مارے شرم کے اٹھ ہی نہیں پا رہی تھیں۔ وہ جھکی نظروں کے باوجود بابر کی نگاہیں خود پہ محسوس کررہی تھی۔

"اچھا تو یہ پیاز سے حملہ کرنا اسی سلسلے کی کڑی تھی۔" ہمایوں نے شوخی سے کہا۔

"اور یہ پنک سوٹ بھی......" نازیہ بھی میدان میں اتری۔

"ان سب کو چھوڑو...... یار تو نے مجھے بھی نہیں بتایا۔" جنید نے ایک دھپ لگائی اور محفل کشت زعفران بن گئی۔

آج بڑے عرصے بعد شاہ بیگم اور رحیم شاہ پھولوں سے مہکتے باغیچے میں چہل قدمی کررہے تھے۔ عید کا خوشیوں سے بھرپور دن اب اختتام پذیر تھا۔

"شاہ بیگم آپ نے میرے گھر کو صحیح معنوں میں خوشیوں کا گہوارہ بنا ڈالا۔" رحیم شاہ نے تشکر آمیز نظروں سے اپنی باہمت ہم سفر کو دیکھا۔

"شاہ صاحب اسے خوشیوں کا گہوارہ بنانے کے لیے بڑے جتن کیے میں نے بڑی قربانیاں چھپی ہیں بڑے دکھ پنہاں ہیں اس گھر کے لوگوں کے دلوں میں میں نے ایک دوسرے کے لیے محبتوں وفاؤں کے بیج بوڈالے ہیں اور نئی نسل کو ایک مالا کی طرح پرو دیا ہے یہ گھر نہیں ہے شاہ صاحب یہ میرا شہر محبت ہے خوشیوں اور محبتوں سے بھرپور شہر محبت۔" شاہ بیگم جذب کے عالم میں سب کہتی چلی گئیں...... شاہ صاحب نے اپنا جھریوں سے بھرا ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھ کر اپنے ساتھ کا یقین دلایا۔ وہ دونوں اب بڑی محبت سے چاندنی روشنی میں گھرے اپنے شہر محبت کو دیکھ رہے تھے۔

ایک شہر محبت کا......!
مذکور ہے افسانہ......!
جہاں مل جل کر رہتے ہیں!
شمع اور پروانہ......!
جہاں دل مسکراتا ہے!
اور شب گنگناتی ہے......!
زندگی ہے تو بس الفت
ہوائیں یہ بتاتی ہیں
اشکوں بھرے بادل
یہاں چھا بھی جائیں تو
چمکیں بھی اور گرجیں بھی
غم برسا بھی جائیں تو......!
ذرا سی دیر کو ہی بس
غم ٹکتا یہاں پر ہے
ہنسی کا پھول کھلتا ہے
اشک گرتا جہاں پر ہے
یہاں ہر آنگن روشن ہے
ہر چہرے پہ رونق ہے
ہر شخص خوب صورت ہے
محبت ہی کی مورت ہے
ایک شہر محبت کا......!
مذکور ہے افسانہ......!!

میں چاہتا نہیں تھا اسے لاجواب کرنا
ورنہ جواب میرے پاس اس کے ہر سوال کا تھا
اس کی جیت سے ہوتی ہے خوشی مجھ کو
یہ جواز میرے پاس اپنی ہار کا تھا

"سنیں......" وہ محبت پاش نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہاں کیا ہوا؟" قدآور آئینے کے سامنے کھڑا بلیک جینز اور سی بلیو شرٹ پہنے کف لنکس کو سیٹ کرتے ہوئے اس نے آئینے سے جھانکتے اس کے دلکش عکس کو دیکھا۔ بلیک جارجٹ کی لونگ شرٹ جس پر نہایت خوب صورتی سے سفید نگینے آویزاں تھے کرل بالوں کو کیچر میں انتہائی بے ترتیبی سے یوں قید کیا تھا کہ اس کے انتہائی سادہ سے حسن کو چار چاند لگا کر اس کی زینت کو بڑھا رہے تھے۔ اپنا من پسند پرفیوم اٹھا کر اس کی طرف پلٹا اور ہوا میں پرفیوم چھڑکا تو وہ شرمگین مسکراہٹ کے ساتھ یک لخت ایک قدم پیچھے ہٹی تو دوسرے پل اس کا قہقہہ بھی اس خوش بو میں بکھر گیا۔

"آپ شاید کچھ کہنا چاہ رہی تھیں۔" اس کے سراپا پر ایک گہری نظر ڈال کر اس نے پوچھا۔

"وہ...... میں پوچھنے آئی تھی کہ......"

"کہ......؟" وہ جھجکی تو ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی ٹائی اٹھا کر گلے میں لٹکائی اور اس سے مخاطب ہوا۔

"کہ کیا آپ کی ٹائی کی ناٹ میں ہیلپ کروں؟" انگلیوں کو مروڑتے نظریں جھکائے اس کی انوکھی فرمائش پر وہ اس کی طرف بڑھا۔

"ارے جناب آپ کو حق ہے جی بھر کر دل کھول کر جتاؤ۔" اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں جکڑ کر شریر نظروں سے اسے دیکھا۔

"لیکن ایک اور ذمہ داری بھی لینی پڑے گی۔" ٹائی کے دونوں سرے اس کے ہاتھوں میں پکڑاتے ہوئے وہ بولا تو اس نے نظریں اٹھا کر اس کو دیکھا۔

"کون سی ذمہ داری......؟" ساری توجہ ٹائی کو سیٹ کرنے میں لگائے اس سے استفسار کیا۔

"وہ یہ کہ......"

"بھابی...... بھابی......" یک لخت ہی اس آواز نے اس کو بدمزہ کردیا تھا۔

"بھابی......"

"حسین کون سی ذمہ داری پلیز جلدی بول دیں۔" مسلسل آتی آواز پر اس کے حواس بحال ہوچکے تھے لیکن وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔

"بھابی جاگو ناں...... کون سے گھوڑے گدھے بیچ کر سو رہی ہو۔" وہ اسی طرح آنکھیں میچے اپنے آپ کو مکمل حواس میں آنے سے روک رہی تھی کہ زرفین نے اس کو جھنجوڑا۔

"زرفین آج تمہارا خون پی جاؤں گی۔" وہ جھلا کر اٹھی اور بیڈ پر اپنے ساتھ بیٹھی زرفین کو خونخوار نظروں سے دیکھ کر بولی۔ کھلی آنکھوں کے باوجود اس کا تجسس برقرار تھا۔

"کیوں کیا ہوا؟" زرفین متعجب نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں حسین کو دیکھ رہی تھی۔" سائیڈ پر رکھے بیڈ کشن کو گود میں رکھتے ہوئے وہ منہ بسور کر بولی۔

"واٹ......؟" زرفین حیرت سے چیخی۔

"خواب میں......؟" زرفین آنکھیں پھیلائے اس سے پوچھنے لگی۔

"ہاں اب کوئی خواب میں آجائے تو اس کو نکالا تو نہیں جاسکتا ناں کہ جاؤ بھئی ابھی ابھی تو یہاں سے گئے ہو اب خواب سے بھی جاؤ۔" فاطمہ مزید گویا ہوئی تو زرفین کا قہقہہ بلند ہوا۔

"حسین مجھے کچھ کہنے لگے تھے لیکن تم نے تو جیسے قسم کھا رکھی ہے جیسے ہی میں گہری نیند میں جاؤں تم وہاں آکر مجھے جگادو۔" فاطمہ ابھی تک بدمزہ ہوئی بیٹھی تھی جبکہ زرفین دل کھول کر ہنس رہی تھی۔

"قسم لے لو پیاری بھابی جان! مجھے آپ کی پرائیوسی میں دخل دینے کا کبھی بھی کوئی شوق نہیں! مجھے اگر ایک فیصد بھی پتا ہوتا ناں کہ بھائی خواب میں آپ سے کوئی خاص گفتگو فرما رہے ہیں تو میں کبھی بھی آپ کو یوں چیخ چیخ کر جگانے کی جسارت نہ کرتی۔" زرفین اس کی طرف دیکھتی ہوئی شرارت سے بولی تو فاطمہ نے نہایت ناگواری سے اسے دیکھا۔

"سوری ناں......" وہ اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھ کر باقاعدہ کان پکڑے معافی مانگنے لگی۔

"اچھا رہنے دو اب۔" فاطمہ منہ بسورتے ہوئے بولی۔

"تو پیاری بھابی جان!"

"یار یہ تم مجھے بھابی کہنا بند کرو۔" فاطمہ نے بیڈ پر سے اٹھتے ہوئے اچھے خاصے جھنجلائے ہوئے لہجے میں اس کو منع کیا۔

"لیکن کیوں بھابی جان!" زرفین ابھی تک شرارت کے موڈ میں تھی۔ "اوکے اوکے اب نہیں کہتی بھابی جان!" فاطمہ نے جاتے جاتے پلٹ کر دیکھا تو زرفین اس کے خطرناک تیوروں سے گھبرا کر بولی۔

"ویسے بھائی جان کیا کہہ رہے تھے؟" زرفین کی آنکھوں میں ناچتی شرارت کو اس نے حیرت

سے دیکھا۔

"کچھ نہیں۔" فاطمہ ابھی تک اسی بے دلی کی کیفیت میں تھی۔

"زرفین سنو۔" روم فریج سے پانی کی بوتل نکال کر زرفین سے مخاطب ہوئی تو ڈائجسٹ کے صفحے پلٹتے ہوئے زرفین نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیا حسین شروع سے ہی ایسے ہیں؟" پانی کی بوتل کا ڈھکن کھول کر پانی پیتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"ایسے مطلب......؟" زرفین نے حیرت سے پوچھا۔

"بورنگ اور لیزی۔" وہ زیر لب بڑبڑائی۔

"کیا کہا؟" زرفین تک اس کی آواز پہنچی تھی۔

"جیسے ہیں ویسے اور کیسے بھلا......" وہ بے زاری سے بولی۔

"ہاں بھائی سنجیدہ اور سوبر ہیں۔"

"جسے تم سنجیدہ اور سوبر کہہ رہی ہو ناں سمپل انگلش میں اسے بورنگ اور لیزی کہتے ہیں۔"

"ہاہا...... سمپل انگلش۔" زرفین کوشش کے باوجود اپنا قہقہہ نہ روک سکی۔

"بھائی تک آپ کے یہ خیالات پہنچ گئے تو ان کی سنجیدگی دوگنا اور بڑھ جائے گی۔ اس لیے پیاری بھابی جان جذبات پر قابو رکھو اور اپنی اس پیاری سی نند کے ساتھ شاپنگ کا پروگرام فائنل کرو۔" زرفین اس کی ناگواری کے مصنوعی پن سے اچھی طرح واقف تھی اس لیے اس کے کڑے تیوروں کو اہمیت دیے بنا شاپنگ کے پروگرام کا پوچھا۔

"پروگرام تو فائنل ہے لیکن میں نے ابھی تک حسین سے پوچھا ہی نہیں۔" فریج کے اندر جھانکتے ہوئے فاطمہ آہستگی سے بولی تو زرفین نے سر پیٹ لیا۔

"پروگرام تو فائنل ہے جب بھائی سے پوچھا ہی نہیں تو......؟" زرفین دانت پیستے ہوئے بولی۔

"تو اب میں کیا کروں تمہارے سنجیدہ اور سوبر بھائی کوئی کمفرٹ لیول دیں بھی نہ تو میں کیا خاک خود سے پروگرام فائنل کرتی۔" فاطمہ ہاتھ مروڑتے ہوئے منمنائی۔

"فاطمہ تم بھی ناں حد درجہ کی بے وقوف ہو۔" زرفین نے دہائی دی۔

"ہائے اللہ! ذرا ادب سے بھابی ہوں تمہاری۔" فاطمہ منہ بسورتے ہوئے تیکھے انداز میں بولی۔

"بھابی ہو تو کیا ہوا ہو تو بے وقوف ناں۔" زرفین مسکراہٹ دباتے ہوئے اس کو چھیڑنے لگی۔

"ویسے اگر آپ فلیش بیک میں جاؤ ناں تو ابھی کوئی پندرہ بیس منٹس پہلے آپ نے منع کیا ہے کہ آپ بھابی نہیں ہو۔" زرفین نے اس کی تاثرات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے یاددہانی کرائی۔

"میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ نہیں ہوں میں نے کہا تھا بھابی کہو نہ۔" فاطمہ نے اپنی اسٹیٹمنٹ کی وضاحت دی تو زرفین ہنسنے لگی۔

"ماننا پڑے گا ایک اناڑی اور ایک محبت کا بیوپاری رب نے بنادی جوڑی۔ جانے کیسے تم دونوں کی نیا پار لگے گی۔" زرفین نے اس کے الجھن آمیز تاثرات کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"پلیز زرفین! میں پہلے ہی ٹینشن میں ہوں، حسین اب صرف مجھے خواب میں ہی اچھے لگتے ہیں۔" فاطمہ بے بسی سے اس کی طرف دیکھ کر بولی تو اس کے آخری لفظوں پر زرفین کا بے ساختہ قہقہہ اس کو شرمندہ کر گیا۔

"ٹینشن نہ لو مائی ڈیئر سویٹ بھابی جان! بلکہ خوش ہو کہ بھائی کہیں تو اچھے لگتے ہیں ناں۔" زرفین کی چھیڑ چھاڑ جاری تھی وہ اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر شوخ لہجے میں بولی تو فاطمہ نے سر گھما کر اسے گھورا۔

"ان شاء اللہ جلدی ہی بھائی آپ کو جاگتی آنکھوں سے بھی اچھے لگیں گے آمین۔"

"ثم آمین۔" فاطمہ بولی تو زرفین اس کی معصومیت پر مسکرانے لگی۔

''ویسے شوہر کو اتنا بھی شرافت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے کہ نٹ کھٹ سی بیگم خوامخواہ اپنے ادنیٰ سے احساسِ شرافت سے ہی محروم ہو جائے اور اپنے آپ کو مجرم سمجھنے لگے۔'' فاطمہ منہ بسور کر بولی۔

''یار حد ہوتی ہے ناں' کبھی جو اس بندے نے کوئی مذاق کی بات کی ہو قسم سے میں تو حنین کے سامنے ہر وقت شرمندہ سی رہتی ہوں۔'' زرفین نے فاطمہ کی دوسری بات پر ضبط کا دامن چھوڑ کر زوردار سا قہقہہ لگایا کہ آنکھوں سے پانی بہنے لگا اور پیٹ میں بل پڑ گئے۔

''اتنی شرافت بھی بالائے جان ہی ہوتی ہے۔'' فاطمہ اس کو گھور کر رہ گئی جبکہ زرفین مسلسل اس بات سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ یہ تو فاطمہ کا معمول تھا ساری شکایتوں کی پٹاری زرفین کے سامنے کھولتی اور پھر زرفین کے مفت مشوروں سے مستفید ہوتی۔

❀.......❀.......❀

فاطمہ نہایت شوخ وشنگ قسم کی لڑکی تھی' زرفین اور فاطمہ ہم عمر تھیں اور دونوں کی خوب دوستی تھی۔ دوستی نبھانے کی ساری کوالٹیز دونوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں اور انہی اچھی عادات کے باعث فاطمہ' زرفین کی فیملی کا حصہ بھی بن گئی۔ دونوں نے اسکول و کالج کے زمانے ایک ساتھ گزارے' ایک ہی محلے میں رہنے کی وجہ سے دونوں گھرانوں میں آنا جانا بھی باقاعدگی سے ہوتا تھا۔ الہڑ سی فاطمہ فوراً اپنی باتوں سے سامنے والے کو اسیر کر لیتی تھی۔ حنین' زرفین کا بھائی جو بقول فاطمہ کہ اتنا سڑیل انسان میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ حنین' زرفین کے مقابلے میں سنجیدگی کا لبادہ اوڑھے رکھتا اور اپنی الگ نیچر کے باوجود زرفین سے اس کی دوستی تھی لیکن فاطمہ سے چاہنے کے باوجود اس کے ساتھ فرینکنس نہ بڑھا سکا۔ ہاں دل میں اس کے لیے ایک خاص جگہ بن گئی اور وقتاً فوقتاً اس کی اپنی طرف اٹھتی نگاہوں سے فاطمہ زیادہ عرصہ تک انجان نہ رہ سکی اور پھر گاہے بگاہے فاطمہ' حنین کی نظروں کی چوری پکڑنے لگی سنجیدہ سے حنین نے کبھی موقع نہ دیا کہ براہ راست اس سے پوچھ سکے اور من ہی من میں اس کو برا بھلا کہتی رہتی۔

موسم انتہائی خوش گوار تھا' فاطمہ اور زرفین آنگن میں لگے جھولے پر بیٹھی خوش گپیوں میں مشغول تھیں۔ حنین گارڈن کے کونے میں رکھی چیئرز پر لیپ ٹاپ رکھے اور ساتھ کچھ فائلز کا ڈھیر لگائے بیٹھا اپنے کام کے ساتھ ساتھ ان کی کھلکھلاہٹ سے لطف اندوز ہو رہا تھا اور ان کی طرف اٹھتی اس کی نظریں فاطمہ کی زیرک نگاہ سے بچ نہ سکی۔

''سن زرفین......'' یک دم جھولے کو روک کر فاطمہ نے رازدارانہ انداز میں زرفین کی طرف دیکھا اور مخاطب ہوئی۔

''ہاں کیا ہوا؟'' زرفین نے متعجب نظروں سے فاطمہ کو دیکھا۔

''مجھے کچھ شک ہو رہا ہے۔'' وہ باقاعدہ جاسوسی انداز میں انتہائی دھیمی آواز میں بولی۔

''شک...... کس پر؟'' زرفین پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

''حنین صاحب پر۔''

''کیا...... حنین صاحب کون ہیں؟'' زرفین حیرت سے چیخی۔

''شش...... آہستہ بولو۔'' فاطمہ نے اس کی طرف دیکھ کر اس کو خاموش کیا۔

''کس طرح کا شک ہے؟'' زرفین نے اچنتی نظروں سے فاطمہ کو دیکھ کر دوبارہ پوچھا۔

''مجھے شک ہے یہ کہیں دل ول ہار بیٹھے ہیں۔'' فاطمہ مکمل رازداری سے اس سے مخاطب تھی۔

''ہیں...... کیا؟'' زرفین نے یک لخت لیپ ٹاپ کے کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے مصروف سے حنین کو دیکھا۔

''اُف او...... ڈفر لڑکی! ادھر نہ دیکھو ناں ان کو پتا چل جائے گا' ہم ان کے بارے میں باتیں کر رہے

ہیں۔'' فاطمہ نے زرفین کو ڈپٹتے ہوئے کہا۔

''تمہیں یہ بیٹھے بٹھائے بھائی پر اس طرح کے شک کیونکر ہونے لگے؟'' زرفین مشکوک نظروں سے اس کو گھورتے ہوئے اس سے استفسار کیا۔

''جس طرح وہ اچانک مسکرانے لگتے ہیں' کام کرتے کرتے کھو جاتے ہیں اس سے اندازہ ہوا مجھے اور جس طرح مجھے گھورتے ہیں......'' آخری جملے کی بڑبڑاہٹ زرفین تک نہ پہنچ پائی تھی۔

''ہاہاہا...... خیر تو ہے بڑا تفصیلی جائزہ لیا جا رہا ہے۔'' زرفین نے مدھم شریر مسکراہٹ کو ہونٹوں پر سجاتے ہوئے اس سے پوچھا۔

''خیر ہے ویٹ میں بھی آئی۔'' باتیں کرتے کرتے یک دم وہ جھولے سے چھلانگ لگا کر اتری اور حنین کی طرف بڑھ گئی۔

''اُف اس مست ملنگ کا کیا ہوگا۔'' زرفین نے اس کی جلدی بازی پر حیرانی سے گہرا سانس لیا اور جھولے کو مزید بلند کرنے میں مصروف ہوگئی۔

❀.......❀.......❀

کیا کر رہے ہیں آپ؟'' اس کو اپنی طرف آتا دیکھ کر حنین کی حرکت کرتی انگلیاں رک چکی تھیں لیکن ہاتھ ابھی تک کی بورڈ پر جمے تھے۔

''کچھ خاص نہیں' بس وہی روٹین کا کام۔'' وہ اپنے مخصوص لیے دیے انداز میں بولا تو ہمیشہ کی طرح اب بھی فاطمہ اس کے روکھے پھیکے ایکسپریشن پر بھونچکا کر رہ گئی۔

''یہ روٹین کا کام کہیں لڑکیوں سے چیٹنگ کا تو نہیں۔'' حنین کے لیپ ٹاپ اسکرین کو گرائی تو اس کی شرارت کی رگ پھڑکی۔

''واٹ...... تمہارا دماغ سیٹ ہے؟'' حنین یہ الزام برداشت نہ کر سکا یک لخت ہی تیز لہجے میں بولا۔

''چوری پکڑے جانے پر چور ہمیشہ ایسے ہی ری ایکٹ کرتا ہے۔'' ٹیبل پر رکھے چپس کے پیکٹ کو اٹھاتے ہوئے انتہائی بے پروائی سے اس کو مزید زچ کرنے لگی۔

''دیکھو میں اس طرح کی چیپ حرکتیں نہیں کرتا۔'' اس کے ہاتھ سے چپس کا پیکٹ چھینتے ہوئے چڑ کر بولا۔

''اچھا تو پھر مجھے دیکھ کر لپ ٹاپ کیوں آف کر دیا۔''

''آف نہیں کیا ہے' اسکرین ڈاؤن کی ہے۔'' وہ وضاحت دینے لگا تو فاطمہ کھل کر مسکرائی۔

''واٹ ایور......'' بے نیازی عروج پر تھی وہ اس کو اسی طرح متعجب چھوڑ کر واپس زرفین کی طرف بڑھنے لگی۔

''رکو......'' اس کی آواز پر اس کے بڑھتے قدم یک لخت رک گئے۔ وہیں سے پلٹ کر دیکھا تو چہرے پر کھلتی شوخ مسکراہٹ دیکھ کر حنین بے اختیار نظریں چرا گیا۔

''یہ پڑھو......'' وہ لیپ ٹاپ کی اسکرین کی طرف اشارہ کر کے بولا تو فاطمہ متجسس نظروں سے اسے گھورتی دوبارہ اس کی طرف بڑھی اور دوسرے پل نظریں لیپ ٹاپ کی اسکرین پر جما دیں۔

''جب مرد کہتا ہے کہ وہ عورت کے لیے چاند تارے توڑ کر لا سکتا ہے تو عورت جانتی ہے کہ یہ دعویٰ ممکنات میں شامل نہیں پھر بھی وہ اس پر یقین کرتی ہے لیکن درحقیقت وہ ان لفظوں پر نہیں ان کے پیچھے چھپے جذبات پر ایمان لاتی ہے۔ چاند تارے اس پیار کا نام ہے اس عزت کا نام ہے جو عورت چاہتی ہے اور مرد کو دینا چاہیے۔'' فاطمہ کی متحیر نظریں یہ پڑھنے میں دائیں بائیں حرکت میں تھیں اور حنین کی متجسم نظریں اس کے سراپا میں الجھی تھیں۔

''واہ بھئی واہ...... کمال ہے' یہ آپ نے لکھا ہے؟'' بے اختیار تعریفی کلمات ادا کرتے اس سے استفسار کیا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے؟'' جواب دینے کی بجائے اسی سے پوچھا۔

''میں نے تو نہیں سوچا کہ مجھے کیا لگتا ہے۔'' اس

سے زیادہ فاطمہ اس بات پر حیران ہو رہی تھی کہ حنین اس کے ساتھ بھی کچھ شیئر کرسکتا ہے اور حنین کے لیے بھی اس لمحے اپنا آپ انتہائی حیران کن تھا۔ دونوں کی سوچیں اسی ایک نقطے کے گرد گھوم رہی تھیں کہ حنین نے کیسے فاطمہ سے اپنا کچھ لکھا ہوا شیئر کرلیا۔

''اچھا سوچ لو کیا لگتا ہے پھر بتا دینا۔'' حنین اسکرین کو ڈاؤن کرتے ہوئے پھر سے اسی سنجیدگی سے بولا تو وہ جو انہماک سے نظریں جمائے ایک ایک لفظ پر غور کر رہی تھی یک دم چونکی۔

''شاید آپ نے ہی لکھا ہوگا لیکن......'' وہ پُرسوچ انداز میں گویا ہوئی۔

''لیکن......؟'' حنین نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

''آپ کو دیکھ کر لگتا نہیں کہ آپ بادام کثرت سے کھاتے ہوں گے۔'' مسکراہٹ دباتے ہوئے فاطمہ نے اس کی ذہانت پر طنز کیا۔

''سروق دیکھ کر کتاب کے بارے میں رائے قائم نہیں کرنا چاہیے۔'' اس کے استہزائیہ انداز پر حنین نے سنجیدگی سے کہا اور دوبارہ مصروف ہوگیا تو چند پل اس کی طرف دیکھتے رہنے کے بعد فاطمہ پھر واپس پلٹی۔

''سنو......'' حنین نے پھر پکارا۔

''پہلے رکو اب سنو...... یا اللہ یہ ماجرا کیا ہے؟'' وہیں کھڑے کھڑے پلٹ کر دیکھا اور پُرسوچ انداز نے حنین کو ٹپٹا دیا۔

''اب بولیں گے تو آپ کے ''سنو'' پر عمل ہو سکے گا۔'' چند پل وہ کچھ نہ بولا تو بالآخر فاطمہ خود ہی بولی۔

''تمہیں چاند تارے چاہئیں؟'' سر کھجاتے ہوئے وہ اس کی طرف دیکھ کر اس سے استفسار کرنے لگا۔

''چاہیے تو لیکن اصلی والے......'' قہقہہ پر بمشکل ضبط کے بند باندھ کر وہ بولی اور اس سے پہلے کہ حنین مزید کوئی اظہار کرتا وہ وہاں سے بھاگ گئی لیکن بھاگنے سے پہلے حنین کی آنکھوں سے جھانکتی محبتوں کی شمعوں کو اپنے گرد رقص کرتے محسوس کرلیا۔

''دیکھا دیکھا...... میں نہ کہتی تھی' میں سچ کہتی تھی...... اُف کاش میں شرط لگا لیتی اور ابھی جیت جاتی۔'' ہانپتے ہوئے وہ جھولا جھولتی زرفین کے پاس پہنچی تو یک لخت زرفین نے دونوں پاؤں کو گھاس پر رگڑتے ہوئے بمشکل سے جھولے کو روکا۔

''اللہ خیر کرے کیا ہوگیا ہے؟'' زرفین نے اس کے پرجوش انداز کو متجسس نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''حنین...... حنین نے......'' وہ بمشکل اپنی سانسوں کو نارمل کرتے بولنے لگی تو حنین کے نام پر زرفین نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''کیا ہوا؟'' زرفین اس کی حالت پر مشکوک نظروں سے اسے دیکھ کر پھر سے پوچھا۔

''حنین نے مجھے پرپوز کیا ہے۔''

''وہاٹ......''

''وہاٹ کیا...... سچ کہہ رہی ہوں' خبردار جو مجھ پر شک کیا تو......'' زرفین کی بے یقینی پر وہ منہ بسورتے ہوئے اس کو ڈانٹنے لگی تو زرفین ہنس دی۔

''اچھا شک نہیں کرتی تو تم نے کیا جواب دیا۔'' زرفین نے مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھا۔

''کچھ بھی نہیں بس بھاگ آئی۔'' وہ صاف گوئی سے بولی۔

''اچھا تو یعنی آگے کا معاملہ مجھے ہینڈل کرنا ہے۔'' زرفین ہنستے ہوئے اس سے پوچھنے لگی۔

''ہیں...... کون سا معاملہ...... خیر تم جانو یا حنین' میں جا رہی ہوں۔ دیکھو کتنی دیر ہوگئی ہے' مما ڈانٹیں گی۔'' یک لخت ہی وہ سائیڈ پر رکھی سینڈلز کو پہنتے ہوئے متفکر انداز میں بولی۔

''ہاں ہاں جاؤ اب ڈولی میں آنا۔''

''شٹ اپ......'' زرفین کی شرارت پر اس نے گھورا اور اپنے گھر کی طرف چلی آئی۔

❁......❁......❁

''دیکھو تم دل چھوٹا نہ کرو' میں تمہیں گائیڈ کروں گی تو دیکھنا ان شاء اللہ جلدی بھائی باتیں کرنا شروع کردیں گے۔'' پھر بہت جلدی سارے معاملات سیٹ ہوجائیں گے اور حنین اور فاطمہ کی شادی ہوگئی اور کوئی مہینے بھر میں ہی فاطمہ کو اندازہ ہوگیا کہ حنین بہت کم گو ہے جبکہ فاطمہ اپنے حلقہ احباب' فیملیز میں مینا کے نام سے مشہور تھی۔ حنین' فاطمہ کی باتوں پر مسکراتا' انجوائے کرتا تھا لیکن کبھی اس کی کسی ایکٹیویٹی میں حصہ نہ لیتا تھا۔ کھینچ تان کے کبھی وہ اس کو انوالو کرتی تو فاطمہ کی توجہ کسی اور طرف ہوتے ہی وہ ریزو ہوجاتا اور ایسے میں فاطمہ کی شوخی کو بھی بریک لگ جاتے تھے اور پھر زرفین کے سامنے عدالت لگ جاتی تھی۔ فاطمہ چیخ چیخ کر حنین کی شکایتیں بیان کرتی اور حنین فقط مسکرا کر صاف دامن بچا لیتا تھا۔

''تمہاری ہی گائیڈنس کا نتیجہ ہے یہ۔'' زرفین کی آفر پر فاطمہ چڑ کر بولی۔

''لو یا اچھی کہی' متاثر تم ہوئیں بھائی سے اور اب خود ہی اپنی پسند کو کوس رہی ہو۔'' زرفین ہنسی۔

''مت ماری گئی تھی میری جو اُن کی چاند تاروں کی باتوں میں آ گئی۔ مجھے کیا پتا تھا یہ سنجیدگی کا بھانڈا اٹھائے ہر وقت گھومتے رہیں گے۔'' فاطمہ نجانے کیوں تپی ہوئی تھی۔

''خدا کا خوف کرو فاطمہ! لوگ شریف لوگوں کے لیے ترستے ہیں اور تمہاری قسمت میں اللہ تعالیٰ نے اتنا اچھا' نفیس انسان کا ساتھ رکھا ہے تو قدر کرو ناشکری کا ڈھنڈورا پیٹنا بند کرو۔'' زرفین اس کو تنبیہ کرتے ہوئے بولی۔

''تم تو اپنے بھائی کا ہی ساتھ دو گی ناں' میں کیا لگتی ہوں تمہاری۔'' فاطمہ اس کی طرف دیکھ کر سپاٹ انداز میں بولی۔

''شٹ اپ یار! تم جانتی ہو تم میرے لیے مما اور پاپا کے لیے کتنی امپورٹنٹ ہو تو کوئی ڈرامہ نہیں چلنے والا۔'' زرفین اس کو ڈانٹتے ہوئے بولی تو فاطمہ بس اس کو دیکھتی رہ گئی۔

''اچھا ہوا کیا ہے؟'' زرفین اس کا ہاتھ پکڑے قدرے نرم لہجے میں استفسار کرنے لگی۔

''کچھ نہیں۔'' وہ منہ بسور کر بولی' اسے کیا بتاتی اب کہ کیا ہوا ہے۔

''حنین مجھے موتیے اور گلاب کے گجرے پہننے کا بہت شوق ہے' میں نے کبھی نہیں پہنے۔'' وہ نظریں جھکائے ہاتھ مروڑتے اپنی معصوم سی خواہش کا اظہار کر رہی تھی۔

''تو پہن لو ناں اس میں میری اجازت کی کیا ضرورت پیش آ رہی ہے۔'' شوز کے لیسز باندھتے ہوئے حنین نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''اجازت نہیں لے رہی' مطلب یہ ہے کہ آپ لا کر دو۔'' دوسرے پل وہ تڑاخ سے بولی تو حنین مسکرانے لگا۔

''اناڑی پیا...... بڑا ترپائے۔'' انتہائی قہر آلود نظروں سے حنین کے جھکے سر کو دیکھ کر وہ بڑبڑائی۔

''یار یہ تم ناں ٹیپکل وائف کی طرح بڑبڑایا نہ کرو' مجھے سمجھ نہیں آتی۔'' یک لخت ہی حنین اٹھا اور بے تکلفی سے بولا تو وہ ٹپٹا گئی۔

''یہی...... بالکل یہی انداز تو چاہیے' شوخ وشنگ اور بے تکلف...... کاش یہ ایسے ہو جائیں۔'' فاطمہ حنین کے انداز کے برقرار رہنے کے لیے من ہی من میں دعا مانگنے لگی۔

''لا کردیں گے ناں موتیے کے گجرے۔'' حنین نے اس کی فرمائش پر کوئی حامی نہ بھری تو اس نے ایک بار پھر ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا اور پوچھ لیا تو جاتے ہوئے حنین نے پلٹ کر دیکھا۔

''اوکے' آتے وقت لے آؤں گا۔'' مدھم مسکراہٹ کے ساتھ وہ بولا تو دلکش مسکراہٹ نے فاطمہ کے چہرے کا احاطہ کرلیا۔

اور پھر طویل انتظار کے بعد حنین نے اپنا کہا سچ کر کے دکھایا' آفس سے واپسی پر موتیے اور گلاب

کے گجرے لیتا آیا۔ فاطمہ کے ارمانوں پر پانی تب پڑا جب حنین نے گجرے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ کر اس کو مطلع کیا۔

''گجرے لے آیا ہوں۔'' فاطمہ نے حسرت بھری نظروں سے حنین کو دیکھا اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ گجروں کا پیکٹ ہاتھ میں اٹھایا تو ایک بار پھر سر گھما کر حنین کو دیکھا جو ہمیشہ کی طرح اس سے انجان بنا لیپ ٹاپ پر مصروف تھا۔

''بیڑا غراق ہو اس لیپ ٹاپ بنانے والے کا' میرے سارے خوابوں کا ستیاناس مار دیا۔'' گجرے اس کو منہ چڑاتے ہوئے محسوس ہوئے تو وہ ہمیشہ کی طرح پھر بڑبڑائی تو حنین نے سر اٹھا کر دیکھا۔

''کیا ہوا' گجرے پسند نہیں آئے کیا؟'' سوال پوچھ کر وہ پھر سے لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہوا۔

''اب ان گجروں میں کیا پسند یا ناپسند والی بات لیکن......'' وہ دانستہ بات کو ادھورا چھوڑ کر اس کی طرف بڑھی تو حنین نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''لیکن گجرے دینے کا بھی ایک اصول و طریقہ ہوتا ہے جن کو اگر سلیقہ سے نہ نبھایا جائے تو یہ پھول بے مول ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگاتے۔'' گہرا سانس لے کر فاطمہ نے قدرے سنجیدگی سے کہا۔

''اب یہ طریقہ یا اصول کیا ہے؟'' حنین مصروف انداز میں بولا۔

''جب پھولوں کے گجرے لائے جاتے ہیں تو ان کو بالوں میں سجایا بھی جاتا ہے۔'' اپنی فرمائش پوری کروانے کے لیے وہ ہر دفعہ ڈھٹائی کا ہی مظاہرہ کرنے لگی تھی۔ گجرے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ اپنی فرمائش کے پورا ہونے کے انتظار میں تھی۔ حنین نے خاموشی سے بنا ایک لفظ کہے گجرے کا پیکٹ لیا اور بیڈ پر گھٹنے کے بل بیٹھ کر اس کے بالوں میں گجرے لگانے لگا۔

''حنین......اُف مر گئی...... میرے بال...... پن تو ڈھنگ سے لگائیں' سارے بال کھنچے جا رہے ہیں۔''

''تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے میں بالوں میں گجرے لگانے کا ایکسپرٹ ہوں ناں' آرام سے کھڑی رہو۔'' حنین نے اپنی شرمندگی مٹانے کے لیے اسے ڈانٹا تو وہ خوامخواہ دانت پیس کر رہ گئی۔

''لو' الحمدللہ اس مشن میں تو کامیاب ہو گیا ہوں۔'' حنین نے یوں ہاتھ جھاڑے جیسے واقعی کسی مشن کو مکمل کیا ہو۔

''کیسے لگ رہے ہیں؟'' اتنے روکھے پھیکے انداز پر بھی فاطمہ نے مچل کر پوچھا۔

''بہت اچھے۔'' وہ واپس لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا تو فاطمہ نے اس کی نظروں کے زاویے کو بڑی تنقیدی نظروں سے گھورا اور ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھی۔

''اب میرے لیے چائے بنا لاؤ۔'' وہ آئینے کے سامنے کھڑی بالوں کو سیٹ کر رہی تھی کہ حنین کی آواز پر آئینے سے جھانکتے اس کے مصروف انداز کو دیکھا اور پھر چار و ناچار فاطمہ کو اس کی فرمائش بھی پوری کرنی پڑی تو وہ بالوں کی سیٹنگ ملتوی کرتے ہوئے کچن کی جانب بڑھ آئی۔

''فاطمہ......'' کچھ دیر بعد فاطمہ چائے بنا کر واپس آئی اور اس کو چائے دے کر واپس آئینے کے سامنے جانے لگی تو حنین نے اسے پکارا۔

''جی۔'' فاطمہ نے پلٹے بغیر جواب دیا۔

''وہ...... یہ...... میرا مطلب ہے......''

''ہیں......ان کو کیا ہو گیا اب؟'' یک لخت بڑبڑاتی ہوئی پلٹی اور حنین کے ہکلائے انداز کو دیکھا۔

''کیا ہوا چائے اچھی نہیں بنی کیا؟'' وہ اس کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

''یہ...... لے لو......'' سر کھجاتے ہوئے حنین نے ہاتھ میں پکڑے ڈھیر سارے گجرے اس کی طرف بڑھائے۔

''واؤ سرپرائز......؟'' وہ بے تحاشہ خوشی سے اس کے ہاتھ سے گجرے لے کر ان کی خوش بو کو اپنے اندر اتارنے لگی' حنین نے اس کی طرف دیکھا۔

''وہ......تم جب چائے بنانے جا رہی تھیں ناں...... تو......وہ آئی مین...... یہ گجرے تمہارے بالوں سے گر گئے تھے' شاید پن اپ صحیح نہیں ہوئے تھے۔'' حنین اس کے دھواں دھواں تاثرات سے بے خبر اپنی بات مکمل کی...... یک دم ہی فاطمہ نے ہاتھ گھما کر بالوں کو چھو کر حنین کی بات کا یقین کیا۔

''دو میں دوبارہ لگا دیتا ہوں' اب اچھی طرح لگاؤں گا کہ تم بے شک اچھلو کودو یہ پھول مرجھا جائیں گے لیکن گریں گے نہیں۔'' حنین ہاتھ بڑھائے قدرے شوخ انداز میں بولا تو پہلی بار فاطمہ کو ہتکی محسوس ہوئی' اپنے پاگل پن پر غصہ بھی آیا۔

''کاش کہ آپ ویسے ہوتے جیسے میرے خواب میں آتے ہیں۔'' دوسرے پل فاطمہ گجرے اس کی طرف پھینک کر کمرے سے واک آؤٹ کر گئی اور حنین سرد آہ بھر کر بیٹھا اپنے ہی اناڑی پن کو کوسنے لگا' کچھ دیر بعد وہ پھر اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

''اسٹار پلس کے ڈراموں سے اور کچھ سیکھا ہو یا نہیں' ہماری عورتوں نے ڈرامے بازیاں بہت اچھی طرح سیکھی ہیں۔'' کافی عرصے سے معمول تھا کام کرنے کے بعد لیپ ٹاپ بند کرنے سے پہلے حنین کچھ نہ کچھ نوٹ پیڈ میں ٹائپ کرنا نہ بھولتا تھا' آج فاطمہ کے حوالے سے لکھ کر وہ مسکرایا تھا۔ وہ ایسا ہی تھا لفظوں کے سہارے خود کو ڈیفائن کرنا اس کے لیے ہمیشہ مشکل ہوا تھا۔ بہت کیئرنگ تھا لیکن اظہار کرنا نہیں آتا تھا' بہت پروا کرتا لیکن کنفس دینا نہیں آتا تھا۔ وہ گہرا سانس لے کر اٹھا کہ یقیناً فاطمہ ناراض ہو گئی ہے اور اب اس کو منانے کے مشکل ترین مرحلے کو سرانجام دینا تھا' مسئلہ یہ نہیں کہ وہ مشکل سے مانتی ہے' ایشو یہ ہے کہ حنین کو منانا نہیں آتا۔

❀......❀......❀

''سنو...... میرے پاس کچھ پلانز ہیں' جن کو فالو کر کے تم بھائی سے متعلقہ شکایات کو دور کر سکتی ہو۔'' فاطمہ نجانے کن خیالوں میں گم تھی کہ زرفین نے آ کر اس کو چونکا دیا۔

''کیا پلان......'' بے دلی سے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''یار پہلے اپنی سڑی ہوئی شکل تو سیٹ کرو۔'' زرفین اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس کے اداس چہرے کی طرف دیکھ کر بولی تو فاطمہ اس کو دیکھنے لگی۔

''کیا ہے بور نہ کرو' تم ایسے بالکل بھی اچھی نہیں لگتی۔'' زرفین مزید گویا ہوئی۔

''پلان کیا ہے؟'' مدھم مسکان کے ساتھ فاطمہ متجسس لہجے میں اس سے استفسار کرنے لگی۔

''دیکھو اتنے دنوں میں تمہیں یہ تو اندازہ ہو گیا ہوگا ناں کہ بھائی کس نیچر کے ہیں۔'' زرفین نے اس طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تو منہ بسور کر فاطمہ نے اثبات میں سر ہلایا تو زرفین مسکرانے لگی۔

''میرا پرسنل خیال ہے کہ شوخ و شنگ سی صرف لڑکیاں اچھی لگتی ہیں' لڑکے اس نیچر کے کافی ڈاؤٹ فل لگتے ہیں۔ لڑکوں کو سوبر اور سمجھ دار سا ہی ہونا چاہیے ناں۔'' زرفین قدرے سنجیدگی سے بولی۔

''سوبر اور سمجھ دار بے شک ہو لیکن بورنگ نہیں۔'' وہ ٹیبل پر رکھے انار کے دانوں سے بھرے باؤل میں سے پلیٹ میں ڈال کر ان پر نمک اور کالی مرچ کا پاؤڈر چھڑک کر منہ میں ڈالتے ہوئے بولی۔

''نہیں یار! بھائی بورنگ نہیں ہیں' ان کے انداز میں چھچھورپن نہیں ہے۔'' زرفین اس کے بےزار انداز کو دیکھ کر بولی۔

''تم یہ کہنا چاہ رہی ہو میرے اندر چھچھورپن ہے۔'' فاطمہ یک لخت تیز لہجے میں بولی۔

''ایک تو تم بات کو فٹافٹ اپنی طرف کھینچ لیتی ہو' میں

بھائی کی بات کررہی ہوں اور میں پہلے بھی ہزار بار کہہ چکی ہوں۔ مجھے لڑکیاں شوخ وشنگ سی اچھی لگتی ہیں ان کے دم سے ہر جگہ رونق رہتی ہے گھر آباد لگتا ہے۔"

"اچھا ناں اب پھر لیکچر نہ شروع کردینا۔ بتاؤ پلان کیا تھا۔" اس نے پوچھا۔

"تم بھائی سے اپنے معیار کی توقعات رکھو گی تو ہمیشہ ہرٹ ہوتی رہو گی کیونکہ بھائی کا اپنا اسٹائل واپنا طریقہ ہے۔ تم بھائی کے طریقہ کو سمجھو اور اپنے اسٹائل سے بھائی کو متاثر کرو ان کو فورس کرکے بدلو گی تو تمہیں ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔" زرفین اس کے ہاتھ پکڑ کر رسانیت سے کہہ رہی تھی تو فاطمہ نے ایک خاموش نظر اس پر ڈالی۔

"تم بھائی کی پسند کو اپناؤ لیکن اپنی پسند کو چھوڑ کر نہیں بھائی تمہاری پسند اپنالیں گے لیکن ان کو وقت دو۔" زرفین اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے مزید گویا ہوئی۔

"واہ واہ...... یار تم تو بڑی قابل بندی ہو۔" دوسرے پل فاطمہ اپنی روش میں لوٹ آئی اور اسی نٹ کھٹ انداز میں بولی تو زرفین نے سکون کا سانس لیا۔

"تم میری لنگوٹیا سہیلی ہو اور بھائی اکلوتے بھائی......" زرفین ہنستے ہوئے بولی تو فاطمہ کا قہقہہ بلند ہوا۔ "تو میں نہیں چاہتی کہ تم دونوں کی لائف میں کسی قسم کی کوئی ٹینشن آئے۔" زرفین خلوص جذبات سے اس کو پیار کرتے ہوئے بولی۔

"اچھا پلان؟" فاطمہ نے سوالیہ نظروں سے اس سے پوچھا۔

"تم جانتی ہو ناں بھائی کو کھانے کا بہت شوق ہے تو تم ان کی پسند کے کھانے پکایا کرو۔" زرفین نے اس کو دیکھا۔

"مطلب کہ ٹپیکل وائف بن جاؤں؟" زرفین کے آئیڈیا نے اس کو بدمزہ کیا۔

"نہیں ڈفر میرا مطلب ہے اسٹارٹ کوکنگ سے کرو باقی ساتھ ساتھ اپنے پاگل پن کو جاری رکھنا۔" زرفین اس کو ڈپٹتے ہوئے بولی تو فاطمہ خاموش رہ گئی۔

"تم بہت اچھی ہو بہت کیئرنگ ہو اور اگر صرف اپنی بات منواؤ گی صرف اپنے ہی خوابوں کی فکر کرو گی ناں تو یہ تو خود غرضی کی علامت ہے اور دوسرا اس روش کی وجہ سے تمہاری اعلیٰ شخصیت میں کمی آجائے گی۔" زرفین آج واقعی ذہانت کی بلندیوں کو چھو رہی تھی۔ فاطمہ نے متعجب نظروں سے زرفین کو دیکھا ہنستے ہوئے اس نے فرضی کالر جھاڑے تو فاطمہ بھی ہنس دی۔

"اچھا سنو حسین کو آلو پسند ہیں؟" اپنی انگلی کے بڑے ہوئے ناخن کو دانتوں سے کاٹتے ہوئے فاطمہ نے زرفین سے پوچھا۔

"آلو......؟" زرفین نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"اب کوکنگ اسٹارٹ کرنی ہے تو پہلے آسان آسان چیزیں ہی ٹرائی کروں گی ناں۔" منہ بسورتے ہوئے فاطمہ نے بتایا تو زرفین نے بمشکل اپنا قہقہہ روکا۔

"بھائی کو تاں کڑھی اور پکوڑے پسند ہیں ایسے کرو پہلے وہ ٹرائی کرو۔"

"وہاٹ...... رئیلی......" فاطمہ یوں اچھلی جیسے بچھو نے ڈنک مارا ہو۔" زرفین ہنستے ہوئے اثبات میں سر ہلا کر وہاں سے اٹھ گئی اور فاطمہ اپنے آپ کو ایک نئے محاذ کے لیے تیار کرنے لگی۔

❁......❁......❁

"زرفین......"

"جی بھائی......" زرفین سیٹنگ ہال میں بیٹھی ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھی کہ حسین نے اسے پکارا۔

"کیا بات ہے آج ہماری ڈرامہ کوئن کہیں دکھائی نہیں دے رہی۔" آستینوں کو فولڈ کرکے صوفہ پر بیٹھتے دائیں بائیں نظریں دوڑاتے فاطمہ کو تلاش کرتے ہوئے زرفین سے پوچھا۔

"پتا نہیں بھائی! کافی دیر سے میں نے بھی نہیں دیکھا۔" زرفین نے لاعلمی کا اظہار کیا تو دوسرے لمحے حسین اٹھ کھڑا ہوا اور فاطمہ کو تلاش کرنے لگا۔

"فاطمہ...... یہاں کیا کررہی ہو؟" وہ لان میں آیا تو فاطمہ گھاس پر بیٹھی تھی۔

"یہ دیکھیں یہ میں نے بنایا ہے۔" وہاں بیٹھے بیٹھے فاطمہ نے ڈیزی کے پھولوں سے بنا نیکلس حسین کو دکھاتے ہوئے اسے بتایا۔ حسین نے دیکھا تو بہت پیارا سا نیکلس ڈیزی کے نازک سے پھولوں کو جوڑ کر بنایا گیا تھا۔ فاطمہ کی آنکھوں میں عجیب سی چمک چہرے پر آسودہ مسکراہٹ حسین کے دل کے تاروں کو چھیڑ رہی تھی وہ اٹھی اور نیکلس حسین کی طرف بڑھایا۔ حسین نے متعجب نظروں سے اسے دیکھا آنکھوں میں سوال چہرے پر الجھن فاطمہ جانتی تھی حسین نہیں سمجھا کہ وہ یہ نیکلس اس کی طرف کیوں بڑھا رہی ہے۔

"یہ میرے لیے ہے؟" حسین نے وہ نیکلس اس کے ہاتھوں سے لیا اور اپنی الجھن کو الفاظ میں ڈھالا۔

"آپ کے لیے نہیں میرے لیے ہے آپ کی طرف سے۔" مسکراتے ہوئے فاطمہ نے اسے دیکھا اور اپنے بالوں کو رول اپ کرکے کیچر میں نفاست سے مقید کیا اور حسین کے سامنے پشت کیے کھڑی تھی تو حسین نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"اب پہنا بھی دیں۔" فاطمہ وہیں سے پلٹ کر اس کی طرف دیکھتی ہوئی بولی تو حسین یک لخت ہی شرمندہ ہوا اور دوسرے پل بنا کچھ کہے ڈیزی کے پھولوں سے بنا انتہائی نازک سا نیکلس اس کے گلے میں پہنانے لگا۔ اب پریشانی یہ تھی کہ نیکلس کے سروں پر کوئی ہک تو لگا نہیں تھا جس کو وہ بند کرکے نیکلس کو گرنے سے بچاتا۔

"فاطمہ......" وہ دھڑکتے دل کے ساتھ اس کے سامنے کھڑی ڈیزی کے پھولوں کی ٹھنڈک کے ساتھ اس کے لمس کو محسوس کررہی تھی کہ اس کی پکار پر چونکی۔

"جی کیا ہوا؟" وہ دھیمی آواز میں بولی۔

"یہ...... اس نیکلس میں تو کوئی ہک لگایا ہی نہیں تم نے؟ اب یہ بند کیسے کروں؟" فاطمہ نے سر گھما کر دیکھا تو اس کے چہرے پر بے بسی کے تاثرات اتنے واضح تھے کہ فاطمہ کو غصہ آنے کے بجائے ہنسی آگئی۔

"اناڑی پیا...... بڑا تڑپائے۔" وہ بڑبڑائی۔

"پھول کی ٹہنی سے گرہ لگا سکتے ہیں تو لگادیں۔" فاطمہ بولی تو حسین پھر کوشش میں مصروف ہوگیا۔

"اتنی چھوٹی سی ٹہنیاں تو ہیں گرہ کیسے لگے گی تم بھی ناں کیسے کیسے امتحان لیتی ہو۔" کچھ دیر بعد وہ پھر گویا ہوا تو اس کی جھنجلاتی آواز پر فاطمہ نے گہرا سانس لیا۔

"میں نے ٹہنیوں کو مکس اپ کیا ہے لیکن یہ گر...... گئیں......" ابھی اس نے بات مکمل بھی نہ کی تھی کہ اس نے ٹہنیوں میں بل ڈال کر نیکلس کو جوڑا تھا وہ بل کھل گئی اور نیکلس فاطمہ کے ہاتھ میں آگیا۔

"اچھا کوئی بات نہیں۔ چائے پئیں گے؟" ڈیزی کے نیکلس کو ہاتھ میں لیے وہ اس کی طرف دیکھ کر پوچھ رہی تھی۔

"سوری......" وہ اس کے ہاتھوں کو تھام کر ندامت سے بولا تو فاطمہ مسکرانے لگی۔

"کیوں...... سوری کیوں؟"

"مجھے...... میرا مطلب ہے میں تمہاری توقعات پر پورا نہیں اتر رہا ناں۔" وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے اس کی مسکراہٹ کو دیکھ کر بولا۔

"یہ میری توقعات نہیں فضول حرکتیں ہیں سو آپ فکر نہ کریں۔" وہ بے پروائی سے بولی۔

"تمہیں مجھ پر غصہ نہیں آتا؟" حسین واقعی حیران تھا۔

"آتا تھا لیکن پھر جلدی ہی اندازہ ہوگیا کہ آپ کتنے اناڑی ہو۔" وہ کھلکھلا کر ہنسی تو حسین سر کھجانے لگا۔

"اب ایسی بھی کوئی بات نہیں۔" حسین اپنا دفاع کرتے ہوئے بولا۔

"ایسی ہی بات ہے میرے معاملے میں آپ نے ہمیشہ اناڑی پیا کا ہی ثبوت دیا ہے۔" فاطمہ منہ بسور کر بولی۔

”ہاں لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھ کر چاند تاروں کے دعوے کرنے میں یقیناً ماہر ہوتا ہے۔“ ہنستے ہوئے فاطمہ نے اس کو چھیڑا۔

”وہاٹ...... کیا کہا؟“ اس کے لطیف سے طنز کو حنین نے بھرپور انجوائے کیا اور اس سے پہلے کہ حنین اس کی بات کو غلط ثابت کرتا فاطمہ کھلکھلا کر ہنسی اور اندر کی طرف بڑھ گئی اور ہنستے ہوئے حنین نے بھی اس کی تقلید کی۔

❁......❁......❁

”دیکھ بچی! شریف لڑکا اور میٹھا خربوزہ نصیب سے ملتا ہے۔“

”اب ایسی شرافت کا کیا کرنا جو سارے خواب ہی ملیامیٹ کردے۔“ زرفین نے اس کے مصروف انداز کو دیکھ کر اپنے موبائل کی گیلری میں سیو ایک امیج اس کے سامنے کیا تو فاطمہ جو صبح سے کچن میں خوار ہو رہی تھی تپ کر بولی۔

”خبردار جو اب تم نے میرے بھائی کے بارے میں ایک لفظ بھی کہا تو...... میں ساری مروت ولحاظ بھول کر ایک روایتی نند بن جاؤں گی پھر بیٹھ کر روتی رہنا۔“ زرفین نے اس کو دھمکی دی تو دہی میں دودھ ڈال کر اس کو مکس کرتی فاطمہ نے قہر آلود نظروں سے اسے گھورا۔

”لوگوں کو چکن کڑاہی پسند آتی ہے، مٹن بریانی، کوفتے، کباب اور چائنیز، جاپانیز اور نجانے کون سی ڈشز پسند ہوتی ہیں اور میرے اس شریف بندے کو کڑھی اور پکوڑے پسند ہیں۔ یار شرافت...... یہ شرافت ہے کہ...... میرا دماغ خراب کرنے والی بات ہے۔“ فاطمہ آج پکانے کے سیشن کو سرانجام دینے کی ناکام کوشش میں تھی زرفین کی بات پر تپ کر بولی۔

”ہاہاہا......“ زرفین کا بے ساختہ قہقہہ اس کو مزید بوکھلا گیا۔ فاطمہ کو اس طرح کے خالص دیسی کھانے پکانے کا نہ شوق تھا نہ کبھی کوشش کی تھی سیکھنے کی اور اب کڑھی اور پکوڑوں نے اس کی جان عذاب میں ڈال دی تھی۔ پکوڑوں کے لیے مصالحہ تو اس نے جیسے تیسے بنا لیا لیکن کڑھی کی ترکیب اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

”اچھا میں کچھ ہیلپ کروں؟“ وہ مسلسل گیس پر رکھی پتیلی میں کفگیر سے دہی مکس کرنے میں ہلکان ہوئے جا رہی تھی تو زرفین کو اس کی حالت، ٹینشن دیکھ کر اس پر ترس آ گیا اور فراخ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی خدمات پیش کیں تو فاطمہ نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا۔

”ہاں پلیز...... یہ ہر بار نجانے کیوں جب یہ ابلنے لگتی ہے کہ دودھ، دہی الگ الگ ہو جاتے ہیں۔“ وہ کفگیر کو مسلسل چلاتے ہوئے پتیلی میں ادھر اُدھر منڈلاتی دودھ اور دہی کی ٹکریوں کو گھور کر لاچاری سے بولی تو زرفین ہنس دی۔

”مجھے نہیں پتا تھا کہ یہ عام سی ڈش اتنی مشکل سے بنتی ہے تم صرف یہ بتاؤ اب اس کو کہا گراؤں؟“ فاطمہ گیس بند کرتے ہوئے اس کی طرف پلٹی۔

”کیا مطلب کہاں گراؤں؟“ زرفین نے پتیلی میں جھانکتے ہوئے اس سے استفسار کیا۔

”ای...... یہ کیا ہے؟“ زرفین کفگیر کو پتیلی میں گھما کر دیکھتے ہوئے بولی جہاں عجیب وغریب انداز میں پیاز اور ٹماٹر کا عجیب سا مکسچر دودھ میں تیر رہا تھا۔

”میں نے کڑھی بنانے کی کوشش کی تھی تو یہ بنا۔“ فاطمہ شرمندہ انداز میں پتیلی پر ڈھکن رکھتے ہوئے اس کو بتانے لگی۔

”اب تم یہ بتاؤ کہ اس کو کہاں گراؤں کیونکہ مجھے اب کوئی اور جگہ نہیں مل رہی ہے اور حنین کے آنے کا بھی ٹائم ہو رہا ہے۔“

”ہاہاہا...... کیا مطلب اب کوئی جگہ نہیں ملی؟“ زرفین نے متعجب نظروں سے اسے دیکھا۔

”تین بار اس طرح کا مکسچر بنا کے گرا چکی ہوں نا۔“ وہ کچن ٹاول سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے بولی تو زرفین نے اپنا سر پیٹ لیا۔

”یار حد ہے ایک ہی دن میں اتنی دفعہ ٹرائی کر لیا، دماغ تو درست ہے ناں۔“

”دماغ درست ہوتا تو اس شرافت کے پلندے کو نہ سر پر تھوپتی۔“ وہ چڑ کر بولی۔

”اچھا اب پھر بھائی کی تعریفیں نہ شروع کر دینا میں جیلس ہونے لگتی ہوں۔“ زرفین نے ہنستے ہوئے اسے چھیڑا۔

”آج میں نے کڑھی بنانا سیکھنا ہے چاہے دس بار اور بنا کر گرانی پڑے۔“ زرفین کی طرف دیکھتے ہوئے فاطمہ پُرعزم لہجے میں بولی۔

”اچھا تم کچھ دیر آرام کر لو حالت دیکھو ماسیوں والی بنا رکھی ہے۔“ زرفین اس کے حلیے کی طرف دیکھ کر اس کو کہنے لگی۔

”بس لاسٹ ٹرائی پھر ریسٹ ہی ریسٹ۔“ وہ کیبنٹ سے دوسری پتیلی نکالتے ہوئے بولی۔

”اوکے...... انتظار کرو میں یہ گرا کر آتی ہوں پھر ہیلپ کرتی ہوں۔“ زرفین پتیلی اٹھا کر باہر کی طرف بڑھی تو فاطمہ نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر زرفین کی مدد سے فاطمہ نے کڑھی جیسی آسان لیکن انتہائی مشکل ڈش تیار کر لی جس پر اس کی خوشی دیدنی تھی۔

”اب یہ تقریباً تیار ہے لاسٹ ٹائم ابلنے لگے ناں تو گیس آف کر دینا۔ میں مما کو بتا کر آتی ہوں کہ وہ آرام کریں، ہم روٹیاں بھی پکا لیں گے۔“ زرفین، فاطمہ کو ہدایت دے کر کچن سے باہر نکل گئی۔

”زرفین زرفین...... جلدی آؤ۔“ وہ ابھی چند قدم ہی بڑھی تھی کہ فاطمہ کی گھبرائی ہوئی آواز پر پلٹ آئی۔

”اللہ خیر کیا ہو گیا؟“

”یہ دیکھو، ٹیسٹ کرو۔“ فاطمہ باؤل میں کڑھی اور اسپون ڈالے اس کی طرف بڑھا کر بولی۔

”کیا ہوا؟“ وہ اسپون سے کڑھی ٹیسٹ کرتے ہوئے اس سے پوچھنے لگی۔

”نمک تیز ہو گیا ہے۔“ فاطمہ روتی صورت کے ساتھ اس کو بتانے لگی۔

”اف اللہ، ہاں واقعی...... اچھا تم جاؤ مما کو بتا کر آؤ، جب پکوڑے ڈالیں گے تو نمک کم ہو جائے گا۔“ زرفین کچھ سوچتے ہوئے بولی تو فاطمہ نے الجھن آمیز نظروں سے اسے دیکھا اور باہر نکل گئی اور زرفین ایک دیسی ٹوٹکہ اپنانے لگی۔

”اب ٹیسٹ کرو، قدرے بہتر ہے ناں؟“ تقریباً پندرہ بیس منٹ بعد فاطمہ واپس کچن میں آئی تو زرفین روٹیاں پکانے کی تیاری میں تھی۔ تیل گرم تھا پکوڑے تلنے کے لیے اور پلیٹ میں کڑھی ڈالے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے زرفین فخریہ انداز میں اس سے پوچھنے لگی۔

”ہاں واؤ...... رئیلی نائس......“ اسپون سے کڑھی کو ٹیسٹ کرتے ہوئے فاطمہ نے حیرت کا بھرپور اظہار کیا اور گرم تیل میں پکوڑے بنا بنا کر پلیٹ میں رکھنے لگی جبکہ زرفین روٹیاں پکانے میں مصروف ہو گئی۔

”ویسے کیسے کیا یہ...... کڑھی میں نمک تو اچھا خاصا تیز تھا، جبکہ اب نارمل ہے۔“ فاطمہ نے پکوڑیوں کا پورشن کڑھی کی پتیلی میں ڈالتے ہوئے روٹیاں پکاتی زرفین سے پوچھا۔

”بھئی آج بہت بھوک لگ رہی ہے، جلدی سے کھانا دو، کیا پکا ہے؟“ زرفین نے کچھ کہنے کے لیے لب وا کیے ہی تھے کہ حنین کچن میں داخل ہوا۔

”بھائی آج......“ زرفین فاطمہ کی طرف دیکھ کر شریر انداز میں بولی تو فاطمہ نے چونک کر اسے دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کو کڑھی پکوڑوں کی داستان سنانے سے باز رکھا۔

”کیا ہوا؟“ زرفین خاموش ہو گئی تو حنین نے سائیڈ پر رکھے پکوڑوں کی پلیٹ سے پکوڑا اٹھاتے ہوئے حیرت سے اسے دیکھ کر پوچھا۔

”آج فاطمہ نے آپ کی من پسند کڑھی اور پکوڑے بنائے ہیں وہ بھی پہلی بار اور بہت محنت سے۔“ زرفین روٹی کو سینکتے ہوئے حنین کو بتانے لگی تو حنین نے مسکراتی

نظروں سے فاطمہ کو دیکھا۔

"اور ساری محنت پہلی بار میں ہی لٹادی اب میری توبہ۔" وہ حسب عادت بڑبڑائی۔

"واہ بھئی آج تو کمال ہوگیا۔" حسین فاطمہ کی بڑبڑاہٹ کو گھورتے ہوئے بولا۔

"کمال نہیں آپ کو سدھارنے کا نسخہ ہے۔" زرفین کے کان میں بولی تو زرفین کھل کر ہنسی۔

"اب چوہوں نے بھگدڑ مچادی ہے۔" حسین بے بسی سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہ لیں' گرم گرم کڑھی پکوڑے نوش فرمائیں۔" فاطمہ پلیٹ حسین کے سامنے رکھ کر شاہانہ انداز میں بولی تو زرفین نے یک لخت فاطمہ کو دیکھا اور دوسری نظر حسین کے سامنے رکھی پلیٹ میں موجود کڑھی اور تین بڑے بڑے پکوڑوں پر جمادی۔

"فاطمہ تو مرے گی آج......" زرفین نے سر تھام کر دہائی دی۔

"کیا ہوا......؟" فاطمہ نے حیرانی سے اسے دیکھ کر آنکھوں ہی آنکھوں میں پوچھا اور ساتھ ہی روٹیوں والا ہاٹ پاٹ اٹھا کر حسین کے سامنے رکھا۔

"وہ بھائی کی پلیٹ میں......"

"فاطمہ یہ کیا ہے......" زرفین کی سرگوشی ادھوری رہ گئی' حسین نے انتہائی غصے سے فاطمہ کو پکارا تو کولر سے پانی نکالتی فاطمہ جو زرفین کی اڑی رنگت دیکھ رہی تھی یک لخت حسین کی طرف متوجہ ہوئی جو عجیب و غریب نظروں سے پلیٹ میں گھور رہا تھا۔ فاطمہ نے بھی متعجب نظروں سے دیکھا اور روٹی سے نوالہ بنا کر جیسے ہی پکوڑے کو توڑا تو عجیب لیس دار سا پکوڑا نمودار ہوا۔ فاطمہ بدک کر پیچھے ہوئی اور پکوڑوں کی اس حالت پر متفکرانہ انداز میں زرفین کو دیکھا۔ ان دونوں کے تاثرات دیکھ کر زرفین جو دل ہی دل میں پریشانی ہو رہی تھی یک لخت اپنے قہقہے پر قابو نہ رکھ سکی۔ اس کو یوں ہنستے دیکھ کر فاطمہ نے حسین کی طرف دیکھا جو الجھن آمیز نظروں سے زرفین کو گھور رہا تھا۔

"ہاہاہا...... ریئلی سوری فاطمہ! بھائی یہ پلیٹ مجھے دے دیں۔" زرفین بے تحاشا ہنستے ہوئے فاطمہ سے معذرت کرتی حسین کے سامنے رکھی پلیٹ کو اٹھانے لگی تو فاطمہ نے متعجب سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"دراصل...... بھائی اور میری پیاری بھابی جان!" وہ ہکا بکا کھڑی فاطمہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ان دونوں سے مخاطب ہوئی۔

"فاطمہ صبح سے کچن میں مصروف تھی' بھائی آپ کی من پسند یہ "ڈش" بنانے کے لیے اور اتنا پاگل پن کا ثبوت دیا' تین دفعہ تو اس نے کڑھی بنا کر گرائی ہے کیونکہ ٹھیک نہیں بنی تھی۔ یہ آخری کوشش تھی لیکن اس میں بھی نمک تیز ہوگیا تھا تو......" دوسرے پل حسین کے لیے دوسری پلیٹ میں کڑھی اور پکوڑے ڈال کر اس کے سامنے رکھی۔

"تو میں نے مما کا دیسی نسخہ اپنایا کہ سالن میں نمک تیز ہوجائے تو آٹے کے گولے ڈالو تو کچھ دیر میں آٹا سارا نمک اپنے اندر جذب کرلیتا ہے۔ اب مجھے کیا پتا تھا کہ یہاں فاطمہ اناڑی پن میں آپ کو بھی مات دے جائے گی۔" زرفین نے حقیقت بتائی فاطمہ نے قہر آلود نظروں سے اسے دیکھا اور حسین ہنستے ہوئے کھانے کی طرف متوجہ ہوگیا کہ اب واقعی ہی بہت بھوک لگ رہی تھی۔ زرفین اور فاطمہ کی لڑائی شروع ہوچکی تھی۔ کچھ دیر بعد حسین ہاتھ صاف کر کے ان دونوں کو ایک نظر اسی طرح تکرار کرتے اور لڑتے دیکھ کر فاطمہ سے گرین ٹی کی فرمائش کر کے باہر نکل گیا تو فاطمہ' زرفین سے نوک جھونک بھول کر تاسف بھری نظروں سے اس کے بڑھتے قدموں کو دیکھتی رہ گئی۔

"دیکھا...... دیکھا تم نے...... میری ساری محنت غارت کردی ناں' اتنا بھی نہ ہوا کہ یہ تو کہہ دیتے کہ کڑھی اچھی بنی ہے اور فرمائش دیکھو جیسے......" فاطمہ ایک بار پھر بھڑک اٹھی اور زرفین نے گہرا سانس لے

کر اسے دیکھا۔

"اتنی جلدی تو نہیں اثر ہوگا ناں' تھوڑے دن صبر تو کرو۔" زرفین صلح جو انداز میں بولی۔

"معاف کرو مجھے۔" وہ باقاعدہ ہاتھ جوڑ کر زرفین سے بولی تو وہ خاموشی سے اس کو دیکھ کر رہ گئی اور فاطمہ بھی خاموشی سے گرین ٹی کے لیے پانی پین میں ڈال کر گیس آن کرنے میں لگ گئی۔ زرفین جانتی تھی کہ فاطمہ صرف اور صرف وقتی جھنجلاہٹ میں غصہ دکھاتی ہے۔ دوسرے پل پھر نارمل ہو کر اپنی وہی پلاننگ شروع کردیتی ہے' وہی پاگل پن کی حرکتیں۔ جو بہرحال حسین کی طبیعت کے منافی تھیں لیکن وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی کہاں باز آنے والی؟ زرفین اس کو گرین ٹی بنانے میں مصروف دیکھ کر خاموشی سے باہر نکل گئی۔

❀......❀......❀

دوسرے دن حسین صبح صبح آفس پہنچا' چند ضروری کام نمٹا کر فارغ ہوا تھا' چائے کی شدید طلب ہو رہی تھی تو اس نے چائے آرڈر کی۔ کچھ دیر بعد چائے کے ساتھ ایک لیٹر اس کو چونکا گیا۔ چائے کا سپ لے کر حیرت سے لیٹر کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ کچھ سمجھ نہ آیا تو لیٹر کھول کر پڑھنے لگا۔

"حسین...... السلام علیکم! میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیریت خداوند کریم سے نیک چاہتی ہوں (میں نے سوچا تھا کہ جب بھی کسی کو بھی پہلی دفعہ خط لکھوں گی تو وہ اسی طرح شروع کروں گی' جیسے اسی کی دہائی میں خط شروع کیا جاتا تھا۔ برسوں بعد آج میں نے اپنی یہ خواہش پوری کرلی) کیسا دن گزر رہا ہے؟ یقیناً اس وقت آپ بہت زیادہ حیران ہو رہے ہوں گے اور سوچ رہے ہوں گے کہ یہ لیٹر میں نے کب' کیسے اور کیوں لکھا...... ہے ناں؟" حسین پھٹی پھٹی نظروں سے اس تحریر کو پڑھ رہا تھا۔

"اچھا زیادہ حیران نہ ہو۔" وہ یوں مخاطب تھی جیسے وہ اس کے سامنے بیٹھا ہے۔ "مجھے بہت شوق تھا کہ کبھی کسی کو لیٹر لکھوں...... میرا مطلب ہے لو لیٹر......" اس کا کہا یہ جملہ حسین کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیر گیا۔ اب اس کو اندازہ ہوگیا تھا کہ یہ لیٹر بھی فاطمہ کے باقی سارے کاموں کی طرح اس کی کیسی انوکھی سی خواہش کا نتیجہ ہے تو چائے پیتے ہوئے وہ ریلیکس ہو کر لیٹر پڑھنے لگا لیکن پھر سوچا کہ لو لیٹر لکھنے کے لیے وہ دھواں دار قسم کا عشق بھی تو ہونا چاہیے ناں۔ اب آپ نے من ہی من میں مجھے گھورا ہوگا لیکن مجھے تو آپ سے...... خیر! رہنے دیں' آپ بس ناں لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھ کر صرف ٹائپنگ ہی کیا کریں۔" حسین نے گہری ہوتی مسکراہٹ کے ساتھ تصور کی آنکھ سے اس کے نروٹھے انداز کو دیکھا تھا۔

"میں نے پورا دن لگا کر کل آپ کی من پسند کڑھی بنائی لیکن آپ نے تو ایک لفظ بھی تعریف کا نہیں کہا۔ رہنے دیں اب میرے معاملے میں ہمیشہ اناڑی پن کا ہی مظاہرہ کرتے ہیں اور سچ بتاؤں تو مجھے آپ ایسے ہی اچھے لگتے ہیں۔ میرے خوابوں سے بہت الگ لیکن بہت...... اناڑی!"

"پاگل......!" فاطمہ کے اقرار کے عجیب سے انداز پر حسین زیر لب بڑبڑایا۔

"اچھا خیر چھوڑیں! آج میں آپ کے لیے ایک اور ڈش تیار کر رہی ہوں۔ امید ہے اچھی بن جائے گی لیکن مجھے عید پر گفٹ چاہیے' اب یقیناً آپ نے سوچنا شروع کردیا ہوگا کہ عید پر گفٹ کیا دوں' ہے ناں؟ آپ کی مشکل اس طرح آسان کردیتی ہوں کہ آپ اپنی تمام تر اناڑی صلاحیتوں کے ساتھ مجھے جو بھی گفٹ دیں گے وہ میں بہ خوشی قبول کرلوں گی لیکن گفٹ دینا ہے' اس میں کسی قسم کی کوئی رعایت نہیں برتوں گی۔"

"اپ رے باپ' ایک اور امتحان۔" فاطمہ کی دھمکیوں کے دلکش انداز کو حسین نے انتہائی خوش گوار موڈ کے ساتھ پڑھا۔

"اب آپ مجھے ایسے نہ گھوریں' مجھے پتا ہے کہ اس

طرح آپ کو اچھی نہیں لگتی ہوں لیکن میں خاموشی بیٹھی رہوں تو بور ہو جاتی ہوں ناں۔'' اس کا منہ بسورنا حسین صاف دیکھ سکتا تھا۔

''اچھا اب میں گڈ گرل بن جاؤں گی تو شام کو ملاقات ہوگی اب آپ کام کرلیں اللہ حافظ فقط فاطمہ!''

لیٹر ختم ہوا تو حسین نے گہرا سانس لیا اور پھر واقعی سوچنے لگا کہ عید پر فاطمہ کو گفٹ دے گا اور اپنی اس نیچر کو تھوڑا سا بدل کر اناڑی پیا کے الزام سے بری الذمہ ہوگا۔

❀......❀......❀

رمضان کا مہینہ اپنی تمام تر رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ شروع ہوگیا تھا' عبادتوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ پچھلے گیارہ مہینے جو گناہ کیے گئے تھے ان کی معافی کے لیے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگی جارہی تھی۔ سحر اور افطار کے لیے تیاریاں بھی زور وشور پر تھیں۔

وہ بھی اپنی ساری نادانیوں' بے وقوفیوں کو پس پشت ڈال کر خشوع خضوع کے ساتھ رمضان مبارک کی رحمتیں سمیٹنے میں مصروف ہوگئی تھی۔ فالتو باتوں سے خاموشی اختیار کرکے ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مصروف ہوگئی تھی۔ حسین بھی باقاعدہ سے نماز' تراویح کے فرائض انجام دینے لگا تھا یوں خاص رحمتوں کے سائے تلے وہ رمضان کا مقدس مہینہ گزار رہے تھے۔

دن یوں ہی گزرتے جارہے تھے' فاطمہ کا اس گھر آنگن میں پہلا رمضان اور پہلی عید تھی اور اپنی خوشیوں کو برقرار رکھنے کی دعائیں ہمہ وقت اس کے لبوں پر رہتی تھیں۔ زرفین اور فاطمہ نے ساری ذمہ داری اٹھا رکھی تھی' افطار اور سحر میں دونوں مصروف ہوتی تھیں۔

آخری عشرہ شروع ہو چکا تھا اور اب فاطمہ اور زرفین تھیں عید کی شاپنگ کے لیے پلاننگ کررہی تھی۔

''نہیں میں اتنی ہیوی کام والی شرٹ نہیں پہن سکتی۔'' فاطمہ عید کے لیے کپڑوں کی جانچ پڑتال میں شادی کے جوڑے نکالے بیٹھی تھی تو ایک انتہائی نفیس کام والا آتشی گلابی سوٹ زرفین کی توجہ سمیٹ گیا۔

''یار شادی کے بعد پہلی عید ہے تو اب کیا لان کا سوٹ پہنو گی؟'' زرفین نے باقی سوٹوں کو دیکھتے ہوئے قدرے تنقیدی نظر اس پر ڈالی۔

''گرمی کی شدت دیکھو میں تو لان کا ہی سوٹ پہنوں گی' اتنے ہیوی کام اور پھر اتنی شدید گرمی میں اتنا برائٹ کلر...... ناں بھئی تم ان باقی میں سے کوئی اور سلیکٹ کرکے دو یا پھر ایسا کرتے ہیں شام کو مارکیٹ چلتے ہیں۔''

''اب تم مجھے اتنا بھی انڈر اسٹیمیٹ نہ کرو۔ میرا مزاج اتنا بھی گیا گزرا نہیں ہے کہ اتنی سی بات کو دل پر لے کر بُرا بُرا سوچنے لگوں۔'' فاطمہ سارے کپڑوں کو سمیٹ کر تیز لہجے میں زرفین سے مخاطب ہوئی تو وہ ابرو اچکا کر اس کی طرف دیکھ کر رہ گئی۔ اور پھر ستائیسویں روزے تک خوب بحث ومباحثہ کے بعد فاطمہ اور زرفین نے عید کے لیے ڈریسز بھی فائنل کرلیے۔

''بھائی! کیا ہوا؟ کس سوچ میں گم ہیں؟'' انتیس روزے کی افطاری کے بعد حسین گم صم انداز میں بیٹھا تھا کہ زرفین نے چائے کا کپ اس کو تھماتے ہوئے سامنے رکھی پلیٹ میں سے پکوڑا اٹھا کر اس کے برابر بیٹھ کر پوچھنے لگی۔

''اگر کل عید ہوگئی تو......؟'' چائے کا سپ لیتے ہوئے وہ زرفین کی طرف دیکھ کر بولا۔

''تو......؟'' زرفین نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''تو یہ کہ...... میں نے ابھی تک فاطمہ کے لیے کوئی گفٹ ہی نہیں لیا۔'' وہ بے بسی سے بولا تو زرفین ہنسنے لگی۔

''بھائی ایک تو آپ بھی ناں' فاطمہ جتنی زیادہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی شیدائی ہے' انجوائے کرتی ہے آپ اتنا ہی جان چھڑاتے ہو حالانکہ آپ کو جان چھڑکنی چاہیے۔'' زرفین اس کو ڈپٹتے ہوئے شرارت سے بولی تو وہ کھسیانا سا ہنس دیا۔

''مشکل مرحلہ......'' حسین نے مدد طلب نظروں سے اسے دیکھا۔

''بھائی آپ بہت لکی ہو کہ فاطمہ کی ڈیمانڈ بہت بڑی نہیں ہے' وہ کسی بھی چھوٹی سی بات پر بہت زیادہ خوش ہو جاتی ہے۔ آپ کوئی بھی گفٹ دو گے تو وہ خوشی خوشی لے لے گی۔'' زرفین اس کو بتانے لگی تو حسین نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''زرفین' حسین...... انکل آنٹی جلدی آئیں۔'' حسین نے کچھ کہنے کے لیے لب وا کیے تھے کہ ٹی وی لاؤنج سے فاطمہ کی آواز پر وہ بوکھلا گیا۔

''اللہ خیر کرے کیا ہوگیا؟'' حسین اور زرفین جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور تقریباً بھاگتے ہوئے اس تک پہنچے۔

''کیا ہوا؟'' حسین' زرفین سے دو قدم آگے تھا اس کے پاس آتے ہوئے متفکرانہ انداز میں اس سے استفسار کرنے لگا۔

''عید مبارک......'' دوسرے پل فاطمہ ہنستے ہوئے گویا ہوئی تو ان سب نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ''ابھی ابھی اعلان ہوا ہے کل عید ہے۔'' فاطمہ ان کی خشمگیں نظروں سے گھبرا کر صفائی دینے لگی۔

''تو آرام سے نہیں بتا سکتی تھی' عید مبارک تمہیں بھی۔'' زرفین اس کو ڈانٹتے ہوئے آگے بڑھی اور اس کو گلے لگا کر عید کی مبارک باد دی۔ فاطمہ نے حسین کی طرف دیکھا جو شریر نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ فاطمہ نے سٹپٹا کر نظروں کا زاویہ بدل لیا۔

اور پھر چاند رات کے ہنگامے شروع ہوگئے' مہندی کی خوش بو اور چوڑیوں کی کھنک سے ساری فضا مہک اٹھی۔

''عید مبارک......!'' عید کی نماز سے فارغ ہو کر وہ گھر واپس آئے تو حسین اپنے کمرے میں داخل ہوا تو سامنے ہی تک سک سے تیار فاطمہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی آئینے میں اپنے دوپٹے کو سیٹ کررہی تھی۔ نیٹ کی ریڈ لانگ شرٹ اور ساتھ بنارسی چوڑی دار پاجامہ' نیوی بلو دوپٹہ جس کے چاروں طرف گوٹا لگا تھا۔ موسم کی لائٹ سا میک اپ' دونوں کلائیوں میں چوڑیاں...... حسین پرستائش نظروں سے اس کی طرف دیکھتا ہوا آگے بڑھا۔ فاطمہ نے آئینے میں سے اس کو دیکھا' وائٹ کرتا سوٹ میں میسی ہیئر اسٹائل' ہلکی بڑھی شیو' چہرے پر دلکش مسکان سجائے وہ آج ہمیشہ سے زیادہ اچھا لگ رہا تھا۔ فاطمہ شرمگیں مسکراہٹ کے ساتھ پلٹی۔

''آپ کو بھی عید مبارک۔'' نظریں جھکائے وہ مدھم آواز کے ساتھ بولی۔ حسین نے اس کا ہاتھ تھاما تو چوڑیوں کی کھنک نے ان کے درمیان موجود خاموشی کو توڑا۔ حسین کے لیے فاطمہ کا یہ شرمایا لجایا انداز بالکل نیا تھا۔ ہمیشہ وہ کنفیڈنس کے ساتھ اس کے سامنے رہتی تھی۔

''کیا ہوا؟'' حسین نے دلچسپی سے اس کی طرف دیکھا اور اس کی چوڑیوں کو چھیڑتے ہوئے اس سے پوچھنے لگا۔

''کک...... کچھ نہیں......'' وہ نجانے کیوں بوکھلا رہی تھی۔ اپنے لیٹر میں اقرار کے بعد اس نے اکثر وبیشتر حسین کی اپنی طرف اٹھتی نظروں کو محسوس کیا تھا اور آہستہ آہستہ وہ اس کی عادی ہورہی تھی۔ فیلنگز بدل رہی تھیں اور آج دل کا چور پکڑا گیا تھا۔ حسین کے انداز بدل رہے تھے اور فاطمہ کی دھڑکنیں بے قابو ہوئی جارہی تھیں۔

''میری عیدی......'' دوسرے ہی پل ہاتھ چھڑا کر اس کے سامنے پھیلائے اپنے مخصوص انداز میں آتے ہوئے بولی تو حسین ہنسنے لگا اور پھر سائیڈ پاکٹ میں سے ایک پیکٹ نکال کر اس کی ہتھیلی پر رکھ دیا۔

''واؤ ایمپریسو......'' فاطمہ دوسرا ہاتھ چھڑا کر اپنے ہاتھ پر رکھے خوب صورتی سے ریپ ہوئے چھوٹا سا گفٹ دیکھ کر انتہائی خوش گوار حیرت کے ساتھ حسین کو دیکھا جو مسکراتی نظروں سے اس کے چہرے سے پھوٹتی
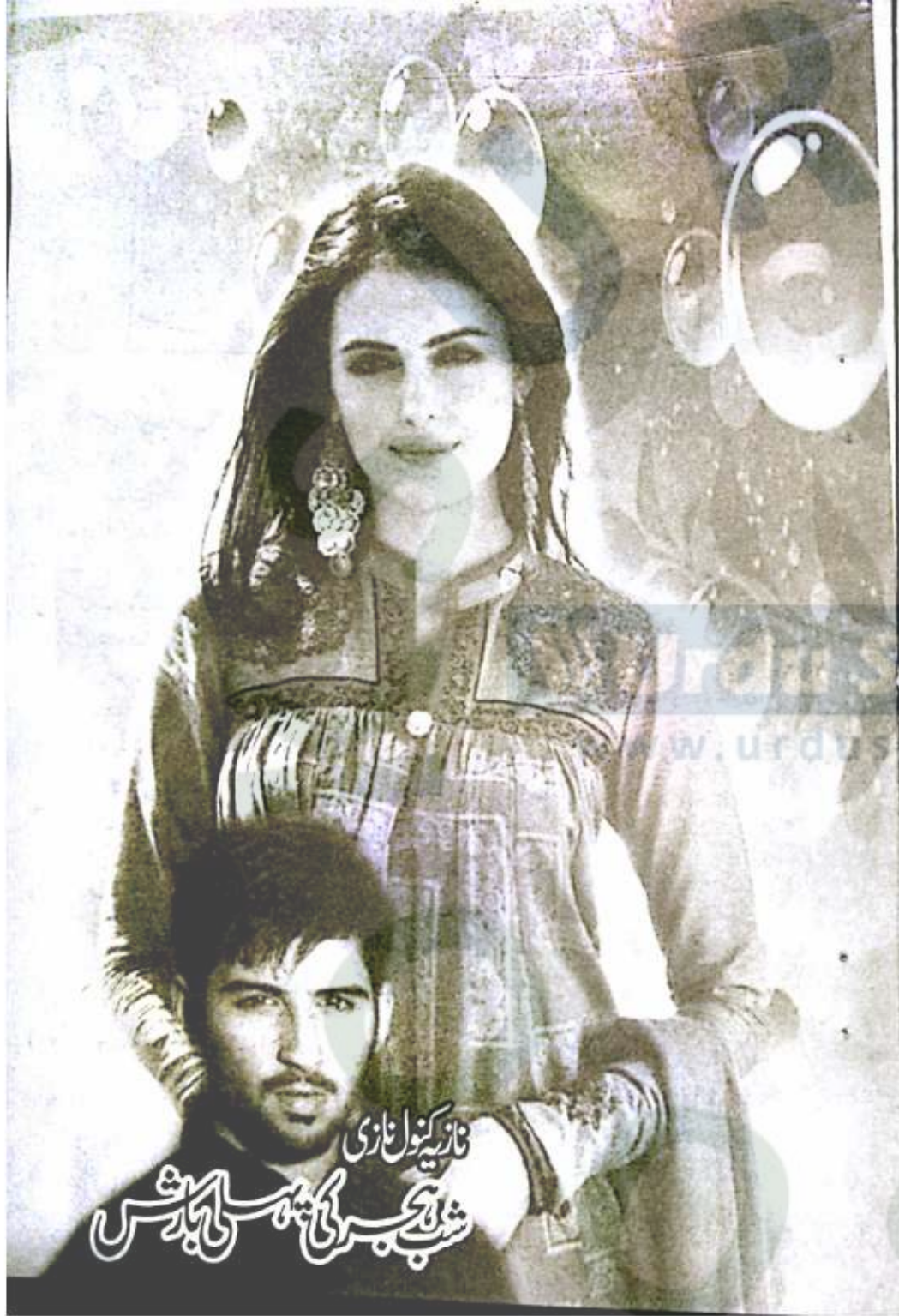
خوشی کو بغور دیکھ رہا تھا۔ فاطمہ شپٹا کر اس کے سامنے سے ہٹ گئی اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے رکھے اسٹول پر بیٹھ کر گفٹ کھولنے لگی۔ حنین چلتا ہوا اس کے پاس آ کھڑا ہوا اور دوسرے لمحے وہ اس کے پاس نیچے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ فاطمہ نے متحیر نظروں سے دھڑکتے دل کے ساتھ اسے دیکھا' آج تو اس کا ہر انداز ہی دھڑکنوں کو منتشر کر رہا تھا۔

''آ..... آپ نیچے کیوں بیٹھ گئے؟'' فاطمہ نے ہاتھ روک کر اسے دیکھا۔

''میں پہنا دوں؟'' حنین نے ادھ کھلے پیکٹ کو اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے آفر کی تو فاطمہ کے اوسان خطا ہونے لگے۔

''یااللہ! دعائیں اتنی جلدی قبول ہوتی ہیں کیا' یا یہ کوئی خواب ہے؟'' وہ زیر لب بڑبڑائی۔

''کک..... کیوں..... میرا مطلب ہے کیا..... کیا ہے اس میں؟'' بوکھلاہٹ عروج پر تھی کہ یہ کوئی خواب نہیں جیتی جاگتی حقیقت ہے۔

''تم نے ایک دفعہ بتایا تھا ناں کہ تمہیں پازیب اچھی لگتی ہے' مجھے کوئی تجربہ تو نہیں لیکن میں نے تمہارے لیے بطور عیدی یہ چھوٹا سا گفٹ لیا ہے۔'' حنین نے اس کے ہاتھ سے گیفٹ لیتے اس کو کھول کر انتہائی معصومیت سے بولا تو فاطمہ کو اس پر بے تحاشا پیار آیا اور مسرت سے لبریز جذبات کے ساتھ پازیب کو پُرشوق نظروں سے دیکھا۔ دوسرے پل نازک سے چپل سے پاؤں آزاد کیا اور حنین کے گھٹنے پر رکھا اور وہ پازیب کے بکس سیٹ کر کے اس کو پہنانے لگا۔ فاطمہ کی نظریں اس پر جمی تھیں' چھوٹی سی ہک کو ٹائٹ کر کے وہ سرخرو ہوا تھا۔ فاطمہ نے جیسے ہی پاؤں نیچے رکھا' پازیب دغا دے گئی اس کے پاؤں سے نکل کر فرش پر گر گئی۔ حنین نے چونک کر دیکھا جبکہ فاطمہ اپنے قہقہہ کو ضبط کرنے کی کوشش میں گال لال کیے بیٹھی تھی۔

''یہ..... یہ کیسے گر گئی؟'' حنین حیرت سے بند بکس کو دیکھ کر قدرے شرمندگی سے فاطمہ کو دیکھ کر اس سے پوچھنے لگا۔

''وہ اس لیے مائی ڈیئر سویٹ اناڑی پیا جی! کیونکہ یہ پازیب نہیں نیکلس ہے۔'' بے اختیار ہنستے ہوئے فاطمہ نے حنین کے ہاتھ سے لے کر بکس کھول کر گلے میں پہنتے ہوئے کہا۔

''کیا..... یہ..... یہ کیسے؟'' فاطمہ نے چھوٹا سا ٹیگ اس کے سامنے کیا جس پر نیکلس لکھا تھا۔

''کوئی بات نہیں مجھے پتا ہے کہ.....'' فاطمہ نے مسکراہٹ دبا کر شریر نظروں سے اسے دیکھا۔

''سوری یار! میں نے تو اپنے اناڑی پن کے الزام سے بری الذمہ ہونے کی پوری کوشش کی تھی پر.....'' حنین سر کھجاتا ہوا اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

''ہاہاہا..... آپ اس الزام سے بری نہیں ہو سکتے' ہمیشہ ایسے ہی رہو گے۔'' فاطمہ ہنستے ہوئے بشاش لہجے میں بولی۔

''ویسے نیکلس بہت پیارا ہے۔'' فاطمہ آئینے میں اپنے عکس کو دیکھ کر گلے میں پہنے نیکلس کو دیکھ کر فراخ دلی سے تعریف کرتے ہوئے بولی تو حنین مسکرانے لگا۔

''چلو اب باہر سب کو عید مبارک بول دیں اور بھوک بھی لگ رہی ہے۔'' حنین اٹھ کھڑا ہوا اور اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر بولا۔ فاطمہ نے مدھم مسکراہٹ کے ساتھ اس کا ہاتھ تھام لیا اور دونوں قدم سے قدم ملاتے باہر نکل گئے۔

فاطمہ خوش تھی اور حنین بھی آسودہ مسکراہٹ کے ساتھ عید کے دن کو انجوائے کر رہا تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دل سے قبول کر لیا تھا۔ فاطمہ نے حنین کے اناڑی پن کو انجوائے کرنا شروع کر دیا تھا اور حنین اس کی باتوں پر کھل کر مسکرانے لگا تھا' اب یقیناً ہر دن عید کا سن ہی ہوگا۔

❁

قسط نمبر ۹

دل آباد کا برباد ہونا بھی ضروری ہے
جسے پانا ضروری ہے اسے کھونا ضروری ہے
یہ خود سر وقت لے جائے کہانی کو کہاں جانے
مصنف کا کسی کردار میں ہونا ضروری ہے

(گزشتہ اقساط کا خلاصہ)

صمید حسن صاحب ایک غریب گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ والدین کی رحلت کے بعد ریٹائرڈ کرنل شیر علی انہیں اپنا بیٹا بنا کر گھر لے آتے ہیں۔ جہاں وہ اپنی دو عدد بھتیجیوں بریرہ اور مریرہ کے ساتھ رہتے ہیں۔ بریرہ کرنل شیر علی کے بیٹے سکندر علوی کی منگیتر ہے مگر سکندر علوی اس میں دلچسپی نہیں رکھتا۔ وہ امریکا میں اپنی کسی کلاس فیلو کے ساتھ شادی کرلیتا ہے۔ جس کے غم میں بریرہ سکندر علوی سے شادی کے بعد گھلنا شروع ہوجاتی ہے اور بالآخر پہلے بچے کی پیدائش پر جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔ بریرہ کی موت کے بعد کرنل شیر علی اپنی بھتیجی مریرہ کی شادی صمید حسن کے ساتھ کردیتے ہیں جس پر صمید اور مریرہ دونوں ہی بہت خوش رہتے ہیں۔ گاؤں میں کرنل شیر علی کے قریبی دوست اظہار کے گھر شادی ہے جس میں شرکت کے لیے وہ مریرہ اور اظہار کو گاؤں بھیجتے ہیں مریرہ کو گاؤں میں اس گھر سے بہت محبتیں ملی ہیں کیونکہ وہ اور بریرہ بچپن میں زیادہ وہیں رہتی تھیں تبھی مریرہ گاؤں آکر بہت خوش ہوتی ہے۔ زاور یار حسن صمید حسن کا اکلوتا جواں سالہ بیٹا ہے جو بے حد گھمنڈی اور لڑکیوں سے شدید متنفر ہے۔ لندن میں ایک لڑکی ہوزان جو اسٹور پر کام کرتی ہے اس کے عشق میں مبتلا ہے مگر وہ اسے نفرت سے روند کر پاکستان چلا آتا ہے جہاں صمید حسن صاحب کی دوسری بیوی سارہ اور ان کی بیٹی پریہان اس کا شاندار استقبال کرتی ہیں۔ صمید پریہان کو کبھی محسوس ہونے نہیں دیتے کہ وہ ان کی سگی بیٹی نہیں ہے۔ دوسری طرف زاویار بھی سارہ کو اپنی سگی ماں اور پریہان کو اپنی سگی بہن سمجھتا ہے۔ عائلہ سکندر علوی کی بیٹی اور کرنل شیر علی کی پوتی ہے۔ صمید حسن صاحب اسے آفس میں اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور بیٹیوں سے بڑھ کر اہمیت دیتے ہیں یہی چیز زاویار کو برداشت نہیں اور وہ مختلف حیلوں سے اسے ڈس ہارٹ کرکے اپنے آفس سے نکالنے کی کوشش کرتا ہے مگر صمید صاحب اسے کامیاب نہیں ہونے دیتے۔ سارہ اور پریہان بھی عائلہ کی فیور میں ہیں اس لیے وہ واپس لندن جانا چاہتا ہے مگر اس کی دوست جولی اسے روک دیتی ہے۔ دوسری طرف عائلہ کا منگیتر سدید جو پاک آرمی میں ہے عائلہ کو وارن کرتا ہے کہ اگر دوبارہ کبھی زاویار نے اسے ہرٹ کیا تو وہ اسے چھوڑے گا نہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

◉......❀❀......◉
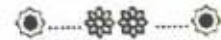
شام کی دبیز چادر
سرمئی بادلوں کے نظارے

گرے ہوئے زرد پتوں پہ
برہنہ کھڑے ہوئے پیڑ کے پاس
وہ آج بھی تمہیں یاد کرتی ہے
تاروں کے جھرمٹ میں
پھیلتی ہوئی ماہتاب کی روشنی میں
رات کے سناٹے میں
تمہاری آواز کی بازگشت سنائی دیتی ہے
گھر کی دہلیز پہ کھڑی
منتظر ہیں اس کی نگاہیں
تمہاری راہ میں......
لوٹ آؤ

مریرہ گاؤں آکر بے حد خوش تھی۔

اس نے اور بریرہ نے بچپن کا بہت سا خوب صورت وقت اسی گاؤں میں گزارا تھا صرف وہ گھر ہی نہیں اس گاؤں کے گلی کوچے بھی اس کے آشنا تھے۔ تبھی وہ یہاں آکر خاصی بہل گئی تھی۔

صمید کو واپس جانا تھا۔ اس کا ابھی نیا نیا بزنس شروع ہوا تھا۔ وہ اتنے دن وہاں گاؤں میں رک کر بے کار میں وقت برباد کرنے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔ تبھی سب کو اپنی مجبور بتا کر اگلے روز شام سے پہلے شہر روانہ ہوگیا۔

عمر سے اس کی ملاقات نہیں ہوسکی تھی۔

صبح ناشتے کے بعد، صمید کے اٹھنے سے پہلے ہی وہ ایک ضروری کام سے شہر نکل گیا تھا۔ جہاں سے اس کی واپسی صمید حسن کی وہاں سے رخصتی کے بعد ہی ہوئی تھی۔

جس وقت وہ تھکا ہارا حویلی واپس لوٹا مریرہ بے جی کے پاس بیٹھی ان سے اپنی اور صمید کی باتیں شیئر کررہی تھی۔ وہ دھپ سے اس کے برابر آکر بیٹھ گیا۔

''تمہیں سوائے اپنے شوہر کی بے جا تعریفیں کرنے کے دوسرا کام ہے کہ نہیں۔''

''تمہیں کیوں جیلسی ہورہی ہے۔''

''جیلسی تو ہوگی جب اتنے قابل بندے کو چھوڑ کر تم کسی اور کی تعریف کروگی۔''

''اف...... وہ کوئی اور میرا شوہر ہے اسٹوپڈ۔''

''سوہاٹ کوئی بھی ہو۔''

''بے جی آپ دیکھ رہی ہیں ناں اسے یہ کبھی نہیں سدھرنے والا۔''

''بالکل، تعریف کے لیے شکریہ۔'' وہ مسکرایا اور ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر اس کے بال بھی بکھیر دیے۔

بے جی اس کی شرارت پر مسکراتے مسکراتے ایک دم سے افسردہ ہوگئیں۔

بیٹے کے دل کا حال ان سے پوشیدہ تو نہیں تھا۔ وہ گواہ تھیں ان لمحوں کی جن لمحوں میں وہ تڑپ تڑپ کر رویا تھا مریرہ کی شادی کی خبر ملنے پر عجیب سودائیوں سا حال ہوگیا تھا اس کا پورے پندرہ دن بخار نہیں ٹوٹا تھا اس کا اور بے جی نے وہ سب راتیں اس کے سرہانے بیٹھ کر کاٹی تھیں۔ بڑی مشکل سے وہ زندگی کی طرف لوٹا تھا۔ بڑی مشکل

سے اس نے خود کو دنیا کے کام دھندوں میں مصروف کیا تھا۔
غم دل پر غم روزگار کو حاوی کر کے ہر پل کی اذیت سے چھٹکارا پایا تھا۔ کتنے دن ہوئے تھے بے جی نے اسے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔
آج اس لمحے وہ مسکرایا تھا تو انہیں بے حد خوشی ہوئی تھی مگر اس خوشی کے ساتھ ہی اس کی اجڑی ہوئی زندگی کا سوچ کر وہ پھر سے افسردہ ہوگئیں۔
مریرہ اب اسے کہہ رہی تھی۔
''حلیہ دیکھو اپنا کہیں سے بھی تعریف کے قابل نہیں لگ رہے ہو، یہ پسینے سے شرابور کپڑے یہ مٹی میں اٹے بال، لگتا ہے کسی سے لڑ کر آ رہے ہو۔''
''نہیں، تمہارے بعد لوگوں سے لڑنا چھوڑ دیا ہے میں نے، خیر تمہارے شوہر نظر نہیں آ رہے۔ ابھی تک سو رہے ہیں کیا؟''
''جی نہیں، وہ شہر واپس چلے گئے ہیں۔''
''وہاٹ، مجھ سے ملے بغیر ہی واپس چلے گئے۔''
''ہوں، مجبوری تھی۔''
''چھوڑو یار، ایک دم بور اور کھڑوس شوہر ہے تمہارا، ابھی کل آیا اور آج واپس بھی چلا گیا۔''
''عمر......'' وہ زور سے چلائی۔
عمر نے ہنستے ہوئے فوراً کان پکڑ لیے۔
''سوری بابا یونہی تنگ کر رہا تھا ویسے صمید حسن صاحب سے نہ ملنے کا افسوس رہے گا۔''
''زیادہ افسوس کرنے کی ضرورت نہیں وہ شادی سے ایک دن پہلے آ جائیں گے۔''
''چلو پھر ٹھیک ہے تم کھانا نکالو میں فریش ہو کر آتا ہوں۔''
''ٹھیک ہے۔'' وہ اٹھی تھی عمر ایک نظر بے جی کے افسردہ چہرے پر ڈالتا فوراً اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

⁂

چاندنی رات تھی۔
عمر چھت کی منڈیر پر بیٹھا تھا جبکہ مریرہ چھت کے وسط میں دھری چارپائی پر پاؤں لٹکائے بیٹھی تھی۔
نیچے گلی میں نکڑ پر ایک چھوٹا سا پیلا بلب جل رہا تھا جس کی روشنی میں دو گھر چھوڑ کر تیسرے گھر کے باہر لگے تندور کے قریب عمر کا وہ پالتو کتا بیٹھا تھا جو ہمہ وقت عمر کے ساتھ ہی رہتا تھا خواہ وہ کہیں بھی جاتا۔ مریرہ کو اس کتے سے بہت خوف آتا تھا۔ وہ ضرورتاً بھی اس کے قریب جانے سے پرہیز کرتی تھی اور عمر کی نگاہیں اس وقت اسی کتے پر تھیں جب مریرہ نے پوچھا۔
''شادو کا کیا بنا عمر، میں تو سمجھی تھی اب تک تم نے اسے اپنی زندگی میں شامل کر لیا ہوگا۔''
''کیوں، اتنا نادر خیال کیوں آیا تمہارے دماغ میں۔''
''ویسے ہی اتنا پیار جو کرتی ہے وہ تم سے۔''
''کرتی رہے میں جوتے کی نوک پر نہیں رکھتا اسے۔''
''مگر کیوں......؟''

غزل

اداس رات کے آنچل میں رنگ بھرنے دو
مجھے حیات کے مقتل میں رقص کرنے دو
خزاں کا پیٹ تو پتوں سے بھر چکا ہوگا
کوئی بہار کا سورج بھی اب ابھرنے دو
میرے خلوص کی قیمت بھی جان جاؤ گے تم
ذرا اشباب کے پیپل سے رنگ اترنے دو
اک اجڑی شام میں لکھی ہوئی کتاب ہوں میں
گلی گلی میرے اوراق کو بکھرنے دو
ابھی تو لگتا ہے رہتی ہے کشمکش میں الجھن
یہ چند لمحے یونہی خواب میں گزرنے دو

حکیم محمد رضوان عرف رضی...... فیصل آباد

''تمہارے کیوں کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا۔''
''مگر وہ تمہاری بچپن کی منگ ہے عمر، جان سے بڑھ کر پیار کرتی ہے تم سے، پھر تمہارے لیے بچپن میں کتنی بار گھر والوں سے مار کھائی اس نے اور پتا ہے گاؤں کی ساری لڑکیاں تمہارا نام لے کر خوب بے وقوف بناتی رہی ہیں اسے کبھی کوئی گز منگوا رہی ہے تو کبھی کوئی کنگھن...... اوہ گاڈ...... تمہیں پتا ہے ایک بار اس نے مجھ سے کتنا جھگڑا کیا صرف اس جرم کی پاداش میں کہ تم میں انوالو تو نہیں بڑی مشکل سے اسے یہ یقین دلا پائی تھی کہ تم صرف میرے دوست ہو بس۔''
''شکر ہے تم نے بھائی نہیں کہہ دیا۔'' وہ ہنس کر بولا تھا مریرہ بے ساختہ مسکرا دی۔
''بھائی کہہ دیتی تب بھی کوئی حرج نہیں تھا مگر میں نے دوست ہی کہا تھا۔''
''چلو جو بھی کہا تھا میں اس چڑیل کے بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔''
''مگر کیوں، تمہیں آخر اس سے اتنی چڑ کیوں ہے۔''
''بس ویسے ہی مجھے اس کی عادتیں پسند نہیں۔''
''تو وہ عادتیں بدل لے گی تم ایک بار پیار سے کہہ کر تو دیکھو۔''
''پلیز اسٹاپ اٹ مریرہ تم آخر کیوں اتنی حمایت کر رہی ہو اس کی۔'' وہ چڑا۔
مریرہ چارپائی سے اٹھ کر قریب چلی آئی۔
''میں تمہارا گھر بسا ہوا دیکھنا چاہتی ہوں عمر۔''
''دل تو بسا ہوا دیکھ نہیں پائیں اب گھر بسانے سے کیا حاصل۔'' وہ صرف سوچ پایا تھا کہہ نہیں پایا۔
مریرہ بھی چھت کی منڈیر پر آ بیٹھی۔
''تمہیں وہ تندور والی اماں یاد ہیں عمر، جو ہمارے لیے روزانہ اپنے بوسیدہ دوپٹے کے پلوں میں چنے چھپا کر رکھتی تھیں۔''

"ہوں......"

"اور وہ کبڑا بابا یاد ہے جس کے بیٹوں نے اس کی بیماری میں اسے گھر سے نکال دیا تھا اور وہ پورے گاؤں کی گلیوں میں روتا پھرتا تھا۔"

"ہوں...... سب یاد ہے۔"

"وہ صبح بھی یاد ہے جب ہمارا جھگڑا ہوا تھا اور میں نے تمہارے بازو پر زور سے کاٹا تھا جس کی سزا کے طور پر تم نے مجھے پرانی حویلی کے بوسیدہ کمرے میں پورے دن کے لیے بند کردیا تھا۔ پھر جب شام کو تم وہاں آئے تو میں بے ہوش پڑی تھی تب کیسے جتن کیے تھے تم نے مجھے ہوش میں لانے کے لیے اور جب مجھے ہوش آیا تو کیسے ہاتھ جوڑ جوڑ کر منتیں کررہے تھے کہ میں کسی کو کچھ نہ بتاؤں مائی گاڈ کتنے خوب صورت دن تھے ناں وہ۔" چھت کی منڈیر پر بیٹھی مریرہ ہنس رہی تھی۔

عمر کے لبوں پر ہلکی سی مسکان بکھر گئی۔

"میں کچھ بھی نہیں بھولا مریرہ...... وہی لمحے تو میری زندگی تھے اور رہیں گے۔"

"آہم......اس کا مطلب ہے تم اب مجھے مس کرتے ہو۔"

"ہوں......"

"چلو دیر سے ہی صحیح تمہیں قدر تو ہوئی میری۔" اس کے دل کے حال سے بے نیاز وہ کہہ رہی تھی۔

عمر خود پر ضبط کیے فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلو رات بہت ہوگئی ہے نیچے چل کر سوتے ہیں اب۔"

"ارے ابھی تو صرف نو بجے ہیں۔"

"گاؤں میں نو بجے کا مطلب ہے آدھی رات چلو اٹھو شاباش مجھے بہت نیند آرہی ہے۔" اس کی آنکھوں میں نیند کا دور دور تک کوئی شائبہ نہیں تھا۔

مریرہ بہت سی باتوں کی خواہش دل میں لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

عمر عباس کے لیے وہ رات پھر ایک بہت بڑی آزمائش ثابت ہوئی تھی۔

◉......❀❀......◉

صبح سے برستی موسلا دھار بارش تھم چکی تھی۔

سدید گھر پر نہیں تھا اور عائلہ نے میٹھے پکوڑے بنالیے۔

باہر لان میں موسم بہت اچھا لگ رہا تھا وہ کرنل صاحب کو کمرے سے اٹھا کر وہیں لے آئی تھی۔

"دیکھیے کتنا پیارا موسم ہورہا ہے یہ ٹھنڈی ٹھنڈی بھیگی ہوائیں، یہ بادل، یہ نکھرے نکھرے پھول پودے، اگر سچ کہوں تو دنیا میں اس سے بڑھ کر حسین کچھ بھی نہیں۔" وہ فطرت سے پیار کرنے والی لڑکی تھی۔ کرنل صاحب کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"صحیح کہا تم نے، قدرتی چیزوں کے حسن سے بڑھ کر اس کائنات میں اور کچھ بھی نہیں تمہاری طرح مریرہ کو بھی قدرت کی خوب صورتی سے بہت عشق تھا وہ بھی جان دیتی تھی۔ ان بادلوں...... بارشوں...... بھیگے بھیگے پیڑ پودوں...... اڑتے پرندوں اور سبک روی سے چلتی سرد ہواؤں...... سردیوں کی ٹھٹھرتی شاموں اور کہر میں لپٹی صبحوں پر۔"

غزل

محبت کرکے اے ہمدم!
سنو اعتبار کرتے ہیں
بھلا کے نفرتوں کو اب
سنو ہم پیار کرتے ہیں
عشق کرکے ہم اور تم
نئی داستاں بنتے ہیں
راج ہجر کا قصہ لمبا ہوا
چلو ہم ساتھ چلتے ہیں
چلو ہم ساتھ چلتے ہیں

سید عبادت راج...... ڈیرہ اسماعیل خان

"اتنے سال گزر گئے بابا آپ نے انہیں ڈھونڈنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟" پہلے بھی کئی بار کا کیا ہوا سوال اس نے پھر دہرایا۔ کرنل صاحب کی آنکھوں میں یاسیت بکھر گئی۔

"ڈھونڈا انہیں جاتا ہے عائلہ جو کھو جائیں جو خود اپنی مرضی سے چھوڑ کر چلے جائیں انہیں کوئی کیسے ڈھونڈ سکتا ہے۔"

"مگر انہوں نے ایسا کیوں کیا بابا صمید انکل اور ان کی لڑائی میں آپ کا تو کوئی قصور نہیں تھا پھر آپ کو چھوڑ کر کیوں گئیں وہ۔" عائلہ کے سوال میں الجھن تھی اور کرنل صاحب نے نظریں پھیر لیں۔

وہ اس سوال سے ہمیشہ نظریں چراتے تھے مگر اس وقت جانے کس موڈ میں تھے جو چپ نہ رہ سکے۔

"اسے لگتا تھا شاید میں اس کے فیصلے میں اس کا ساتھ نہیں دوں گا اسی لیے صمید کے ساتھ ساتھ اس گھر سے بھی اس نے اپنا تعلق توڑ لیا۔"

"مگر اتنے سال ہوگئے بابا انہیں پلٹ کر خبر تو لینی چاہیے تھی آپ کی۔"

"ضروری نہیں سمجھا اس نے۔"

"مگر کیوں، آپ نے انہیں ماں باپ بن کر پالا تھا ان کی ہر ضرورت اور خواہش پوری کی تھی پھر وہ آپ کے ساتھ ایسا کیسے کرسکتی ہیں۔" اس بار عائلہ کے سوال میں صرف الجھن ہی نہیں غصہ بھی تھا۔

کرنل صاحب کے اندر جیسے گہری چپ بکھر گئی۔

"سدید ابھی تک گھر نہیں آیا اس کا پتا کرو کہیں خراب موسم کی وجہ سے کسی مشکل میں ہی نہ پھنس گیا ہو۔" عائلہ جانتی تھی کہ جلد یا بدیر وہ اس ٹاپک پر بات بدل دیں گے اور یہی ہوا انہوں نے بات بدل دی تھی اور ابھی وہ یاسیت سے بولی تھی۔

"میں نے اسے کال کی تھی مگر اس کا نمبر مسلسل بند مل رہا ہے۔"

"اللہ خیر کرے پتا نہیں کب عقل آئے گی اس لڑکے کو بہت بے پروا ہوگیا ہے۔" پکوڑوں کی پلیٹ جوں کی توں چھوڑ کر وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے ہوئے اٹھ گئے۔

عائلہ جانتی تھی وہ ڈسٹرب ہوں گے اور وہ ڈسٹرب ہوکر رہ گئے تھے تبھی اسے خود پر افسوس ہوا تھا۔ اس کے ہوش

میں جب جب اس گھر میں مریرہ رحمان کا ذکر ہوا تھا وہاں کے در و دیوار پر اداسیوں کی پریاں اتری تھیں۔
کرنل صاحب اور صمید حسن دونوں گھرانوں کی زندگیوں میں مریرہ رحمان نامی باب ایک ایسا باب تھا جو جب بھی کھلتا تھا تباہیاں اور بے چینیاں لاتا تھا اس رات اس گھر میں بھی یہی ہوا تھا اور رات تقریباً ساڑھے بارہ بجے کرنل صاحب کا بی پی شوٹ کر گیا تھا اور پھر صبح فجر کی اذان کے بعد ہی ان کی حالت قدرے بہتر ہوسکی تھی۔ سدید عشاء کے بعد گھر واپس آ گیا تھا۔ عائلہ نے وہ پوری رات سدید کے کندھے پر سر رکھ کر آنسو بہاتے ہوئے گزاری تھی۔

❁......❁❁......❁
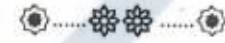
سنو جاناں
ابھی پہلی محبت کے بہت سے قرض باقی ہیں
ابھی پہلی مسافت کی تھکن سے چور ہیں پاؤں
ابھی پہلی رفاقت کا ہر اک گھاؤ سلامت ہے
ابھی مقتول خوابوں کو بھی دفنایا نہیں ہم نے
ابھی آنکھیں ہیں عدت میں
ابھی یہ دن سوگ کے دن ہیں
ابھی اس غم کی کیفیت سے باہر کس طرح آئیں؟
ابھی یہ زخم بھرنے دو
ابھی کچھ دن گزرنے دو
یہ غم کے نیلگوں دریا، اتر جائیں تو سوچیں گے
ابھی یہ زخم تازہ ہیں
یہ بھر جائیں تو سوچیں گے
دوبارہ کب اجڑنا ہے

شام ڈھل چکی تھی۔ صبح سے مسلسل ہوتی بارش میں بھیگتے پرندوں نے گھر واپسی کا سفر شروع کر دیا تھا مگر وہ وہیں لان میں بیٹھی رہی تھی۔
گزشتہ گزرے سالوں میں وجود ایسا سن ہوا تھا کہ جیسے ہر احساس ہی مٹ گیا تھا۔
درد کا احساس...... تنہائی کا احساس...... موسموں کے سرد یا گرم ہونے کا احساس...... پسندیدہ کھانوں کی لذت کا احساس...... کچھ بھی کھو دینے کی تکلیف کا احساس...... بارش، پھول، پودوں کے حسن کا احساس...... کیا رہا تھا اس کے پاس؟
کچھ بھی تو نہیں......

اب تو ہاتھوں کی لکیریں بھی مٹی جاتی ہیں
تجھ کو کھو کر تو میرے پاس رہا کچھ بھی نہیں

''بیگم صاحب۔'' جانے کب تک وہ اپنے آپ میں کھوئی رہتی جب ملازمہ کی پکار نے اسے حقیقت کی تلخ دنیا میں واپس گھسیٹ لیا۔

محبت
اپنی حنا کی خوشبو سے میری سانسوں کو معطر کردو
اپنے احساسِ جذبات سے میری روح کو پُر کردو
اپنی خوشبو کو میری ذات سے مشروط کرو
اپنی دھڑکنوں کے راگ میرے نام کردو
مجھے اپنے آپ میں بدل کر دل کے قریب لاؤ
ان بدلتی شاموں میں خود کو بے خود کردو
حیا سے جھکی پلکوں کو اٹھا کر میرے تقاضوں کو سمجھو
پیار کی بوندیں برسا کر میری محبت کو امر کردو
میرے پیار کے شجر کی آبیاری میں ہم نوا بنو
اقرار محبت کرکے مجھ پر موسم بہار کردو
میری محبت کو اپنے دل کے دامن میں سمیٹ لو
اپنے آپ کو میری محبت کے رنگ میں مدغم کردو
اپنے خوابوں کی دنیا میں بساؤ مجھے
اپنے آپ کو میرے لیے بے قرار کردو
اپنی محبت سے میرے دل کی دھڑکنیں پڑھ ڈالو
مجھے محبت کے یقین سے امر کردو
رضا اصغر...... خانیوال

''ہوں......''
''عمر صاحب کا فون ہے کب سے آپ کے سیل نمبر پر کال کر رہے ہیں مگر آپ نے جواب نہیں دیا تو اب ادھر لینڈ لائن پر کال آئی ہے ان کی آپ کو بلا رہے ہیں۔''
''ٹھیک ہے تم جاؤ، میں آتی ہوں۔'' ملازمہ کی اطلاع پر گہری سرد آہ بھر کر اٹھ کھڑی ہوئی۔
''السلام علیکم۔'' لاؤنج میں فون کی سائیڈ پر دھرے ریسیور کو سرد برفیلی انگلیوں سے تھامتے ہی اس نے سلامتی بھیجی تھی۔
عمر نے سماعتوں میں اس کی آواز اترتے ہی سکون کی سانس لی۔
''وعلیکم السلام میں نے سوچا تھا شاید جب تمہاری بیٹی بڑی ہو جائے گی تو تم گدھے گھوڑے بیچ کر سونے والا مشغلہ ترک کر دو گی مگر میں نہیں جانتا تھا کہ تم اپنے نام کی ایک ہی چیز ہو اب کہنے کو تو تمہارے نام کا مطلب نازک اندام لڑکی ہے مگر حقیقت میں ایسا ہے نہیں۔''
''اچھا...... بہت شکریہ اتنی قیمتی معلومات فراہم کرنے کا۔'' اپنے اندر کی اداسی چھپا کر وہ بھی پرانے انداز میں واپس لوٹ آئی تو عمر مسکرا دیا۔
''میں نے صبح فون کیا تھا ملازمہ بتا رہی تھی تمہارے سامنے کا ایک دانت گر گیا ہے۔ یقین مانو مریرہ مجھے بہت

افسوس ہوا ماما کہ اب لاٹھی کے سہارے چلنے والی عمر آ گئی مگر سامنے والا دانت ٹوٹ کر گرتا...... چچ...... چچ...... چچ کتنی عجیب لگوگی ناں تم سب مذاق بنائیں گے۔'' وہ تنگ کررہا تھا۔

مریرہ چند لمحوں کے لیے اپنا دکھ بھول گئی۔

''تمہیں میری فکر میں اتنا گھلنے کی ضرورت نہیں ہے یونہی خوامخواہ چار پانچ کلو وزن کم ہوجائے گا۔ الحمدللہ میرے ابھی سارے دانت سلامت ہیں۔ قصہ مختصر تمہیں ابھی بھی کچا چبا سکتی ہوں۔''

''اوہو...... ابھی بھی اتنے خطرناک عزائم ہیں تمہارے۔''

''جی ہاں بالکل۔''

''اللہ معاف کرے پتا نہیں تمہارا نام مریرہ کس نے رکھ دیا تھا میرے حساب سے تو تمہارا نام جھانسی کی رانی ہونا چاہیے تھا۔''

''چلو، یہ نام تمہاری بیٹی کا رکھ دیں گے ساٹھ سے اوپر کے ہورہے ہو ابھی بھی وقت ہے شادی کرلو نہیں تو کسی نے لاٹھی بھی نہیں پکڑانی ہاتھ میں۔''

''خیر ہے، دیکھا جائے گا، تمہارے نیک مشورے کا شکریہ ویسے میں نے تمہیں بہت مزے کی اطلاع دینے کے لیے فون کیا تھا۔''

''کیسی اطلاع۔''

''تمہارے بیٹے کو دیکھا تھا میں نے، یہاں لندن میں، یقین مانو مریرہ! ایک لمحے کے لیے تو میں بالکل ساکت رہ گیا۔ اتنے نین نقش چرائے ہیں تمہارے بیٹے نے تمہارے کہ ایک لمحے کے لیے تو میں اسے دیکھتا ہی رہ گیا بہرحال بہت خوب صورت اور ذہین بیٹا ہے تمہارا بالکل اپنی ماں کی طرح۔''

''شکریہ۔'' عمر کی اطلاع پر وہ بہت کچھ کہنا اور پوچھنا چاہتی تھی مگر اس کا لہجہ اس کا ساتھ نہیں دے سکا تبھی محض شکریہ پر اکتفا کیا۔

''دری کیسی ہے۔'' عمر جانتا تھا وہ اداس ہوگئی ہوگی تبھی فوراً سے پیشتر اس نے بات بدل دی اور مریرہ نے آنکھیں صاف کیں۔

''ٹھیک ہے اسی کی ضد پر پاکستان آئی ہوں اس بار۔''

''ہوں ظاہر ہے تم دوبئی کو کیسے چھوڑ سکتی ہو، آخر گھر میں چھپے خزانوں کی حفاظت بھی تو کرنی پڑتی ہے ناں؟'' اس نے کہا اور مریرہ اس کی توقع کے عین مطابق کھل کر ہنس پڑی تھی۔

''شکر کچھ پھول تو جھڑے تمہاری ہنسی سے اب رکھتا ہوں بہت بل بن گیا ہے لگتا ہے اگلے پورے مہینے صرف بریڈ اینڈ جیم پر ہی گزارہ کرنا پڑے گا۔ دری آئے تو میرا پیار دینا اسے۔''

''ٹھیک ہے اللہ حافظ۔''

''اللہ حافظ۔'' لائن کٹ گئی تھی۔

وہ شکستہ سی قریبی صوفے پر ڈھے گئی۔

کیا سوچتا ہوگا اس کا بیٹا اس کے بارے میں کہ وہ کیسی سنگ دل ماں تھی جس نے صرف اپنی ضد، اپنے غصے اپنے انتقام میں اسے خود سے الگ کرکے پھینک دیا...... مائیں تو موسموں کے سرد و گرم سے محفوظ رکھتی ہیں۔ معمولی سی معمولی چوٹ اور دکھوں پر اپنے آنچل میں چھپا کر سینے سے لگا کر اپنے بچوں کی ڈھارس بندھاتی ہیں۔ مگر وہ رویا

ہوگا تو اس نے کس کے آنچل میں پناہ ڈھونڈی ہوگی...... کس سے اپنے سارے دکھ اور جذبات شیئر کیے ہوں گے...... کس کے سینے سے لگ کر تنہائی کی راتوں میں بلک بلک کر رویا ہوگا۔ حمید صاحب نے کیا بتایا ہوگا اسے کہ اس کی ماں کہاں ہے...... کیسے بتایا ہوگا کیوں وہ دونوں زندگی کی ڈگر پر ایک ساتھ نہیں چل سکے۔

وہ کیسی آندھیاں تھیں جو اپنے ساتھ ان کا گھروندہ بھی بہا کرلے گئی تھیں۔ وہ کیا حالات تھے جنہوں نے ان دو پیار کرنے والے دلوں کے درمیان صدیوں کی دیوار حائل کردی تھی...... ایسی دیوار جسے چاہتے ہوئے بھی پاٹا نہیں جاسکتا تھا۔

❁...... ❁❁ ......❁

درمکنون اس رات بہت لیٹ گھر واپس آئی تھی...... مریرہ بیگم نے ہلکے ہلکے بخار کے باوجود اس کے لیے خود اپنے ہاتھوں سے کھانا پکایا تھا اور اب آتش دان دہکا رہی تھیں۔

وہ فریش ہونے کے بعد وہیں چلی آئی۔

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام آج اتنی دیر کردی۔''

''سوری مما، اصل میں پارٹی خاصی لیٹ شروع ہوئی تھی وقار صاحب کا شوگر ڈاؤن ہوگیا تھا، مجھے اچھا نہیں لگا انہیں اس حال میں چھوڑ کر واپس آنے کا۔''

''پھر تو صیام بھی بہت لیٹ ہوگیا ہوگا؟''

''ظاہری سی بات ہے اس نے مجھے گھر ڈراپ کرکے ہی جانا تھا۔''

''مگر اس کا گاؤں بہت دور ہے پھر راستہ بھی اتنا دشوار گزار ہے تمہیں اس کا خیال کرنا چاہیے دری، وہ اپنے گھر کا واحد کفیل ہے۔''

''سو وہاٹ مما ملازم ہے تو کام تو کرنا پڑے گا اب میں صرف اس کی شکل و صورت و وجاہت پر پیسے تو نہیں دیتی اسے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے مگر انسانیت بھی تو کوئی چیز ہے بیٹا۔'' اب وہ اسے کیسے بتاتیں کہ صیام میں انہیں اپنا زاویار نظر آتا ہے۔

درمکنون اب کافی بنارہی تھی۔

''میں سمجھتی ہوں اور اس کا کافی احساس بھی کرتی ہوں آپ پلیز پریشان نہ ہوں وہ چلا جائے گا۔''

''خدا کرے ایسا ہی ہو، پراجیکٹ کیسا رہا؟''

''اے ون بھلا آپ کی بیٹی نے آج تک کبھی شکست کا سامنا کیا ہے جو آج کرتی۔'' درمکنون کے لہجے میں گھمنڈ تھا اور مریرہ کا دل یہ گھمنڈ دیکھ کر کانپ کر رہ گیا۔

''ایسا نہیں کہتے بیٹے ہمیشہ جیتنے والوں کو جب وقت اپنی لپیٹ میں لیتا ہے تو خاک چٹا کر رکھ دیتا ہے ایسے منہ کے بل گراتا ہے کہ دوبارہ اٹھ کر اپنے پاؤں پر چلنے کی سکت بھی نہیں رہتی۔''

''آپ مجھے ڈرا رہی ہیں مما۔''

''نہیں مطلع کررہی ہوں مٹی سے بنے انسان کی پیشانی پر عاجزی کا جھومر ہی سجا رہے تو اچھا ہے۔''

''اوکے...... اب فٹافٹ کھانا لگوائیں میں نے وہاں کچھ بھی ٹھیک سے نہیں کھایا۔''

''میں جانتی تھی اسی لیے میں نے تمہارے لیے خود اپنے ہاتھوں سے کھانا پکایا ہے۔''
''واؤ اسی لیے تو کہتی ہوں میری مما بہت گریٹ ہیں۔'' وہ خوش ہوئی تھی۔
مریہ کے لبوں پر اداسی سی مسکراہٹ بکھر کر رہ گئی۔ وہ کھانا کھا رہی تھی جب مریہ نے اسے بتایا۔
''آج مسز ہمدانی کا فون آیا تھا ان کے میاں تمہاری ذہانت اور قابلیت سے بہت متاثر ہیں اسی لیے وہ چاہتے ہیں کہ تم ان کی فیملی کا حصہ بن جاؤ میرا مطلب ہے وہ اپنے بیٹے کے لیے تمہارا ہاتھ مانگنا چاہتے ہیں۔''
''پھر آپ نے کیا کہا؟''
''میں کیا کہہ سکتی تھی تم سے بات اور تمہاری رضا لیے بغیر کچھ بھی نہیں کرسکتی میں۔''
''نہیں مما، میری رضا لیے بغیر اور مجھ سے بات کیے بغیر آپ فوراً سے پیشتر کسی بھی ایسے پروپوزل کے لیے انکار کرسکتی ہیں۔''
''مگر کیوں آخر ایسا کب تک چلتا رہے گا۔''
''جب تک مجھے کسی سے محبت نہیں ہوجاتی تب تک۔''
''فضول باتیں مت کرو دری آج کل کے دور میں اچھے لڑکوں اور رشتوں کا ملنا بہت مشکل ہے۔''
''بالکل سچ کہا آپ نے مما مگر زندگی صرف ایک بار ملتی ہے میں اسے کسی ایڈونچر یا تجربے کی نذر نہیں کرسکتی بہتر ہے آپ اس موضوع کو یہیں ختم کردیں...... پلیز۔''
''میں تمہاری ماں ہوں دری، تمہاری فکر کرنا فرض ہے مجھ پر۔''
''جانتی ہوں مگر آپ صرف میری ماں نہیں ہیں بلکہ میری ہمدم، میری ہمراز اور میری بہت اچھی دوست بھی ہیں اور پلیز مما اگر اب آپ نے اس موضوع کو یہیں ختم نہ کیا تو میں ابھی اسی وقت کھانا چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔''
''ماں کو دھمکی دے رہی ہو۔''
''آف کورس۔''
''بہت بدتمیز ہوگئی ہو تم دری بتا رہی ہوں میں تمہیں۔''
''اس عزت افزائی اور تعریف کیلئے شکریہ عزیز از جان مام۔'' مزے سے کھانا کھاتے ہوئے اس نے مریہ کو چڑایا اور جواب میں مریہ نے خفگی سے منہ پھیر لیا۔
درمکنون جانتی تھی کہ یہ خفگی بہت زیادہ دیر تک برقرار رہنے والی نہیں، تبھی بے نیازی کھانے سے انصاف کرتی رہی۔

⊛......❀❀......⊛
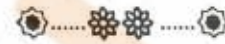
بارش ٹوٹ کر برسی تھی۔
عائلہ آفس سے نکلی تو تھکن سے برا حال تھا۔
زاویار دو تین دن سے آفس نہیں آرہا تھا مگر اس کے باوجود اس پر کام کا بہت پریشر تھا۔ وہ چاہتی تو جاب چھوڑ کر آرام سے گھر بیٹھ سکتی تھی مگر صمید حسن صاحب کی محبت اور مان کی وجہ سے وہ چاہتے ہوئے بھی ایسا نہیں کرسکتی تھی آفس سے گھر پہنچتے عصر سے اوپر کا ٹائم ہوگیا تھا۔ وہ ابھی لاؤنج میں داخل ہوئی تھی کہ اس نے کرنل صاحب کو ہدیہ سے کہتے ہوئے سنا۔
''میری شروع سے خواہش تھی کہ تم آئی ایس آئی جوائن کرو اس وطن کے ذرے ذرے سے اپنی محبت کا حق ادا

کرو، بہت زخم ہیں اس دھرتی کے سینے پر، شروع سے اب تک لہو رس رہا ہے اس کے ایک ایک عضو سے تمہیں اس لہو کا قرض چکانا ہے اپنا فرض ادا کرنا ہے دیکھو کوشش کرنا کبھی کسی بھی مرحلے پر تمہارے قدم کہیں ڈگمگا نہ جائیں۔''

''ایسا نہیں ہوگا بابا آپ کی خواہش پوری کرنے کے لیے میں ہر مشکل برداشت کرسکتا ہو ویسے بھی میں خود جنون اور شوق کے اس رستے کا راہی ہوں آپ بس عائلہ سے فی الحال اس بات کا ذکر مت کیجیے گا۔''

''ٹھیک ہے نہیں کروں گا کیا تم نے شادی کے موضوع پر اس سے بات کی۔''

''نہیں بابا پتا نہیں کیوں میں جب بھی اس سے اس موضوع پر کوئی بات کرنا چاہتا ہوں ہمت جواب دے جاتی ہے یہ سوچ کر ہی کچھ ہونے لگتا ہے کہ کہیں وہ کسی اور میں انٹرسٹڈ نہ ہو۔''

''ہوں...... جب میں نے تمہاری آنکھوں میں اس کے لیے محبت دیکھی تھی تو میں بھی الجھ کر رہ گیا تھا۔'' صمید اور مریرہ کی کہانی ابھی پرانی نہیں ہوئی ہے میرے لیے، میں ڈرتا تھا کہیں پھر سے کچھ غلط نہ ہو جائے مگر پھر جب تمہارے جذبوں کی سچائی دیکھی تو عائلہ کے لیے تم سے بہتر کوئی لڑکا نہیں مل سکتا مجھے۔''

''ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا بابا پتا نہیں وہ اب تک آئی کیوں نہیں، موسم کے تیور بھی ٹھیک نہیں دکھ رہے۔'' وہ اس کے لیے فکر مند تھا اور عائلہ نے اسی پل قدم آگے بڑھا دیے۔

''السلام علیکم۔'' سدید چونکا اور پھر عائلہ پر نظر پڑتے ہی مسکرا دیا۔

''وعلیکم السلام، شیطان کو یاد کرو تو وہ حاضر ہو جاتا ہے یہ پریاں کب سے یاد کرتے ہی حاضر ہونے لگیں؟''

''بس دل کو دل سے راہ ہونی چاہیے سب کچھ ہو جاتا ہے۔''

''ہوں یہ تو ہے میں ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی گھر آیا ورنہ تمہیں آفس سے پک کر لیتا۔''

''مہربانی کچھ کھانے کو ملے گا کہ نہیں؟'' وہ کرنل صاحب کے پہلو میں آ بیٹھی تھی سدید مسکرا دیا۔

''جب تک یہاں ہوں تب تک تو مل جائے گا جب چلا گیا تو پھر کوئی گارنٹی نہیں۔''

''تم کہیں نہیں جاؤ گے آئی سمجھ۔''

''اوکے چلو فریش ہو جاؤ آج باہر سے بریانی لایا ہوں مل کر کھاتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔'' خلاف توقع وہ فوراً ہی اٹھی۔

''اسی روز شام کے بعد جب کرنل صاحب اپنے کسی دوست کے ساتھ لان میں محفل جمائے بیٹھے تھے وہ سدید کے کمرے میں چلی آئی جو کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا نجانے کس کام میں مصروف تھا۔

''سدید۔''

''ہوں۔'' وہ پلٹا تو عائلہ بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی۔

''تم آئی ایس آئی جوائن کرنا چاہ رہے ہو۔'' وہ سوال جو اسے پچھلے تین گھنٹوں سے پریشان کر رہا تھا اس نے ڈائریکٹ پوچھ لیا کرنل صاحب اب لان میں نہیں تھے سدید نے کمپیوٹر آف کر دیا۔

''تمہیں پتا ہے آئی ایس آئی جوائن کرنے کا مطلب کیا ہے؟''

''ہوں آئی ایس آئی کا مطلب ہے اس وطن سے اس وطن کے ایک ایک ذرے سے اپنی سچی لگن اور دلی محبت کا صحیح اظہار، بنا اپنی جان اور عیش و آرام کی پروا کیے اپنے وطن کے لوگوں کی بقا کوئی میڈل، کوئی صلہ کوئی واہ واہ طلب کیے بغیر اس مٹی کے لیے اپنا وجود مٹی کر دینا۔''

''مگر میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی، کبھی نہیں۔''

بنائی کیا خدا نے سوہنی صورت محمدؐ کی
ہوا عاشق وہ جس نے دیکھ لی صورت محمدؐ کی
کمال حسن یوسف پر فقط زلیخا تھی
خدا خود جس پر عاشق ہے وہ صورت ہے محمدؐ کی
مسلمانوں کو جب جنت کے دروازے پر روکیں گے
حکم ہوگا کہ جانے دو یہ امت ہے محمدؐ کی

زومر عطاریہ...... کراچی

''کیوں کیا تم محب وطن نہیں ہو؟''

''ہوں، مگر میں تمہیں کسی خطرے کا شکار ہوتے نہیں دیکھ سکتی سدید۔''

''پگلی ہو تم عائلہ خطروں سے کھیلنا تو ہم وطن کے رکھوالوں کا سب سے پسندیدہ، مشغلہ ہے وہ خون ہی کیا جو حق کی راہ میں نہ بہے۔''

''مگر تم ہی کیوں اور لوگ بھی تو ہیں وہ کیوں نہیں؟''

''اس راہ میں جلنے والے پروانوں کی کمی نہیں ہے عائلہ، اپنے حصے کا دیا ہر انسان کو خود ہی جلانا پڑتا ہے بس تم دعا کرو مجھ سے کہیں، کچھ بھی غلط نہ ہو، کچھ بھی ایسا کہ جب روز محشر میں اللہ رب العزت کے سامنے پیش ہوں تو میرا سر خوف اور ندامت سے جھکا ہوا ہو، میں اپنا فرض پوری ایمان داری سے نبھانا چاہتا ہوں برف پوش پہاڑوں سے عشق کے بعد اب زندگی کی مشکلات کے ساتھ کھیلنا چاہتا ہوں دیکھو کیا بنتا ہے؟''

''سدید پلیز چاہے کچھ بھی ہو جائے میں کبھی تمہیں اپنی جان یوں مشکلات میں ڈالنے کی اجازت نہیں دوں گی۔''

''نہیں عائلہ میں نے زندگی میں اس منصب تک پہنچنے کے لیے بہت محنت کی ہے بہت دعائیں مانگی ہیں بہت خواب دیکھے ہیں اور اب جوان خوابوں کی تعبیر پانے کا وقت آیا ہے تو تم مجھے پیچھے دھکیلنا چاہتی ہو پلیز اب ظلم مت کرو میرے ساتھ۔''

''مگر......''

''کچھ اگر مگر نہیں اللہ پر بھروسہ رکھو، سب ٹھیک ہوگا۔''

''گویا تم نے ٹھان لی ہے کہ تم میری بات نہیں مانو گے۔''

''او پگلی تمہاری بات نہ مان کر کدھر جانا ہے میں نے، ابھی تو صرف کوشش کر رہا ہوں کامیاب نہیں ہوا ہوں تم نے ایویں شور ڈالنا شروع کر دیا ہے خیر چھوڑو یہ بتاؤ کافی بناؤں تمہارے لیے۔''

''نہیں، آفس میں پی لی تھی۔ البتہ تمہیں بنا دیتی ہوں۔'' کہتے ہی وہ اٹھ کر کچن میں چلی آئی تھی۔

''ہوں...... دوبارہ اس کھڑوس زاویار حسن نے پریشان تو نہیں کیا تمہیں؟''

''نہیں میں اب انکل کی ہدایت کے بعد ذرا کم ہی منہ لگتی ہوں اسے۔''

''گڈ، بہتر ہے تم اس کا سامنا ہی نہ کرو کوئی تم پر گرم نگاہ ڈالے میں بالکل برداشت نہیں کرسکتا۔''

''جانتی ہوں اسی لیے وہ جب بھی آؤٹ آف کنٹرول ہوتا ہے میں اسے اس کی اوقات یاد دلا کر رکھ

دیتی ہوں۔"

"وری گڈ، مجھے تم سے یہی امید تھی۔" وہ مسکرایا تو عائلہ بھی مسکرادی کافی بن گئی تو اس نے کپ سدید کو تھمادیا۔

"چلو باہر لان میں چلتے ہیں سنا ہے آج بہت سرد ہوا چل رہی ہے۔"

"جی ہاں بالکل صحیح سنا ہے آپ نے ابھی آفس سے آتے ہوئے میری قلفی جمتے جمتے رہ گئی تھی۔"

"اوہ یار تھوڑی دیر اور باہر نہیں رہ سکتی تھیں تم ذرا میں بھی تو دیکھتا کہ تم قلفی بنی کیسی لگتی ہو؟"

"کل رک جاؤں گی پھر دیکھ لینا۔" سدید کی شرارت پر دائیں ہاتھ سے اس کے بال بکھیرتے ہوئے وہ کچن سے نکل آ گئی۔ کرنل صاحب اپنے دوست کے ساتھ ہی گھر سے باہر نکل گئے تھے اور وہ دونوں سرد موسم کی پروا کیے بغیر باہر لان میں آ بیٹھے۔

"ایک بات پوچھوں سدید سچ بتاؤ گے۔"

"ہوں پوچھو؟" کافی کا بڑا سا گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے خلاف توقع اسے فوری اجازت دی' تبھی عائلہ نے پوچھا۔

"تمہیں اب اپنی مما یاد نہیں آتیں۔" سدید کو امید نہیں تھی کہ وہ اس سے یہ سوال کرے گی تبھی مسکرا کر ٹالتے ہوئے بولا۔

"نہیں...... کیونکہ تم جیسی بلا کے سامنے ہوتے ہوئے کسی اور کو یاد کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"سدید پلیز میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔" اس نے احتجاج کیا تو سدید نے ساری کافی ایک ہی گھونٹ میں اندر اتار لی۔

"تم کیوں میرے زخم ادھیڑنا چاہتی ہو عائلہ؟"

"زخم نہیں ادھیڑ رہی میں ان چنگاریوں سے کھیلنا چاہتی ہوں جو تم نے اپنے سینے میں، ہنسی مذاق کی راکھ تلے دبا رکھی ہیں سدید۔"

"مگر کیوں؟"

"بس دل چاہ رہا ہے۔"

"کبھی کبھی تم بہت پریشان کرتی ہو عائلہ، جانتی بھی ہو کہ یہ دبی ہوئی چنگاریاں ہوا کی زد میں آئیں تو میں ساری رات سو نہیں پاؤں گا۔"

"ہوں، جانتی ہوں مگر مجھے تم سے تمہارے گزرے کل کی کہانی سن کر بہت اچھا لگتا ہے ان فیکٹ مجھے تم سے محبت کا احساس بھی اسی وقت ہوا تھا جب پہلی بار میں نے تمہیں گراؤنڈ میں زمین پر اکیلے بیٹھے روتے ہوئے دیکھا تھا۔"

"تم کہنا چاہتی ہو کہ تمہیں مجھ پر ترس آیا تھا؟"

"نہیں، میں کہنا چاہتی ہوں کہ اس روز میں نے جانا تھا تم کتنے بہادر انسان ہو اندر ڈھیروں کرب چھپائے اوپر سے مطمئن اور خوش رہتے ہو، بالکل سمندر کی طرح۔" پہلی بار وہ اس کی تعریف کر رہی تھی مگر سدید خاموش تھا۔

"کیا اتنے سالوں میں کبھی تمہارا اپنی مما سے سامنا نہیں ہوا؟"

"ہوا تھا مجھے وہ پچھلی بار عید پر مارکیٹ میں نظر آئی تھیں۔"

"واؤ...... پھر۔"

انمول باتیں

- کسی دوست کو فضول نہ سمجھو کیونکہ جو درخت پھل نہیں دیتا وہ سایہ ضرور دیتا ہے۔
- اچھا دوست ہاتھ اور آنکھ کی طرح ہوتا ہے جب ہاتھ کو تکلیف ہوتی ہے تو آنکھ روتی ہے اور جب آنکھ روتی ہے تو ہاتھ آنسو صاف کرتا ہے۔
- جو عیب سے واقف کرے وہ دوست ہے اور زبان پر تعریف کرنا ذبح کرنے کے برابر ہے۔
- جفاکشی کے سمندر کی تہہ کامیابی کے موتیوں سے بھری پڑی ہے۔
- پستی کو حقیر مت جانو کیونکہ اس نے بلندی کا بوجھ اٹھا رکھا ہے۔
- خوش رہنے کا ایک طریقہ یہ بھی کہ اپنی ضرورتیں کم کرو۔
- کامیابی کی اولین شرط خود اعتمادی۔
- انسان کو دریا کی طرح سخی' سورج کی طرح مہربان اور زمین کی طرح نرم ہونا چاہیے۔

کامران خان...... کوہاٹ

"پھر کیا، میں دامن بچا کر نکل گیا۔"

"مگر کیوں، تمہیں ان کا حال احوال تو پوچھنا چاہیے تھا۔"

"کیوں پوچھتا میں ان کا حال احوال، کیا انہوں نے کبھی میرا حال جاننے کی کوشش کی؟ میرے بارے میں سوچا، میری فکر کی، میرا خیال کیا، نہیں...... انہوں نے کبھی ایک لمحے کے لیے بھی میرے بارے میں سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی حالانکہ میں ان کے جگر کا ٹکڑا تھا وہ پہلا بیٹا جسے پورے نو ماہ انہوں نے اپنے وجود کے اندر رکھا مگر پھر بھی وہ مجھے دنیا کی ٹھوکروں میں بے یار و مددگار چھوڑ کر چلی گئیں کیا وہ نہیں جانتی تھیں کہ دنیا میں ماں سے بڑھ کر کسی بھی انسان کا کوئی اپنا نہیں ہوتا۔" اس کے سینے میں دبی چنگاریوں کو ہوا لگ چکی تھی۔ عائلہ نے آہستہ سے اپنا سرد ہاتھ اس کے مضبوط ہاتھ پر رکھا۔

"میرے لیے وہ رات بہت کٹھن تھی جب میرے پاپا کا روڈ ایکسیڈنٹ ہوا حالانکہ اس وقت صرف پانچ سال کا تھا میری سوچ اور دنیا بہت محدود تھی مگر پھر بھی میں چپ نہیں ہو رہا تھا صرف اس لیے کہ پاپا اٹھ کر میرے ساتھ کھیل کیوں نہیں رہے تھے، وہ تو میری کوئی فرمائش نہیں ٹالتے تھے انہوں نے کبھی میری آنکھ میں آنسو آنے نہیں دیتے تھے بہت ضروری میٹنگ میں ہوتے تب بھی میری صرف ایک کال پر گھر بھاگے آتے...... اور اس وقت...... اس وقت میں انہیں پکار رہا تھا مگر وہ میری پکار نہیں سن رہے تھے دادی، پھوپھو سب مجھے اپنے اپنے سینے میں بھینچ کر رو رہے تھے اور مجھے ان کے یوں رونے سے اور بھی رونا آ رہا تھا۔ نہ صرف رونا آ رہا تھا بلکہ بہت غصہ بھی آ رہا تھا کہ وہ سب ہمارے گھر آ کر شور کیوں ڈال رہے ہیں۔ مگر پھر بھی اس رات میں سو گیا تھا مما کی نرم گرم آغوش نے کب میرے حواس چھینے، پتا ہی نہیں چلا اگلے تین روز کے بعد جب نانا ابو نے دادی ماں سے یہ کہا کہ وہ اب اپنی بیٹی کو اپنے ساتھ لے جا کر رہیں گے دادی چاہیں تو مجھے یعنی اپنے اکلوتے بیٹے کی نشانی کو اپنے پاس رکھ سکتی ہیں اور اس پر جو دادی ماں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے تھے انہیں دیکھ کر بھی میں رو پڑا تھا۔ مجھے اس وقت پتہ ہی نہیں تھا کہ مما ایک رئیس باپ کی لاڈلی بیٹی تھی جنہوں نے اپنے والدین کی مخالفت کر کے میرے غریب باپ سے شادی صرف اس لیے کی کیونکہ وہ ان سے محبت کرتی تھیں۔ پاپا کا چھوٹا سا گھر جسے نانا ابو پنجرہ کہتے تھے مما کے لیے محبت کا

پنجرہ تھا جس میں وہ اپنی رضا سے قید ہوئی تھیں۔ مگر پاپا کی رحلت کے ساتھ ہی محبت کے اس پنجرے کا دروازہ بھی کھل گیا تھا اور مما وہاں بنا کسی کی محبت کسی کے جذبات کا احساس کیے اپنی عدت کا لحاظ کیے تین دن بھی نہیں ٹھہری تھیں۔ دادی ماں کو روتے بلکتے چھوڑ کر وہ مجھے اپنے ساتھ لیے نانا ابو کے گھر آ گئیں تھیں وہ گھر جہاں ان کے دو عدد بھائیوں کی فیملیز موجود تھیں۔ پہلی بار جب بڑے ماموں کے بیٹے نے مجھے دھکا دیا اور میرا دانت ٹوٹا تب میں نے مما کو رو رو کر شکایت کی تھی اور پتا ہے عائلہ میری شکایت پر میری مما نے نہ صرف ماموں کے بیٹے کو زور کا چانٹا مارا بلکہ مامی کے ساتھ بھی بہت جھگڑا کیا بعد میں نانا ابو اور ماموں سے الگ ان کی انسلٹ کرائی مگر اسی گھر میں ٹھیک تین سال بعد جب مامی نے جان بوجھ کر میری پیٹھ جلائی تو وہاں ان سے جھگڑا کرنے کے لیے میری مما نہیں تھیں۔ بے قصور جلنے کے باوجود مامی نے مجھے ہی نانا ابو اور ماموں سے ڈانٹ پڑوا کر اپنا پرانا حساب چکتا کیا تھا۔'' سدید کی آنکھوں کے گوشے ہلکے ہلکے سرخ ہو رہے تھے اور عائلہ سن سی بیٹھی اسے دیکھتی رہی۔

''میں نے سنا تھا دنیا میں جن کی مائیں نہیں رہتیں ان کے لیے سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ مگر میرے ساتھ یہ حقیقت الٹ ہوگئی تھی میری ماں زندہ تھی دنیا میں موجود تھی مگر پھر بھی میرے لیے سب ختم ہوگیا تھا پاپا کی رحلت کے ساتھ ہی میری دنیا برباد ہوگئی تھی۔'' وہ اب بکھر رہا تھا اور عائلہ چپ چاپ اسے دیکھتی رہی۔

کتنے رخنے، کتنی ٹوٹ پھوٹ اور پڑاؤ تھے اس شخص کے اندر...... وہ ابھی شاید کچھ اور بھی شیئر کرتا مگر اسی وقت اچانک ہی پھر سے شروع ہونے والی بارش نے اسے درد کی دنیا سے نکال کر پھر سے حقیقت حال میں لاکھڑا کیا تھا۔

''اوہ نو، یار میں نے ابھی کپڑے تبدیل کیے تھے۔'' وہ فوراً کھڑا ہوا اور عائلہ ہنس دی۔

''اچھا ہوا مجھے تمہارا یہ سوٹ بالکل پسند نہیں۔''

''جانتا ہوں ہو بھی کیسے سکتا ہے آخر میری پیاری معصوم سی محبوبہ کا گفٹ جو ہے۔''

''بس، بس بڑی آئی معصوم بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں میں اسے جتنی وہ معصوم ہے۔'' سدید کی کسی اور کے لیے تعریف نے عائلہ کا خون جلایا اور وہ مسکرا کر اس کی ناک دبا تا جلدی سے اندر کی طرف بڑھ گیا۔

❁ ...... ❀❀ ...... ❁

طویل تر ہے سفر تمہیں کیا؟
میں جی رہا ہوں مگر تمہیں کیا؟
مگر تمہیں کیا کہ تم تو کب سے
میرے ارادے گنوا چکے ہو
جلا کے سارے حروف اپنے میری دعائیں بجھا چکے ہو
میں رات اوڑھوں کہ صبح پہنوں تم اپنی رسمیں اٹھا چکے ہو
سنا ہے سب کچھ بھلا چکے ہو
تو اب اس دل پر بھی جبر کیسا؟
یہ دل تو حد سے گزر چکا ہے
خزاں کا موسم ٹھہر چکا ہے
ٹھہر چکا ہے مگر تمہیں کیا

چار چیزیں

امام ابن خیام نے طب نبوی میں فرمایا ہے۔
☆ چار چیزیں ہیں جو بدن کو تباہ کر دیتی ہے۔
غم، رنج، بھوک، رات کا جاگنا
☆ چار چیزیں ایسی ہیں جو چہرے کی تازگی ختم کر دیتی ہے۔
جھوٹ، بے حیائی، کثرت گناہ، جاہلانہ سوال
☆ چار چیزیں ایسی ہیں جو چہرے کی رونق کو بڑھا دیتی ہے۔
خوش اخلاقی، ایمانداری، شرافت، تقویٰ

فائزہ اظہر...... بلوچستان

کہ ان خزاں میں، میں جس طرح کے بھی خواب دیکھوں
جس طرح کے بھی خواب دیکھوں، مگر تمہیں کیا؟

رات آدھی سے زیادہ ڈھل چکی تھی اور اوپر آسمان پر ڈھیروں ستاروں کی جھرمٹ میں جگمگاتا چاند، بادلوں کو شکست دیتا اپنی فتح کا جشن منا رہا تھا مگر اس کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔

کروٹ پر کروٹ بدلتے ہوئے وہ پچھلے تین چار گھنٹوں سے چاند کی بادلوں کے ساتھ آنکھ مچولی دیکھ رہا تھا۔ کبھی بادلوں کا کوئی ٹکڑا چاند اور ستاروں کی تابناکی کو چھپا لیتا تو کبھی چاند بادلوں کی اوٹ سے نکل کر یوں مسکراتا دکھائی دیتا جیسے بادلوں کو پچھاڑنے پر خوش ہو رہا ہو۔

مگر چاند اس کا حاصل نہیں تھا...... اس کا حاصل وہ تصور تھا جس نے اب تک اسے بے کل کیا ہوا تھا۔

آج کی شام وقار الحسن کے گھر پارٹی میں جس وقت درمکنون نے اس کا ہاتھ تھاما اس کا پورا وجود اس لمحے جیسے سن ہوگیا تھا۔

وہ لڑکی جسے وہ صرف سوچ سکتا تھا چاہ سکتا تھا مگر پا نہیں سکتا تھا اسی لڑکی نے اس کا ہاتھ تھام کر جیسے اسے فریز کر دیا تھا اور پھر پارٹی میں ہر پل وہ اس کے ساتھ ساتھ رہی تھی۔ اس نے ہر معاملے میں اس کے مشورے کو اہم جانا تھا وقت رخصت جب وہ گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا تو درمکنون کا دوپٹہ ہوا سے بار بار اس کے بازو کو چھو رہا تھا اور اسے یہ لمحے کتنے اچھے لگ رہے تھے کوئی اس کے دل سے پوچھتا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ کچھ عرصہ قبل تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد جب وہ جاب کی تلاش میں نکلا تو اسے کتنی جوتیاں چٹخانی پڑی تھیں۔ مسلسل ناکامی نے اس کے حوصلے پست کر دیئے تھے۔

تبھی ایک دوست کے مشورے پر ساری عمر کی جمع پونجی ماں کے خاندانی زیور اور کچھ گھر کا ساز و سامان بیچ کر اس نے بیرون ملک ویزے کے لیے اپلائی کر دیا۔ نصیب کی بدنصیبی نے یہاں بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑا اور وہ کمپنی جس کی توسط سے اس نے ویزے کے لیے اپلائی کیا تھا فراڈ نکلی یوں جو رہا سہا حوصلہ تھا وہ بھی جاتا رہا۔ اسے اچھی طرح سے یاد تھا کہ اس واقعے کے پندرہ روز تک وہ چار پائی پر بخار میں نڈھال پڑا رہا تھا۔ جب اس کے یونیورسٹی فیلو حنان کو اس کے حالات کا علم ہوا اس نے مریرہ بیگم سے اس کی شرافت، کردار اور ایمان داری کی سفارش کر کے اسے درمکنون کا پرسنل سیکرٹری رکھوا دیا۔

تب سے اب تک اس نے اپنا فرض اور ڈیوٹی پوری جانفشانی سے نبھانے کی کوشش کی تھی کبھی ایک لمحے کے لیے بھی اس کے دل میں درمکنون کے لیے غلط خیال نہیں آیا تھا وہ اپنی جان سے بڑھ کر اس کی عزت کرتا تھا۔ درمکنون کا اسٹیٹس اور اس کے حالات بھی کبھی اس کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوئے تھے۔ مگر...... وہ دل سے ہار گیا تھا...... درمکنون کی خوبیوں اور اس کی منفردی بے حد شاندار شخصیت نے کب اس کے دل کو اپنی گرفت میں دبوچا اسے خبر ہی نہیں ہوسکی۔ اور اب یہ حال تھا کہ اسے ایک دن بھی دیکھے بغیر اسے چین نہیں آتا تھا۔ اس نے اپنے جذبے سب سے چھپا کر رکھے تھے اور وہ مرتے دم تک انہیں چھپا کر ہی رکھنا چاہتا تھا کیونکہ جانتا تھا دولت اور حسن کے دیوانوں میں دل کے سچے جذبوں کی ہمیشہ توہین ہوئی ہے۔ تاہم اسے اپنے انمول جذبوں کی توہین کسی صورت گوارا نہیں تھی...... تبھی وہ چپ تھا۔

اگلے روز کی صبح معمول کے مطابق ہوئی تھی۔ اماں نماز قرآن کی تلاوت سے فارغ ہو کر ابا کی تیمارداری میں لگ گئیں جبکہ عشرت ناشتہ بنانے میں مصروف تھی شگفتہ نے جھاڑو پکڑ رکھی تھی اور وہ روز کی مانند اس ٹوٹے پھوٹے کرائے کے گھر کو چمکانے میں مصروف تھی۔

وہ اٹھ کر سب پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے کے بعد واش روم کی طرف بڑھ گیا جس میں موجود واحد نل پچھلے کافی دنوں سے لیک کر رہا تھا مگر اسے اتنی فرصت ہی میسر نہیں تھی کہ وہ اسے ٹھیک کرا سکتا۔ فریش ہو کر آیا تو عشرت نے اس کا ناشتا لا کر چارپائی پر رکھ دیا۔

صیام کو ناشتے میں پراٹھا پسند تھا مگر پچھلے تین چار ماہ سے جو گھر کے حالات چل رہے تھے وہاں وہ یہ عیاشی افورڈ نہیں کرسکتا تھا۔ عشرت کو اس کی پسند کا علم تھا تبھی کچھ روز تک وہ ہانڈی کا گھی بچا بچا کر اسے روزانہ ایک پراٹھا بنا کر دیتی رہی تھی مگر اب یہ بھی محال ہوگیا تھا۔ تبھی اس نے پراٹھا چھوڑ دیا۔ وہ ناشتے کے لیے بیٹھا تو اماں بھی اس کے قریب آ بیٹھیں۔

"صیام پتر رات بہت دیر کردی تھی تو نے گھر واپسی میں، میرا دل بہت ڈولتا رہا، تیری مالکن سے کہنا ذرا جلدی چھٹی دے دیا کرے آج کل حالات اچھے نہیں ہیں۔"

"مجبوری ہے اماں میری نوکری ہی ایسی ہے کہ ہر پل میڈم کے ساتھ رہنا پڑتا ہے اب وہ وہاں پارٹی میں تھیں میں انہیں اکیلا چھوڑ کے کیسے آ سکتا تھا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے پتر، مگر ماں کا دل ان سب باتوں کو نہیں سمجھتا، اوپر سے تیری بائیک بھی ٹھیک نہیں، کبھی بھی کہیں بھی خراب ہوجاتی ہے۔"

"اللہ مالک ہے اماں جب میں گھر سے باہر ہوتا ہوں تو آپ کی دعائیں کسی حصار کی صورت میرے اردگرد رہتی ہیں آپ پریشان نہ ہوا کریں پلیز۔"

"کیسے پریشان نہ ہوں پتر، ایک تو ہی تو میرے جینے کا واحد سہارا ہے کل پھر شگفتہ کی ساس کا فون آیا تھا تاریخ مانگ رہی تھی شادی کی، میں نے کہا میں نے اپنے بیٹے کو بتا دیا ہے وہی تاریخ طے کرے گا۔"

"ہوں آپ انہیں تاریخ دے دیں اماں، میں آفس میں حنان سے بات کرتا ہوں اسی کی سفارش پر یہ جاب ملی تھی۔ اب امید ہے وہ سفارش کرے گا تو کچھ قرض بھی مل جائے گا۔"

"قرض تو ابھی پہلے والا بھی نہیں اترا پتر۔"

"جانتا ہوں مگر مجبور ہوں اماں۔ میرے پاس دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے ابھی ایک دوست سے میں نے ایک

حکمت کی باتیں

- جب دو آدمی کسی مسئلے پر بحث کے بغیر متفق ہو جائیں تو ثابت ہوتا ہے کہ دونوں بے وقوف ہیں۔ (برنارڈ شاہ)
- چاپلوس اس لیے آپ کی چاپلوسی کرتا ہے کیونکہ وہ آپ کو بے وقوف سمجھتا ہے لیکن آپ اس کے منہ سے اپنی تعریف سن کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ (ماشائی)
- ایک بار اعتماد اور اعتبار کو زخم آ جائے تو پھر اظہار افسوس مرہم کا کام نہیں دے سکتا۔
- لگن کے بغیر کسی میں ذہانت پیدا نہیں ہوتی۔
- چالاکی دانائی نہیں ہے۔ (یوری پائیڈز)
- سب سے بڑی چالاکی یہ ہے کہ اپنی چالاکی کو کیسے چھپایا جائے۔ (کنفوکالنز)
- کتابیں جوانی میں رہنما، بڑھاپے میں تفریح اور تنہائی میں رفیق ثابت ہوتی ہے۔ (البیرونی)

صباحت مرزا...... گجرات

ورکشاپ میں کام کے لیے کہا ہے دعا کرنا بات بن جائے روزانہ کے دو تین سو تو مل ہی جائیں گے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے پتر مگر ورکشاپ پر کام مل گیا تو پھر جلدی گھر کیسے آؤ گے ہمارے گاؤں کا تو راستہ بھی بہت خطرناک اور سنسان ہے۔"

"کوئی بات نہیں اماں اب گھر کا واحد کفیل ہوں تو کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا ناں، اللہ کرم کرنے والا ہے وہی بہترین محافظ ہے آپ پریشان نہ ہوں سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

"اللہ تجھے سلامت رکھے میرے پتر، تیرے ہوتے بھلا میں کیسے پریشان رہ سکتی ہوں۔" ماں جی اس کی تسلی پر دعائیں دیتی اٹھ گئی تھیں۔

صیام جلدی جلدی ناشتہ ختم کر کے آفس کے لیے نکل گیا تھا۔

❁ ...... ❁❁ ...... ❁

درمکنون میٹنگ میں بیٹھی تھی۔

آج کل نئے پروجیکٹ پر وہ کام کر رہی تھی اس میں دو تین لوگ اسے مددگار تھے انہی دو تین لوگوں میں سے ایک احزار سکندر تھا جو درمکنون کی ٹکر کا بزنس مین تھا اور پورے دل و جان سے اس پر فدا تھا۔

صیام اس کی نظروں کی گہرائی پہچانتا تھا تبھی اسے احزار سکندر سے سخت چڑ تھی۔ اس کا بس نہ چلتا تھا کہ وہ اسے کہیں غائب کرا دیتا۔

اس وقت میٹنگ میں بھی وہ درمکنون کے مقابل بیٹھا اور اس کی نظریں بار بار درمکنون کے چہرے اور دوپٹے کے بغیر دعوت نظارہ دیتے کھلے گریبان پر پھسل رہی تھی۔ درمکنون اس کی طرف متوجہ نہیں تھی تبھی اسے پتا نہیں چل سکا تاہم صیام کی نظریں اسی پر تھیں۔ ہر گزرتے پل کے ساتھ اس کا خون جیسے کھول رہا تھا۔ وہاں میٹنگ میں کون کیا بول رہا ہے نہ اسے سنائی دے رہا تھا نہ کچھ دکھائی دے رہا تھا کافی دیر ضبط کے بعد وہ اچانک اٹھ کھڑا ہوا اور ایکسکیوز کرتا میٹنگ چھوڑ کر باہر نکل گیا۔

درمکنون جس وقت میٹنگ سے فارغ ہو کر آئی وہ گاڑی میں بیٹھا جانے کن سوچوں میں گم تھا۔

"کیا ہوا میٹنگ چھوڑ کر کیوں آ گئے آپ؟" وہ متفکر بھی تھی اور برہم بھی۔
صیام نے بمشکل خود کو سنبھالا۔
"میری طبیعت اچانک خراب ہوگئی تھی ایم سوری۔"
"او اب کیسا فیل کر رہے ہیں آپ؟"
"اب ٹھیک ہوں۔" وہ اس کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہا تھا۔ پھر درمکنون گاڑی میں بیٹھ گئی۔
"کوئی مسئلہ تو نہیں ہے ناں؟"
"نہیں......!" وہ گاڑی اسٹارٹ کر رہا تھا۔ درمکنون نے کسی کو کال ملائی۔
تقریباً پندرہ بیس منٹ کے بعد اس کی کال ختم ہوئی تو صیام بول اٹھا۔
"ایک بات کہوں اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔
"ہوں کہیے۔" وہ اب اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔
صیام نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بمشکل لب کھولے۔
"میری نظر میں آپ بہت اچھی لڑکی ہیں میڈم آپ جیسی لڑکیاں بے حجاب اچھی نہیں لگتیں۔"
"کیا مطلب کیا آپ کو میں کہیں سے عریاں نظر آ رہی ہوں۔"
"میرا وہ مطلب نہیں ہے، میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں کچھ لوگوں کی نظریں بہت گندی اور میلی ہیں اسی لیے اگر آپ دوپٹا استعمال کریں تو بہت اچھی لگیں گی۔" وہ بہت سنجیدگی کے ساتھ دھیمے لہجے میں بول رہا تھا اور درمکنون اسے دیکھتی رہ گئی۔
وہ شخص اس کا شوہر نہیں تھا، باپ اور بھائی بھی نہیں تھا پھر...... پھر اسے اس کی عزت کی اتنی پروا کیوں ہو رہی تھی؟ وہ صرف ملازم تھا اسے صرف اپنی تنخواہ سے مطلب ہونا چاہیے تھا پھر وہ اس کی عزت اس کے حجاب کی فکر کیوں کر رہا تھا وہ سوچتی رہ گئی تھی۔
صیام اپنے دھڑکتے دل کی منتشر دھڑکنوں پر قابو پاتا گاڑی آگے بڑھا لے گیا۔

❁......❁❁......❁

اس روز زاویار مارکیٹ آیا تھا۔
سنڈے کی چھٹی تھی اور پربیان اس کے ساتھ تھی۔ اسی کی ضد اور خوشی کے لیے وہ اپنے تمام ضروری کام پس انداز کر کے مارکیٹ آیا تھا کیونکہ پربیان کو اسی کے ساتھ اپنی شادی کی شاپنگ کرنی تھی۔
صمید صاحب آج کل بزنس کے سلسلے میں ملک سے باہر تھے۔
وہ تقریباً تین گھنٹے اس کے ساتھ مختلف شاپنگ مالز میں خوار ہوتا رہا تھا۔ جب ایک بوتیک میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر عائلہ علوی پر پڑی۔
پربیان کی طرح وہ بھی وہاں شاید اپنے لیے شاپنگ کر رہی تھی۔ مگر وہ چونکا تھا جب عائلہ نے مردانہ شرٹ کی ڈیمانڈ کی تھی۔
پربیان کی نظر اب بھی اس پر نہیں پڑی تھی وہ اپنے ہی ملبوسات کی پسند ناپسند کے چکر میں الجھی ہوئی تھی۔
زاویار کے اندر تک کڑواہٹ گھل گئی اور عائلہ سیلز مین سے کہہ رہی تھی۔
"مجھے یہ شرٹ بہت پسند ہے مگر اس کی قیمت بہت زیادہ ہے میں افورڈ نہیں کر سکتی اس لیے آپ پلیز وہ بلیک

والی ہی پیک کردیں۔"

"جی میم۔" سیلز مین اس کی ہدایت پر پلٹ تو زاویار نے نظریں پھیر لیں۔

اسے اب اس لڑکی پر غصہ آ رہا تھا وہ کیوں ہر جگہ مظلومیت اور غربت کا اشتہار بننے کی کوشش کرتی رہتی تھی۔ اگر پیسے نہیں تھے تو اتنے مہنگے بوتیک میں گھسنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ آخر وہ لڑکی اپنی اوقات میں کیوں خوش نہیں رہتی تھی۔ اور پتا نہیں وہ بھی کون تھا جس کے لیے وہ اتنی مہنگی شرٹ خریدنے کی خواہش رکھتی تھی وہ ابھی سوچ ہی رہا تھا جب اچانک پریہان نے اسے دیکھ لیا۔

"ارے عائلہ تم یہاں......؟" اس کی پکار پر عائلہ بھی فوراً پلٹی تھی۔

"ہوں اور تم یہاں کیسے؟"

"میں بھیا کے ساتھ شاپنگ کے لیے آئی تھی اور تم؟"

"میں اکیلی آئی ہوں بابا کی طبیعت ٹھیک نہیں اور سدید کسی ضروری کام کے سلسلے میں شہر سے باہر گیا ہے ویسے بھی پرسوں اس کا برتھ ڈے ہے میں اسے بہت اچھے طریقے سے وش کر کے سرپرائز دینا چاہتی ہوں۔"

"ہوں اسے وش نہیں کروگی اور کسے کروگی۔ اس کے لیے تمہارا بس چلے تو پوری کائنات اٹھا کر گفٹ کردو یہ چیزیں تو بہت معمولی معنی رکھتی ہیں۔"

"بالکل صحیح کہا تم نے اچھا بتاؤ تم نے اپنے لیے کیا خریدا۔"

"ابھی تو کچھ بھی پسند نہیں آیا چند ڈریسز دیکھے ہیں مگر سمجھ نہیں آ رہی کہ کون سا مجھ پر زیادہ سوٹ کرے گا پلیز تم میری ہیلپ کرو۔" وہ عائلہ کا ہاتھ تھام کر کہہ رہی تھی پھر اس سے پہلے کہ زاویار کچھ کہتا وہ عائلہ کو جلدی سے لفٹ سائیڈ پر لے گئی جہاں اس نے اپنی پسند کے چند ڈریسز نکلوائے تھے۔

"واؤ یار! تمہاری چوائس تو بہت اچھی ہے یہ ریڈ والا سوٹ بہت اچھا لگے گا تم پر سچ میں۔"

"مگر یار یہ بہت ہیوی ہے۔"

"تو کیا ہوا تم نے شادی کے بعد ہی پہننا ہے ناں بلکہ میں تو کہتی ہوں ولیمے والے دن پہننا بہت پیاری لگو گی۔" وہ اپنی رائے دے رہی تو پریہان نے اس کی پسند کا سوٹ اوکے کردیا۔

"یہ بلیک والا دیکھو کیسا رہے گا۔"

"بے حد خوب صورت ابھی تین روز پہلے میں نے یہ ڈریس دیکھا تھا اور ساری رات یہی ڈریس میری آنکھوں کے سامنے گھومتا رہا پلیز تم یہ لازمی لو۔"

"تم نے کیوں نہیں لیا۔"

"میں پینتالیس ہزار افورڈ نہیں کرسکتی تھی تم تو جانتی ہو بابا کی بیماری اور سدید کی تعلیم پر بہت زیادہ پیسے خرچ ہوئے ہیں ایسے میں ایسی عیاشی کیسے افورڈ کرسکتی ہوں۔" وہی اس کا پرانا رونا، زاویار کا بس نہ چلتا تھا کہ وہ اسے اچھی خاصی سنا دے جب پریہان بول اٹھی۔

"پاگل ہو تم عائلہ تم مجھے تو بتا تیں ایک بار، پاپا کھڑے کھڑے ایسے دس سوٹ لے کر دے دیتے تمہیں، خیر اب یہ سوٹ میں تمہیں گفٹ کررہی ہوں اور تم یہ میری شادی میں پہنو گی آئی سمجھ۔"

"نہیں یار میں ہرگز یہ سوٹ نہیں لے سکتی۔"

"عائلہ پلیز، میں آج بہت خوش ہوں، لہٰذا پلیز میرا موڈ خراب مت کرو، بھیا کا بہت وقت برباد کیا ہے میں

نے تھوڑی بھی دیر مزید ہوئی تو وہ غصہ کرنا شروع کردیں گے۔ لہٰذا پلیز چپ رہو۔"

"مگر......!"

"کچھ اگر مگر نہیں بس چپ۔" وہ بضد رہی تو عائلہ نے ہار مان لی۔

زاویار کے تن بدن میں آگ لگ گئی مگر وہ اس وقت وہاں بوتیک میں کوئی بھی تماشہ کھڑا کرنا نہیں چاہتا تھا تبھی خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

پریہان نے شاپنگ مکمل کی اور وہ بل پے کر کے بوتیک سے باہر نکل آیا۔

"چلو لنچ کرتے ہیں یار بہت بھوک لگی ہے۔"

"نہیں مجھے گھر پہنچنا ہے بابا انتظار کررہے ہوں گے۔" عائلہ نے عذر پیش کیا جسے پریہان نے رد کردیا۔

"مجھے کوئی بہانہ نہیں سننا پلیز۔" وہ آج ضد کے موڈ میں اور عائلہ کو ہتھیار پھینکنے ہی پڑے تھے۔

زاویار گاڑی میں بیٹھ رہا تھا جب پریہان نے اس سے کہا۔

"بھیا مجھے بھوک لگی ہے اگر آپ غصہ نہ ہوں تو پلیز کسی اچھے سے ریستوران میں لے چلیے پلیز۔" پریہان کے ساتھ عائلہ کو دیکھ کر اس کی پیشانی پر بل پڑے تھے مگر وہ جانتا تھا اگر ابھی اس نے اپنے اندر کا غبار نکالنا شروع کیا تو پریہان کھانا نہیں کھائے گی اور کچھ شک نہیں کہ وہ شدید ہرٹ بھی ہوجائے۔ تبھی خود پر جبر کرتا چپ چاپ اثبات میں سر ہلا گیا۔

صرف عائلہ کی وجہ سے اس نے دانستہ ایک درمیانے درجے کے ہوٹل کے سامنے گاڑی روکی تھی۔ وجہ صرف عائلہ علوی کو اس کی اوقات باور کرانا تھی ورنہ وہ کبھی بھی اپنی فیملی کے ساتھ ایسے ہوٹلوں میں کھانا نہیں کھاتا تھا۔ پریہان نے بھی یہ بات محسوس کی تھی مگر چپ ہی رہی تھی اور عائلہ نے اپنے لیے رائس پسند کیے تھے۔

زاویار بے نیاز بنا بیٹھا رہا، یہ الگ بات تھی کہ اس کے اندر طوفان اٹھ رہے تھے۔

کھانے کے دوران جب عائلہ نے چمچ کی بجائے ہاتھوں سے چاول کھانے شروع کیے تو چاہ کر بھی وہ خود پر کنٹرول نہ رکھ سکا۔

"ایکسکیوزمی مس علوی یہ آپ کا گھر نہیں ایک پبلک پلیس ہے یہاں کھانا کھانے کے کچھ مینرز ہیں بہتر ہوگا اگر آپ یہاں اپنی اوقات بھول کر ان مینرز کا خیال رکھیں۔" اس کا لہجہ انگارے چبا رہا تھا اور عائلہ کا منہ کی طرف جاتا ہاتھ تھم گیا۔

"ایم سوری، مگر میں اسی طرح کھانے کی عادی ہوں میری اوقات جو بھی ہو مگر یہ طریقہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اس پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ساری مخلوق کے ہادی ہیں اگر آپ کو میرے اس طرح کھانے سے اپنی شان پر ضرب لگتی محسوس ہورہی ہے تو میں اٹھ کر چلی جاتی ہوں۔"

"عائلہ پلیز بھیا کا وہ مطلب نہیں ہے اور بھیا پلیز ہم یہاں مفت کھانا نہیں کھا رہے جو کوئی اعتراض کرے گا پلیز کول ڈاؤن۔" وہ جھگڑا نہیں چاہتی تھی اور زاویار کو برداشت کرنا پڑا مگر گھر آتے ہی وہ غصے سے پھٹ پڑا تھا۔

"حد ہوتی ہے پری بے وقوفی اور خدا ترسی کی بھی کوئی ایسے کرتا ہے بھلا جیسے تم نے کیا۔ مجھے بتاؤ بھلا ہم نے کوئی ایدھی سینٹر کھول رکھا ہے کہ کوئی بھی فرمائش کرے گا اور ہم بنا اپنے اخراجات کی پروا کیے اس کی فرمائش پوری کرتے رہیں گے۔"

"بھیا پلیز ایک سوٹ ہی تو لے کر دیا ہے اسے ہم نے کون سے قارون کے خزانے تھما دیے ہیں جو آپ ایسے

ری ایکٹ کررہے ہیں۔"

"کیوں نے کردوں میں اسے سوٹ کیا لگتی ہے وہ میری؟"

"آپ کی نہیں لگتی ہوگی مگر پاپا اسے اپنی دوسری بیٹی ہی سمجھتے اور مانتے ہیں۔"

"تو جب پاپا ساتھ ہوں اس وقت اس کے ناز اٹھالیا کرو مجھے وہ لڑکی سخت ناپسند ہے۔ دوبارہ میرے ساتھ اگر تم نے کبھی بھی اسے یوں اس کی اوقات سے بڑھ کر اہمیت دی تو سچ کہتا ہوں پری میں کچھ کر بیٹھوں گا اپنے ساتھ۔" سخت الفاظ میں انگلی اٹھا کر اسے وارن کرتا وہ فوراً اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا جبکہ پرہیان دونوں ہاتھوں پر سر گرا کر وہیں لاؤنج میں صوفے پر ڈھے گئی۔

شام میں اس کے موبائل پر ساویز کی بہن دریہ کی کال آئی تھی۔

پرہیان جو اپنے کپڑے پریس کررہی تھی سیل کی اسکرین پر دریہ کا نام دیکھ کر خوش ہوگئی۔

"السلام علیکم دریہ کیسی ہو؟"

"میں ٹھیک ہوں تم کیسی ہو؟" دریہ کا لہجہ بجھا بجھا سا تھا پرہیان چونک اٹھی۔

"میں بھی ٹھیک ہوں تم اتنی اداس کیوں ہو؟"

"ساویز بھائی کی وجہ سے پچھلے کچھ دنوں سے وہ بہت چپ چپ رہنے لگے ہیں بہت اداس بھی ابھی کل دوست کے گھر جاتے ہوئے چھوٹا سا ایکسیڈنٹ بھی ہوا ہے ان کا آج صبح اسپتال سے ڈسچارج ہوئے ہیں پتا نہیں کیا پرابلم ہے ان کے ساتھ؟" بہت اداس لہجے میں وہ کہہ رہی تھی۔

پرہیان کا دل زور سے دھڑکا۔

اسے یاد آرہا تھا کہ پچھلے کچھ دنوں سے ساویز کا رویہ اس کے ساتھ بھی پہلے جیسا نہیں رہا تھا وہ بہت بے رخی سے بات کرنے لگا تھا۔ کبھی کبھی وہ اسے بہت الجھا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ جانے اسے کیا الجھن تھی؟

دریہ کی کال ختم ہونے کے فوراً بعد اس نے ساویز کا نمبر ملایا اور اس کی کال تیسری بیل پر پک ہوگئی تھی۔

"ہیلو کیسے ہو ساویز؟"

"ٹھیک ہوں۔" وہ شاید سوکر اٹھا تھا تبھی اس کا لہجہ بھاری تھا اور پرہیان کے اندر پریشانی بکھر گئی۔

"مجھے تمہارا لہجہ ٹھیک نہیں لگ رہا...... کیا تم مجھ سے ناراض ہو؟"

"نہیں۔"

"تو پھر پہلے کی طرح بات کیوں نہیں کرتے کہاں غائب رہتے ہو اب تو ہماری شادی بھی قریب ہے۔"

"ایم سوری پری، میں تم سے شادی نہیں کرسکتا۔ میری طرف سے یہ رشتہ ختم سمجھو۔" کوئی قدموں تلے سے زمین کیسے نکلتا ہے پرہیان کو اس وقت پتا چلا تھا۔

اس کے ہاتھ سے سیل چھوٹ کر زمین پر جا گرا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

جب اپنا قافلہ عزم و یقین سے نکلے گا
مجھے یقیں ہے رستہ وہیں سے نکلے گا
اے وطن کی ریت مجھے ایڑیاں رگڑنے دے
مجھے یقیں ہے کہ چشمہ یہیں سے نکلے گا

حمیدہ بی بی خود کو چادر میں چھپائے تیز تیز قدم اٹھاتی اپنے علاقے کے تھانے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ یہاں کے ایس ایچ او سے ملنا چاہتی تھی۔ پچھلے چار روز سے وہ مسلسل تھانے کے چکر کاٹ رہی تھی مگر ابھی تک اس کی ایس ایچ او سے ملاقات نہیں ہوسکی تھی۔

"بی بی! تم پھر آگئی ہو۔ کتنی دفعہ کہا ہے کہ صاحب آج کل ایک کیس کے سلسلے میں بہت مصروف ہیں وہ نہیں مل سکتے تم اپنا مسئلہ ہمیں بتادو۔" اے ایس آئی نے اسے دوبارہ یہاں دیکھ کر قدرے خشک لہجہ اختیار کیا۔

"نہیں صاب، میرا بڑے صاب سے ملنا بہت ضروری ہے۔" حمیدہ نے لجاجت سے کہا۔

"جاؤ پھر آج بھی باہر برآمدے میں بیٹھ کر انتظار کرو، اگر صاحب آگئے تو مل لینا۔" وہ خاموشی سے جاکر باہر برآمدے میں رکھے بینچ پر بیٹھ گئی۔ وہ ایک گارمنٹ فیکٹری میں ملازمت کرتی تھی۔ پچھلے چار روز سے وہ فیکٹری بھی نہیں جارہی تھی حالانکہ چھٹی کرنے پر اس کی تنخواہ کٹتی تھی۔ اس لیے وہ بہت کم چھٹی کرتی تھی مگر پچھلے چند روز سے وہ ایک ان دیکھی آگ میں جل رہی تھی۔ وہ اس آگ کو بجھانا چاہتی تھی مگر یہ اس کے بس میں نہیں تھا۔ بہت سوچ سمجھ کر اس نے تھانے کا رُخ کیا تھا مگر ابھی تک اسے اپنے مسئلے کے حل کی کوئی اُمید نظر نہیں آئی تھی۔ بیٹھے بیٹھے دوپہر کا ایک بج گیا۔ بھوک پیاس کے شدید احساس نے اس کا بینچ پر بیٹھنا محال کردیا۔ اس نے اُٹھ کر سامنے رکھے الیکٹرک کولر سے ہاتھ کی اوک بنا کر ٹھنڈا پانی پیا اور کچھ پانی چلو میں لے کر اپنے چہرے پر چھڑک لیا۔ اپنی چادر کو اپنے گرد کس کر لپیٹا اور واپس بینچ پر جا بیٹھی۔ تھوڑی دیر اور گزری تو اسے اونگھ آنے لگی۔ دفعتاً تھانے کے صحن میں ایک گاڑی آکر رکی جس کی آواز سن کر اس کا اونگھتا وجود جھٹکے سے جاگ اُٹھا۔

......☆☆☆......

گاڑی سے ڈی ایس پی علی رضا اور اس تھانے کا ایس ایچ او فرقان حسن اُترے۔ حمیدہ ان میں سے صرف فرقان حسن کو پہچانتی تھی۔ وہ بھی اس طرح کہ ایک کیس کے سلسلے میں وہ دو چار بار ان کے محلے میں آیا تھا۔ اپنے مسئلے کے بارے میں بہت سوچ بچار کرنے کے بعد اسے یہی سمجھ آیا کہ اسے فرقان حسن کے پاس جانا چاہیے۔ حمیدہ ایک دم بینچ سے اٹھی اور تیر کی طرح دونوں آفیسرز کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

''بی بی! بی بی!'' اے ایس آئی کو حمیدہ سے شاید اتنی پھرتی کی توقع نہیں تھی۔ وہ اس کے پیچھے بھاگا۔

''کیا بات ہے بی بی؟ یوں راستہ کیوں روک رہی ہو؟'' علی رضا نے بارعب لہجے میں پوچھا۔

''یہ فرقان صاحب سے ملنا چاہتی ہے۔ چار دن سے مسلسل اِدھر آ رہی ہے۔ اس سے بہت کہا کہ اپنا مسئلہ ہمیں بتاؤ مگر یہ کہتی ہے کہ اسے فرقان صاحب سے ہی ملنا ہے اور انھی سے بات کرنی ہے۔'' اے ایس آئی نے انھیں صورتِ حال سے آگاہ کیا۔

''بی بی! آج تو ہمارے پاس بالکل وقت نہیں ہے۔ تمہارا جو بھی مسئلہ ہے تم ان کو بتا دو۔ میں ایک کیس کے سلسلے میں مصروف ہوں فارغ ہو کر تمہارے لیے کچھ کرتے ہیں۔'' فرقان حسن نے اسے صاف ٹالا تھا۔

دونوں آگے بڑھ گئے۔ انھیں پچھلے ہفتے ایک پرائیویٹ بینک میں ہونے والی ٹارگٹ کلنگ کے بارے میں رپورٹ تیار کر کے اُوپر بھیجنی تھی۔ اس کیس کو حل کرنے کے حوالے سے انھیں کوئی خاص کامیابی نہیں ملی تھی۔ ان کی تفتیش ابھی تک مفروضوں کے گرد گھوم رہی تھی اور ان پر شدید پریشر تھا۔

''صاب! مجھے بینک میں ہونے والے قتل کے بارے میں کچھ بتانا ہے۔'' حمیدہ ساری ہمتیں جمع کر کے دوبارہ ان کے راستے میں جا کھڑی ہوئی اور خشک لبوں پر زبان پھیر کر بات مکمل کی۔

''کس بینک کے بارے میں؟'' علی رضا نے چونک کر سوال کیا۔

''وہی صاب! جو پچھلے ہفتے اکبر چوک کے قریب ایک بینک میں ہوا تھا اور جس کی ویڈیو ٹی وی پر دکھائی گئی تھی۔'' حمیدہ نے اپنے لرزتے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسا کر خود کو کمپوز کیا۔

''میرا خیال ہے اس کی بات سن لیتے ہیں شاید کچھ کام کی بات معلوم ہو جائے۔'' علی رضا نے کچھ سوچ کر فرقان کی طرف دیکھا۔

''او کے سر!'' فرقان حمیدہ کی طرف دیکھنے لگا۔

''بی بی! تم آؤ ہمارے ساتھ۔'' علی رضا نے اسے اپنے اور فرقان کے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

......☆☆☆......

''ہاں اب بتاؤ کیا کہنا چاہتی ہو؟'' علی رضا نے اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود دوسری کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ فرقان حسن حمیدہ کی کرسی کے پیچھے الرٹ ہو کر کھڑا ہو گیا۔

''صاب! اس ویڈیو میں جس لڑکے نے آدمی پر فائرنگ کی ہے وہ...... وہ...... وہ'' اس کی زبان لڑکھڑائی اور الفاظ ساتھ چھوڑ گئے۔

''کیا وہ' بولو شاباش کیا تم اسے جانتی ہو؟'' علی رضا نے کرسی پر قدرے آگے جھک کر اسے بولنے پر اُکسایا۔ حمیدہ نے اپنے خشک لبوں پر زبان پھیری۔ لفظ اب روٹھ کر دور کھڑے تھے۔

''بولو، شاباش، ڈرو نہیں۔'' فرقان حسن نے اس کی گھبراہٹ دیکھ کر اس کی ہمت بندھائی۔

''وہ لڑکا میرا...... میرا بیٹا ہے۔'' حمیدہ کے

آنسو رخساروں پر لڑھک گئے۔ علی رضا اور فرقان حسن نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

''تو تم ہم سے کیا چاہتی ہو؟'' علی رضا نے سوال کیا گویا وہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ یہاں کس مقصد سے آئی تھی۔

''میں یہ چاہتی ہوں صاب کہ آپ اس کو پکڑ کر سزا دو۔'' حمیدہ کی بات سن کر دونوں آفیسرز کو اس کی دماغی حالت پر شبہ ہوا۔ ہونا بھی چاہیے تھا کہ ہمارے ہاں تو جرم کر کے اسے چھپانے کو فخر سمجھا جاتا ہے اور وہ ایک ماں ہو کر اپنے بیٹے کو سزا دلوانے آئی تھی۔

''تم سچ کہہ رہی ہو کسی کو پھنسانے کی سازش تو نہیں کر رہی۔'' علی رضا نے اپنی تسلی کرنا چاہی۔

''نہیں صاب! اللہ کی قسم میں سچ کہہ رہی ہوں۔'' حمیدہ نے آنسوؤں بھری لرزتی آواز میں یقین دلانے کی کوشش کی۔

''کوئی ثبوت ہے تمہارے پاس کہ وہ واقعی تمہارا بیٹا ہے۔'' علی رضا اب سوال پر سوال کرنے لگا۔

''جی صاب یہ اس کا شناختی کارڈ ہے میرے پاس۔'' حمیدہ نے پرس سے شناختی کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ علی رضا نے شناختی کارڈ اپنے ہاتھ میں لیا اور اس پر درج کوائف باآواز بلند پڑھے۔

''فرقان!'' اس نے شناختی کارڈ میز پر رکھ کر فرقان کو پکارا۔

''یس سر!'' وہ پہلے ہی الرٹ تھا۔

''تم لیپ ٹاپ پر وہ فوٹیج پلے کر کے لاؤ۔'' علی رضا نے اپنے لیپ ٹاپ کی طرف اشارہ کیا۔

''او کے سر!'' فرقان نے لیپ ٹاپ آن کیا۔

''لو بی بی! ایک دفعہ پھر غور سے دیکھو اور ہمیں بتاؤ یہ واقعی تمہارا بیٹا ہے۔'' علی رضا نے لیپ ٹاپ اس کے سامنے کیا اور فوٹیج پر کلک کر کے اسے پلے کر دیا۔

''یہ...... یہ...... صاب...... یہ......'' فوٹیج میں برانچ منیجر پر فائرنگ کرتے ہوئے لڑکے کی طرف اشارہ کر کے حمیدہ جھجکی۔ علی رضا نے اس سین پر کلک کر کے اسے اسٹاپ کر دیا۔

''جی صاب! یہ کم بخت میرا ہی بیٹا ہے۔'' حمیدہ نے شرمندگی سے بھرپور آواز میں کہا۔

''مجھے حیرت ہے کہ تم ہمارے پاس کیوں آئی ہو۔ جانتی ہو اتنے واضح ثبوت کی بناء پر اسے پھانسی ہو جائے گی۔'' علی رضا حمیدہ کے اس فعل پر واقعی حیران تھا۔

''جانتی ہوں صاب! میں ان پڑھ ضرور ہوں مگر جانتی ہوں کہ پاکستان سلامت ہے تو ہم ہیں، نہیں تو کچھ بھی نہیں...... یہ سب کرنا میرے لیے آسان نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں کہ ایسا کر کے میں گویا اپنے بیٹے کو خود اپنے ہاتھوں سے قبر میں اُتار رہی ہوں۔ مگر میں نے ایسا کیوں کیا' جانتے ہیں؟ کیونکہ ایسے بیٹوں کو قبر میں اُتار دینا ہی اچھا ہے جو اپنی دھرتی ماں کو قبرستان اور کھنڈر بنانے کے درپے ہوں۔'' وہ خود کلامی کے انداز میں محوِ گفتگو تھی۔ علی رضا نے ٹھنڈی سانس بھر کر اس حب الوطن خاتون کو دیکھا۔

''تمہارا بیٹا اب کہاں ہے؟'' اب کے فرقان حسن نے سوال کیا۔

''صاب یہ اس کا پتہ ہے۔ چھ مہینے پہلے یہ کام کا کہہ کر اپنے ایک دوست کے ساتھ دوسرے شہر چلا گیا تھا۔'' حمیدہ نے اپنے پرس سے ایک پرچی نکال کر علی رضا کی طرف بڑھائی۔

''تمھیں پہلے کبھی شک نہیں ہوا کہ تمہارا بیٹا اس طرح کے کاموں میں ملوث ہے۔'' فرقان حسن نے پھر سوال کیا۔

"نہیں صاب! اس کا اٹھنا بیٹھنا اچھے لڑکوں کے ساتھ نہیں تھا۔ باپ بھائیوں کے سمجھانے اور ان سے پٹنے کے باوجود وہ اپنے دوستوں کو نہیں چھوڑتا تھا مگر وہ اس حد تک چلا جائے گا یہ تو ہم نے کبھی سوچا تک نہیں تھا۔" حمیدہ سانس لینے کو رکی۔

"کام کاج تو کوئی ڈھنگ سے کرتا نہیں تھا۔ چند دن کام کیا چند دن آوارہ پھر لیا۔ چھ ماہ پہلے اس کی دوستی کسی نئے لڑکے سے ہوئی تو وہ اس کے ساتھ دوسرے شہر چلا گیا کہ اچھی ملازمت مل جائے گی۔ ہم نے سوچا چلو کام دھندے سے لگے گا تو سدھر جائے گا۔ چھ مہینے سے ہر مہینے گھر میں پندرہ بیس ہزار روپے دے رہا تھا مہینے ڈیڑھ بعد ایک آدھ چکر بھی لگا لیتا تھا۔ کام کے بارے میں پوچھتے تو بات ٹال دیتا اور کہتا بس کام کا اچھا معاوضہ مل جاتا ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ موت کا سوداگر بن کر لوگوں کے گھر اجاڑ رہا ہے۔" حمیدہ خاموش ہوگئی۔

"اس واردات کے بعد تمہاری اس سے بات ہوئی؟" علی رضا نے پوچھا۔

"ہاں! جب میں نے اسے بتایا کہ میں نے فوٹیج میں اسے پہچان لیا ہے تو کہنے لگا چھوڑو اماں یہ جو ہر مہینے بیس ہزار روپے دیتا ہوں ایسے نہیں ملتے۔ بس آم کھاؤ پیڑ گننے کے چکر میں مت پڑو۔ خاموشی سے عیش کرو۔ یہاں ہر کوئی یہی کر رہا ہے اگر میں نے اپنے حالات سنوارنے کے لیے یہ کام کرلیا تو کیا ہوگیا۔ میرا بھی حق ہے اچھی زندگی گزارنے کا۔ بدبخت کو معلوم ہی نہیں تھا کہ کسی کا بگاڑ کر اپنا کچھ بھی نہیں سنورتا۔ اگر وہ اپنے اس فعل پر شرمندہ ہوتا تو میں شاید خاموش رہ کر اسے سنبھلنے کا ایک موقع دے دیتی مگر اسے تو کسی کی تکلیف کا ذرہ بھر احساس نہیں تھا اور نہ ہی اس بات پر شرمندگی کے وہ اس طرح کے کام کرکے اپنے وطن کو تباہی کی طرف لے جانے والوں میں شامل ہو چکا ہے۔ پر مجھے ہے صاب جی اس لیے میں آپ کے پاس آئی ہوں۔"

جس مسئلے کی وجہ سے سارے شہر کی پولیس ایک پاؤں پر کھڑی تھی، چادر میں لپٹی اس عورت نے اپنی ممتا کو امتحان میں ڈال کر مجرموں تک پہنچنے کی راہ آسان کردی تھی۔ ماں کا دل بیٹے کو بچانے کا سبق پڑھا رہا تھا مگر وہ وطن کی خاطر اپنے دل پر مضبوطی سے پاؤں رکھے کھڑی تھی۔ اس نے اپنی دھرتی ماں پر اپنی ممتا کو نچھاور کرکے ایک مثال قائم کردی تھی کہ پاکستانی ماؤں کو ایسے بیٹے نہیں چاہئیں جو اپنے فائدے کے لیے پاکستان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں۔

"وطن کی مٹی تم گواہ رہنا کہ میں نے تجھ سے اپنی محبت کا پورا پورا حق ادا کردیا ہے کوئی کمی بیشی نہیں کی۔" حمیدہ کرسی سے اُٹھ کر دوزانو ہوکر فرش پر بیٹھ گئی اور زمین پر دھیرے دھیرے ہاتھ پھیر کر بڑبڑانے لگی۔

علی رضا اور فرقان حسن نے اُٹھ کر حمیدہ بی بی کو سلیوٹ کیا تھا کہ ارضِ پاک پر جب تک حمیدہ جیسی مائیں موجود ہیں جو وطن کی حفاظت کی خاطر اپنے کوکھ کے جنوں کو بھی کوئی رعایت دینے کے لیے تیار نہیں، تب تک کوئی بھی پاکستان کو نقصان پہنچانے کی مذموم کوششوں میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔

اس کو فرصت نہیں وقت نکالے محسنؔ
ایسے ہوتے ہیں بھلا چاہنے والے محسنؔ
وہ اک شخص متاعِ دل و جاں تھا نہ رہا
اب بھلا کون میرے درد سنبھالے محسنؔ

توقعات ہمیں کتنا سرشار رکھتی ہیں، ہمارا دل اس بات پر مسرور و مطمئن رہتا ہے کہ فلاں بندہ ہمیں دکھ دے نہیں سکتا۔ امید کے دیے مدھم ہوکر بجھ جاتے ہیں مگر دل پھر بھی نادانی کے آخری دہانے پر بھی ہمیں خوش فہمی کی خوب صورت چادر میں لپیٹے رکھتا ہے تب تک دل خود نہ ٹوٹ جائے، بکھر جائے، کرچی کرچی ہوکر کرلائے اور توقعات کے مسمار ہوچکے محل پر بین نہ کرے۔

مگر ان کی امیدیں انسانوں سے کہاں تھیں جو اُن لوگوں کے ناروا سلوک پر مسکرا دیتیں جیسے کہہ رہی ہوں "مجھے کیا فرق پڑتا ہے" اور ان کی مسکراہٹ کو دیکھ کر اچھے سے اچھے مزاج والا بندہ بھی تاؤ کھا کر رہ جاتا۔ برداشت کی حدوں کو چھوڑ کر وہ عمر کے اس آخری پڑاؤ میں بھی کمال ضبط سے اپنے آپ کو سنبھالے بلکہ محفوظ کیے ہوئے تھیں اور وہ خود کو کیوں محفوظ کیے ہوئے تھیں اس بات کا علم گھر میں موجود

ہر فرد کو تھا جو اُن کی ذات پر نوکیلے پتھر پھول سمجھ کر برسات کی طرح بے وقت برسا سکتا تھا بھئی گھر کی بڑی بی جو ہوئیں۔ سہنا اور سننا طبیعت میں وافر ہونا شرط ہے بڑی بی ہونے کے لیے۔

لو مدینے کی تجلی سے لگائے ہوئے ہیں
دل کو ہم مطلع انوار بنائے ہوئے ہیں

''جوانی میں کسی سے لو کیا ہوگا اور بڑھاپے میں...... ہنہہ......'' بڑی بی کے پرسوز الفاظ ان کی بڑی بہو کے کانوں میں جیسے گرم لوہا ڈال رہے تھے بھی کلسی تھی۔

''سچ کہہ رہی ہیں آپا آپ' ان کا حسن بڑھاپے میں لشکارے مارتا ہے تو جوانی کی تو شان ہی اور ہوگی۔'' بڑی بہو سے چھوٹی بہو عالیہ تو ان کی دلکشی و رعنائی کی دل سے قائل تھی اور اٹھتے بیٹھتے اپنے نادر خیالات کا اظہار کرکے اپنی جٹھانی اور چھوٹی دیورانی کو نادانستہ چوٹ پہنچانے کی وجہ بنتی تھی۔ اب بھلا سانولی رنگت کی بہویں ہوں اور سفید مکھن جیسی ساس تو حسد اور جلن ایک فطری جذبے کے تحت عود کرآنا ہی تھا اور یہی حسد بڑی بی کے ہر عمل پر تنقید جما کر کرواتا اور وہ پھر بھی مسکرانے پر ہی اکتفا کرتیں۔

''عالیہ تم نہیں جانتی' جب سے میں اس گھر میں آئی ہوں بڑی بی کی ان عادتوں کو پایا ہے مگر حالات نے ان کی اس خواہش ناتمام کو پورا ہی نہیں ہونے دیا۔ اللہ نے حسن تو نوازا مگر قسمت......'' بہوؤں کی کھسر پھسر ان کے کانوں میں باآسانی پہنچ رہی تھی۔ قسمت کی ستم ظریفی پر غور کرتیں وہ ماضی کے باب مختصراً پلٹنے لگی تھیں۔

بڑی بی یعنی ثروت بیگم کا حسن بے مثال گاؤں کی ہر پگڈنڈی پر مشہور تھا' جوانی کا خوب صورت رنگ شہر کے مرزا حشمت کو چاروں شانے چت کرگیا اور اگلے چھ ماہ میں کئی جتن کرنے کے بعد وہ انہیں حاصل کرچکے تھے۔ شادی کے بعد اجمل' اکمل اور انور کی پیدائش نے بھی ان کے حسن کو ماند نہ پڑنے دیا یہاں تک کہ اجمل' عقیلہ خاتون' اکمل عالیہ اور انور سلطانہ کو بیاہ لایا مگر خدا کی دی ہوئی یہ صلاحیت روز اول کی طرح برقرار رہی تھی۔ ہاں البتہ اب وہ چھوئی موئی سی نہیں رہی تھی جسم فربہ ہوچکا تھا۔ مرزا حشمت کو گزرے سالوں بیت گئے تھے' پوتے پوتیوں کو کھلاتی بڑی بی کے دل میں گاؤں سے آنے کے بعد بھی مدینہ دیکھنے کی چاہ روز اول کی طرح برقرار تھی اور اب بھی وہ مدینے جانے کا خیال دل میں سمائے اشک بار تھیں ٹپ ٹپ گرتے آنسو اپنی بے بسی پر ان کے ساتھ برابر کے شریک تھے۔ یہ آنکھیں کتنی تڑپتی تھیں' مچلتی تھیں مگر بلاوا شاید ابھی لکھا نہ تھا اور وہ محو انتظار تھیں کہ کب نظر کرم ہوتا ہے۔

''دادو آپ رویا مت کرو' اللہ کو مایوسی پسند نہیں۔'' سلطانہ کی بیٹی فروا کب سے ان کے بہتے آنسوؤں کو دیکھ رہی تھی۔ ضبط نہ ہوا تو مخاطب کر بیٹھی' بڑی بی نے سرعت سے آنکھیں پونچھیں جیسے چوری پکڑی گئی ہو۔

''میں اللہ کی یاد میں آنسو بہاتی ہوں' بندوں کے الفاظ پر نہیں۔'' انہوں نے پوتی کی غلط فہمی دور کرنا فرض سمجھا جو ان کے پلنگ کے قریب کھڑی ان کو سرخ آنکھوں میں حیرانی سے تک رہی تھی۔

''میں جس گھر میں بیاہ کر جاؤں گی تو ان سے کہوں گی کہ میری دادو کو مدینہ دکھالاؤ۔'' اپنی پوتی کی عمر کو دیکھتے ہوئے ایسے الفاظ سن کر اچنبھا ہوا۔

''ابھی تو تم بہت چھوٹی ہو' شادی تو بڑی بہنوں کی پہلے ہوگی۔''

''تو پھر ٹھیک ہے' میں انیلہ آپا کو کہہ دوں گی۔''

''انیلہ آپا کی اگلے مہینے شادی ہے۔'' فروا کی اس خبر پر ان کے چہرے پر مبہم سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

''ارے واہ' یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔'' انہیں واقعتاً خوشی ہوئی تھی۔

☆......☆......☆

''مجھے تو جیسے ہی پتا چلا میں ثروت کے یہاں چلی آئی' بھئی میری دیرینہ دوست کی پوتی کی شادی میرے دور کے رشتہ دار سے ہونا قرار پائی ہے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات اور کیا ہوگی۔'' گھر میں اس وقت تینوں بہویں اکٹھی بیٹھی تھیں۔ ثروت بیگم نماز ادا کرنے اپنے کمرے میں جاچکی تھیں تبھی ان کی پرانی دوست زیب النساء چلی آئیں' آتے ہی اپنی رشتہ داری بھی ظاہر کردی۔ اب وہاں موجود لوگوں کو خوش ہونے کی ایکٹنگ ہی سہی' ان کی ہر بات کا جواب اسی انداز میں دینا تھا جیسے ان کی آمد پر واقعتاً خوش ہوں۔

''کیوں بڑی بہو! بیٹی کی شادی کے بعد کیا ارادہ ہے؟'' زیب النساء کی بات پر عقیلہ خاتون شپٹائی تھیں۔

''کیا مطلب؟'' چائے کا کپ سلیقے سے ٹیبل پر رکھتے سوال کیا۔ بڑی بی کی سماعتوں میں دونوں کے الفاظ بخوبی پہنچے جو نماز عصر ادا کرکے کمرے سے باہر آرہی تھیں۔

''بھئی بیٹی کے بیاہ کا فریضہ سرانجام دے کر عمرہ کر آؤ اور ساتھ میں ساس کو بھی لے جاؤ' کب سے کسی محرم کے انتظار میں عمرہ ادا کرنے کی چاہ لیے دل میں بیٹھی ہے کہ کوئی اپنا اسے ساتھ لے جائے۔'' عقیلہ خاتون کا پارہ کتنا ہائی ہوا تھا وہی جانتی تھیں مگر متحمل مزاجی کا مظاہرہ کرتے سلیقے سے گویا ہوئیں۔

''خالہ! بیٹی کا فریضہ ادا کرنے میں رقم کتنی آئے گی' کون جانتا ہے اور پھر بچوں کی پڑھائی پر خرچ ہوکر بچتا ہی کتنا ہے کہ جوڑا جائے۔'' بڑی بی کی آنکھیں ذرا کی ذرا چھلکیں۔ زیب النساء نے بھی پہلو بدلا تھا' ہر کوئی جانتا تھا کہ اجمل کی کریانہ شاپ کتنی چلتی ہے مگر پھر بھی ناشکری کی عادت جوں کی توں تھی۔

''عالیہ بہو! تمہارے بچے تو بڑے ہوگئے ہیں' تم نہ سہی اکمل ہی اس کی یہ حسرت پوری کردے۔''

''ارے خالہ ان کے کام کی پوزیشن اتنی کہاں ہے کہ چھوڑ کر چند دن ہی سہی چلے جائیں اور پھر پیچھے ہمارا کیا ہوگا۔'' زیب النساء کی بات کاٹ کرنہایت لاچاری ظاہر کرتے عالیہ لمحے میں مسکین بن گئی۔

اکمل ورکشاپ کا کام کرتا تھا بظاہر چھوٹی سی دکان اچھا خاصا روپیہ نکال رہی تھی مگر ماں کی خواہش پوری کرنے کو کئی اور وجوہات آڑے آکر ان کو مجبور کرجاتی تھیں۔

دوست قسمت سے ملتے ہیں' غم گسار بن جائیں تو دل کا ہر تار ان کے ساتھ جڑ جاتا ہے۔ حقیقی رشتے بھی بعض اوقات خوش بو کھو دیتے ہیں مگر مہربان دوست اجڑنے کے بعد بھی مٹھی میں اپنی خوش بو کا احساس چھوڑ دیتا ہے۔ زیب النساء بھی ایسا ہی قسمت کا عطا کردہ پھول تھیں جن کی خوش بو بڑھاپے میں بھی دوستی کے ہر تقاضے کو سیراب کررہی تھی' کیا دوستی میں وہ اپنی سہیلی

نظم

ستارے جب چمکتے ہیں
قمر جب جگمگاتا ہے
اسے کہنا کوئی ہاتھوں کو پھیلائے
اسی کی مانگ کرتا ہے
اسی کو یاد کرتا ہے
وہ آئے تو......
بہاریں ساتھ آتی ہیں
وہ جب جاتا ہے
اندھیرے چھوڑ جاتا ہے
اسے کہنا
کسی کی زندگی ہے وہ
کسی کی بندگی ہے وہ
کسی کے اشکوں میں بہتا ہے
کسی کی آنکھوں میں بستا ہے
کسی کے دل میں رہتا ہے

وجیہہ الطاف...... ای میل

کی فکر کرکے خود بھی شرمندگی سے دوچار نہ ہوئی تھیں بھلا ثروت بیگم نے کب چاہا تھا کہ رشتوں کے بھرم کا چولا یوں سر بازار ہی اتار دیا جائے وہ بہوؤں کی نظروں میں جو تھیں سو تھیں مگر اپنی دوست کے سامنے ان کی بہوؤں کی غلط بیانیاں انہیں واقعتاً پہلی بار رونے پر مجبور کرگئیں۔

☆......☆......☆

رمضان المبارک کے مہینے کی آمد آمد تھی' انیلہ کے سسرال والے آج ان کے گھر میں آرہے تھے۔ انیلہ کا رشتہ جھٹ پٹ طے پایا تھا۔ وہ لوگ کیا رشتہ طے کرنے سے پہلے بھی آتے رہے تھے' لڑکا کیا کرتا تھا فیملی ممبرز کتنے تھے اچھی طرح چھان بین کرکے رشتہ کیا گیا تھا یا نہیں۔ ایسے کئی سوال ثروت بیگم کی سوچ کے دریچوں پر سر پٹختے اور اپنی موت آپ مرجاتے۔ بعض رشتے اہمیت اور اپنائیت کے احساس سے عاری ہوجاتے ہیں اور ثروت بیگم بھی ایسے ہی ان چاہے رشتے میں بندھی اس گھر کے لوگوں کی صرف ذمہ داری تھیں اور کچھ بھی نہیں۔

مہمان آگئے' وہ نہ باہر گئیں نہ کسی نے انہیں بلایا۔ وہ روٹین کے مطابق نماز مغرب ادا کرکے قرآن شریف پڑھنے بیٹھی ہی تھیں کہ دل یک دم بھر آیا۔ اپنی کم مائیگی پر پہلی بار انہیں رونا آیا تھا' ان کا وجود گھر والوں کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔ ان کی ذات کسی کھاتے میں نہیں تھی' وہ قرآن مجید کو غلاف میں لپیٹ کر شدت سے رودیں۔ انہوں نے اپنی زندگی کے کئی سال اپنی اولاد کو دیے تھے اس گھر کی ہر ایک اینٹ کو بنانے میں صرف کیے تھے اپنے بچوں کی ہر چھوٹی بڑی ضرورت کو پورا کیا تھا اور آج......

اب اگر انہیں ایک خواہش ہوئی تھی تو اولاد نجانے کہاں ہاتھ جھاڑ کر چلی گئی تھی۔ ایسی خواہش جس کا برملا اظہار انہوں نے آج تک اپنے بیٹوں سے نہیں کیا تھا کہ کہیں بیٹوں پر قائم بھرم ایک ہی جھٹکے میں ٹوٹ نہ جائے۔ دل میں پروان چڑھتی یہ خواہش آج سے پہلے اتنی بے کلی میں مبتلا نہیں کرتی تھی جتنی شدت سے آج انہیں محسوس ہورہا تھا۔ انہیں کسی بھی چھوٹے بڑے کام سے بے خبر ان کی ذات کو تو پہلے ہی بے مایہ کیا جاچکا تھا مگر آج تو کچھ زیادہ ہی ہوگیا تھا۔

''میری امیدیں تو اللہ سے جڑی ہیں تو پھر...... کیا اولاد کے لیے بوڑھے والدین کی مرضی کچھ اہمیت نہیں رکھتی...... اللہ! میں جو اپنے بڑھاپے کو دہلیز پر روکے ہر لمحہ چاک و چوبند ہوں کہ میری اولاد پس میری ذات پر احسان کریں گی تو کیا یہ میری خوش فہمی ہے۔ مجھے تیری ذات پر یقین ہے مگر اپنوں کے دیئے دکھ......''

دل ہی دل میں خود سے مخاطب ہوتی وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے روئے جارہی تھیں جب فروا آصف کو لے کر ان کے کمرے میں آئی۔

''انہیں کیا دکھ ہے؟'' کئی لمحے خاموشی کی نذر ہوجانے کے بعد وہ دونوں انہیں اسی حالت میں چھوڑ کر باہر آئے تو آصف نے کمرے کے باہر سنجیدگی سے پوچھا تو وہ انکار نہ کرسکی اور وہ ہر بات آصف کو بتاتی چلی گئی۔

''اوہ...... بزرگوں کی عزت اسی طرح کی جاتی ہے۔'' انیلہ نے آصف کی بات راہداری میں سن لی' شرمندگی سے سر جھکائے وہ وہیں چلی آئی۔

''انیلہ......'' انگلیاں چٹخاتی انیلہ کو آصف نے مخاطب کیا۔

''مجھے شرمندگی ہے کہ میں نے تم سے محبت جیسے سچے مہذب جذبے کو منسوب کیا' میں آج ہی یہ رشتہ......''

''نہیں پلیز...... ایسا مت کہو۔'' آصف کے تیور دیکھ کر انیلہ لرزی۔

''تو پھر ٹھیک ہے' میرے ایک فیصلے میں تمہیں میری مدد کرنی ہوگی۔'' فروا چپ چاپ ان کی باتیں سنتی رہی تھی۔

❀......❀......❀
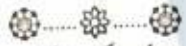
رمضان المبارک کی مبارک ساعتیں شروع ہوگئیں' ثروت بیگم کے صبیح چہرے پر اب خاموشیاں سی رقم رہنے لگی تھیں۔ اس گھر کا نقشہ کچھ اس طرح تھا کہ مین گیٹ کے سامنے ہی دو منزلہ عمارت تھی جس میں نیچے کے پورشن میں آٹھ کمرے تھے دو دو کمرے بھائیوں کے اور باقی کے دو میں سے ایک مہمانوں کے لیے جبکہ دوسرا ٹی وی لاؤنج کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ اوپری منزل میں دو کمرے تھے جو صرف مہمانوں کی آمد پر ہی کھلتے تھے۔ بڑی بی کا کمرہ تھوڑا فاصلے پر تھا' پہلے گھر میں صرف چار کمرے تھے انہی میں سے بڑی بی نے بھی اپنے لیے ایک کمرہ مختص کرلیا تھا بعد میں گھر کی از سر نو تعمیر کرائی گئی اور عادت کے مطابق نہ انہوں نے کسی کو مخاطب کیا اور یوں وہ اس سب سے الگ سی ہوگئیں گھر کے نقشے سے ہی نہیں شاید مکینوں کے دلوں سے بھی۔

ان کے کمرے کا عقب میں ہونا انہیں اس وقت پریشان کرتا جب وہ واش روم جانے کے لیے صحن میں آتیں۔ گھر کے باقی کمروں میں تو اٹیچڈ باتھ روم تھے مگر ان کا کمرہ ہی پرانے طرز کا تھا تو وہ ضرورت حاجت کے وقت اس طرف چلی آتیں۔ بہویں کام کاج کرکے اسی طرف ڈیرہ جمالیتیں' کچن بھی اسی سائیڈ پر تھا سو انہیں تنہائی کا احساس کبھی نہیں ہوا تھا۔

''تین لاکھ روپے کیش ہیں' سوچ رہا ہوں انیلہ کی شادی کے بعد ابرار کو دکان کروادوں۔'' وہ عشاء کی نماز کا وضو کرکے اپنے کمرے کی جانب جارہی تھیں کہ اجمل کی آواز انہیں ساکت کرگئی۔

''پاگل ہوگئے ہیں کیا؟ بڑی بی کو تکلیف ہوگی کہ میرے حج یا عمرے کے لیے کچھ نہیں اور دکان کے لیے پیسہ آگیا۔ ارے میں تو اور بھی بہت کچھ سوچے بیٹھی ہوں۔'' ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے' ہر شام کو کام سے فراغت کے بعد اجمل ہی نہیں باقی دونوں

جو اس طرح سے مانگو

یہ جو گناہوں میں ہر دم
لتھڑے ہوئے جسم ہیں
وہ گناہوں کی دلدل سے
جو احتراز چاہیں
تو کس طرح سے چاہیں؟
تو کس طرح سے مانگیں؟
تو اس طرح سے چاہو!
دل ظلمت میں احساس کا
ایک دیپ جلا کر
پیشانی پر پشیمانی کی
فکریں سجا کر
اس عظیم رب کے آگے
سر کو جھکا کے مانگو
در تو بہ پر آ بہی
ساری خطائیں رکھ کر
رگ جاں میں تم سارے
پچھتاوے سمیٹ لو پھر
تم دعاؤں کا تب اک
سمندر بنالو
اور اشک ندامت میں
دل مجرم بھگو کر
اپنے ہونے کا مقصد
اپنے ہونے کا مطلب
تم سمجھو
تم پالو
پھر التجاؤں میں لپٹے
محبت بھرے جملوں سے
عقیدت بھرے لفظوں سے
اپنے دونوں ہاتھ جوڑے
گڑگڑا کے مانگو
تم میلے نفس والے
جو اپنے رب کو راضی کرلو
تو پاک لوٹو گے
جو تم اس طرح سے مانگو
تو گناہوں کی دلدل سے
شفاف لوٹو گے
جو اس طرح سے مانگو!

حمیرا فضا...... رحیم یار خان

بھائی بھی اپنی ماں کے کمرے میں آ کر یہاں وہاں کی باتیں کر کے اپنی مجبوریوں کا دانستہ ڈھول پیٹ کر اپنے کمروں میں چلے جاتے اور وہ نادان یہ سمجھتی رہیں کہ واقعی ان کے بیٹے دکھی ہیں بھی تو ہر نماز کے بعد وسعت رزق کی دعائیں مانگتے وہ آبدیدہ ہو جاتیں اور حقیقت یہ تھی انہیں اب پتا چلا تھا اور یہ تو ایک بھائی کا نظریہ تھا کیا باقی بھائی بھی ایسی سوچ رکھتے تھے' اس بات کا علم بڑی بی کو بخوبی تھا مگر دل کو ابھی اور دکھ سہنے تھے۔

وہ رات خود کو سنبھالتے اور خود کو بکھرتے دیکھ کر آنکھوں میں ہی کٹ گئی تھی' مگر اگلی صبح تو اور بھی انکشافات لیے ہوئے تھی۔

''بھابی! کیا کچھ لے رہی ہیں انیلہ کے لیے؟'' روزہ تو گھر میں خال خال ہی رکھا جاتا تھا سوناشتے کی تیاری کرتی انیلہ کو دیکھ کر سلطانہ نے اپنی جٹھانی سے پوچھا۔

''ارے لینا کیا' آصف کی فیملی نے کچھ بھی لینے سے انکار کر دیا ہے' کیش کی صورت میں رقم دے کر ان کی مالی مدد کرنے کی سوچ رہے ہیں ہم دونوں۔'' اپنی بڑی بہو کے چہرے پر پھیلی بے چارگی انہیں چبھ گئی اگر وہ کل رات کو اس کی باتیں نہ سنتیں تو۔

''کتنی رقم......؟'' سلطانہ کو بھی میسر آئی فرصت میں اچھا مصرف مل گیا تھا۔

''ہمارے پاس تو رقم ہی نہیں...... اجمل کہہ رہے تھے کہ کہیں سے ادھار لے لیں گے' عزت بھی تو رکھنی ہے۔'' بے بسی سے کہتی ماں کو انیلہ نے اچٹتی نظروں سے دیکھا اور ناشتا لے کر کچن سے چلی گئی مگر سلطانہ تو وہیں تھی اب ناشتا وہ بنا رہی تھی۔

''کتنی رقم دیں گے؟'' سلطانہ کے سوالوں پر عقیلہ خاتون کی تیوریاں چڑھنے لگیں مگر تحمل سے مسکرا کر رہ گئیں۔

''دو لاکھ تو دیں گے ہی۔'' تھوک نگلتے بمشکل جملہ مکمل کیا۔

''کیا بھابی دو لاکھ بیٹی کو دینے کی بجائے بھائی صاحب اگر اپنی ماں کی خواہش پوری ذمہ داری سے ادا کرتے تو جنت کما لیتے۔'' سلطانہ کا انداز ملامتی تھی مگر عقیلہ خاتون کو تو جیسے پتنگے لگ گئے۔

''اچھا! یہ فریضہ انور بھائی کیوں نہیں ادا کر دیتے' کمی تو تمہیں بھی نہیں۔ فروا اور عمیر کی عمریں ہی کتنی ہیں جو خرچ زیادہ آتا ہے' میرے تو چار چار بچے ہیں۔ اگر اتنا ہی ہمدردی کا بخار چڑھا ہے تو تم ہی اٹھالو ان کے خرچ......'' عقیلہ خاتون کے الفاظ ثروت بیگم کو ہلا گئے۔

''کیسے اٹھالوں؟ آج بچے چھوٹے ہیں کل بڑے ہو جائیں گے' آپ کے بچے تو جلد ہی کمانے لگیں گے اور میرا عمیر تو ابھی سات سال کا ہے۔''

''مجھے زیادہ بولنے پر مجبور مت کرو سلطانہ! اچھی طرح سے جانتی ہوں کہ تم اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے بعد پیسے کہاں لگا رہی ہو۔'' روٹیاں ڈالتی سلطانہ کا ہاتھ ذرا سا لرزا مگر اگلے ہی لمحے وہ بھی اپنی جون میں آ گئی۔

''کہاں لگا رہی ہوں؟'' چھوٹی سی بات سے شروع ہوئی یہ گفتگو اب جھگڑے میں تبدیلی ہونے لگی تھی۔

''ہر سال چھوٹی عید کے بعد فرید سنار کے ہاں جا کر جو تم سونے کے زیورات بنوائی ہو اچھی طرح سے علم ہے کہ کتنا بنوائی ہو اور کتنی رقم خرچ ہوتی ہے۔'' ہر سال عید کے سیزن لگا کر انور بچت سلطانہ کو تھما دیتا اور وہ سونا خرید لیتی اس کے حساب سے گھر میں کسی کو پتا نہ تھا مگر عقیلہ خاتون جانتی تھیں۔

''تو کیا کروں' بڑی بی پر بڑھاپا غالب آ گیا ہے اللہ اللہ کر کے دن پورے کریں اور خاموشی سے زندگی گزاریں مگر نہیں' بیٹوں کو جو کھلایا پلایا تھا اب کس طرح واپس لینا چاہتی ہیں۔'' وہ دونوں اور بھی بہت کچھ کہہ رہی تھیں مگر ثروت بیگم کے دماغ میں تو بیٹوں کو کھلانے پلانے والی بات نے ہی جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

ثروت بیگم کے آنسو بہے تو تھمنے میں ہی نہیں آ رہے تھے' ان کی پرورش ان کی محبت' ان کے خلوص اور شفقت جیسی بے لوث جذبوں کو بے غرضی کے پیمانے سے نکال کر خود غرضی میں ڈھالے جانے پر وہ جتنا روتیں کم ہی تھا' ان کی ممتا تڑپ کر دہائیاں دینے لگی اور وہ بے آواز روئے جا رہی تھی اپنوں کی بے حسی پر۔

سو جالا ڈلے بیٹے میرے
آنکھیں چھلکیں میری
تیری روتی صورت دیکھ کر
دل ہے کانپتا میرا
ساری رات میں جاگوں تجھ کو
لے کر گود میں اپنی
تیری نیند یا ٹوٹ نہ جائے
تیری آنکھیں کھل نہ جائیں
تیرا سکون برباد نہ ہو
یہ سوچ کر ساری رات میں جاگوں
پلکیں تک نہ جوڑوں
آنسو آئیں تیری آنکھوں میں
ممتا بھل بھل روئے
اپنی زندگی وار کر تجھ کو آج کیا میں نے جوان
سن اے بیٹے! بھول نہ جانا ماں کا یہ احسان
نہ توڑ میرا یہ مان
کاش وہ بیتے لمحے اور وہ اذیت بھری سرد راتیں
تیرے وجود پر اپنی آپ بیتی کاش رقم کر جاتیں
سن میرے بیٹے میں مر جاؤں تو تجھے یہ احساس نہ ہو
کہ تُو مجھے بوجھ سمجھ کر سہتا رہا
جھیلتا رہا' گھسیٹتا رہا مجھے تُو
سن اے بیٹے...... پیارے بیٹے!
میری ہر خوشیاں' ہر غم' ہر دکھ اور سکھ
تیری ذات سے جڑے ہیں
سن! یہ ماں تجھ پر قربان
سن اے بیٹے! یہ ماں تجھ پر قربان......

ممتا پر کھینچ کر تازیانے لگا کر ان کی بہوئیں تو چلی گئیں مگر انہیں بھانبھڑ میں جلتا چھوڑ گئیں۔ بچوں کو پال کر اگر مائیں احسان کرتی ہی ہیں تو کیا بچے ان احسانات کو چکانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بہو جب

تنہائی

کچھ پنچھی جھنڈ میں اترے ہوں
اور رستہ بھی کچھ مشکل ہو
اک پنچھی گھائل ہو جائے
اور بے دم ہو کر گر جائے
تو رشتے پیارے ناطے سے
کب رکتے ہیں اس کی خاطر
اس دنیا کی ہے ریت یہی
جو ساتھ چلو تو ساتھ بہت
جو رک جاؤ تو تنہا ہو

مریم کنول...... رجانہ ٹوبہ ٹیک سنگھ

نظم

جب جب تُو نظر نہیں آتی
زندگی رک سی جاتی ہے
میری سانسیں تھم سی جاتی ہیں
میرے دل کی ہر دھڑکن تیرا نام لیتی ہے
صرف تجھے ہی یاد کرتی ہے
جب جب تُو نظر نہیں آتی
تیری کمی محسوس ہوتی ہے
میری آنکھیں برس جاتی ہیں
تجھے دیکھنے کے لیے ترس جاتی ہیں
تیرے ملنے کی فریاد کرتی ہیں
جب جب تُو نظر نہیں آتی
زندگی رک سی جاتی ہے

کومل قدیر احمد......

ساس کو بوجھ سمجھتی ہے تو وہ صرف ماں ہوتی ہے' بھول جاتی ہے کہ وہ بھی ساس بنے گی۔ یہی بوجھ کسی اور کے حصے میں بھی آئے گا' تب شاید گزرے لمحات واپس ہی نہ آئیں۔

گھر میں عورتوں کی طرف سے ہونے والی جھڑپ مردوں تک بھی پہنچ گئی اور بھائیوں نے بھی بنا کچھ کہے ایک دوسرے کے تمام نقد و ادھار کی پول کھول کر رکھ دی۔ ثروت بیگم کا بھرم کانچ کی طرح ٹوٹ کر ان کے جسم کے ہر ایک عضو کو تکلیف دینے لگا وہ یک دم ہی ڈھے سی گئیں۔ کچھ بھی تھا دل کو ایک ڈھارس سی تھی کہ ان کے بچے ان کے ساتھ ہیں لیکن اب پتا چلا تھا کہ ان کا وجود خزاں کے اس ٹنڈ منڈ درخت کی طرح ہے جو پتے جھڑنے کے بعد اپنی تر و تازگی برقرار نہیں رکھ پاتا اور آہستہ آہستہ مرجھانے لگتا ہے۔

''تم کیا کر رہی ہو میرے کمرے میں؟'' وہ نماز ظہر کا وضو کر کے جیسے ہی کمرے میں آئیں فروا کرسی پر چڑھی ان کی الماری کھولے کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔ یہ الماری مرزا حشمت نے بڑے پیار سے بنوائی تھی اور وہ اسے استعمال بھی اسی انداز سے کرتی تھی' تبھی تو وہ آج بھی بالکل نئی نظر آتی تھی۔

''دادو...... دادا ابو کی تصویر ڈھونڈ رہی تھی۔'' فروا نے اطمینان سے جواب دیا تو کئی دنوں کے بعد ان کے چہرے پر بھی پہلے والی مسکراہٹ چمک آئی تھی' وہ آگے بڑھ آئیں۔

''میں ڈھونڈ دیتی ہوں۔'' وہ تصویر ڈھونڈنے لگیں اور فروا کچھ اور ان کو ڈھونڈنے میں پریشانی ہونے لگی۔

''تم تصویر دیکھنے آئی ہو یا کچھ اور......؟'' ثروت بیگم نے مشکوک لہجے میں دریافت کیا تو فروا ایک دم سیدھی ہوئی۔

''اللہ دادو آپ تو ایسے تفتیش کر رہی ہیں جیسے میں چوری کرتی پھر رہی ہوں۔''

''نہیں میری بچی...... اللہ تمہیں ایسی برائیوں سے بچائے۔'' فروا کے پھولے پھولے گال دیکھ کر ثروت بیگم کا دل ایک دم پگھلا۔

عمر کے اس حصے میں اگر کوئی سننے والا تھا تو یہی بچی ہی تھی جو کبھی کبھار ہی سہی ان کے کمرے میں آ کر ان کے چہرے پر خوشیوں کے رنگ بکھیر دیتی' باقی بہوؤں کے بچے تو اب بڑے ہو گئے تھے۔ بھولے سے بھی ان کے کمرے میں نہ جھانکتے' ایسے میں ایک بیٹی کی کمی بڑی شدت سے انہیں محسوس ہوتی۔

''دادو میرے چہرے پر دانے نکل آئے ہیں' عالیہ چچی نے کہا ہے کہ آپ سے پوچھ کر کوئی ٹوٹکا آزماؤں۔'' وہ فروا کو اپنی چیزیں دکھا رہی تھیں' ماضی کی خوش گوار یادیں جیسے پھر سے فضاء میں گھلنے لگی تھیں کہ انیلہ ان کے کمرے میں آئی۔ الفاظ و انداز سے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ ان سے بہت زیادہ گھلی ملی رہتی ہو۔ انہیں حیرت ہوئی مگر مسکرا کر پوتی کو دیکھتے اسے مختلف ٹوٹکے بتانے لگیں۔

''ہاں فروا کہاں ہو بھئی؟'' مگر فروا کو موجود نہ پا کر ایک مسکراہٹ سی رینگ گئی۔

''اس لڑکی کی قطعی سمجھ نہیں آتی' اب اس بڑھیا کے مختصر سے ساز و سامان میں ایسا نادر و نایاب کیا رکھا ہے جو دیکھنے کی متمنی تھی' بس اب تو اللہ سے یہی دعا ہے کہ یا تو در پر بلالے یا پھر اپنے پاس۔'' آخری الفاظ ادا کرتے برسوں کی تھکن رگ و پے میں سرایت کر گئی' سب کچھ سمیٹ کر وہ نماز پڑھنے کھڑی ہو گئیں۔

انیلہ کے سسرالیوں نے اچانک ہی رمضان المبارک میں نکاح اور رخصتی کی جلدی مچا دی۔ عقیلہ خاتون کے تو ہاتھ پیر پھول گئے' دیورانیوں سے آج کل بن نہیں رہی تھی سو منہ بسور کر ہی سہی بڑی بی کا سہارا لیا اور انہوں نے بخوشی ہر کام میں حصہ بھی لیا تھا۔

چوبیسویں روزے کی شام مختصر سی تقریب میں

انیلہ کو رخصت کر دیا گیا۔ جہیز کے نام پر دو لاکھ روپے آصف نے بلا عذر تھام لیے' عقیلہ خاتون کو ذرا سا برا ضرور لگا مگر کیا کر سکتی تھیں بیٹی کی پسند تھی انکار کی جرأت کہاں تھی ان میں۔ لاڈ سے پالا تھا اور ویسے بھی آصف اور اس کی فیملی خاصی سلجھی ہوئی تھی تو انکار کی گنجائش ہی نہ رہی تھی۔

انیلہ کی رخصتی کے بعد گھر میں سناٹے اتر آئے بہوؤں کو ایک دوسرے کا چہرہ دیکھتے ہی غصہ کا بخار چڑھ جاتا البتہ اس سب کے بیچ ان کی ذات پر یہ احسان عظیم ہمیشہ سے رہا تھا کہ انہیں کھانا وقت پر مل جاتا' تینوں ٹائم ایک ایک بہو کے حساب سے کھانا انہیں مہیا کیا جاتا اور اب بھی مل رہا تھا۔ شاید ان کی بہوؤں کو پتا تھا کہ کھانا نہ کھانے سے بندہ مرے نہ مرے بے مروتی سے ضرور مر جاتا ہے' بے حسی کا خول چڑھ جائے وہ انہیں روز ایک نئی موت سے متعارف کرواتی تھیں ایسے میں کھانا کھایا جائے یا نہ کھایا جائے۔ ذات تو ویسے ہی جل رہی تھی۔ ثروت بیگم بھی آج کل انہی حالات کی زد میں تھیں' ان کے اندر لمحہ لمحہ موت کے سناٹے اترنے لگے تھے خواہشوں کے مرنے پر انسان زندہ تو رہتا ہے مگر کھوکھلے دعوے کی طرح جو کبھی بھی اصلیت دکھا کر رونا دے جاتا ہے۔

☆......☆......☆

انیلہ گھر آئی تو عقیلہ خاتون کے چہرے پر بہار لوٹ آئی' اولاد کو خوش دیکھ کر ماں باپ زندگی کی ہر مشکل جھیل لیتے ہیں۔ ثروت بیگم بھی انیلہ کو دیکھ کر دعا دیتی اپنی عادت کے مطابق اپنے کمرے میں چلی آئیں' انہیں دو لوگوں کے لیے بیچ بیٹھ کر ان کی گفتگو میں خلل بننے کی عادت ہرگز نہ تھی۔

''دادو یہ کپڑے آپ کے لیے۔'' انیلہ اور آصف ان کے کمرے میں آئے تو انیلہ ان کے گلے لگ گئی' ان سے جدا ہو کر ایک بڑا سا شاپر ان کی طرف بڑھایا۔

اے زندگی

اے زندگی تُو ہی بتلا
تُو اتنے غم کیوں دیتی ہے
یہ پریشاں دل کیوں روتے ہیں
یہ بھیانک اور لرزیدہ منظر دیکھتی آنکھیں
پھر بھی زندہ رہتی ہیں
یہ روتے بچے سسکتے بوڑھے
ان کے ہیں وارث کہاں
یہ لاچار اور بے بس ماں باپ
کہاں جائیں کس سے کہیں
اتنے درد بھرے تحفے کیوں دیتی ہے
اے زندگی......!
کوئی خوشی کا گیت سنا
کسی ہنستے بچے کی کہانی سنا
کسی ماں کی خوشی بتلا
یہ آنکھوں کے سامنے پھٹتے بم
یہ خون' یہ لرزیدہ چیخیں
یہ سب باتیں پرانی ہوئیں
اب کچھ نیا سنا کہ دل خوش ہو
کوئی بہاروں کی باتیں' کوئی خوشبو کی باتیں
کسی نئے پھول کے کھلنے کی داستاں
اے غم زدہ داستانِ زندگی
کچھ نیا سنا کچھ اچھا سنا

زندگی وفا...... بھکر

ناداں لڑکیاں

ہم ناداں لڑکیاں
پلکوں پر خواب سجا کر
تتلیوں کے پیچھے دوڑنا
چھوٹی سی بات پر منہ بسور لینا
غم کے موقعوں پر زور سے ہنس دینا
زندگی کو سمجھنے سے ناآشنا ٹھہری

سائرہ حبیب اوڈ...... عبدالحکیم

''یہ سب......'' وہ گوموکی کیفیت میں گھری انیلہ کے بدلے روپ کو دیکھنے لگیں۔

''دادو یہ میری طرف سے ہیں پلیز رکھ لیں۔''

آصف کے انداز میں اپنائیت محسوس کرکے ان کی آنکھیں چھلکیں' وہ حق جو بیٹوں کو ادا کرنا تھا وہ ان کا داماد کررہا تھا۔ اپنے کپڑوں پر اچٹتی نظر ڈال کر انہوں نے وہ شاپر لے لیا۔

''میں اچھے خاصے کپڑے استعمال کررہی ہوں' ضرورت کہاں ہے بھلا؟'' انہوں نے بے ساختہ ڈھیروں دعائیں دیں' چند یہاں وہاں کی باتیں کرکے وہ دونوں چلے گئے تو ثروت بیگم نے وہ شاپر اٹھا کر الماری میں رکھ دیا۔ نئے کپڑوں کی چاہ سے بہت اوپر کچھ اور بھی تھا جو ایسے ان کی ذات میں گھل گیا تھا کہ دنیاوی ضرورتیں ختم ہوکر رہ گئی تھیں۔ بس یاد تھا تو صرف اتنا کہ مدینے چلی جائیں بس یہی آرزو تھی ان کی۔

حضورﷺ ایسا کوئی انتظام ہوجائے
سلام کے لیے حاضر غلام ہو جائے
میں صرف دیکھ لوں اک بار صبح طیبہ کو
بلا سے پھر مری دنیا میں شام ہوجائے
تجلیات سے بھرلوں میں اپنا کاسۂ جاں
کبھی جو اُنﷺ کی گلی میں قیام ہوجائے
حضورﷺ آپ جو سن لیں تو بات بن جائے
حضورﷺ آپ جو کہہ دیں تو کام ہوجائے
حضورﷺ آپ جو چاہیں تو کچھ نہیں مشکل
سمٹ کر فاصلہ یہ چند گام ہوجائے

وہ بے اختیاری ہوکر نعت میں کھونے لگی تھیں۔ کتنے دنوں کے بعد انیلہ کی آمد نے انہیں تھوڑا سا اطمینان دیا تھا' انہیں یوں نعت میں محو دیکھ کر آصف دہلیز پر ہی جم سا گیا تھا۔

''اتنی تڑپ' اتنا عشق...... کیا یہ عشق نظر انداز کیے جانے کے لیے ہے۔ کتنی تشنگی ہے الفاظ و انداز میں' حسرتوں کے بے پناہ سمندر...... مجھے کچھ کرنا ہے جلد از جلد اس سے پہلے کہ یہ تشنگی قبر کی مٹی اوڑھ لے۔'' وہ انہیں کچھ بتانے آیا تھا لیکن ان کی آنکھوں سے بھل بھل گرتے موتی ان کی حرماں نصیبی پر کرلاتے ان کے درد کی ہزاروں داستانیں بیان کرگئے اور وہ وہیں سے پلٹ گیا۔

❀......❀......❀

عید کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں' ثروت بیگم کے دل کی کلیاں اب ناامیدی کی کالی چادر اوڑھنے لگی تھیں۔ ان کے جسم کی طاقت بڑھاپے کا اعلان کرنے لگی تھی اور وہ پہلی بار اپنے آپ کو مضبوطی کے دائرے میں رکھنے سے قاصر تھیں۔ کچھ بھی تھا وہ اب مسلسل کمزور رہنے لگی تھیں' چہرے کی شادابیاں چند ہی دنوں میں مرجھا گئی تھیں۔ دل لحہ لحہ ناامیدیوں کے گہرے کنویں میں دھکیلنے پر مجبور تھا اور وہ بھی شاید اب دل کی سن رہی تھیں' کبھی ٹوٹ رہی تھیں' بکھر رہی تھیں۔ اللہ کی ذات سے ناامیدی بھلے نہ تھی مگر آسرا ابھی تو کوئی نظر نہ آتا تھا۔

عید کی صبح گھر میں خاصی رونق تھی' نماز عید کے بعد ہمیشہ کی طرح ان کے بیٹے ان کے کمرے میں آئے تھے۔ ان کی بگڑتی حالت کو نظر انداز کردیا گیا تھا یا شاید یہ سب اب ان کے لیے قابل توجہ ہی نہیں رہا تھا بہرحال ثروت بیگم کے چہرے پر وہی مشفقانہ سی مسکراہٹ تھی جو اُن کی شخصیت کا خاصہ تھی۔ انیلہ بھی آصف کے ہمراہ عید کے دن چلی آئی' ہلکے فیروزی کلر کے سوٹ میں اس کا رنگ کھلا کھلا سا لگ رہا تھا' وہ دونوں ان کے کمرے میں آئے تو وہ مسکرائے بنا نہ رہ سکیں جہاں گھر کے لوگوں نے بے توجہی کا لیبل لگا کر ان کی ذات کو بے مول کیا تھا وہیں آصف کی یوں فکر کرنے کی عادت انہیں اللہ کی رحمت ہی لگتی تھی۔

''دادو آنکھیں بند کریں اور میرے ساتھ باہر چلیں۔'' انیلہ نے نئی فرمائش کی۔

''کیوں بھئی؟ مجھ بڑھیا کو تنگ کرنے کا موڈ ہورہا ہے کیا؟''

''سرپرائز ہے چلیں ناں پلیز۔'' انیلہ کا لہجہ منت آمیز ہوا تو وہ اس کے ساتھ باہر آ گئیں۔

''سنئے خواتین و حضرات......'' سبھی افراد صحن میں اپنی فیملیز کے ساتھ مگن تھے کہ آصف کی آواز نے انہیں متوجہ کیا۔ ''میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔'' سب کی سوالیہ نظروں پر اس نے وضاحت کی تو صحن میں موجود ہر شخص سراپا سوال بن گیا۔

''یہ خاتون جنہیں ان کی بہوئیں ماں جی' اماں یا ساس اماں نہیں بلکہ بڑی بی کہتی ہیں ان کے بارے میں آج میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔'' سسپنس پھیلا کر آصف چند لمحے رکا۔

''ان کی آرزو مدینے جانے کی ہے' آپ سب بیٹے اتنی استطاعت تو رکھتے ہیں کہ ان کی یہ آرزو پوری کرسکیں مگر...... خیر تفصیل میں نہیں جاؤں گا صرف اتنا کہوں گا کہ یہ اولادیں جن کے ساتھ آج آپ اپنا وقت گزار رہے ہیں' ان کے لیے بھی گزرے کل میں آپ ایسی ہی اہمیت رکھیں گے' ان کے لیے آج یہ پرانے فرنیچر کی طرح آپ کے گھر کے کباڑ خانے میں مقید ہیں تو مت بھولیے کل کو یہی اولادیں آپ کو بھی ایسے ہی عضو معطل کرکے اسی طرح بھول جائیں گی...... ان کے بڑھاپے کی تین تین لاٹھیاں انہیں چھوڑ چکی ہیں' جنت ایسے تو نہیں ملتی ماں کی خدمت کرکے ملتی ہے اور ساس اماں آپ...... آپ کے لیے تو ان کا حسن ہی وجہ حسد بن گیا ہے۔ ذرا غور سے دیکھیں یہ صرف حسن ہے یا نور......'' آصف کے یوں مخاطب کیے جانے پر عقیلہ خاتون کی نظریں ایک دم ہی جھک گئیں' یہ اندازہ ہی کب لگایا تھا انہوں نے کہ ان کی ساس کے چہرے پر نور یا حسن...... وہ تو بس حسد میں جلتی تھیں' بے پناہ حسد۔

''عالیہ چچی آپ...... تین تین بیٹے آپ کی گود میں کھیلے اور آج جوانی کی دہلیز کو چھونے ہی والے ہیں' ذرا مستقبل پر غور کریں تو آپ اپنے اور ان میں فرق نہیں کرپائیں گی۔ انہی کی طرح گھر کے کسی کونے میں زندگی کے آخری ایام چپ چاپ گزار دیں گی' انہیں کھانا تو مل رہا ہے پھر شاید آنے والے کڑے وقت میں وہ بھی آپ کو نہ ملے۔'' عالیہ ایک لمحے کو تڑپی تھی بے یقینی سے اپنے بیٹوں اور بڑی بی کو دیکھا اور پھر ان کے بیٹوں کو ایک لمحہ بھی نہ لگا تھا اپنا احتساب کرنے میں اور وہ پہلی بار شرمندگیوں کی زد میں آ گئیں۔

''اور سلطانہ چچی آپ کے تو مزاج ہی نہیں ملتے بھئی' سونا بنوا کر رکھتی جارہی ہیں' کبھی سوچا ہے اگلی سانس نہ رہی تو یہ سونا گلے میں ڈال کر قبر میں اتریں گی۔ اگر آپ کو کچھ ہوگیا تو کیا یہ بیٹا جس کو نوالے توڑ توڑ کر کھلاتی ہیں' کل کو یہی بیٹا انور چچا کی طرح ساری کمائی بیوی کے ہاتھ میں رکھے گا اور آپ کچھ بھی نہیں کرپائیں گی۔'' آصف کا ملامتی انداز سلطانہ کو ہی نہیں وہاں بیٹھے ہر شخص کو شرمندہ کرگیا۔

عید کی خوشیاں چپ کی بکل مارے آن کی آن میں اداسیاں پھیلا گئیں ایک کے بعد ایک سچ نے ہر کسی کو اپنی جگہ پر متفکر کردیا تھا۔

''ابا جی! آپ کے دیئے پیسوں اور باقی اپنے پاس سے ملا کر میں' میری بیوی اور دادو...... ہم سب اس سال حج پر جارہے ہیں' سیدھے طریقے سے آپ کبھی نہ دیتے اس لیے میں نے الٹا طریقہ اپنایا۔ آپ سب کو یہ خبر سن کر یقیناً خوشی ہوگی کہ ایک فریضہ آپ کے سر سے انجام دیئے بغیر ہی اتر گیا' اسی طرح جنت کمانے کا ذریعہ بھی ایک دن چلا جائے گا' چپ چاپ اور آپ سب لوگ یونہی کھڑے رہیں گے مجرم بن کر۔ میں نے اور انیلہ نے فیصلہ کیا ہے کہ دادو آج سے ہمارے ساتھ رہیں گی۔'' آصف نے آخری بم پھوڑا اور ثروت بیگم کی طرف متوجہ ہوا۔

''چلیں دادو میرے ساتھ' ہمارے گھر میں۔''

سب کچھ اتنی جلدی میں ہوا کہ بھی لوگ ایک دوسرے کا چہرہ تکتے گئے۔

''نہیں بیٹا میں نہیں جاسکتی' تمہارا خلوص اپنی جگہ مگر مجھ میں اب اتنی ہمت نہیں کہ ایک اور درد سہہ سکوں۔''

''کیسا درد دادو؟'' آصف کے لہجے میں شکستگی در آئی۔

''نہیں آ بادو دیکھ کر جو اطمینان اس گھر میں ملتا ہے وہ کہیں بھی چلی جاؤں نہیں ملے گا۔ یہ مائیں جو اپنے بچوں کو پیار اور محبت دے رہی ہیں' میں بھی تو ان کے شوہروں کی ماں ہوں۔ اپنے بچوں سے دور کیسے رہ سکتی ہوں' اگر اس گھر میں مجھے نفرت ہی سہنی پڑی تو بھی میں سہوں گی مگر اپنی اولاد کے ساتھ ہونے کا احساس لے کر۔'' ثروت بیگم کے الفاظ نے ان کی بہوؤں کے دلوں پر گہرے نقوش چھوڑے تھے بھی نے ایک دوسرے کو دیکھ کر نظریں جھکا لیں تھیں۔

''ہمیں معاف کردو اماں! تمہارے فیصلے نے یہ ثابت کردیا ہے کہ ہم ابھی اتنے بھی نہیں بگڑے کہ سدھارا جائے' ایک موقع جنت کمانے کا ہمیں دے کر ہم پر جو احسان کیا ہے اس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں ہمارے پاس۔'' تینوں بیٹوں نے معافی مانگی تو ثروت بیگم کو لگا کہ یک دم اللہ اس پر مہربان ہوگیا۔

''ہاں اماں جی! ہمیں بھی معاف کردیں' غلطیاں چھوٹوں سے ہوتی ہیں۔ آج سے ہم آپ کی بیٹیاں ہیں' آپ کی خدمت گزاری کا ایک بھی فریضہ نہیں چھوڑیں گی' بس ایک موقع دے دیں۔'' تینوں بہوؤں کو ہاتھ جوڑے دیکھ کر ثروت بیگم کی پلکیں نم ہوگئیں۔

''بس کرو بھئی میں تو اتنی خدمت گزاری سے پھر سے جی اٹھوں گی اور تم لوگوں کو کئی سالوں تک پریشان کرتی رہوں گی۔'' آج ان کی مسکراہٹ میں اطمینان تھا سکون تھا' سب کچھ مل جانے کے بعد والا سکون۔

''یہ تو پلان میں شامل ہی نہ تھا۔'' فروا کو نجانے کیسے خبر مل گئی کہ انیلہ اور آصف اس کی دادو کو لینے آئے ہیں' وہ کمرے میں سو رہی تھی۔ باہر کے معاملات سے بے خبر مگر جس نے بھی اسے یہ خبر دی تھی اس کے نتیجے میں فروا کا چہرہ پھولا ہوا تھا' آصف اور انیلہ مسکرا دیے جبکہ باقی سب پریشان تھے۔

''کیا مطلب؟''

''یہی کہ آپ انہیں اپنے گھر لے جائیں گے' اگر ایسا تھا تو پہلے بتا دیتے۔ آپ کو پتا بھی ہے دادو کا پاسپورٹ ڈھونڈنے میں' میں نے کتنی محنت کی تھی۔'' ثروت بیگم کی نظروں میں چند دن پہلے والا منظر گھوم گیا جب وہ دادا ابو کی تصویر دیکھنے کے بہانے آئی تھی اور بنا دیکھے ہی چلی گئی تھی۔

''کہاں جارہی ہیں دادو؟'' ثروت بیگم کو دوپٹے سے آنسو خشک کرتے ہوئے جاتے دیکھ کر انیلہ نے استفسار کیا۔

''رب کریم کا شکر ادا کرنے' تمہیں نہیں پتا اس سارے مہینے میں میں نے بس یہی دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنا گھر دکھادے اور دیکھو اس مبارک مہینے کے اختتام پر تحفۂ خداوندی کے طور پر کیسا انعام ملا۔'' ثروت بیگم واقعی شکر گزار تھیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے نعمت خداوندی سے نواز دیتا ہے اور یہ تحفۂ عید تھا' اللہ کی طرف سے سو شکر ادا کرنا تو بنتا ہی تھا۔ عید کا تحفہ اللہ کی ذات سے مل جائے تو عید کی خوشیاں ہی الگ ہوتی ہیں انہیں یہ انعام عبادات کے صلے میں ملا تھا۔

❁

آخری حصہ

چلو مانا کہ جیون بھی سزا سے کم نہیں ہوتا
مگر چاہت میں مرجانا کہاں آسان ہوتا ہے
محبت کے فسانوں میں بہت سے موڑ آتے ہیں
پہ حد سے گزر جانا کہاں آسان ہوتا ہے

''رابیل باہر لان میں دھوپ سینک رہی تھی۔ گرے کلر کے ٹراؤزر پر سفید شرٹ پہنی ہوئی تھی' وہ شاور لے کر آئی تھی اور آج دھوپ بھی بہت دنوں بعد اتنی تیز نکلی تھی کہ وہ لطف اٹھا رہی تھی۔ علی اسی وقت اپنا سامان سوٹ کیس' بیگ وغیرہ اٹھائے گھر کے قریب ٹیکسی سے اترا۔ رابیل نے حیرانگی سے اس کے سامان کو دیکھا۔

''تو یہ اب چوبیس گھنٹے میرے سر پہ سوار رہیں گے۔'' رابیل نے غصے سے سوچا۔

''ہیلو کیسی ہو ہنی؟'' اس نے اپنا سوٹ کیس اور بیگ زمین پر رکھتے ہوئے پوچھا اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''بیٹھنے کے لیے نہیں کہو گی۔''

''آپ کو تو اجازت کی ضرورت ہی نہیں...... کیوں؟'' وہ طنزیہ لہجے میں بولی تو وہ ہنس پڑا۔

''تو...... لیں ٹھیک یاد دلایا بھلا بیوی کے پاس بیٹھنے کے لیے اجازت کی کیا ضرورت؟'' وہ مسکراتے ہوئے شوخ لہجے میں بولتا اس کے سامنے رکھی لان چیئر پر بیٹھ کر بہت غور سے اس کے سندر سراپے کا جائزہ لینے لگا۔

''پہلے سے بھی زیادہ حسین ہوگئی ہو تم۔'' علی نے اسے محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے دل سے کہا۔

''کہنوں میں واپس لوٹ آئی ہوں نا اس لیے۔'' جواب بہت کاٹ دار تھا علی نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا۔

''میں نے جو لاکٹ تمہیں گفٹ کیا تھا تم نے واپس کیوں کردیا؟''

''میں تو آپ کا ہر گفٹ واپس کرآئی تھی ایک لاکٹ ہی کیا؟'' وہ مسلسل اخبار پر نظریں جمائے ہوئے تھی اور نہایت سنجیدہ اور بے مروت لہجے میں اسے جواب دے رہی تھی۔

''کیا تم وہ سب بھول نہیں سکتیں؟'' علی نے بے چین ہوکر پوچھا تو اس نے شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں وہ سب بھول رہی تھی کہ آپ یہاں چلے آئے...... مجھے وہ سب پھر سے یاد دلانے کے لیے' میرے زخم تازہ کرنے کے لیے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا آخر آپ یہاں آئے کیوں ہیں؟''

''تمہیں منانے کے لیے۔''

''کیوں؟ میں تو ناراض نہیں ہوں...... اور ہو بھی کیسے سکتی ہوں؟ آپ کا میرا رشتہ ہی کیا ہے؟ رات کی تاریکی میں ایک الزام کی پاداش میں مجبوری میں جوڑا گیا ایک کاغذی رشتہ جس کی کوئی حیثیت نہیں میری نظر میں...... اب آپ یہاں آ ہی گئے ہیں تو اس پیپر میرج کو ختم کرکے جائیں۔''

''رابیل......'' علی اس کی باتوں سے چھلکتی غیریت اور اجنبیت سے تڑپ اٹھا۔

''مسٹر علی میں اس نام نہاد نکاح نامے کو تعویذ بنا کر اپنے گلے میں نہیں ڈالنا چاہتی مجھے اس سے آزاد کردیں۔'' رابیل نے غصے سے اخبار بند کرتے ہوئے کہا۔

''رابیل...... میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔''

''آپ نے مجھے پایا ہی کب تھا؟'' رابیل کے لہجے

کا خالی پن وہ محسوس کر رہا تھا' اسے اس کے دل پر گزری ہر کیفیت کا احساس و اندازہ ہو رہا تھا۔ وہ حق بجانب تھی یہ سب کہنے میں' اسے علی کے ساتھ ایسا ہی رویہ رکھنا چاہیے تھا۔

''رابیل...... میں اپنے ہر لفظ کے لیے شرمندہ ہوں...... یقین کرو میں ایک پل بھی سکون سے نہیں رہ پایا۔ میرا ارادہ تمہیں ہرٹ کرنے کا نہیں تھا رابیل! میں تو تمہیں اپنی محبت کا واسطہ دے کر لندن جانے سے روکنے کے لیے آیا تھا تمہارے پاس مگر قسمت کو جانے کیا ہوا کہ سب کچھ الٹ ہوگیا۔ میرا ضمیر مجھے چین نہیں لینے دیتا۔'' وہ بہت بے بسی و بے قراری سے بتا رہا تھا۔ رابیل کو یقین تھا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے مگر وہ سرد مہری پر ہی مائل رہی...... اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی۔

''تو آپ یہاں اپنے دل کو قرار اور ضمیر کو سکون بخشنے کے لیے آئے ہیں۔ بہت جلدی خیال آ گیا آپ کو۔'' رابیل نے طنزیہ مگر دھیمے لہجے میں کہا تو وہ شرمندگی سے بولا۔

''تمہارا سامنا کرنے کی جرأت و ہمت نہیں تھی مجھ میں بس اسی میں اتنا وقت لگ گیا آئی ایم رئیلی سوری۔''

''اتنے عرصے میں تو انسان خود کو سمجھا لیتا ہے۔ اب میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتے آپ...... سکون سے کیوں نہیں جینے دیتے مجھے...... اپنے سکون اور اطمینان کے لیے آپ بار بار مجھے بے سکون کیوں کرتے ہیں؟''

''رابیل آئی لو یو۔'' علی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دل سے کہا۔

''اوہ پلیز...... دیکھ چکی ہوں میں آپ کی محبت۔'' رابیل نے سختی سے اپنا ہاتھ اس سے چھڑاتے ہوئے تلخی سے کہا۔

''مجھے اس طرح مت ٹھکراؤ رابیل' پلیز مجھے یوں رد مت کرو معاف کردو مجھے۔'' علی نے تڑپ کر کہا۔

''معاف کردیا میں نے آپ کو اور پلیز اب آپ بھی معاف کردیں مجھے' جان چھوڑ دیں میری۔'' درشتی سے کہتی وہ باہر نکل گئی۔

❀......❀......❀

''نوشین' وہاب اب تم دونوں اپنا فیصلہ سنادو کیونکہ نگی نے تو اپنا فیصلہ تم پر چھوڑ دیا ہے۔ خرم تمہارے سامنے کا بچہ ہے دیکھا بھالا ہے' پڑھا لکھا ہے' برسرروزگار ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تمہاری نگی کو بہت چاہتا ہے۔ بس اب تم ہاں کردو۔''

''نگی بیٹی! آپ میرے ساتھ آیئے ذرا۔'' وہاب احمد نے نگین سے کہا اور خود اٹھ کر ایک طرف چلے گئے۔

''جی ڈیڈی۔'' نگین بھی اٹھ کر ان کے پاس چلی آئی۔

''نگی بیٹی! یہ آپ کی زندگی کا معاملہ ہے' اگر آپ کو خرم کے رشتے پر اعتراض ہے تو آپ مجھے بتا سکتی ہیں۔ سوچنے کے لیے وقت لے سکتی ہیں' میں آپ کے ماموں کو فی الوقت جواب نہیں دوں گا تین چار دن سوچنے کے لیے مانگ لیتے ہیں آپ اچھی طرح سے سوچ کر اپنا جواب مجھے بتا دینا۔'' وہاب احمد نے اس کے سر پر دست شفقت رکھ کر کہا۔

''ڈیڈی! مجھے یقین ہے کہ آپ میری زندگی کے لیے جو بھی فیصلہ کریں گے وہ بہتر ہوگا۔ میں اس رشتے کے حوالے سے کچھ سوچنا نہیں چاہتی' آپ میرے مستقبل کے حوالے سے جو بھی فیصلہ کریں گے مجھے دل سے قبول ہوگا۔'' نگین نے نظریں جھکا کر آہستگی سے جواب دیا تو انہیں اس کی سعادت مندی پر بہت پیار آیا۔

''جیتی رہیے' اگر فیصلہ مجھے ہی کرنا ہے تو میں خرم کے رشتے کو آج ہی منظور کرلیتا ہوں...... ٹھیک ہے نا۔'' وہاب احمد نے اس کی پیشانی چوم کر کہا اور واپس سب کے درمیان آ گئے جہاں سب ہی ان کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

''نوشین بیگم! آپ کی کیا رائے ہے خرم کے بارے میں؟ سوچنے کی مہلت مانگ لیں یا ان کی مانگ مان لیں آج ہی۔'' وہاب احمد نے نوشین سے مدھم آواز میں پوچھا وہ ان کے بائیں جانب ہی بیٹھی تھیں صوفے پر۔

"اگر آپ کو یہ رشتہ منظور ہے تو آپ ابھی ہاں کرنے کا حق رکھتے ہیں سرتاج۔" توشین نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہوں...... تھینک یو بیگم صاحبہ" وہ خوش دلی سے مسکرائے۔ اور پھر ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

"زاہد بھائی' بھابی! مجھے بلکہ ہمیں یہ رشتہ منظور ہے۔"

"بہت بہت شکریہ وہاب! تم نے میرا مان رکھ لیا' بس اب بہت جلد میں اپنی نگی کو اپنی بہو بنا کر لے جاؤں گی اور بیٹی بنا کر رکھوں گی۔" ثمینہ نے خوش ہو کر کہا اور نگین کو پیار کیا۔

"توشی...... سب کا منہ میٹھا کراؤ بھئی۔" وہاب احمد نے کہا۔

"ہوا جی' یہ مٹھائی کی ٹوکری کھولیں اور سب کا منہ میٹھا کروائیں۔" ثمینہ اور زاہد ماموں نے ایک طرح سے رشتہ طے ہونے کی رسم ادا کر دی تھی۔ عابد ماموں اینڈ فیملی سمیت اگلے دن شادی کی تاریخ طے کرنے کے لیے وہاب احمد نے سب کو "وہاب لاج" مدعو کر لیا۔

"یہ کیا چٹ منگنی پٹ بیاہ۔" نگین نے سنا تو سٹپٹا کر بولی۔

"خرم بھائی سے صبر جو نہیں ہو رہا۔" ماہین نے شرارت سے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا اور اگر انکار ہو جاتا تو......" نگین نے کہا۔

"ان کا تو ہارٹ ہی فیل ہو جاتا۔"

"ہائے توبہ کرو اپنے بھائی کے لیے ایسی باتیں کرتی ہو۔" نگین نے سہم کر کہا تو وہ ہنس کر بولی۔

"یہ بھائی کے ہی الفاظ ہیں' کہہ رہے تھے انکار ہوا تو میں زندہ نہیں بچوں گا میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔" نگین کا رشتہ طے ہونے کی خبر لندن "تیمور لاج" میں پہنچ چکی تھی۔ سب کو بہت خوشی ہو رہی تھی۔ رابیل نے نگین کو فون کر کے مبارک باد دی۔

"نگی آپی! بہت بہت مبارک ہو آپ کو رنگیلی آئی ایم سو ہیپی فار یو۔" رابیل نے خوشی سے پر لہجے میں کہا۔

"تھینکس ڈیئر' دعا کرنا سب اچھا رہے۔"

"ان شاء اللہ سب اچھا بلکہ بہت اچھا رہے گا۔ خرم بھائی آپ کو بہت محبت دیں گے' بہت خوش رکھیں گے۔ ان کی محبت سچی ہے جب ہی تو رشتہ لے کر آ گئے نا۔" رابیل نے کھنکتے لہجے میں کہا۔

"ہاں اور علی بھائی کی محبت بھی تو سچی' کھری ہے نا رابیل! دیکھو تمہیں منانے لندن تک جا پہنچے۔"

"انہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ میں وہ سب پاکستان ہی چھوڑ آئی تھی' جب میں وہاں سے سوائے دکھ کے کچھ نہیں لا سکی تو یہ کیوں مجھے پھر سے وہاں گھسیٹنا چاہتے ہیں؟" رابیل نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو نگین اس کے دکھ کو سمجھتے ہوئے نرمی سے بولی۔

"وہ تم سے بہت پیار کرتے ہیں' بے حد و بے حساب محبت ہے انہیں تم سے رابیل! پلیز ان کے ساتھ چلی آؤ وہ تمہارے بنا ادھورے ہیں' ہم نے دیکھا ہے انہیں وہ علی جو کبھی کسی لڑکی کو نظر اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا تھا ان کی آنکھوں میں ہم نے تمہاری جدائی کا درد دیکھا ہے۔ میں جانتی ہوں تم بھی ان سے محبت کرتی ہو اس محبت کو اور مت تڑپاؤ وہ آ گئے ہیں ناں تمہارے پاس تو اب تم بھی دل سے پرانی باتیں بھلا کر ان کے ساتھ چلی آؤ۔"

"نگی آپی یہ سب اتنا آسان نہیں ہے۔ پہلے سب کو لگا کہ رابیل غلط ہے' انہوں نے دل کھول کے غلط کہا۔ پھر سب کو لگا کہ رابیل صحیح تھی وہ غلط تھے تو سب معافیاں مانگ کر اپنے ضمیر کو سکون پہنچانے مطمئن کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے...... آئینہ ہوں میں' کھلونا ہوں یا مٹی کا مادھو؟ کیا سمجھ لیا ہے سب نے مجھے؟ کہہ تو دیا کہ معاف کر دیا ہے سب کو...... پھر کیوں میرا پیچھا کر رہے ہیں؟ اب کیا چاہتے ہیں مجھ سے؟"

"تمہارا ساتھ۔" علی کی آواز تھی جانے وہ کب اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا تھا' اس کی ساری باتیں سن چکا تھا۔ بہت شرمسار اور دکھی لگ رہا تھا۔ رابیل نے فون بند کر دیا۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ وہ بنا علی کی طرف دیکھے

جانے لگی تھی مگر علی نے اس کو بازو سے تھام لیا۔

"کیا مسئلہ ہے آپ کا؟" وہ اپنے آنسو بے دردی سے ہتھیلیوں سے رگڑتے ہوئے پوچھ رہی تھی لہجہ بھیگا ہوا تھا۔

"محبت...... وہ بھی بے حساب......" علی نے بہت شہد آگیں لہجے میں کہا اور اسے اپنے حصار میں لے لیا۔ اس کی سحر طراز آنکھیں رابیل کے وجود کو اپنی گرفت میں لیے اسے پگھلانے پر مائل کر رہی تھیں۔

"معجزے اب نہیں ہوتے مسٹر......" رابیل نے اپنی دھڑکنوں کے شور سے کان بند کرتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ہوتے ہیں میری جان! معجزے اب بھی ہوتے ہیں کیونکہ محبت دل کا سجدہ ہے اور جب دل نے رب کی چوکھٹ پہ ماتھا ٹیک دیا تو سمجھو معجزہ ہو گیا۔ جو جتنا جھکتا ہے نا وہ اسے اتنا ہی سربلند و سرفراز کرتا ہے' کامیاب و کامران کرتا ہے۔" علی کا لہجہ یقین' اعتماد اور امید سے پر تھا۔ اس کی محبت کے احساس سے چور تھا وہ اس کے حصار سے نکلنے کی سعی کر رہی تھی اور وہ اسے مزید اپنے قریب کر رہا تھا۔

"مجھ سے اس قسم کی گفتگو کرنے کا کوئی حق نہیں ہے آپ کو۔"

"حق تو ہے میری جان! تم نے اپنے جملہ حقوق میرے نام محفوظ کرائے تھے بھول گئیں۔" وہ ایک ہاتھ سے بہت محبت سے اس کے بال سنوار رہا تھا اور وہ بے بس ہوتی جا رہی تھی۔

"کچھ بھی بھولی نہیں ہوں میں...... بھول رہی تھی کہ آپ یاد دلانے چلے آئے۔ کیا ضرورت تھی آنے کی؟ میں مر تو نہیں گئی آپ کے بنا۔" رابیل نے تلخی سے کہا۔

"ہاں لیکن میں تو مر رہا تھا نا پل پل۔"

"جبھی اتنی جلدی تشریف لائے آپ۔" اس کا لہجہ سلگا ہوا تھا۔

"تو میری گڑیا کو میری رابیل کو میرا انتظار تھا نا...... تم اس لیے غصہ کر رہی ہو نا کہ میں نے آنے میں اتنی دیر کیوں لگا دی۔ سوری میری جان! میں ڈرپوک آدمی ہوں' تمہاری طرح بہادر نہیں ہوں نا' اس لیے ہمت جمع کرتے کرتے اتنا وقت لگ گیا۔ معاف کر دو نا پلیز...... دیکھو اب تو آ گیا ہوں تمہارے پاس' تمہیں منانے کے لیے...... اپنے ساتھ لے جانے کے لیے ہوں۔" علی نے مسکراتے ہوئے بہت محبت سے کہا۔

"بہتر ہے کہ آپ واپس چلے جائیں میرے لیے آپ کی ان باتوں میں' آپ کے قرب میں کوئی اٹریکشن ہے نہ ہی انٹرسٹ جسٹ لیو می الون۔" رابیل علی کو جتنا نظر انداز کر رہی تھی وہ اسی قدر اس کی قربت کا خواہاں تھا۔

"یار اپنا شہر لندن ہی دکھا دو سیر کرا دو اپنے شہر کی۔" علی نے بات کرنے کی کوشش کی تو اس نے فوراً طنز کیا۔

"آپ نے تو جیسے بہت سیر کرائی تھی نا مجھے اپنے شہر کی۔"

"یار' ہم نے تو ہر کام ہی غلط کیا ہے تم خود کو ہم سے کمپیئر مت کرو' ہم تو تمہارے پاؤں کی دھول بھی نہیں لیکن تم تو بہت مہمان نواز ہو نا تو کرا دو نا سیر پھر۔" علی نے سنجیدگی سے کہا اس کے لہجے کا دکھ اور بے بسی اور خود کو اس کے پاؤں کی دھول سے کمتر کہنا رابیل کو اندر سے ہلا گیا وہ شرمسار ہو گئی اپنے رویے اور اس کی بے کراں محبت پر۔

"خود کو اتنا ارزاں مت کریں۔"

"تو تم وصول کر لو نا مجھے اپنا ساتھ بخش کر' نایاب کر دو نا مجھے چھو کر......" علی نے بے قراری سے اسے دیکھا' کتنی بے کلی اور محبت اس کی آنکھوں میں مچل رہی تھی' رابیل بس لمحے بھر کو ہی اس کی آنکھوں میں دیکھ پائی اور فوراً نگاہ چرا لی تھی۔ علی نے فوراً اس کی حرکت پکڑ لی تھی۔

"کیوں؟ دیکھنے کی تاب نہیں ہے نا۔ نہیں دیکھ پاتیں میری آنکھوں میں اپنے لیے یہ تڑپ اور بے بسی کا سمندر' محبتوں کا بحر بے کراں تم کو کمزور کرنے لگتا ہے نا رابیل! تمہیں لگتا ہے نا کہ اگر تم زیادہ دیر میری آنکھوں میں دیکھو گی تو ڈوب جاؤ گی ان کی گہرائی میں...... نہیں روک پاؤ گی خود کو مجھ سے مزید دور رہنے سے...... ہے ناں رابیل!

جانتی ہو نا تم کہ میں کچھ نہیں ہوں تمہارے بنا...... جانتی ہو نا میرے وجود کا ذرہ ذرہ آفتاب ہو جائے اگر تم مجھے اپنی محبت کا یقین دے دو...... مجھے اپنے ساتھ کا اذن بخش دو‘ اگر تم مجھے اپنی ہمراہی کا اعزاز عطا کر دو تو یہ...... بے مول اور بے قیمت شخص ایک دم سے انمول اور بیش قیمت ہو جائے گا جانتی ہو نا تم......؟“ رابیل کے لیے کوئی راہ فرار نہیں تھی‘ علی کی محبتوں نے اسے ایک سے مغرور بنا دیا تھا۔ وہ اس کے سامنے موم کی طرح پگھل رہی تھی کہ اس کے طلسم لفظوں اور زیست افروز لمس کا دھاگہ سیل فون پہ آنے والی کال نے توڑا تھا علی محبت سے اسے تھپکتا ہوا فون آن کر کے گیسٹ روم کی جانب بڑھ گیا۔ رابیل اس کے پیار کے سحر میں جکڑی وہیں کھڑی اپنے دل کی خوشی پر ششدر رہ گئی۔

......❀......

بہت دنوں بعد ایک نئے نمبر سے ذوالنون کو ٹیکسٹ موصول ہوا تھا۔ ایسی شاعری سوائے کرن کے کون اسے بھیج سکتا ہے۔ اس کے خیال سے ہی ذوالنون کا دل بڑے زور سے دھڑکا اور اس نے فوراً تصدیق کے لیے لکھ بھیجا۔

”کرن......“

”اور کون یاد کرے گا تمہیں...... یہ ہم ہی ہیں خطا کار تیرے۔“ کرن کا جواب حسب عادت شعر کی صورت آیا تھا۔ ذوالنون کی آنکھیں بھیگ گئیں اس کی اتنی محبت پر وہ اسے اتنا چاہتی تھی اور دور جا کے بھی نہیں بھولی تھی ایسی بے لوث محبت کہاں ملتی‘ وہ جو اسے ایک ذرا سی بات پہ قبول کرنے سے بھاگ رہا تھا۔ سچ تو یہ تھا کہ وہ دور جا کے اور بھی قریب آ گئی تھی اس کے اور وہ اس کی یادوں میں خوشی بھی محسوس کرتا تھا اور جدائی کا درد بھی۔

”آئی مس یو کرن۔“ ذوالنون نے بے اختیار لکھ بھیجا۔

”اللہ کرے کہ تم مجھے اتنا مس کرو‘ اتنا مس کرو کہ تمہیں مجھ سے محبت ہو جائے۔“ کرن کا جواب پڑھ کر وہ ہنس پڑا۔

”تم کیا جانو! کتنی محبت ہے تم سے؟“ وہ با آواز بولا۔

”محبت ہو گئی تو کیا کرو گی؟“

”فوراً تم سے شادی کر لوں گی۔“ کرن کا جواب صاف تھا۔ وہ ایسی ہی تھی دل کی بات کو فوراً زبان دینے والی بے باک‘ صاف گو۔

”تا کہ محبت ختم ہو جائے۔“ ذوالنون نے مذاق سے لکھا۔

”اگر محبت ہو گی تو کبھی ختم نہیں ہو گی۔ میں جہاں بھی رہوں تمہیں اگر مجھ سے محبت ہو گئی تو ہمیشہ رہے گی‘ کیونکہ مجھے اپنی محبت پہ یقین ہے‘ میری محبت تمہیں کہیں اور جانے ہی نہیں دے گی۔“ کرن کا پر یقین جواب پڑھ کر وہ مسکرانے لگا۔

”ذوالنون تم بھی روتے تو ہو گے مجھے یاد کر کے تڑپتے ہو گے تم بھی میری جدائی میں‘ جب میں تمہیں یہاں آ کر بھی نہیں بھولی تو تم مجھے کیسے بھول سکتے ہو؟ میری محبت کے پرخلوص جذبوں کی آنچ تمہارے دل تک پہنچتی ہے نا‘ جبھی تم ایک دم سے خاموش ہو جاتے ہو‘ میری محبت کے سامنے ہار جاتے ہو ہے ناں۔“ کرن نے اپنے موبائل کی بڑی سی اسکرین پر ذوالنون کی مسکراتی ہوئی تصویر دیکھتے ہوئے کہا جیسے وہ سن ہی تو رہا تھا اور اپنے آنسوؤں کو بہنے دیا کہ اس کی یاد میں بہنے والے آنسو ہی تو اس کی تنہائی کے ساتھی تھے۔

......❀......

علی فون پر خرم سے مخاطب تھا۔ نگاہیں رابیل پر مرکوز تھیں جو اپنی بکس سمیٹ رہی تھی اور اس کی بات سن کر خاموشی سے لان میں آ گئی جہاں نبیل پہلے ہی جھولے پر بیٹھا تھا وہ بھی اس کے پاس بیٹھ گئی اور کہنے لگی۔

”بھائی‘ آپ انہیں لندن کی سیر کیوں نہیں کرا دیتے خواہ مخواہ ہر وقت گھر میں موجود رہتے ہیں۔“

”او کے ہم سب چلیں گے نیو ایئر نائٹ سے اسٹارٹ کرتے ہیں۔“ نبیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جو بھی کریں انہیں لے جائیں یہاں سے۔“

”علی تو تمہیں ساتھ لے جانے آئے ہیں۔“ نبیل نے اس کا چہرہ دیکھا جہاں بہت بے چینی پھیلی تھی۔

”وہ آئے اور آپ مجھے بھیجنے کو تیار بیٹھے ہیں۔“

”ارے ایسے کیسے بھیج دیں گے ہم پورے اہتمام کے ساتھ تمہیں دلہن بنا کر رخصت کریں گے۔“ نبیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بھائی پلیز‘ میں اس ٹاپک پر کسی سے بات نہیں کرنا چاہتی۔ مجھے نہیں پتا مجھے غصہ آنے لگتا ہے وہ سب یاد کر کے کیسے مجھے اس بندھن میں باندھا گیا تھا وہ ذلت وہ توہین میں کیسے بھول سکتی ہوں؟ میں وہ سب وہاں چھوڑ آئی تھی مگر میری روح کے زخم کسی کو دکھائی نہیں دیتے۔“ وہ روہانسی ہو گئی‘ نبیل نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

”دکھائی بھی دیتے ہیں اور محسوس بھی ہوتے ہیں میری گڑیا! میں‘ مما‘ پاپا اور وہاب انکل اور علی ہم سب تمہارے درد اور دکھ سے واقف ہیں۔ ہم سب تم سے بہت محبت کرتے ہیں۔“

”تو کیوں چھیڑتے ہیں میرے زخموں کو۔“ وہ رو پڑی۔

”تا کہ ان زخموں کا مکمل علاج ہو سکے علی ہیں تمہارے زخموں کا مداوا وہ مسیحا ہیں تمہارا‘ وہ بہت محبت کرتے ہیں تم سے۔ ہمیں اس کا اندازہ ہو گیا ہے اسی لیے...... وہ یہاں موجود ہیں۔“ نبیل نے نرمی سے سمجھایا۔

”جانتی ہوں بھائی‘ لیکن کیا مجھے کوئی حق نہیں ہے ناراض ہونے یا گلہ کرنے کا‘ انہیں ایک سال لگ گیا میرے سامنے آنے میں‘ اور آپ اور وہ چاہتے ہیں کہ میں ایک منٹ میں ان کی بات مان لوں اور کہوں کہ ہاں میں تو آپ کے لیے دلہن بننے کو بے تاب تھی‘ میری تو کوئی سیلف ریسپیکٹ ہے ہی نہیں‘ ان سب نے مجھے ذلیل کیا مگر میں پھر بھی ان کے ساتھ رہنے کے لیے مری جا رہی ہوں پلیز مجھے لے جائیں اپنے ساتھ۔“ رابیل دکھ سے بھیگتے لہجے میں بولتی چلی گئی۔ نبیل لب بھینچ کر رہ گیا۔

”بیٹا کوئی آپ کے ساتھ زبردستی نہیں کرے گا۔“ افشین بھی وہیں آ گئیں تھیں اس کی باتیں سن کر محبت سے کہا۔

”تو یہ سب کیا ہے مما؟ ہر کوئی مجھے یہ کیوں باور کرانے کی کوشش کر رہا ہے کہ غلطی پر میں ہوں۔ ایک سال بعد وہ آ کے کہتے ہیں کہ مجھے معاف کر دو مجھ سے غلطی ہو گئی...... تو مما میں نے معاف تو کر دیا تھا ان سب کو‘ پھر کیوں میں غلطی پر ہوں؟ ان کے ضمیر کا بوجھ بھی اتر گیا ہے تو اب جائیں نا واپس...... میں کیوں جاؤں ان کے ساتھ؟“

”واٹ اے ای موشنل سین‘ کہیں میری جگہ بھی ہے کہ نہیں۔“ میتھیو نے لان میں داخل ہوتے ہوئے کہا تو وہ تینوں ہنس پڑے۔

”مسٹر علی کے آنے سے تم بہت ڈسٹرب ہو گئی ہو یور آئیز فل آف ٹیئرز‘ تمہاری آنکھیں آنسوؤں سے بھری رہتی ہیں یہ پرابلم کیسے سولو ہو گا؟“ میتھیو اس کے ساتھ قدم ملا کے چلتے ہوئے فکر مندی سے پوچھ رہا تھا۔

”فارگیٹ اٹ میتھیو‘ میں اس ٹاپک پہ بات نہیں کرنا چاہتی‘ گھر سے باہر تمہارے ساتھ اس لیے آئی تا کہ دھیان بٹ جائے۔“ رابیل کی بے کلی اور بیزاری اس کے لہجے اور چہرے سے عیاں تھی۔

”اور تم جو ٹکڑوں میں بٹ رہی ہو وہ۔“

”میتھیو‘ میں اس شخص سے محبت کرتی ہوں‘ مگر نجانے کیوں میں اسے یہاں برداشت نہیں کر پا رہی‘ میں اس کے ساتھ جانا نہیں چاہتی...... شاید میں اندر سے بہت ڈری ہوئی ہوں‘ خود کو وہاں ان سکیور فیل کرتی ہوں‘ میرے مما‘ پاپا کی محبتوں سے بنا یہ گھر میرے لیے جنت کی طرح ہے۔ میں وہاں گئی تو مجھے اپنے گھر کی قدر ہوئی‘ ان محبتوں کی قدر میں نے وہاں جا کر جانی‘ تم سب فرینڈز‘ مما‘ پاپا‘ نبیل بھائی میری زندگی کا اثاثہ ہو۔ میرا وہ مدار ہو تم سب جس کے ساتھ ساتھ میں چلتی ہوں اور چلتے رہنا چاہتی ہوں۔“ رابیل تھکے تھکے لہجے میں کہتی ہوئی سنگی بنچ پر بیٹھ گئی‘ میتھیو بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے محبت اور خلوص سے بولا۔

”رابیل مائی فرینڈ‘ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں اور رہیں گے‘ تم کہیں بھی چلی جاؤ ہماری ریلیشن شپ بھی

ختم نہیں ہوگا سوری لوز یو اینڈ وی آر آل ویز ود یو۔"

"لیس آئی نو تھینکس۔" وہ مسکرا دی۔

"تم بکس پڑھتی ہو نا۔"

"ہاں پڑھتی ہوں اسی لیے تو بہل جاتی و سنبھل جاتی ہوں۔" رابیل نے گہرا سانس لیا۔

"یو نو لائف از لائیک اے بک۔" میتھیو نے مخلصانہ دوستانہ اور بزرگانہ انداز میں سمجھایا' رابیل کو بہت اچھا لگا۔ اس نے مسکراتے ہوئے یقین دلایا۔

"ڈونٹ وری ڈیئر میں کچھ بھی نہیں گنواؤں گی' جو کچھ گنوا کے آئی تھی وہاں اس کے بعد اب کچھ اور گنوانے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں اور حماقت بھی نہیں کروں گی' میں سمجھتی ہوں یہ سب باتیں۔"

"آئی نو یو آر انٹیلی جنٹ' سمجھدار اور سینس ایبل لڑکی ہو اسی لیے میں کہتا ہوں' آئی ایم پراؤڈ آف یو۔" میتھیو نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ ہنس دی۔

"ہنسا کرو اچھی لگتی ہو۔"

"میتھیو' میرے دوست! ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا کبھی کسی کا دل مت دکھانا کیونکہ معافی مانگ لینے کے باوجود اسے دکھ ضرور رہے گا' جیسے دیوار میں لگی کیل کو نکالنے سے نشان رہ جاتا ہے۔"

"آئی انڈرسٹینڈ مائی فرینڈ آئی کین انڈرسٹینڈ' تمہارا دکھ میں فیل کرسکتا ہوں' تم کو خوشیاں ملیں گی اور بہت بہت ملیں گی نیور (پھر) دیکھنا تم ہر دکھ بھول جاؤ گی۔"

میتھیو نے مسکراتے ہوئے اسے یقین دلایا۔

"ان شاء اللہ۔" وہ پرامید سی مسکراتے ہوئے کھڑی ہوگئی۔

"ہمفی سے ملنے چلیں۔"

"چلو نیو ایئر پارٹی پلان کرتے ہیں ہال بہت ایکسائیٹڈ ہے اپنی انگیج منٹ کے بعد سے۔" میتھیو نے مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ رابیل نے دیکھا سامنے سے علی آرہا تھا۔ وہ اسے وہاں دیکھ کر اپنے دل میں اٹھتے شور سے پریشان ہوا تھی۔

"او نو ناٹ اگین۔" رابیل بڑبڑائی۔

"ڈونٹ وری آئی ایم ود یو۔" میتھیو بھی علی کو دیکھ چکا تھا۔ رابیل کا ہاتھ پکڑ کر اسے تسلی دی۔

"ہائے گائز۔" وہ دونوں چلتے ہوئے ایک دوسرے کے قریب پہنچے تو علی نے دونوں کو وش کیا۔

"ہائے مسٹر علی' ہاؤ آر یو؟" میتھیو نے اس سے خوش دلی سے مصافحہ کیا۔

"فائن اینڈ یو؟"

"اے ون۔" میتھیو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ تو تم ہوگے ہی رابیل کے ساتھ جو ہو۔" علی نے رابیل کے چہرے کو بغور دیکھا تھا وہ کہیں اور ہی دیکھ رہی تھی جیسے وہ وہاں تھی ہی نہیں' اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔

"لیس یو آر رائیٹ۔" میتھیو نے اس کی بات کی تائید کی' اس نے ابھی تک رابیل کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا اور علی کو انجانی سی جلن محسوس ہو رہی تھی۔

"مجھے رابیل سے بات کرنی ہے کیا آپ ہمیں اکیلا چھوڑ سکتے ہیں؟"

"او کے' ٹیک یور ٹائم بٹ آئی ایم ہیپر لی کاز شی از ود می سوشی از مائی رسپانسبلیٹی یہ میرے ساتھ گھر سے آئی تھی۔" میتھیو نے بہت سنجیدگی سے اسے جتایا کہ رابیل اس کے لیے کتنی اہم ہے اور یہ کہ وہ اس کا شوہر ہوگا تو اپنے گھر میں ہوگا یہاں رابیل میتھیو کی دوست اور ذمے داری ہے اور علی کوئی بچہ نہیں تھا کہ اس کے لفظوں کے معنی اور ان کی گہرائی نہ سمجھ سکتا' اس کے اندر ایک دم سے غصے کی لہر دوڑی تھی مگر اس نے ضبط سے کام لیا۔

"شی از مائی وائف۔"

"آئی نو پلیز ٹاک ٹو ہر میں ادھر بیٹھا ہوں' رابیل فری ہو کے مجھے آواز دے لینا۔" میتھیو نے مسکراتے ہوئے دونوں کو دیکھا اور رابیل کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"مجھے اب غصہ نہیں کرنا مجھے پرسکون رہنا ہے' میں نے ان کو معاف کردیا ہے تو دل میں غصہ نہیں رکھنا کسی کو

اب اور پریشان نہیں کرنا۔ مجھے اب پہلے کی طرح نارمل رہنا ہے ہنستے مسکراتے جینا ہے۔" رابیل نے اسی لمحے دل میں تہیہ کیا۔

"اس ہاتھ کو پکڑنے کا حق صرف میرا ہے آئندہ میں یہ ہاتھ کسی اور ہاتھ میں نہ دیکھوں ڈیئر۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر نرمی سے سہلاتے ہوئے بولا۔

"آپ کو مجھ پہ اس طرح سے حکم چلانے یا حق جتانے کا کوئی حق نہیں ہے۔" رابیل نے دھیمے لہجے میں کہا اس سرد موسم میں اس کے ہاتھ کی گرمی اسے سکون دے رہی تھی۔

"سارے حق مجھے ہی حاصل ہیں' میری جان۔ مجھے بہت جلن ہوتی ہے جب تمہارے یہ انگریز دوست اتنے استحقاق سے تمہارا ہاتھ تھامتے ہیں تمہارے قدم سے قدم ملا کے چلتے ہیں' تمہارے ساتھ ہنستے ہیں' بولتے ہیں' بہت کمتر اور حقیر محسوس ہونے لگتا ہے اپنا آپ مجھے' اتنا بے وقعت اور اتنا پرایا تو نہ کرو مجھے۔" اس کے لہجے میں درد تھا' بے بسی کا احساس تھا' شرمندگی کا طوق تھا اس کا روم روم لفظ لفظ بتا رہا تھا کہ وہ رابیل کے بنا بہت اذیت میں ہے' بہت تکلیف میں ہے۔

"میں نے کب کچھ کیا ہے؟ آپ مجھے کیوں الزام دے رہے ہیں بے وقعت اور پرایا کس نے کیا آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ میں آپ کے بارے میں ایسا کچھ نہیں سوچتی جو وہم آپ کو ہیں وہ آپ کے اپنے ہیں۔" رابیل نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں سے نکال لیا۔ اس کے لہجے میں طنز تھا نہ شکوہ' علی سمجھ نہیں سکا کہ اس کا لہجہ اتنا بے تاثر کیوں ہوگیا تھا۔ اس کا غصہ کہاں گیا تھا۔

"یہ ٹھیک ہے نہیں مرتا کوئی جدائی میں
خدا کسی سے کسی کو مگر جدا نہ کرے"

"آمین۔" علی کے حسرت و یاس سے پر لہجے پر اس نے بے اختیار کہا اس سے پہلے کہ علی کچھ اور کہتا رابیل نے میتھیو کی طرف قدم بڑھا دیے۔

"میتھیو چلو جلدی۔" علی ان دونوں کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ رابیل کے اٹھتے قدموں میں اسے اپنی منزل گم ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ بے بسی سے مٹھیاں بھینچتا وہیں سنگی بینچ پر بیٹھ گیا۔

✿

"علی کی کوئی خبر آئی اس نے رابیل سے بات کی کہ نہیں؟" امینہ نے عثمان عزیز کے گھر لوٹتے ہی ان سے جرح شروع کردی۔

"علی وہاں خیریت سے ہے اور ان شاء اللہ سب خیریت ہی ہوگی۔" عثمان عزیز نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہفتہ ہوگیا ہے اسے لندن گئے ہوئے اور اب تک وہ ایک لڑکی کو نہیں منا سکا۔"

"بیگم صاحبہ! پہلے آپ کو اس بات کی پریشانی تھی کہ علی کوئی فیصلہ کیوں نہیں کر رہا؟ لندن جا کر رابیل بیٹی کو مناتا کیوں نہیں؟ اب جبکہ وہ لندن چلا گیا ہے تو آپ کو اس کی واپسی کی جلدی ہونے لگی...... رابیل نے بھی تو طویل انتظار کیا ہے...... اب کیا وہ ایک منٹ میں تمہارے بیٹے کے ساتھ چلی آئے صبر کرو جیسے رابیل نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا ہے' ہمیشہ' میں نے علی کو بھی یہی سمجھایا تھا فون پر' رابیل اس کے وہاں آنے سے پھر سے دکھی ہوگئی ہے یہاں کی یادیں کوئی خوش گوار تو نہیں ہیں ناں اس بچی کے لیے' اللہ اس بچی کو سکون دے خوشیاں دے...... آمین' ہم بہت خوش نصیب ہیں امینہ بیگم! کہ اللہ نے ہمیں اتنی قابل اور نیک سیرت' اعلیٰ ظرف اور بہادر بہو سے نوازا ہے۔ یہ نکاح جیسے بھی ہوا ہمارے بیٹے کی قسمت میں ہیرا آگیا ہمیں تو خوش ہونا چاہیے۔" عثمان عزیز نے مسکراتے ہوئے اپنی دلی جذبات کا اظہار کیا تو امینہ نے بھی تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"ہاں وہ تو ہے لیکن اگر رابیل نہ مانی تو؟"

"علی کی محبت پر بھروسہ ہے مجھے وہ اسے منا لے گا۔" عثمان عزیز کے لہجے کا یقین اور اعتماد امینہ کو اطمینان بخش گیا تھا۔ اثبات میں سر ہلاتی وہ رابیل اور علی کو ایک ساتھ دیکھ رہی تھیں' دلہا دلہن کے روپ میں اور ایک خوش گوار سی

مسکان ان کے لبوں پر رینگ گئی تھی۔

......❀......

رانبل نماز پڑھ رہی تھی‘ علی نے سبز دوپٹے کے ہالے میں اس سندر صبیح چہرے کو بہت عقیدت ومحبت سے دیکھا‘ ایک نور پھیلا تھا اس کے چہرے پر‘ اس نے دعا مانگنے کے بعد ہاتھ چہرے پر پھیرے تو نگاہ کے سامنے علی کو دعا کی قبولیت کی طرح پایا‘ آنکھیں چار ہوئی تھیں اور دل ایک ہوکر محبت کی تال پر دھڑکنے لگے تھے۔ علی کچھ بولا نہیں بس اسے یکٹک دیکھتا رہا وہ نظریں چرا کر جائے نماز سے اٹھ گئی اور اسے تہہ لگا کر رکھی اور نیو ایئر نائٹ پارٹی کے لیے وارڈ روب میں سے اپنا ڈریس سلیکٹ کرنے لگی۔ علی خاموشی سے اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا اور اس کی وارڈ روب میں اس کی ڈریس کلیکشن دیکھنے لگا۔ رانبل نے رات کے لیے میرون فراک گاؤن نکالا اور یہ منظر کیونکہ سردی بے تحاشہ تھی۔

”اوں ہوں‘ یہ نہیں یہ ریڈ فر کا کوٹ اور بلیک ٹراوزر شرٹ پہننا‘ تم آج رات۔“ علی نے اس کا سلیکٹ کیا ہوا ڈریس اس کے ہاتھ سے لے کر واپس ہینگ کیا اور اپنی پسند کا ڈریس نکال کر اس کے سامنے کردیا۔ رانبل نے اس کے چہرے کو دیکھا جہاں ایک تازگی تھی‘ ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی‘ انداز پر استحقاق تھا‘ آنکھوں میں محبت بھرا مان تھا‘ رانبل کا دل نہ چاہا کہ وہ اس کا یہ استحقاق‘ یہ مان اور اسے کچھ دیتا سا انداز نظر انداز کرکے اس کا دل توڑ دے۔ نئے سال کا آغاز ہونے والا تھا وہ پرانی باتوں کو بھلا کر نیک تمناؤں اور دعاؤں کے ساتھ نئے سال کا خیر مقدم کرنا چاہتی تھی‘ سو خاموشی سے وہ ڈریس اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اس کی امیدوں کو جلا بخشتے ہوئے ڈریس پریس کرنے چلی گئی اور شام میں جب علی نے رانبل کو اپنے منتخب کردہ ڈریس میں تیار دیکھا تو اس کے من آنگن میں خوشیوں کے پھول کھل گئے۔ ”اب منزل دور نہیں“ دل سے صدا آئی تھی۔

”لندن میں نیا سال پوری دنیا کی طرح جوش وخروش سے منایا جاتا ہے لندن میں یورپ کی نئے سال کی سب سے بڑی تقریب ہے یہ جسے دیکھنے کے لیے یہاں دور دراز سے بھی لوگ آتے ہیں اور آپ دیکھیے گا علی بھائی یہاں کتنا ذسپلن اور مزا ہوگا۔“ نبیل اپنے ساتھ چلتے علی کو بتایا۔ رانبل‘ افشین‘ تیمور حسن اور رانبل کے دوست میتھیو‘ پال اینڈ اسٹیفی بھی اپنی فیملیز کے ساتھ آئے تھے۔ عروج بھی اپنی فیملی کی ساتھ تھی۔

”ہاں میں ایک بار لندن آیا تھا بزنس کے سلسلے میں بس جلدی میں جانا پڑا ورنہ نئے سال کی تقریب ضرور انجوائے کرتا‘ لیکن یہ بھی اچھا ہوا آج آپ سب کے ساتھ اس تقریب میں شریک ہونے کا موقع مل رہا ہے۔“ علی نے مسکراتے ہوئے اپنے دائیں جانب میتھو اور تیمور حسن کے درمیان چلتی رانبل پر نظر ڈال کر کہا اور لندن شہر کی سجاوٹ دیکھنے لگا۔ بازار‘ دکانیں‘ پارکس‘ حتیٰ کہ سڑکوں پر بھی برقی قمقمے لگائے گئے تھے۔ عمارتوں پر کرسمس ٹری لگائے گئے تھے۔ نئے سال کی یہ تقریب دریائے ٹیمز کے کنارے منائی جارہی تھی‘ ہر سال کی طرح ”لندن آئی“ پر فائر ورکس کے لیے ہوائیاں نصب کردی گئی تھیں۔ ”لندن آئی“ کے سامنے بیس منزلہ عمارت تھی جس پر ملٹی میڈیا کے ذریعے دیوقامت گھڑی بنائی جاتی ہے۔

”آپ کو پتا ہے اس گھڑی کی سوئیاں پورے شہر سے دکھائی دیتی ہیں اور نیو ایئر کی یہ تقریب دیکھنے کے لیے پورے ملک‘ یورپ اور دوسرے ممالک سے بھی لوگ لندن آجاتے ہیں۔ ہوٹلز سب بک ہوجاتے ہیں اور ۳۱ دسمبر کی شام لوگ گروپس ٹولیوں کی شکل میں لندن برج‘ ٹاور برج اور دریائے ٹیمز کے کنارے جمع ہونے لگتے ہیں جیسے کہ آپ دیکھ رہے ہیں ہمیں گاڑیاں سنٹرل لندن سے باہر کھڑی کرنا پڑی ہیں۔“ افشین نے علی کی معلومات میں اضافہ کیا۔

بارہ بجنے والے تھے‘ علی رانبل کے قریب آ گیا‘ رانبل اس کے آنے سے پزل سی ہوگئی تھی جگہ بدلنے کی سعی میں اس کا ہاتھ علی کی گرفت میں آ گیا۔ رانبل نے خفا نظروں سے دیکھا۔

”میں چاہتا ہوں کہ نئے سال کا آغاز ہم ایک ساتھ

کریں۔“ علی نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا‘ رانبل گھڑی کی طرف دیکھنے لگی‘ جو ملٹی میڈیا سے بنائی گئی تھی۔

”رانبل......“ علی نے اس کے قریب ہوکر محبت سے پکارا۔ رانبل نے بس ایک نگاہ اس پر ڈالی اور پھر سے گھڑی کی سوئیاں مرکز نگاہ بنالی مگر کان اس کی آواز ان لاکھوں لوگوں کے شور میں بھی سن رہے تھے وہ شہد آگیں‘ محبت آمیز لہجے میں اس سے مخاطب تھا۔

”ابھی کچھ لمحے باقی ہیں
ختم یہ سال ہونے میں
چلو ایسا کریں ہم تم
گلے شکوے جو رہتے ہیں
ہمیشہ درمیاں اپنے
کیوں نہ وہ ختم کرڈالیں
نئے وعدے نئی قسمیں
نئی امید ہم باندھیں
نئے انداز سے جیون کا
اک اک رخ بدل ڈالیں
دلوں میں جو کدورت ہے
بھلا ہم اس کو ختم کرڈالیں
ابھی کچھ وقت باقی ہے
نیا پھر سال آنے میں......!“

رانبل آئی لو یو اینڈ آئی وانٹ ٹو لیو ود یو۔“ علی نے اس کے چہرے کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے اپنے پیار کا اظہار کیا۔ رانبل نے بس اس کے چہرے پر نگاہ جما پر بولی کچھ نہیں۔ اسے شدید برفیلی سردی اور ہوا میں کھلے آسمان تلے لاکھوں لوگوں کے بیچ کھڑے چپتے رہے تھے‘ لوگوں کے اس ہجوم نے الٹی گنتی گننی شروع کردی تھی۔ رانبل نے دیکھا لوگوں کی نظریں گھڑی کی سوئیوں پر جمی تھیں۔ بارہ بجنے والے تھے۔ نئے سال کا آغاز ہونے والا تھا۔ تھری‘ ٹو‘ ون کے ساتھ ہی نئے سال کا آغاز ہوگیا تھا۔ فضا آتش بازی سے منور ہورہی تھی۔ ”لندن آئی“ کے جھولوں سے لاکھوں پٹاخے شر......؟ آتش انار اور ہوائیاں چھوڑی جارہی تھیں آسمان ان کے رنگوں سے روشن ہورہا تھا۔ ہر چہرہ خوشی سے کھل رہا تھا۔

رانبل سب کو دیکھ رہی تھی مسکرا رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اسے بھی گزشتہ برس کے سارے دکھ‘ غم اور ناقدری دولت کے احساس کو بھلا دینا چاہیے جب گزرا وقت دوبارہ لوٹ کر نہیں آتا تو پھر وہ گزرے دنوں کے دکھوں میں اپنا مستقبل‘ اپنے آنے والے دن کیوں غمگین بنائے؟ یہ سچ ہے کہ دکھ بھلائے نہیں جاسکتے لیکن دکھ کچھ دیتے بھی تو نہیں ہیں سوائے اذیت کے......تو کیا یہ اچھا نہیں ہے کہ ہم خوشیاں بانٹیں‘ اپنی ذات سے وابستہ لوگوں کو خوشی دیں تاکہ ہمیں بھی خوشی ملے......کسی کو اس کے دیئے ہوئے دکھوں کے بدلے میں سکھ اور خوشیاں دینا ہی تو اصل زندگی ہے‘ اعلیٰ ظرفی اور کشادہ دلی تو یہی ہے تاکہ ہم زخم دینے والے کے لیے مرہم بن جائیں‘ دوا بن جائیں۔

رانبل اپنی ہی سوچوں میں گم خود سے عہد وپیماں باندھتی‘ خود سے سوال جواب کرتی‘ خود کو سمجھاتی ہجوم میں بھی تنہا تھی اس لمحے علی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اس نے چونک کر اسے دیکھا یہ وہ شخص تھا جو اسے دل سے پیار کرتا تھا اور اس کی خاطر اتنی دور سے آیا تھا‘ اسے منانے کے لیے‘ اسے تاکام لوٹنا کیا اتنا آسان ہے اس کے لیے؟ رانبل کے دل ودماغ نے سوال کیا تھا۔

”نیا سال مبارک ہو ہنی‘ کچھ کہوگی نہیں اس موقعے پر۔“

”کیا کہوں؟“ رانبل نے اس کے سوال پر کھوئے کھوئے لہجے میں پوچھا۔

”کچھ تو کہو‘ کوئی بات‘ کوئی شعر‘ کوئی دعا ہی دے دو مجھے......کیا میں دعا کے لائق بھی نہیں رہا تمہاری نظر میں؟“

”میں رہوں یا نہ رہوں یہ دعا رہے گی میری
تم خوش رہو سدا......میرے ساتھ بھی میرے بعد بھی“

”تمہارے بعد کا تو کوئی تصور ہی نہیں ہے میری زندگی میں‘ جو کچھ بھی ہے تمہارے ساتھ ہے‘ تمہارے بعد سے

مسکان ان کے لبوں پر رینگ گئی تھی۔

……❁……

رانبل نماز پڑھ رہی تھی علی نے سبز دوپٹے کے ہالے میں اس سندر صبیح چہرے کو بہت عقیدت ومحبت سے دیکھا ایک نور پھیلا تھا اس کے چہرے پر اس نے دعا مانگنے کے بعد ہاتھ چہرے پر پھیرے تو نگاہ کے سامنے علی کو دعا کی قبولیت کی طرح پایا آنکھیں چار ہوئی تھیں اور دل ایک ہوکر محبت کی تال پر دھڑکنے لگے تھے۔ علی کچھ بولا نہیں بس اسے یکٹک دیکھتا رہا وہ نظریں چرا کر جائے نماز سے اٹھ گئی اور اسے تہہ لگا کر رکھی اور نیو ایئر نائٹ پارٹی کے لیے وارڈ روب میں سے اپنا ڈریس سلیکٹ کرنے لگی۔ علی خاموشی سے اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا اور اس کی وارڈ روب میں اس کی ڈریس کلیکشن دیکھنے لگا۔ رانبل نے رات کے لیے میرون فراک گاؤن نکالا اور یہ مظفر کیونکہ سردی بے تحاشہ تھی۔

"اوں ہوں، یہ نہیں یہ ریڈ فر کا کوٹ اور بلیک ٹراؤزر شرٹ پہنو گی تم آج رات۔" علی نے اس کا سلیکٹ کیا ہوا ڈریس اس کے ہاتھ سے لے کر واپس ہینگ کیا اور اپنی پسند کا ڈریس نکال کر اس کے سامنے کر دیا۔ رانبل نے اس کے چہرے کو دیکھا جہاں ایک تازگی تھی ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی انداز پر استحقاق تھا آنکھوں میں محبت بھرا مان تھا رانبل کا دل نہ چاہا کہ وہ اس کا یہ استحقاق یہ مان اور اسے کچھ جتاتا سا انداز نظر انداز کر کے اس کا دل توڑ دے۔

نئے سال کا آغاز ہونے والا تھا وہ پرانی باتوں کو بھلا کر نیک تمناؤں اور دعاؤں کے ساتھ نئے سال کا خیر مقدم کرنا چاہتی تھی سو خاموشی سے وہ ڈریس اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اس کی امیدوں کو جلا بخشتے ہوئے ڈریس پریس کرنے چلی گئی اور شام میں جب علی نے رانبل کو اپنے منتخب کردہ ڈریس میں تیار دیکھا تو اس کے من آنگن میں خوشیوں کے پھول کھل گئے۔ "اب منزل دور نہیں" دل سے صدا آئی تھی۔

"لندن میں نیا سال پوری دنیا کی طرح جوش وخروش سے منایا جاتا ہے لندن میں یورپ کی نئے سال کی سب سے بڑی تقریب ہے یہ جسے دیکھنے کے لیے یہاں دور دراز سے بھی لوگ آتے ہیں اور آپ دیکھیے گا علی بھائی یہاں کتنا ڈسپلن اور مزا ہوگا۔" نبیل اپنے ساتھ چلتے علی کو بتایا۔ رانبل افشین، تیمور حسن اور رانبل کے دوست میتھیو پال اینڈ اسٹیفی بھی اپنی فیملیز کے ساتھ آئے تھے۔ عروج بھی اپنی فیملی کے ساتھ تھی۔

"ہاں میں ایک بار لندن آیا تھا بزنس کے سلسلے میں بس جلدی میں جانا پڑا ورنہ نئے سال کی تقریب ضرور انجوائے کرتا لیکن یہ بھی اچھا ہوا آج آپ سب کے ساتھ اس تقریب میں شریک ہونے کا موقع مل رہا ہے۔" علی نے مسکراتے ہوئے اپنے دائیں جانب میتھو اور تیمور حسن کے درمیان چلتی رانبل پر نظر ڈال کر کہا اور لندن شہر کی سجاوٹ دیکھنے لگا۔ بازار دکانیں پارکس حتیٰ کہ سڑکوں پر بھی برقی قمقمے لگائے گئے تھے۔ عمارتوں پر کرسمس ٹری لگائے گئے تھے۔ نئے سال کی یہ تقریب دریائے ٹیمز کے کنارے منائی جارہی تھی ہر سال کی طرح "لندن آئی" پر فائر ورکس کے لیے ہوائیاں نصب کردی گئی تھیں۔ "لندن آئی" کے سامنے بیس منزلہ عمارت تھی جس پر ملٹی میڈیا کے ذریعے دیوقامت گھڑی بنائی جاتی ہے۔

"آپ کو پتا ہے اس گھڑی کی سوئیاں پورے شہر سے دکھائی دیتی ہیں اور نیو ایئر کی یہ تقریب دیکھنے کے لیے پورے ملک یورپ اور دوسرے ممالک سے بھی لوگ لندن آجاتے ہیں۔ ہوٹلز سب بک ہوجاتے ہیں اور ۳۱ دسمبر کی شام لوگ گروپس ٹولیوں کی شکل میں لندن برج ٹاور برج اور دریائے ٹیمز کے کنارے جمع ہونے لگتے ہیں جیسے کہ آپ دیکھ رہے ہیں ہمیں گاڑیاں سنٹرل لندن سے باہر کھڑی کرنا پڑی ہیں۔" افشین نے علی کی معلومات میں اضافہ کیا۔

بارہ بجنے والے تھے علی رانبل کے قریب آ گیا رانبل اس کے آنے سے پزل سی ہوگئی تھی جگہ بدلنے کی سعی میں اس کا ہاتھ علی کی گرفت میں آ گیا۔ رانبل نے خفا نظروں سے دیکھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ نئے سال کا آغاز ہم ایک ساتھ

کریں۔" علی نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا رانبل گھڑی کی طرف دیکھنے لگی جو ملٹی میڈیا سے بنائی گئی تھی۔

"رانبل……" علی نے اس کے قریب ہوکر محبت سے پکارا۔ رانبل نے بس ایک نگاہ اس پر ڈالی اور پھر سے گھڑی کی سوئیاں مرکز نگاہ بنالی مگر کان اس کی آواز ان لاکھوں لوگوں کے شور میں بھی سن رہے تھے وہ شہد آگیں محبت آمیز لہجے میں اس سے مخاطب تھا۔

"ابھی کچھ لمحے باقی ہیں
ختم یہ سال ہونے میں
چلو ایسا کریں ہم تم
گلے شکوے جو رہتے ہیں
ہمیشہ درمیاں اپنے
کیوں نہ وہ ختم کر ڈالیں
نئے وعدے نئی قسمیں
نئی امید ہم باندھیں
نئے انداز سے جیون کا
اک اک رخ بدل ڈالیں
دلوں میں جو کدورت ہے
ہم اس کو ختم کر ڈالیں
ابھی کچھ وقت باقی ہے
نیا پھر سال آنے میں……!"

رانبل آئی لو یو اینڈ آئی وانٹ ٹو لیو ود یو۔"

علی نے اس کے چہرے کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے اپنے پیار کا اظہار کیا۔ رانبل نے بس اس کے چہرے پر نگاہ جما پر بولی کچھ نہیں۔ اسے شدید برفیلی سردی اور ہوا میں کھلے آسمان تلے لاکھوں لوگوں کے بیچ کھڑے پسینے آ رہے تھے لوگوں کے اس ہجوم نے الٹی گنتی گننی شروع کردی تھی۔ رانبل نے دیکھا لوگوں کی نظریں گھڑی کی سوئیوں پر جمی تھیں۔ بارہ بجنے والے تھے۔ نئے سال کا آغاز ہونے والا تھا۔ تھری، ٹو، ون کے ساتھ ہی نئے سال کا آغاز ہوگیا تھا۔ فضا آتش بازی سے منور ہورہی تھی۔ "لندن آئی" کے جھولوں سے لاکھوں پٹاخے شرر……؟ آتش انار اور ہوائیاں چھوڑی جارہی تھیں آسمان ان کے رنگوں سے روشن ہورہا تھا۔ ہر چہرہ خوشی سے کھل رہا تھا۔

رانبل سب کو دیکھ رہی تھی مسکرا رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اسے بھی گزشتہ برس کے سارے دکھ غم اور ناقدری وذلت کے احساس کو بھلا دینا چاہیے جب گزرا وقت دوبارہ لوٹ کر نہیں آتا تو پھر وہ گزرے دنوں کے دکھوں میں اپنا مستقبل اپنے آنے والے دن کیوں غمگین بنائے؟ یہ سچ ہے کہ دکھ بھلائے نہیں جاسکتے لیکن دکھ کچھ دیتے بھی تو نہیں ہیں سوائے اذیت کے……تو کیا یہ اچھا نہیں ہے کہ ہم خوشیاں بانٹیں اپنی ذات سے وابستہ لوگوں کو خوشی دیں تاکہ ہمیں بھی خوشی ملے……کسی کو اس کے دیئے ہوئے دکھوں کے بدلے میں سکھ اور خوشیاں دینا ہی تو اصل زندگی ہے اعلیٰ ظرفی اور کشادہ دلی تو یہی ہے نا کہ ہم زخم دینے والے کے لیے مرہم بن جائیں دوا بن جائیں۔

رانبل اپنی ہی سوچوں میں گم خود سے عہد وپیماں باندھتی خود سے سوال جواب کرتی خود کو سمجھاتی ہجوم میں بھی تنہا تھی اس لمحے علی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اس نے چونک کر اسے دیکھا یہ وہ شخص تھا جو اسے دل سے پیار کرتا تھا اور اس کی خاطر اتنی دور سے آیا تھا اسے منانے کے لیے اسے ناکام لوٹنا کیا اتنا آسان ہے اس کے لیے؟ رانبل کے دل ودماغ نے سوال کیا تھا۔

"نیا سال مبارک ہو بھئی کچھ کہو گی نہیں اس موقعے پر۔"

"کیا کہوں؟" رانبل نے اس کے سوال پر کھوئے کھوئے لہجے میں پوچھا۔

"کچھ تو کہو کوئی بات کوئی شعر کوئی دعا ہی دے دو مجھے……کیا میں دعا کے لائق بھی نہیں رہا تمہاری نظر میں؟"

"میں رہوں یا نہ رہوں یہ دعا ہے گی میری
تم خوش رہو سدا……میرے ساتھ بھی میرے بعد بھی"

"تمہارے بعد کا تو کوئی تصور ہی نہیں ہے میری زندگی میں جو کچھ بھی ہے تمہارے ساتھ ہے تمہارے بعد سے

پہلے تمہارا علی ہی نہیں رہے گا' تمہارے بن جینے کی آرزو ہی نہیں ہے۔ رانیل! میری زندگی' میری محبت تم سے شروع اور تم پہ ہی ختم ہے...... تمہارے ساتھ کی تمنا اتنی طاقت ور ہے کہ اس کے لیے میں ہر ایک ساتھ چھوڑ سکتا ہوں' آئی رئیلی لو یو ڈیئر' لو یو سو مچ میری زندگی۔" رانیل کے دل میں اس کے لفظوں تے لہجے کی تڑپ اور بے قراری نے ایک نئی روح پھونک دی تھی۔ اسے رلانے والے خود اس کی واپسی کے لیے آنسو بہا رہے تھے...... اس سے بڑھ کر اور کیا انعام ہوگا اس پر اللہ کا...... اس پروردگار نے اسے کتنا اہم' معتبر اور معزز فرد بنا دیا تھا' ان سب کی خاص کر علی کی زندگی میں اس کے لیے۔" اسی لمحے احساس تشکر سے اس کا دل سجدہ ریز ہوگیا۔

گھر واپس آکر اشمین نے سب کے لیے کافی بنائی' رانیل کو اچانک چکر آگیا' نبیل نے اسے فوراً پکڑا۔ علی' اشمین اور تیمور حسن نے فکر مندی سے اسے دیکھا اور نبیل نے بھی متفکر سا اسے دیکھا۔

"اوہو...... پاپا اسے تو بہت تیز فیور ہے۔" نبیل نے اس کی پیشانی کو چھوا تو محسوس ہوا۔

علی بھی اس کے بخار کا سن کر پریشان ہوگیا تھا۔

"علی بیٹے! آپ بھی جاکر سو جائیں' میں ہوں رانیل کے پاس۔" اشمین نے علی کو رانیل کے لیے مضطرب ومتفکر دیکھ کر کہا وہ رانیل کے کمرے میں ہی کرسی پر بیٹھا اسے تک رہا تھا۔

"رانیل میری وجہ سے پریشان اور دکھی ہوگئی ہے اور اب بیمار بھی ہوگئی' میں نے یہاں آکر غلطی تو نہیں کی نا آنٹی؟" علی کے چہرے پر جو پریشانی رقم تھی وہ اس کی باتوں اور لہجے سے بھی عیاں ہو رہی تھی اب۔

"نہیں بیٹا! آپ نے اس بار غلطی نہیں کی اور آپ یہاں جس غلطی کے ازالے کے لیے آئے ہیں ہم سب اس میں آپ کے ساتھ ہیں کیونکہ ہمیں اپنی بیٹی کی زندگی اور خوشی بے حد عزیز ہے۔ کچھ وقت تو لگتا ہے نا سنبھلنے میں' سمجھنے میں' وہ خاموش جھیل کی طرح وقت کے بہاؤ میں بہہ رہی تھی کہ آپ نے اچانک سے آکر اس جھیل میں کنکر مار دیا اور جھیل کا پانی منتشر ہوگیا...... ایسے جیسے انسانی جذبات یک دم سے منتشر ومضطرب ہوجاتے ہیں' اس جھیل کو پرسکون ہونے میں' اس کے اندر مچلتی لہروں کو ہموار ہونے میں' رواں ہونے میں کچھ وقت تو لگتا ہے نا...... وہ جو دائرے سے بنتے ہیں پانی کی سطح پر وہی دائرے جھیل کی گہرائی میں بھی سر اٹھاتے ہیں' بس سکون ہونے کی دیر ہے پھر سب کچھ پہلے جیسا ہوجاتا ہے۔" اشمین نے بہت رسانیت سے اسے سمجھایا اور وہ سمجھ بھی گیا اور اثبات میں سر ہلاتا اٹھ کر اپنے کمرے میں آگیا۔ وال کلاک رات کے پونے تین بجا رہی تھی۔ وہ بے دم سا ہوکر بستر پر گر گیا۔

"کیسی ہو جان؟" وہ کافی پی رہی تھی علی اس کے پاس بیٹھا بہت محبت سے اس کی طبیعت کا پوچھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہوں۔" وہ آہستہ سے جواب دے کر بھاپ اڑاتی کافی کو دیکھنے لگی۔

"میں چند روز کے لیے اپنے ایک دوست کے گھر جا رہا ہوں' کچھ بزنس کے کام سے بھی یہاں کلائنٹس سے ملنا ہے' جانے سے پہلے تم سے ملنے آؤں گا اگر تم نے مجھے معاف کردیا تو......"

"میں آپ کو معاف کرچکی ہوں۔" وہ اس کی بات کاٹ کر دھیمے سے بولی۔ "اس لیے پلیز بار بار مجھے وہ سب یاد مت دلائیں۔"

"رانیل...... تم جو بھی فیصلہ کرو بس اتنا دھیان رکھنا کہ میں تم سے بہت بے حساب محبت کرتا ہوں۔"

"میں نے اللہ پر ہر فیصلہ چھوڑ دیا ہے' وہ جو چاہے گا وہی ہوگا اور مجھے قبول ہوگا اس کا ہر فیصلہ...... میرا فیصلہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔" رانیل نے اس کی بات کاٹ کر نرمی سے کہا۔ اور اٹھ کر اپنے کمرے سے چلی گئی۔ علی ہونٹ بھینچ کر رہ گیا اور افسردہ سا وہاں سے چلا گیا۔

نگین اور خرم کی شادی کی تاریخ طے پاگئی تھی۔ چودہ

فروری یوم محبت کا انتخاب کیا تھا خرم نے اپنی محبت کو اپنا بنانے کے لیے اور امینہ اور عثمان عزیز نے بھی اسی دن "وہاب لاج" میں وہاب احمد اور نوشین سے رانیل کی رخصتی کی تاریخ مانگ لی تھی۔ خود وہاب احمد اور نوشین کی دلی خواہش تھی کہ ان کی دونوں بیٹیاں ایک ہی دن دلہن بن کر رخصت ہوں لیکن رانیل کی رضامندی کے بغیر وہ ہاں کرنے سے ہچکچا رہے تھے۔

"وہاب' تم رانیل کی فکر نہ کرو وہ بہت سعادت مند بچی ہے وہ ہم سب کی خوشی کی خاطر مان جائے گی۔" امینہ نے انہیں سمجھایا تو وہ مسکرا کر بولے۔

"میں جانتا ہوں آپا کہ رانیل ہم سب کی خوشی کی خاطر مان جائے گی مگر آپا! میری رانیل کی خوشی کا کیا؟ مجھے تو میری بیٹی کی خوشی چاہیے' میری بیٹی بہت حساس ہے' وہ سب کا خیال رکھتی ہے لیکن اگر ہم نے اس کے دل کی خوشی کا خیال اور احساس نہیں کیا تو ہمارا اس پر حق جتانے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔"

"وہاب میاں! آپ بے فکر ہو جائیں رانیل بیٹی ہمیں بھی اتنی ہی عزیز ہے جتنی کہ آپ کو' علی گیا ہے نا لندن اسے منانے' مجھے یقین ہے کہ وہ رانیل کو ساتھ لے کر ہی لوٹے گا' محبت میں بہت طاقت ہوتی ہے وہاب میاں! اور محبت تو پتھر دل کو بھی موم کردیتی ہے جبکہ رانیل تو بنی ہی محبت کی مٹی سے گندھی' وہ ہماری پیاری بہو بن کر ہمارے آنگن میں آئے ان شاء اللہ' بس آپ بسم اللہ کریں اور تاریخ فائنل کردیں۔ تیمور اور اشمین سے بھی ہم نے بات کرلی ہے ان کے بھی یہی جذبات وخدشات ہیں وہ تو رانیل کو آپ دونوں سے زیادہ چاہتے ہیں وہ بھی رانیل کی خوشی چاہتے ہیں' علی کی نیک نیتی اور اس کے خلوص ومحبت پر انہیں بھی شک نہیں ہے انہیں یقین ہے کہ علی کی محبت رانیل کو اس بندھن کو قائم رکھنے پر مجبور کردے گی۔" عثمان عزیز نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں نے بھی تیمور بھائی سے بات کی تھی وہ کہہ رہے تھے کہ رانیل کچھ ڈسٹرب ہے وہ اس سے بات کریں گے پھر ہمیں بتادیں گے۔" وہاب احمد نے بتایا۔

"ٹھیک ہے' بس آپ چودہ فروری فائنل کردیں علی اور رانیل کی شادی کے لیے بھی' ان شاء اللہ علی تب تک رانیل اینڈ فیملی کو یہاں لے آئے گا۔" عثمان عزیز نے یقین سے کہا۔

"نوشین تم کیوں خاموش بیٹھی ہو بھئی تمہاری بیٹی کی شادی کی بات ہو رہی ہے کچھ تو کہو۔" زاہد ماموں نے نوشین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا کر افسردگی سے بولیں۔

"بھائی جان! میں نے رانیل کی ماں ہونے کا کوئی حق فرض ادا ہی نہیں کیا تو میں اس کی شادی کے معاملے میں کس منہ سے بولوں...... یا کچھ کہوں؟ وہ اشمین کی بیٹی ہے' تیمور بھائی کی اولاد ہے' نبیل کی لاڈلی ہے اس لیے اس کی شادی کے معاملے میں رائے اور فیصلے کا حق واختیار بھی انہی کو حاصل ہے۔ میں صرف رانیل کی زندگی اور خوشیوں کی دعا مانگنے کا حق رکھتی ہوں اور دعا میں' میں اپنی بچی کے لیے بہت مانگتی ہوں اللہ اسے اب کوئی دکھ' تکلیف نہ دے' آمین۔" نوشین کے لہجے میں درد' پچھتاوا اور حسرت وندامت رچی تھی' اس کی بات پر سب ہی افسردہ ہوگئے۔

"دکھ' تکلیف اللہ نہیں دیتا میری بہن' یہ تو ہم بندے دیتے ہیں' اللہ تو ان دکھوں اور تکلیفوں سے ہمیں نبرد آزما ہونے کا حوصلہ اور طاقت بخشتا ہے۔ رانیل ایک اعلیٰ ظرف' کشادہ دل اور بہادر لڑکی ہے وہ اپنی زندگی ان دکھوں کی نذر ہرگز نہیں ہونے دے گی جو اسے یہاں ملے تھے۔ تم بھی آنے والے کل کو خوش گوار بنانے کے لیے اپنا کردار ادا کرو' بھول جاؤ جو ہوا' آگے بڑھو' اپنی زندگی جیو جیسا کہ جینے کا حق ہے۔" عابد ماموں نے بہت محبت اور رسانیت سے سمجھایا تو وہ مسکرادیں۔

لندن میں برف باری شروع ہوچکی تھی۔ سڑکیں' پیڑ' پھول پودے سفید برف سے ڈھکے عجیب نظارہ پیش کر رہے تھے۔ لوگ اس موسم کو خوب انجوائے کر رہے تھے۔ رانیل کو برف باری اور بارش دونوں ہی پسند تھیں' نبیل اور اپنے دوستوں کے ساتھ برف پوش راستوں پر سفر

کرنا' برف کے اسٹیچو اور گولے بنانا' فوٹو گرافی کرنا اس کا محبوب مشغلہ تھا اور آج کل وہ پھر سے اپنا کیمرہ لیے فوٹو گرافی کے لیے تیار تھی۔

''رائبل بیٹی! بات سنیے گا ہماری۔'' اُفشین نے اسے تیار دیکھ کر پیار سے کہا' اُفشین اور تیمور حسن ہمیشہ اپنے بچوں کو بہت عزت سے مخاطب کرتے تھے۔ آپ کہہ کر اور ان کی اچھی تربیت میں یہ ایک اہم پہلو تھا جس پر اکثر ان کے دوست احباب اور فیملی کے لوگ حیران ہوتے تھے۔

''جی مما۔'' رائبل ان دونوں کے پاس صوفے پر آ بیٹھی۔ نبیل بھی ٹی وی آف کرکے ان کی طرف متوجہ ہوا۔

''رائبل بیٹا! نگی کی شادی کی ڈیٹ فکس ہوگئی ہے چودہ فروری۔'' تیمور حسن نے مسکراتے ہوئے اسے خبر دی۔

''او...... وئیس گریٹ پاپا! یہ تو بہت خوشی کی خبر ہے۔'' رائبل کو اس خبر نے واقعی خوشی دی تھی وہ مسکراتے ہوئے لہجے میں بولی۔

''جی بیٹا! اور ان شاء اللہ ہم سب اس خوشی میں شرکت کے لیے پاکستان جائیں گے۔'' تیمور حسن نے پھر کہا۔

''ٹھیک ہے پاپا! میں نے پاکستانی شادی نہیں دیکھی بہت مزا آئے گا نگی آپی کی شادی میں۔'' رائبل کا نارمل اظہار اور خوشی سے جانے کے لیے تیار ہوجانا انہیں حیران بھی کررہا تھا اور اطمینان بھی دے رہا تھا ورنہ انہیں ڈر تھا کہ وہ پاکستان جانے سے انکار ہی نہ کردے۔

''ہاں بالکل اور رائبل چندا ایک اور نیوز بھی ہے آپ کے ڈیڈی اپنی دونوں بیٹیوں کو ایک ساتھ رخصت کرنا چاہتے ہیں۔'' اُفشین نے اس کے بالوں کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

''اس کا کیا مطلب ہوا مما؟'' لہجہ معصومیت لیے ہوئے تھا۔

''بیٹا! علی کے پیرنٹس نے ان سے بہت محبت اور اصرار کرکے آپ کی رخصتی کی تاریخ مانگی ہے اسی تاریخ کو جس تاریخ کو نگی کی شادی ہوگی۔'' اُفشین نے اسے اصل بات بتائی تو اس نے حیرت سے پہلے ان دونوں کو دیکھا پھر نبیل کی صورت کو تکا تو اس نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

''بیٹا! ہمارے لیے آپ کی خوشی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے آپ جانتی ہیں' ہم آپ سے کتنا پیار کرتے ہیں آپ کے ڈیڈی اور وہاں سب لوگ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں اور سب آپ کے منتظر ہیں آپ کی واپسی سے سب کو بہت خوشی ہوگی۔''

''اور مما' پاپا آپ کو؟''

''آف کورس' ہمیں بھی بہت خوشی ہوگی کہ ہماری بیٹی اپنے اپنے گھر رخصت ہوجائے۔'' تیمور حسن نے محبت سے کہا۔

''اپنے گھر......'' رائبل نے تڑپ کر ان دونوں کے چہرے دیکھے۔

''تو کیا یہ گھر میرا نہیں ہے پاپا آپ میرے مما' پاپا اور بھائی نہیں ہیں کیا؟''

''رائبل...... گڑیا میری بیٹی آپ ہماری بیٹی ہو یہ گھر آپ کا ہے' ہم سب آپ کے ہیں جانی' ایسا مت سوچیں بیٹا کہ ہم آپ سے دستبردار ہورہے ہیں آپ کو آپ کے ڈیڈی جی کو واپس لوٹا رہے ہیں ایسا نہیں ہے میری جان۔'' اُفشین نے اس کے دلکش صبیح چہرے کو اپنے ہاتھوں میں تھام کر اس کی آنکھوں میں امنڈتے آنسوؤں کو بے قراری سے دیکھتے ہوئے اسے یقین دلایا۔

''تو پھر مما۔''

''بیٹا جانی! علی سے آپ کا نکاح جن حالات میں بھی ہوا' وہ ہیں تو آپ کے شوہر' آپ کے شریک زندگی نا۔'' تیمور حسن نے اس کے شانوں کے گرد بازو حمائل کیے۔

''جی......'' رائبل کے آنسو بہہ نکلے۔

''علی سے زیادہ پیار کرنے والا شریک زندگی آپ کو کوئی دوسرا نہیں مل سکتا اور اللہ کو بھی یہ رشتہ منظور ہے جبھی تو اب تک یہ رشتہ برقرار ہے...... اگر اللہ کی مرضی نہ ہوتی اور

علی کی دلی خواہش اور محبت نہ ہوتی تو یہ رشتہ تو کب کا ختم ہوچکا ہوتا...... لیکن میری پیاری بیٹی محبت اور قسمت آپ پر مہربان ہے' محبت' قسمت والوں کو ملا کرتی ہے آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ کو علی جیسے نفیس اور لونگ انسان کی سنگت نصیب ہورہی ہے...... غلطی کس سے نہیں ہوتی چندا' ہم سب سے غلطیاں ہوتی ہیں' ہم ہر روز غلطی کرتے ہیں اور ہمارا اللہ ہمیں معاف کردیتا ہے اور ہمیں بھی چاہیے کہ ہم دوسروں کی غلطیاں' اور زیادتیاں معاف کردیں۔ درگزر کردیں۔ دوسروں کو' اپنوں کو خوشی دے کر جو خوشی آپ کو ملتی ہے اس کا احساس کیا ہوتا ہے یہ ہماری رائبل سے بہتر کون جان سکتا ہے۔'' تیمور حسن اسے پوری طرح دل سے علی کو قبول کرنے کے لیے تیار کررہے تھے اور وہ تو قبول کرچکی تھی بہت پہلے اب صرف اظہار باقی تھا۔ اس معاملے کو مزید لٹکائے رکھنے کا اس کا بھی کوئی ارادہ نہیں تھا' لیکن وہ اپنے مما' پاپا اور بھائی سے دور ہونے کے خیال سے بے چین ہورہی تھی۔

''ہر لڑکی کو شادی کے بعد اپنے پیرنٹس کا گھر چھوڑ کے اپنے سسرال جانا ہی پڑتا ہے اپنے شوہر کے پاس تو' سمجھو کے وہ دن قریب آگیا ہے۔ جب تم بہت خوب صورت سی دلہن بن کے علی عثمان کے ساتھ رخصت ہوگی۔'' نبیل نے بھی اسے چاہ سے دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے حقیقت کا رخ دکھایا۔ وہ مسکرادی۔

''اکیلی میں کیوں؟'' وہ بولی تو نبیل نے نا سمجھتے ہوئے بھنویں اچکائیں۔

''پاپا' مما بھائی کی شادی بھی اب کرہی دیں ورنہ یہ اور عروج آپس میں لڑتے جھگڑتے ہی آدھے رہ جائیں گے۔'' رائبل نے خود کو نارمل کرتے ہوئے شوخی سے کہا تو وہ تینوں ہنس پڑے۔

''کیوں برخوردار' کیا ارادے ہیں؟ عروج کے لیے دل سے راضی ہو یا کوئی اور لڑکی ہے نظر میں؟''

''پاپا! ان کی نظر میں تو بہت سی لڑکیاں ہیں پر گھر میں اسی لڑکی کو دلہن بنا کر لائیں گے یہ جوان کے دل میں ہوگی اور وہ عروج ہی ہے۔'' رائبل نے شوخی سے کہا۔

❁

کرن کا میسج ذوالنون کے سیل پر آیا جسے پڑھ کر ذوالنون کا دل بڑی زور سے دھڑکا اور لب مسکرادیے تھے۔ کتنی عجیب بات تھی نا ہمیشہ کرن ہی اسے یاد کرنے میں پہل کرتی اور وہ اسے جواب دے کر گویا اس پر احسان عظیم کرتا۔ حالانکہ وہ خود بھی اسے بے پناہ چاہتا اور محبت کرتا تھا اس سے لیکن خود سے اسے فون کرنے میں یا ٹیکسٹ کرنے سے ہمیشہ جھجکتا اور بچتا تھا اور کرن اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھی ہر بار اسے یاد نہ کرنے کا عہد کرتی اور ٹیکسٹ نہ کرنے کا تہیہ کرتی مگر اپنی منہ زور محبت کے ہاتھوں ہار جاتی۔

جواب میں ذوالنون نے اسے ٹیکسٹ کیا۔

''فکر نہ کرو میں بھی لندن آرہا ہوں وہاں آکے تمہارا علاج کرتا ہوں' تم ایسے باز نہیں آؤ گی۔'' یہ میسج پڑھ کر کرن خوشی سے چیخ اٹھی۔

''زونی لندن آرہا ہے یا ہو...... سچ کہو' تم آرہے ہونا میرے پاس؟'' کرن نے بے تابی سے اسے ٹیکسٹ کے ذریعے پوچھا۔

''تمہارے پاس تو بقول میں ہر وقت ہوتا ہوں' ویسے میں وہاں اپنی میڈیکل کی ڈگری کے لیے آرہا ہوں پہلے اس لیے بتادیا کہ کہیں تم مجھے اچانک سے وہاں اپنے سامنے دیکھ کر اپنے حواس ہی نہ کھو بیٹھو۔'' ذوالنون نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''ہاں ہاں اڑالو مذاق۔'' کرن نے مسکراتے ہوئے جواب ٹائپ کرکے اسے سینڈ کردیا۔

❁

''تو پھر یہ طے ہوا کہ نبیل کی شادی عروج احمد سے ہوگی اگر عروج کے پیرنٹس کو کوئی اعتراض نہ ہوا تو۔'' تیمور حسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''پاپا! آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہے کیا؟''

''بیٹا' زندگی آپ نے گزارنی ہے اور اگر آپ کو لگتا ہے

کہ عروج آپ کی اچھی لائف پانٹر ثابت ہوگی تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے' عروج اچھی لڑکی ہے' مشرقی اطوار کی حامل ہے مذہب سے بھی لگاؤ ہے اسے اور میرا خیال ہے کہ کھانا بھی پکا لیتی ہے ایک اچھی لڑکی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم جب سے لندن آئے ہیں عروج اینڈ فیملی سے ہمارے گہرے مراسم ہیں' ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح سے جانتے ہیں تو اعتراض کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی' کیوں افشین آپ کا کیا خیال ہے؟'' تیمور حسن نے ملائمت اور سنجیدگی سے اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے افشین کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

''بہت ہی نیک خیال ہے۔'' افشین مسکراتے ہوئے بولیں۔

''ایک اور نیوز ہے آپ کے لیے رائبل بیٹا۔ ذوالنون یہاں آ رہے ہیں گی کی اور آپ کی شادی کے بعد۔'' وہ ان کے اس انکشاف پر یک دم سے سنجیدہ ہوگئی' خدشے' خوف اس کے دل و دماغ میں ہی نہیں آنکھوں میں بھی در آئے تھے۔ تیمور حسن نے اس کی آنکھوں کی زبان سمجھتے ہوئے محبت اور نرمی سے سمجھایا۔

''نہیں بیٹا' ایسا نہیں ہے کہ ہم آپ کو وہاں بھیج کر اور ذوالنون کو یہاں بلا کر آپ سے رشتہ توڑ رہے ہیں' آپ اسی طرح ہماری بیٹی رہیں گی' ذوالنون اپنی تعلیم کے لیے آ رہے ہیں اور جب ہم یہاں ہیں تو انہیں اپنی ڈگری بہترین کالج سے حاصل کرنے میں کوئی پرابلم بھی نہیں ہوگی اور اس طرح وہ ہمارے ساتھ بھی چند برس گزار لیں گے۔''

''پاپا ہم سب اکٹھے نہیں رہ سکتے کیا؟''

''ہم اکٹھے رہیں گے' ڈونٹ وری بیٹا اور وہ گھر وہاب لاج' جو ہمارا ہے وہ ہم نے آپ کے نام کر دیا ہے' ہماری طرف سے آپ کی شادی کا تحفہ ہے وہ گھر وہاب میاں اپنا الگ گھر اسی جگہ خرید رہے ہیں' ہم نے تو ان سے کہا تھا کہ وہ اسی گھر میں رہیں لیکن وہ الگ گھر خریدنا چاہ رہے ہیں اب ان کا بزنس اچھا چل رہا ہے اور بقول ان کے وہ مزید ہمارا احسان نہیں اٹھا سکتے' بہت شکر گزار ہو رہے تھے ہمارے۔''

''ٹھیک ہے مما' پاپا جیسے آپ سب کی خوشی لیکن میری ایک شرط ہے۔'' رائبل نے سنجیدگی سے کہا۔

''شرط......!'' ان تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر رائبل کی جانب متوجہ ہوئے تو وہ بولی۔

''یہ نکاح دوبارہ ہو' آپ سب کی موجودگی اور گواہی میں......بس یہی شرط ہے میری۔''

''جیتی رہیے رائبل آئی ایم پراؤڈ آف یو مائی چائلڈ' آپ نے یہ بات کہہ کر ہمارا مان بڑھا دیا ہے ان شاء اللہ ہم آپ کے نکاح میں گواہ کے طور پر شریک ہوں گے' آپ تو بہت لکی ہیں بیٹا جانی' کہ آپ کے دو' دو مما پاپا ہوں گے آپ کی شادی میں آپ کے تین بھائی ہیں' ماشاء اللہ ایک بڑی بہن ہے' کتنے سارے پیارے اور پیار کرنے والے رشتے آپ کو مل جائیں گے۔ ہم الجھن میں تھے بیٹا آپ نے علی کے ساتھ کو قبول کر کے ہماری الجھن دور کر دی' جیتی رہیے' اللہ پاک آپ کو ڈھیروں خوشیوں سے نوازے آمین۔'' لندن برف سے ڈھک چکا تھا۔ سڑکوں پہ' درختوں پہ سفید برف کا پیرہن سجا تھا۔ رائبل اپنے دوستوں پال اور استفی کے ساتھ فوٹو گرافی اور واک کی غرض سے باہر نکلی ہوئی تھی۔ برفیلی ہوائیں' جسم میں سرایت کر رہی تھیں' درختوں کی شاخیں' پتے سب برف پہنے کھڑے تھے۔

''چیز۔'' رائبل نے پال اور استفی کی فرمائش پر ان کی تصویر کھینچتے ہوئے کہا' وہ دونوں خوب صورت مسکراہٹ لیے رائبل کے کیمرے میں محفوظ ہو گئے۔

''ہے ای' رائبل! یور گروم (دلہا) از کمنگ۔'' پال کی نظر سامنے سے آتے علی پر پڑی تو فوراً اسے اطلاع دی۔ رائبل نے مڑ کر دیکھا سیاہ لونگ کوٹ' نیلی جینز کی پینٹ میں ملبوس گلے میں براؤن اور بلیک کلر کا مفلر ٹائی کے انداز میں باندھے وہ بے حد چارمنگ لگ رہا تھا اور اس کا ہر اٹھتا قدم رائبل کے دل میں دف بجا رہا تھا۔

''ہی از سو چارمنگ اینڈ ڈیشنگ رائبل! یو آر لکی۔'' استفی کے ستائشی جملوں نے رائبل کے چہرے پر گلال بکھیر دیا تھا۔ وہ پھر سے رخ پھیر کے اپنے کیمرے میں مگن ہو گئی۔

رائبل اپنے دوستوں کے ہمراہ باہر آئی تھی جب ہی علی بھی وہاں پہنچ گیا تھا لیکن وہ بے نیاز ہی رہی۔

علی نے اس کے دلکش سراپے پر ایک بھرپور نگاہ ڈالی وہ پرپل رنگ کے لونگ کوٹ اور سیاہ ٹراؤزر میں بالوں کی اونچی سی پونی بنائے' بے حد دلکش لگ رہی تھی۔ کوٹ کے فر کے کالر اور ڈبل بٹن کا اسٹائل بہت ہی جچ رہا تھا۔ چہرہ اس قدر دلکشی لیے ہوئے تھا کہ علی مبہوت رہ گیا۔ وہ اس برفیلے موسم و مناظر کا ہی ایک حصہ لگ رہی تھی۔

''لگتا ہے انہیں میری رضامندی کی خبر مل گئی ہے جبھی پھر سے چلے آئے ہیں؟'' رائبل نے دل میں سوچا۔

''آپ گھر نہیں گئے کیا؟'' رائبل نے تحیر آمیز نظروں سے اسے دیکھا' وہ مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلانے لگا۔

''تمہیں ساتھ لیے بغیر اپنی منزل تک کیسے جا سکتا ہوں؟ میری منزل محبت ہے' مجھے منزل پہ پہنچا دو رائبل! پلیز مجھے ایسے نہ ٹھکراؤ' یوں میرے وجود کی نفی مت کرو' اس اجنبیت کا مظاہرہ مت کرو۔ میں نہیں جی پاؤں گا تمہارے بغیر۔'' علی نے اس کو شانوں سے تھام کر اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بے بسی اور ملتجی لہجے میں کہا تو وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

''جی تو رہے ہیں آپ میرے بغیر اور جینا کسے کہتے ہیں؟''

''مر جاؤں تو یقین کر لو گی میری وفاداری پر؟'' عجب دل دہلا دینے والا سوال تھا علی کا جس نے رائبل کے اندر زلزلہ بپا کر دیا تھا۔ اس نے علی کے چہرے کو دیکھا اس کا چہرہ مایوسی سے مرجھایا ہوا تھا۔ برف باری پھر سے شروع ہو رہی تھی اور رائبل کے اندر جمی خفگی' غصے' ناراضگی اور خوف کی برف علی کے سچے اور بے لوث جذبوں کی آنچ سے دھیرے دھیرے پگھل رہی تھی۔

''موت تو خاتمہ ہے ہر رشتے کا' ہر خوشی کا' زندگی کا' آپ کی محبت کیسی ہے ذرا سا حالات نے رخ بدلا اور محبت ہار گئی......اور آپ تو......''

''میں تو کیا......؟'' علی نے اسے جھنجوڑا۔

''ہارا ہوا انسان ہوں' ہے نا؟'' وہ ٹوٹتے لہجے میں بولا' رائبل نے اس کی شکستگی کو دل سے محسوس کرتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

''جانتی ہو ایک ہارا ہوا انسان کیا کرتا ہے؟'' اس کی آنکھوں میں وحشت تھی۔ رائبل نے متوحش ہو کر اسے دیکھا وہ کیا کرنے والا تھا؟ یہ خیال اسے خوف زدہ کر رہا تھا۔

''علی......'' وہ تڑپ کر کسمسا کر بولی۔

''کیا کہا؟'' علی نے مچل کر اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں سمو لیا' وہ اپنا نام اس کی زبان سے سننے کے لیے ترس رہا تھا اب اس نے پکارا تھا تو وہ اپنی سماعتوں پر حیران تھا۔ اسے اپنے بے حد قریب کیا۔ برف باری بھی اس لمحے ان پر نثار ہو رہی تھی۔ رائبل اس کی قربت میں پگھل رہی تھی۔ خود پر سے اختیار کھو رہی تھی۔

''کیوں اس نام کو' اور اس نام والے کو بے نام کرنا چاہتی ہو؟ مارنا چاہتی ہو؟''

''علی پلیز۔'' وہ اس کی بانہوں کے حصار سے نکلنے کو مچلی تھی مگر علی کی گرفت مزید تنگ ہو گئی تھی یوں لگتا تھا جیسے آج وہ اپنے اور اس کے بیچ اس خاموش جنگ کو ختم کرنے کے ارادے سے آیا تھا۔

''محبت دل کا سجدہ ہے نا جان! جب دل ہی جھکا دیا تو سر جھکے نہ جھکے' نظر ملے نہ ملے کیا فرق پڑتا ہے؟''

''علی......'' وہ روہانسی ہو رہی تھی۔

''علی کی جان! سجدے کی سچائی تو رب بھی مان لیتا ہے۔ بلندی پر پہنچا دیتا ہے فرش سے عرش پہ پہنچا دیتا ہے' دل کے سجدے پہ دونوں جہان کی نعمتیں لٹا دیتا ہے۔ پھر بھلا یہ دل......! یہ دل کیسے منہ پھیر سکتا ہے؟ تم محبت سے منہ پھیر رہی ہو' گویا زندگی سے منہ پھیر رہی ہو......میرے

دل پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے؟ کھاؤ قسم کہ تم مجھ سے بچھڑ کے خوش ہو؟" علی کی محبت بھری شدت اس کے لہجے کی لو اس کی تڑپ سوالیہ انداز رانیل کو بے کل کر رہے تھے وہ اس کی بانہوں میں مچلنے لگی اس کی گرفت سے نکلنا چاہا مگر علی کے ہاتھوں کا دباؤ اتنا طاقت ور تھا وہ نکل نہیں سکی۔

"آج بنا اقرار اور فیصلہ سنائے بغیر تم کہیں نہیں جاسکتیں۔" علی کی جذباتیت' جنونیت اور بے بسی سے وہ خوف زدہ ہو رہی تھی۔

علی گھٹنوں کے بل اس کے قدموں میں سر خم کیے بیٹھا تھا دونوں ہاتھ معافی کی غرض سے جڑے ہوئے تھے یوں جیسے پجاری دیوی کے قدموں میں بیٹھا ہو۔

رانیل شاخ سے ٹوٹ کر گرنے والے پکے ہوئے پھل کی طرح ڈھے گئی تھی اس کے سامنے اور اس کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو تھام لیا۔

"علی! میں نے کل سب کے سامنے ہاں کردی تھی آپ کے ساتھ شادی اور رخصتی کے لیے...... آپ کیوں ایسا کرکے مجھے گناہ گار کر رہے ہیں؟" وہ بری طرح روتے ہوئے بولی' علی نے سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا تھا جو آنسوؤں سے دھل رہا تھا۔

"سب کی خوشی کے لیے ہاں کی ہوگی ناں تم نے' مگر میں تو تمہیں تمہاری خوشی سے پانا چاہتا ہوں' تمہاری محبت کو دل سے اپنانا چاہتا ہوں' اپنی مرضی اور خوشی سے کہو کہ تمہیں میری محبت پر یقین ہے۔"

"ہاں یقین ہے لیکن......؟"

"لیکن کیا؟" علی کی سانس سینے میں اٹکی۔

"لیکن ہمارا نکاح دوبارہ ہوگا' میرے مما' پاپا اور نبیل بھائی' ذوالنون بھائی کی موجودگی اور گواہی میں' پوری عزت واحترام کے ساتھ۔" رانیل نے اس کے حصار سے نکلتے ہوئے کہا اور اٹھ کر تیزی سے قدم بڑھادیے۔ علی کو جیسے قارون کا خزانہ مل گیا تھا وہ بھی اٹھ کر اس کے پیچھے چل دیا۔

"رانیل! آئی پرامس آئندہ کبھی تمہارا دل نہیں دکھاؤں گا' خوشیوں اور محبتوں کی جنت میں رکھوں گا تمہیں بس پھر کبھی مجھے چھوڑ کے مت جانا' مجھ سے خفا مت ہونا۔"

......❀......

علی اور رانیل دلہا دلہن بنے ایک دوسرے سے آنکھوں ہی آنکھوں میں عہد باندھ رہے تھے اور نگین اور خرم ایک دوسرے سے عہد کر رہے تھے۔ نبیل اور عروج بھی شادی کے بندھن میں بندھ گئے تھے۔

دونوں گھروں کی' خاندانوں اور دلوں کی خوشیاں پھر سے لوٹ آئی تھیں۔ ہر چہرہ خوشی سے کھل رہا تھا۔ ہر دل اطمینان اور سکون سے بھرا ہوا تھا۔

خوشیوں بھرا وقت گزرتا چلا گیا۔ ذوالنون اور کرن بہت کامیاب ڈاکٹر بن گئے تھے۔ ذوالنون نے لندن میں اپنے اصل ماں باپ تیمور حسن اور افشین کے گھر پانچ سال قیام کرکے اپنی تعلیم مکمل کی...... کرن سے وہاں بھی روز کی ملاقات اور دوستی رہی لیکن اس نے کرن کو اپنے دل کے کسی راز کی بھنک تک نہ پڑنے دی۔ کرن تو اس کو اپنے ساتھ پاکر ہی بہت خوش تھی۔ ذوالنون کی اسپیشلائزیشن مکمل ہونے کو تھی' تیمور حسن اور افشین نے کرن کے والدین سے ذوالنون کے رشتے کی بات بہت رازداری سے طے کرلی تھی۔ وہاب احمد اور نوشین کی رضامندی بھی اس میں شامل تھی اور کرن کے والدین سے وہ بھی ان کے گھر جاکر رشتہ طے کرچکے تھے۔ ذوالنون کو اس بات کا علم تھا کیونکہ یہ اس کی منشا اور رضا سے ہی ہوا تھا...... کرن کو شادی کے دعوت نامے شائع ہونے پر پتا چلا تھا کہ اس کی شادی ذوالنون کے ساتھ ہورہی ہے وہ خوش گوار حیرت میں گھر گئی تھی۔ اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ وہ اپنی محبت کو اپنے خوابوں کے شہزادے کو پانے میں کامیاب ہوئی ہے۔

ان دونوں کی شادی تھی اور نوفل جواب اپنی انجینئرنگ کی تعلیم مکمل کرچکا تھا اور وہاب احمد کے ساتھ بزنس میں ہاتھ بٹا رہا تھا اس کی رسم نکاح تھی۔ رخصتی ایک سال بعد ہونا تھی' عابد ماموں کی بیٹی رشنا سے نوفل کا نکاح ہورہا تھا'

نگین اور خرم کے تین بچے تھے۔ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا' نبیل اور عروج کے دو بیٹے تھے' رانیل اور علی کے دو بچے جڑواں تھے' نمل اور ارسل اور تیسرا بیٹا جو ابھی ایک سال کا تھا ارتضیٰ...... سب اپنی اپنی فیملیز میں بہت خوش تھے۔

"رانیل...... جاناں تیار ہوگئیں آپ؟" علی اسے پکارتا بیڈروم میں چلا آیا' وہ ارتضیٰ کو تیار کررہی تھی اور خود اس نے سیاہ جارجٹ کی سلور کام والی شاندار اسٹائلش ساڑھی زیب تن کی تھی۔ ساڑھی آج پہلی بار پہن کر وہ اور ہی رنگ دکھا رہی تھی۔ بالوں کا دلکش اسٹائل وائٹ گولڈ کا لاکٹ سیٹ اور ہاتھ میں بریسلیٹ پہنے خوب صورت میک اپ میں وہ اپسرا دکھائی دے رہی تھی۔ شادی کے پانچ سال بعد بھی اور تین بچوں کی ماں بننے کے باوجود وہ پہلے دن کی طرح پرکشش اور حسین تھی بلکہ اس کے حسن میں علی کی محبتوں نے مزید اضافہ کردیا تھا اور علی کی دیوانگی ہر گزرتے پل کے ساتھ بڑھتی ہی جارہی تھی۔ وہ جتنا بھی اپنے رب کا شکر ادا کرتی وہ کم تھا' جس نے اسے ایک بے انتہا محبت کرنے والا خیال رکھنے والا شریک زندگی عطا کیا تھا۔

"یس' آئی ایم ریڈی۔" رانیل نے مسکراتے ہوئے ارتضیٰ کی تیاری مکمل کی اور علی کی طرف دیکھنے لگی' جو سیاہ تھری پیس سوٹ میں میرون ٹائی اور کوٹ میں میرون رومال سجائے بے حد ڈشنگ لگ رہا تھا۔

علی تو اسے سرتاپا دیکھ کر مبہوت رہ گیا۔ دل اس کو اپنی پناہوں میں لینے کو مچلنے لگا۔ رانیل کو اس کی دیوانگی پر ہنسی آگئی اور پھر شرما کر اس نے رخ پھیر لیا۔

......❀......

حجلہ عروسی کی سج دھج نرالی تھی' عروسی سیج کی دلہن تو دل موہ لینے والی تھی مگر اپنی جگہ پر ہونے کے بجائے بے تابی سے ٹہل رہی تھی۔ دلہا نے جو اس کی تلاش میں نظریں دوڑائیں وہ اپنا بھاری بھر کم لہنگا دونوں ہاتھوں سے سنبھالتی ہوئی اس کے سامنے آگئی۔

"اے ای یہ مارچ پاسٹ کرنے کا موقع ہے کیا' چہ چہ کچھ تو شرم حیا کرو لڑکی! تم چند گھنٹوں کی دلہن ہو اور ایسے شتر بے مہار کی طرح کمرے میں پھر رہی ہو۔" ذوالنون نے سرخ عروسی لباس میں قیامت ڈھاتی کرن کو دیکھتے ہوئے شوخ لہجے مگر ساس والے انداز میں کہا۔

"کمرے میں کیا میں تو تمہارے دل میں بھی پھر رہی ہوں' ہے ناں...... اب سچ سچ بتادو کہ کب سے؟" کرن نے اس کی سیاہ' گولڈن کام والی خوب صورت شیروانی کے کالر پکڑ کر اس کی سحر انگیز آنکھوں میں جھانکا۔

"کیا کب سے؟" ذوالنون نے بھنویں سکیڑیں۔

"انجان مت بنو' اچھا!" کرن نے اس کے سینے پر مکہ مارا۔

"تمہیں بھی مجھ سے...... محبت ہے نا؟" کرن نے جھجکتے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھا۔

"بھئی اب شادی ہوگئی ہے تو محبت بھی ہو ہی جائے گی۔"

"ذوالنون! اگر تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے تو مجھ سے شادی کیوں کی؟" کرن نے شاکی نظروں سے اسے گھورا۔

"کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے اور وہ بھی آج سے نہیں برسوں سے...... تو میں نے سوچا کہ شادی تو مجھے کرنی ہی ہے تو کیوں نہ کرن ابرار سے کرلی جائے۔ اس کا دل بھی خوش ہوجائے گا' شادی بھی ہوجائے گی اور نیکی کی نیکی بھی...... آخر کسی کا دل خوش کرنا بھی تو ایک نیکی ہے ناں۔" ذوالنون نے مسکراتے ہوئے اس کی شربتی آنکھوں میں دیکھا۔ جہاں تحیر ہی تحیر تھا۔ وہ اس کی الوہی خوش بو کو محسوس کر رہا تھا۔

"اچھا! تو تم نے بخشش ثواب کمانے کو یہ نیکی کی ہے۔"

"ہوں......" وہ مسکرایا۔

"تو اس نیکی کا صلہ تو تمہیں ملنا ہی چاہیے نا۔"

"ٹھیک ہے تم رکو میں سب گھر والوں کو بلا کر لاتی ہوں تاکہ سب تمہیں تمہاری اس نیکی پر شاباشی دیں' داد و تحسین سے نوازیں۔" کرن نے خود کو اس کے حصار سے باہر نکالتے ہوئے گویا اس کی ساری چالاکی اور شرارت نکال

میرا دل دکھایا اس کا کیا؟“
”اس کا ازالہ تو میں آج ہی کر دوں گا ڈیئر ڈونٹ وری‘ یونو میں بھی ایسی ہی کیفیت سے دوچار رہا ہوں۔“ وہ شرارت بھرے لہجے میں بولتا اسے شرمانے پر مجبور کر گیا۔
”بہت برے ہو تم ذونی‘ تم نے کبھی سوچا اگر میری شادی کسی اور سے ہو جاتی تو......“
”نہیں ڈیئر میں نے کبھی کسی کا برا نہیں سوچا۔“ ذوالنون نے مذاق سے کہا اور کرن کے گھورنے پر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا‘ کرن خود بھی ہنستی ہوئی اس کی محبت بھری پناہوں میں سما گئی۔ محبت اپنی فتح پر چار سو مسکرا رہی تھی۔ نئی بہاروں کے رنگ بکھرا رہی تھی۔

”بہاریں لوٹ آنے تک
بہت سے زخم ملتے ہیں
کہیں دو دل جو ملتے ہیں
بہاریں مسکراتی ہیں
محبت دل کا سجدہ ہے
یہی نغمہ سناتی ہیں
کڑی جب دھوپ پڑتی ہے
سفر دشوار ہوتا ہے
ایسے سخت موسم میں
سہارا جو بھی بنتا ہے
وہ سچا پیار ہوتا ہے
محبت جب بھی ہوتی ہے
ہوائیں مسکراتی ہیں
یہی مژدہ سناتی ہیں
محبت سے نہ منہ پھیرو
محبت دل کا سجدہ ہے
محبت دل کا سجدہ ہے!“

دی تھی ذو بوکھلا گیا۔
”کرن ڈارلنگ! سب کو بلانے کی کیا تک ہے؟“ کرن کو اپنی بانہوں کے حصار میں لیے ذوالنون محبت میں گھلے لہجے میں‘ آج دل سے اپنی محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ کرن حیرت‘ مسرت اور حیاء سے لال ہوتی اس کو دیکھ رہی تھی۔ محسوس کر رہی تھی ہر وقت محبت سے خائف رہنے والا‘ ریزرو رہنے والا ذوالنون اس وقت سراپا محبت بنا ہوا تھا۔
”سچ......“ کرن کے لب ہلے۔
”سو فیصد سچ‘ بھلا کون ہوگا جو تم جیسی معصوم‘ دیوانی حسینہ سے پیار نہیں کرے گا؟ تم جس طرح میرے لیے پاگل تھیں‘ جیسے مجھے دیوانہ وار پیار کرتی تھیں‘ اپنے دل کے جذبوں کا برملا اظہار کیا کرتی تھیں‘ اس حسن پر ایسی دیوانی محبت پا کر...... میں معصوم کب تک اپنے دل کو بچا کے رکھ سکتا تھا‘ یہ دل بھی تمہاری محبت میں مبتلا ہو گیا تھا‘ بہت تڑپاتی تھیں تم مجھے‘ ہر وقت میرا ضبط آزماتی رہتی تھیں‘ صبر اور ضبط کے کڑے امتحانوں سے تو میں گزرا ہوں‘ تم تو جو دل میں آتا تھا کہہ دیتی تھیں۔“
”تمہیں پھر بھی مجھ پر ترس نہیں آتا تھا۔“ کرن خوشی سے نہال‘ بے حال ہوتی پیار سے شکوہ کر رہی تھی۔
”نہیں‘ پیار آتا تھا۔“ ذوالنون نے اس کے رخسار کو محبت سے چوم لیا‘ کرن شرم و حیا سے سمٹتی چلی گئی۔
”اوئے ہوئے لاج آ رہی ہے وہ بھی کرن ذوالنون کو۔“ ذوالنون نے اسے چھیڑا وہ ہنس دی۔
”مجھے تم سے محبت ہے کرن آئی لو یو۔“
”لو یو ٹو لیکن تم نے پہلے کبھی کیوں نہیں کہا؟“ کرن نے پیار سا سے دیکھا۔
”وجہ تمہیں معلوم تو ہے جان من! اب ہم اپنی تعلیم مکمل کر چکے ہیں‘ اپنا پروفیشن اپنا چکے ہیں۔“ ذوالنون نے اس کے ہاتھ میں سونے کا کنگن پہناتے ہوئے اسے دلی خوشی کا احساس دلایا۔
”اچھا! اور جو تم نے مجھے سات سال تک تڑپایا‘ رلایا‘ ستایا‘ میری محبت کا مذاق اڑایا‘ مجھے اپنے ہجر میں سسکایا‘

حسنا کی عید

شمع جس آگ میں جلتی ہے نمائش کے لیے
ہم اسی آگ میں گمنام سے جل جاتے ہیں
جب بھی آتا ہے تیرا نام میرے نام کے ساتھ
جانے کیوں لوگ میرے نام سے جل جاتے ہیں

”عید“ کا نام سن کر ہی جیسے وہ کھل اٹھتی تھی‘ بے صبری سے وہ عید کا انتظار کرتی تھی اور سب سے بڑھ کر اسے ”عیدی“ بٹورنے کا بہت شوق تھا۔
گھر بھر کی وہ لاڈلی تھی حتی کہ کوئی گھر آتا اور یہ چپکے سے ڈرائنگ روم میں گھسنے کی کوشش کرتی تب جو اندر مہمان موجود ہوتا وہ محظوظ ہوتے ہوئے اسے دیکھتا اور پھر بلوا کر عیدی دیتا اور وہ خوشی خوشی جا کر امی کو بتاتی۔
حسنا کی یہ حرکت کبھی کسی کو بری نہ لگی سب اس سے پیار جو کرتے تھے۔ حسنا کی امی عابدہ اسے پیار سے دیکھتیں اور ماتھے پہ بوسہ دیتیں وہ مزید خوش ہو جاتی اور چہکتی ہوئی دوسرے کزنز کے پاس چلی جاتی۔
اپنے گھر میں موجود کزنز میں بھی سب کی لاڈلی تھی جن میں فرحان بھی شامل تھا‘ بلکہ وہ بھی اسے عیدی دیتا تھا...... حسنا محض آٹھ سال کی تھی اور فرحان تیرہ سال کا...... سب کزنز کے ساتھ ہی اس کی بنتی تھی۔ سب سے بڑھ کر فرحان جو اس کے کھیلتا بھی تو کون سا کھیل تھا ”گڑیا کا گھر“ فرحان اگرچہ اپنی عمر کے اعتبار سے بڑا تھا لیکن حسنا کے لیے وہ اس کا بھائی اس کا دوست اس کی سہیلی سب تھا۔
وہ سب کزنز کے ساتھ شرارتیں کرتا ان کی عیدی سے پارٹی کرتا اور خود کی عیدی سنبھال کے رکھنا‘ سب اس دور میں معصوم ہوتے ہیں‘ حسنا بھی تھی‘ اسے جتنی شدت سے عید کا انتظار ہوتا تھا اتنا ہی فرحان سے عیدی لینے کا ہوتا تھا۔ آج بھی عید کا دن تھا وہ پونیاں بنائے خوشی خوشی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھائے اس کے کمرے میں جانے لگی......
”آج تو فرحان بھائی سے بہت ساری عیدی لوں گی میں۔“ ہاتھ ملتے ہوئے وہ اپنی پلاننگ کو عملی جامہ پہنانے اس کے کمرے کی طرف جا رہی تھی...... کمرے کے باہر پہنچتے ہی اسے آوازیں سنائی دیں۔
”تم سے کتنی دفعہ کہا ہے اس لڑکی حسنا سے دور رہا کرو ساری عیدی ہم سے لے کر اسے دے دیتے ہو۔ کہا بھی ہے اس سے دوستی نہ رکھو سمجھ نہیں آتی تمہیں۔“ فرحان کی امی صائمہ جو حسنا کی چاچی تھیں‘ فرحان کو ڈانٹ رہی تھیں...... حسنا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کمرے میں جائے اور انہیں اب تک کی ملی عیدی دے دے‘ جس کی وجہ سے وہ فرحان کو ڈانٹ رہی تھیں‘ وہ معصوم ذہن یہی سمجھ رہی تھی‘ ابھی اس نے مزید آگے قدم بڑھائے تھے کہ چونک گئی۔
”بڑی گھر بھر کی لاڈلی بنی پھرتی ہے‘ گھر کے بڑے پوتے تم ہو اور تمہارے بجائے اس چھٹانک بھر

کی لڑکی کو سب ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔'' ہنکارتے ہوئے جس لہجے میں صائمہ چچی کہہ رہی تھیں ننھی حسنا نے اپنے قدم پیچھے کی طرف کرلیے۔

''اور تم اس پر اتنے مہربان کیوں ہورہے ہو؟ باقی گھر والے کافی نہیں ہیں جو تم بھی؟'' صائمہ چاچی اسے پسند نہیں کرتیں یہ جان کر اس کا دل کرچی کرچی ہوگیا اور وہ الٹے قدموں پلٹ آئی۔

بھاگتے بھاگتے وہ اپنے وسیع باغ کی جانب گئی وہاں مٹی میں گری تو اسے رونا آ گیا...... ہاتھ چھل گیا اور روتے روتے وہ اندر پہنچی تو سب کا سانس رک گیا وہ زاروقطار رورہی تھی اتنے میں فرحان اور اس کی امی صائمہ بھی آن پہنچی۔ صائمہ نے جیسے ہی اسے دیکھا اس کی طرف لپکیں۔

''ہائے میری بچی کیا ہوگیا؟ چوٹ لگ گئی میری گڑیا کو؟ نہیں ایسے نہیں روتے' آؤ میں دوائی لگا دوں پھر دوبارہ سے گڑیا کو تیار کروں۔'' وہ سسکیاں لیتے ہوئے اپنی چاچی کو دیکھ رہی تھی اور صائمہ چچی اس پہ واری جارہی تھیں' ایک پل کو وہ حیران رہ گئی جو اس نے سنا کیا وہ سچ تھا؟ اس کی چاچی اسے ناپسند کرتی تھیں تو پھر یہ کیا ہے؟

''کیا بات ہے حسنا' بہت چپ چپ سی ہو' درد ہورہا ہے؟ دیکھو میں نے دوائی بھی لگادی ہے ناں کچھ دیر میں ٹھیک ہوجائے گا۔'' صائمہ اس سے دلار کررہی تھی جبکہ وہ چپ چاپ انہیں دیکھ رہی تھی' چھوٹی سی حسنا اس پیار کو سمجھ نہیں پارہی تھی۔

''تم آرام کرو میں فرحان کو بھیجتی ہوں باقی سب کو بھی دیکھتی ہوں' ٹھیک ہے؟'' صائمہ کے کہنے پر اس نے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا اور صائمہ کو جاتے ہوئے دیکھنے لگی۔

اس کا ذہن الجھ کر رہ گیا تھا' بظاہر وہ سب کے ساتھ تھی سب ہنسی مذاق کررہے تھے پر اس کا دل قریبی رشتے کو سمجھنے سے قاصر تھا وہ خاموش ہی رہنے لگی۔

وقت پروان چڑھنے لگا ہر سال عید آتی ہر سال وہ خوش ہوتی لیکن اب صائمہ اور فرحان سے دور ہوگئی تھی۔

فرحان چونکہ خود اس سے بڑا تھا وہ بھی اس سے دور ہوتا رہا لیکن کزن کے طور پر سلام دعا ہوجاتی' صائمہ کو لگا کہ حسنا وقت کے ساتھ ساتھ بڑی ہوگئی ہے تو اس کا چلبلا پن ختم ہوگیا ہے اور وہ سنجیدہ اور سمجھدار ہوگئی ہے' جبکہ حسنا کے دل ودماغ میں آج بھی اس عید کا منظر مقید تھا جس سے وہ بھاگنا چاہتی تھی جس نے پلک جھپکتے ہی اس سے اس کا وہ بچپن' وہ شرارتیں' وہ معصومیت' وہ پیارا اپنائیت سب چھین لیا تھا۔

''نجانے کتنی عیدیں گزریں اور میں آج بھی اس عید کو نہیں بھلا سکی' اس عید کا منظر ذرا بھی دھندلا یا نہیں تھا بلکہ آج بھی ویسے کا ویسا واضح تھا۔ رشتوں سے ملنے والی وہ محبت جو ہمیں بے حد خالی لگتی ہے اگر ہمیں اس کے پیچھے چھپے بغض اور نفرت سے پردہ ہٹ جائے تو بہت مشکل ہوجاتی ہے انسان کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔''

حسنا نے لمبی سانس لی' اس کی سماعت میں وہ آوازیں آج بھی گونجتی ہیں' وہ جس کرب سے گزری وہ کسی کو نہیں بتا سکتی۔ وہ ہر سال عید کے لیے تیار ہوتی ہے پر اب فرحان سے عیدی نہیں لیتی' آج بھی عید تھی اور وہ خود کو کمپوز کرکے چہرے پہ مسکراہٹ اور دل میں اداسی لیے عید کی تیاریوں میں مصروف تھی۔

❀

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

اسماء...... میر پور خاص

جواب:۔ بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف پڑھتے وقت نیت ہو کہ اسی کمپنی میں پروموشن ہوجائے وظیفہ آپ خود کریں۔

تعیہ ارم......

جواب:۔ "یا لطیف یا ودود" 101 مرتبہ بعد بعد نماز فجر۔ (اول وآخر 3,3 مرتبہ درود شریف) تصور میں لا کر دم بھی کریں دعا بھی۔ روزانہ

عائشہ...... کورنگی، کراچی

جواب:۔ شوہر جب سوجائیں ان کے سرہانے کھڑے ہوکر سورۃ عصر 41 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ نیت نوکری دل لگا کر کریں اور ذمہ داری کا احساس ہو۔ روزانہ انشاء اللہ آپ کی مشکل آسان کرے آمین۔

حاجرہ سعید...... گجرات

جواب:۔ (۱) استخارہ کریں۔

(۲) سورہ بقرۃ پانی پردم کرکے رکھیں ایک مرتبہ وہ پانی زیادہ سے زیادہ استعمال میں لائیں شوہر کے۔ سورۃ قریش ہر نماز کے بعد 21 مرتبہ پڑھا کریں' کاروبار کے لیے دعا کیا کریں۔

ایس اینڈ کے احمد...... نیو کراچی

جواب:۔ سورۃ شمس 21 مرتبہ (اول وآخر 3,3 مرتبہ درود شریف)

روزانہ پانی پردم کرکے پلائیں۔

سورۃ عصر 21 مرتبہ (اول وآخر 3,3 مرتبہ درود شریف) جب بھائی سوجائے سرہانے کھڑے ہوکر پڑھا کریں (نیت برے کام چھوڑ دے اور احساس ذمہ داری پیدا ہو)

مریم بنت طیبہ...... کراچی

جواب:۔ رشتے کے لیے۔ سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف دعا بھی کریں۔

سورۃ بقرۃ ہفتہ میں ایک مرتبہ پانی پردم کرلیا کریں اور وہ پانی دونوں بہنیں استعمال میں لائیں زیادہ سے زیادہ۔

روبینہ کوثر...... رحیم یار خان

جواب:۔ آپ پر کل ہے۔

بہتر ہے اپنا مکمل علاج کرائیں۔ درود شریف کثرت سے پڑھا کریں اور دعا بھی کیا کریں۔

عمارہ...... چیچہ وطنی

جواب:۔ استغفار اور درود شریف کی 1,1 تسبیح کیا کریں۔

مریم الیاس...... گجرات

جواب:۔ ماموں صدقہ خیرات کیا کریں سورۃ قریش ہر نماز کے بعد 21 مرتبہ پڑھا کریں۔

فجر کی سنت اور فرض کے درمیان 41 مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھیں اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر پورے جسم پردم کریں' 3 ماہ۔

صباحسن...... سیالکوٹ

جواب:۔ مسئلہ نمبر ا:۔ "سورۃ النصر" 125 مرتبہ اول وآخر 25,25 مرتبہ درود ابراہیمی بعد نماز عشاء روزانہ زمین کے لیے۔ پڑھتے وقت مقصد ذہن میں رکھیں۔

مسئلہ نمبر ۲:۔ تازہ دودھ اور پانی برابر ملا کر پئیں۔ "یا شافی یا کافی" 7 بار پڑھ کر اس پر پھونک مار کر پئیں۔ انفکشن ختم ہوجائے گا۔

نعمان اختر...... جہلم

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ عشاء کی نماز کے بعد (اسماء خود کرے)۔

ایک تسبیح استغفار' ایک تسبیح درود شریف پڑھ کر اپنے مسئلے کے لیے دعا کریں۔

رانی...... کراچی

جواب:۔ بعد نماز عشاء 111 مرتبہ سورۃ القریش اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔
امتحان میں کامیابی اور معاشی حالات کے لیے دعا کریں روزانہ۔

پروین اختر...... حیدر آباد

جواب:۔ نماز کی پابندی کریں۔
جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل پڑھ کر دم کردیں۔ لڑائی جھگڑے نہیں ہوں گے۔ اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔
رشتوں کے لیے:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔
معاشی مسائل کے حل کے لیے:۔ بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔

فرخ فاطمہ...... کراچی

جواب:۔ سرسوں کا (کڑوا تیل) 41 مرتبہ سورۃ فاتحہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ روزانہ رات سر کی مالش کریں صبح غسل کرلیں۔

عظمیٰ خان...... خانیوال

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ فاتحہ 41 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر پورے جسم پر ہاتھ پھیریں۔
مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد سورۃ فلق' سورۃ الناس 19,19 مرتبہ دم بھی کریں۔

ا۔ ب۔ س...... راولپنڈی

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ دعا کریں جلد اور اچھے رشتے کے لیے۔
بعد نماز مغرب اور عشاء سورۃ الفلق' سورۃ الناس 19,19 مرتبہ بندش ختم کرنے کے لیے۔
"یا قوی" فرض نماز کے بعد 11 مرتبہ سر پر ہاتھ رکھ کر سبق پڑھنے سے پہلے 7 مرتبہ سورۃ قریش۔

http://facebook.com/elajbilquran
www.elajbilquran.com

نوٹ
جن مسائل کے جوابات دیے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔
موبائل فون پر کال کرنے کی زحمت نہ کریں۔ نمبر بند کردیا گیا ہے۔
اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔
ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔
rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے اکتوبر ۲۰۱۵ء

نام............ والدہ کا نام............ گھر کا مکمل پتا............
....
گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں............

بیاض دل

میمونہ رومان

امبر گل...... جھڈو' سندھ
دیکھ کر ہلال عید کو جو مسکراتے تھے
وہ چاند چہرے ڈھونڈنے سے اب نہیں ملتے

مسز نگہت غفار...... کراچی
سدا رہے جکڑے قسمت کی زنجیروں میں
ہمارا نام بھی شامل ہے ان اسیروں میں
وہ جس کے ساتھ خواہش اڑان بھرتی ہے
اسی کا نام نہیں ہاتھ کی لکیروں میں

دھنک عرفان...... عارف والا
جو یقین کی راہ پر چل پڑے انہیں منزلوں نے پناہ دی
جنہیں وسوسوں نے ڈرا دیا' وہ قدم قدم پر بہک گئے

گل مینا خان اینڈ حسینہ ایچ ایس...... مانسہرہ
مجھ کو اک خواب پریشان سا لگا عید کا چاند
میری نظروں میں ذرا بھی نہ جچا عید کا چاند
آنکھ نم کر گیا بچھڑے ہوئے لوگوں کا خیال
درد دل دے کر ہمیں ڈوب گیا عید کا چاند

شگفتہ خان...... بھلوال
تجھے خوابوں میں دیکھنے والے
کتنی مشکل سے جاگتے ہوں گے

فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر
ان آنکھوں میں بھی تھی کسی رانجھا کی تمنا
یہ سلجھی ہوئی لڑکی بھی کبھی ہیر ہوا کرتی تھی

عاصمہ شمشاد حسین...... کورنگی' کراچی
میرے حصے میں کتابیں نہ کھلونے آئے
تلاش رزق میں چھن گیا میرا بچپن مجھ سے

سامعہ ملک پرویز...... خان پور' ہزارہ
مجھ کو خوشیاں راس نہیں
غم کو ہے مجھ سے عشق بہت

اقصیٰ اشمل وفا...... حویلیاں
اس بچے کی عید نہ جانے کیسی ہوگی
جس کی جنت ننگے پاؤں ہوتی ہے

طیبہ سعدیہ عطاریہ...... کٹھیالہ
کتابیں عشق کی پڑھ کر نہ سمجھو خود کو عاشق تم
یہ دل کا کام ہے دل والوں کو کرنے دو تو بہتر ہے

ارم وڑائچ...... شادیوال' گجرات
ہنسی خوشی تیرے جیون کا ہر سفر گزرے
میری دعا ہے کہ تیری عید خوب تر گزرے

سیدہ لوبا سجاد...... کہروڑپکا
کتنی مشکل سے فلک پر نظر آتا ہے
عید کے چاند نے انداز تمہارے سیکھے

سمیرا حیدر' سائرہ حیدر...... کہروڑپکا
سوچتی ہوں کوئی ایسی کہانی لکھوں
جس میں رانی نہ ہو محتاج کسی راجہ کی

نادیہ کامران...... راولپنڈی' کہوٹہ
جدا کرکے اسے خود سے میں گھر آکے بہت رویا
جہاں جاتے تھے ہم دونوں وہاں جاکے بہت رویا
پہلے میں اس کا رونا سوچ کر ہنستا رہا
پھر اس کی ہنسی کو ذہن میں لاکر بہت رویا

فریدہ جاوید فری...... لاہور
تیرے چہرے سے ستارے وہ چنا کرتا تھا
میری آنکھوں کو وہ پھول کنول کہا کرتا تھا
مجھ کو شدت سے تیری یاد ستا جاتی تھی
چاند جب کاسنی بادل سے ملا کرتا تھا

ارم کمال...... فیصل آباد
خط میں لکھا تھا عید کب ہوگی
ہم کو تاریخ لکھ کر بھجوائیں
چونکہ جھگڑا تھا اس لیے ہم نے
لکھ دیا آپ جب بھی آجائیں

وقاص عمر بگٹو...... حافظ آباد
میں نے مانا کہ یہ تقدیر کا لکھا ہے اٹل

میرا ایمان دعاؤں میں اثر ہوتا ہے
اس کو مانگوں گا خدا سے میں جنوں کی حد تک
عشق جب حد سے گزرتا ہے تو امر ہوتا ہے
مریم بٹ، تمثیلہ بٹ...... جلالپور، سوبتیاں

وہ حلقۂ یاراں وہ میری شوخ مزاجی
اے گردش حالات بتا وہ وقت کہاں ہے؟
نورین لطیف...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

ہمدردیاں خلوص دلاسے تسلیاں
دل ٹوٹنے کے بعد تماشے بہت ہوتے ہیں
عروسہ شہوار رفیع...... کالا گوجراں، جہلم

کبھی ہم بھیگتے ہیں چاہتوں کی تیز بارش میں
کبھی برسوں نہیں ملتے کسی ہلکی سی رنجش میں
بہت سے زخم ہیں دل میں مگر اک زخم ہے ایسا
جو جل اٹھتا ہے راتوں میں جو لو دیتا ہے بارش میں
نیلم شرافت...... زرگراں

جب سے تیرے نام کردی زندگی اچھی لگی
تیرا غم اچھا لگا تیری خوشی اچھی لگی
تیرا پیکر، تیری خوشبو تیرا لہجہ، تیری بات
دل کو تیری گفتگو کی سادگی اچھی لگی
لائبہ میر...... حضرو

روزے رکھ کر صرف جو پانی پیے افطار پر
کیسے بچوں کو کرے خوش عید کے تہوار پر
فیاض اسحاق مہیانہ...... سلانوالی

تم سے بچھڑے برسوں بیتے
کہتا ہے یہ ہی آج ہمیں
مانگنا بھول نہ جانا
چاند کو دیکھ کر کر ہاتھ اٹھیں
مشالی مسکان...... قمر مشالی

کتنے اچھے لگتے ہیں امبر پر اڑتے آزاد پنچھی
انہیں دیکھو تو اپنا بچپن یاد آتا ہے
اقرا لیاقت...... حافظ آباد

محفل کی چکا چوند میں کچھ خواب صفت لوگ
اندر سے بھی دیکھو تو ویران بہت ہیں
رشک وفا...... برنالی

دل خوش فہم ہر آہٹ پر دھڑکنا چھوڑ دے
جو گزر گئے ہیں وفا وہ زمانے کبھی ملتے ہیں کیا؟
مہرین آصف بٹ...... آزاد کشمیر

تیری طلب نے جلا ڈالے سارے آشیانے
کہاں رہوں میں تیرے دل سے نکل جانے کے بعد
ایس انمول...... بھابڑہ شریف

میں تمہیں اپنا آپ سونپتا ہوں
مجھ کو رکھ کر نہ بھول جانا کہیں
رانی کوثر رانی...... ہری پور ہزارہ

ہر طرف اجالا سا پھیلا ہے میرے آنگن میں رانی
آج پھر میری ماں کی دعا رنگ لائی ہے
سمیرا عبیر...... سرگودھا

یہ درد محبت کے قصے یہ طرز تغافل کے شکوے
تم رو کے زباں پر لاتے ہو ہم ہنس کے گزارہ کرتے ہیں
سمیرا اشتاق ملک...... اسلام آباد

چلے ہیں جو سوئے منزل تو ڈرنا کیسا
مشکل مسافتوں سے گھبرا کر پلٹنا کیسا
پتھر ہیں جو رستے میں تو کاٹ ڈالیں گے
ٹکرا کر سنگ گراں سے بکھرنا کیسا
آنسہ شبیر...... ڈوگہ گجرات

گلہ بنتا ہی نہیں بے رخی کا
دل ہی تو تھا بھر گیا ہوگا
فاطمہ نواز...... کھدے

وفا کے قید خانوں میں سزائیں کب بدلتی ہیں
بدلتا دل کا موسم ہے ہوائیں کب بدلتی ہیں
کوئی پاکر نبھاتا ہے کوئی کھو کر نبھاتا ہے
نئے انداز ہوتے ہیں وفائیں کب بدلتی ہیں

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

بند گوبھی کا سلاد

اشیاء:۔

بند گوبھی	250 گرام
سبز مرچیں	دو عدد
چینی	نصف چمچہ چھوٹا
السی کا تیل	ایک چائے کا چمچ
نمک	نصف چائے کا چمچ
سویا ساس	ایک بڑا چمچ

ترکیب:۔

گوبھی کے بڑے بڑے ٹکڑے کریں اور پانی میں بھگو کر اچھی طرح صاف کریں اور ایک پیالے میں نکال کر رکھ دیں' اس کے بعد بند گوبھی پر چینی اور نمک چھڑکیں۔ ہری مرچیں بڑے بڑے ٹکڑوں میں کاٹ کر ڈالیں' السی کا تیل اور سویا ساس بھی شامل کریں اور دسترخوان کی زینت بنائیں۔ بند گوبھی کا سلاد تیار ہے۔

صالحہ عظیم...... گجرات

چکن موتی پلاؤ

اجزاء:۔

چاول	تین پیالی
سفید چنے	ایک پیالی
چکن بریسٹ	ایک عدد
نمک	حسب ذائقہ
ادرک لہسن پسا ہوا	ایک کھانے کا چمچ
پیاز	ایک عدد درمیانی
لال مرچ پسی ہوئی	ایک کھانے کا چمچ
ہلدی	ایک چائے کا چمچ
ٹماٹر	دو سے تین عدد
دہی	آدھی پیالی
بڑی الائچی	ایک سے دو عدد
دار چینی	ایک ٹکڑا
لونگ	تین سے چار عدد
پودینہ	دو سے تین کھانے کے چمچ
ہری مرچ	دو سے تین عدد
بناسپتی گھی	چار کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

چنوں کو دھو کر گرم پانی میں بھگو کر رکھیں۔ دو سے تین گھنٹے کے بعد وہ پانی پھینک کر تازہ پانی ڈالیں اور ابال کر اچھی طرح گلا لیں۔ چکن بریسٹ کی چھوٹی بوٹیاں کاٹ کر انہیں دھو کر رکھ لیں، چاولوں کو دھو کر بیس منٹ بھگوں کر رکھ دیں۔ پین میں گھی ڈال کر گرم کریں اور اس میں دار چینی اور لونگ ڈال کر کڑکڑا لیں۔ باریک کٹی ہوئی پیاز کو ہلکا سنہری فرائی کریں اور ادرک لہسن، لال مرچ اور ہلدی ڈال دیں۔ ہلکا سا پانی کا چھینٹا دے کر بھونیں۔ پھر اس میں ٹماٹر اور چکن ڈال کر تیز آنچ پر بھونیں، ابلے ہوئے چنے شامل کرکے آدھی پیالی پانی ڈال دیں۔ پانچ سے سات منٹ دم پر رکھ کر اتار لیں۔ نمک ملے پانی میں الائچی ڈال کر چاولوں کو ایک کنی ابال لیں اور چھلنی میں ڈال کر اچھی طرح پانی نکال دیں۔ دہی میں باریک کٹا ہوا پودینہ اور ہری مرچیں شامل کردیں۔ پین میں ایک کھانے کا چمچ بناسپتی گھی ڈال کر آدھے چاول پھیلا کر ڈالیں، پھر اس پر چکن اور چنے والا مصالحہ ڈالیں اور دہی ڈال کر دوبارہ سے چاولوں کی تہ لگا دیں۔ ڈھک کر ہلکی آنچ پر دس سے بارہ منٹ کے لئے دم پر رکھ دیں اور پھر ڈش میں اس طرح نکال لیں کہ تہ نہ خراب ہو تاکہ خوبصورتی نظر آئے۔

بینش زین...... کراچی

مصالحہ دار بریانی

اجزاء:۔

چاول	ایک کلو
بیف (بون لیس)	ایک کلو
آلو	آدھا کلو
ٹماٹر	ایک کلو
فرائی پیاز	ایک پاؤ
لہسن ادرک کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
دہی	آدھا کلو
ہری مرچ	حسب ضرورت
لیموں	ایک پاؤ
ثابت گرم مصالحہ	حسب ضرورت
ہلدی	۲ چائے کے چمچ
پسی لال مرچ	۲ چائے کے چمچ
پسا دھنیا	۲ چائے کے چمچ
پسا گرم مصالحہ	۲ چائے کے چمچ
نمک	حسب ضرورت
چاٹ مصالحہ	۲ چائے کے چمچ
زردے کا رنگ	آدھا چائے کا چمچ
خشک آلو بخارے	۱۰۰ گرام
بریانی ایسنس	چند قطرے
تیل	ایک کپ
دودھ	آدھا کپ

ترکیب:۔

چاول کو ثابت گرم مصالحہ شامل کرکے اُبال کر چھان لیں، دہی کو پھینٹ لیں اور اس میں لہسن ادرک کا پیسٹ، نمک، ہلدی، پسی لال مرچ، پسا گرم مصالحہ، پسا دھنیا اور پسا زیرہ کو اچھی طرح مکس کریں اور گوشت پر لگا کر آدھے گھنٹے کے لئے رکھ دیں اور ساتھ ہی فرائی پیاز بھی مکس کردیں۔ پھر ٹماٹر، آلو، لیموں، ہری مرچ میں پسی لال مرچ، نمک، ہلدی، پسا دھنیا، پسا گرم مصالحہ، چاٹ مصالحہ اور پسا زیرہ مکس کرکے الگ فرائی پین میں فرائی کرلیں۔ اب گوشت کو تیل گرم کرکے پکالیں۔ جب تیل الگ ہونے لگے تو آدھے ٹماٹر کاٹ کر شامل کردیں۔ ۵ منٹ بھونیں ساتھ ہی آلو بخارے بھی شامل کردیں اب پتیلی میں پہلے چاول کی تہہ پھر گوشت مصالحے کی پھر چاول کی اوپر سے فرائی آلو، ٹماٹر، ہری مرچ اور لیموں کی تہہ لگادیں۔ زردے کا رنگ بریانی ایسنس شامل کرکے دم لگادیں۔

نزہت جبین ضیاء......کراچی

مدراسی چاول کباب

اجزاء

آلو	۳ سے ۴ عدد
چاول	ایک پیالی
قیمہ	۲۰۰ گرام
نمک	حسب ذائقہ
ادرک لہسن پسا ہوا	ایک کھانے کا چمچ
پیاز	ایک عدد درمیانی
سفید زیرہ	ایک چائے کا چمچ
کالی مرچ کٹی ہوئی	ایک چائے کا چمچ
کٹی ہوئی لال مرچ	ایک چائے کا چمچ
لیموں کا رس	دو کھانے کے چمچ
ڈبل روٹی کا چورا	حسب ضرورت
انڈے	دو عدد
آئل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

چاولوں کو دھو کر بیس منٹ بھگو کر رکھ دیں۔ آلوؤں کو ابال کر چھیل لیں اور قیمے کو دھو کر پین میں ڈال کر ابلنے رکھ دیں۔ پھر اس میں کٹی ہوئی پیاز، ادرک لہسن، زیرہ اور کالی مرچ ڈال دیں۔ قیمے کا اپنا پانی خشک ہونے پر اچھی طرح بھون کر چولہے سے اتار لیں۔ ٹھنڈا ہونے پر چوپر میں گدرا پیس لیں اور نمک ملا لیں۔ چاولوں کو نمک ملے پانی میں پندرہ سے بیس منٹ ابال لیں اور چھلنی میں ڈال کر پانی نتھار لیں۔ تھوڑے سے ٹھنڈے ہونے پر ان میں نمک، کٹی ہوئی لال مرچ، ابلے ہوئے آلو اور لیموں کا رس شامل کر کے اچھی طرح میش کرلیں۔ قیمے کی ٹکیہ بنالیں اور چاول کے مکسچر کی اس سے تھوڑی سی بڑے سائز کی ٹکیاں بنالیں۔ فرائنگ پین میں تلنے کے لیے آئل کو درمیانی آنچ پر تین سے چار منٹ گرم کریں، دو چاول کی ٹکیہ لے کر ان کے درمیان میں قیمے کی ٹکیاں رکھیں اور ہلکا سا دبا دیں۔ ان کبابوں کو پہلے پھینٹے ہوئے انڈے میں ڈپ کریں پھر ڈبل روٹی کے چورے میں رول کرکے سنہرا فرائی کریں۔

ثمن رحمان......اکبر روڈ، کراچی

لکھنوی گلاوٹ کے کباب

اجزاء:۔

قیمہ	ایک کلو
کچا پپیتا (پیس کر)	دو چائے کے چمچ
ادرک کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
سرخ مرچ پاؤڈر	حسب پسند
سفید زیرہ	دو چائے کے چمچ
پسا ہوا کھوپرا	چار چائے کے چمچ
خشخاش	دو چائے کے چمچ
گرم مسالا پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
جائفل	1/4 سائز کا ایک ٹکڑا
جاوتری	ایک چائے کا چمچ
بیسن (بھون کر چھان لیں)	چار کھانے کے چمچ
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

سب سے پہلے سفید زیرہ پسا ہوا کھوپرا اور خشخاش بھون کر پیس لیں۔ پھر گرم مسالا پاؤڈر، جائفل، جاوتری اور دار چینی بھی باریک پیس لیں۔ قیمے میں کچا پپیتا، نمک اور ادرک لگا کر دو گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ اب اس میں باقی سارے مسالے اور دہی، پیاز وغیرہ کو اچھی طرح ملا کر مزید آدھے گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ اب اس آمیزے کے گول یا کسی بھی شکل کے کباب بنالیں۔ ایک فرائنگ پین میں آئل ڈالیں اور گرم ہونے پر اس میں یہ کباب فرائی کرلیں نہایت مزے دار لکھنوی گلاوٹ کے کباب تیار ہیں۔

طلعت نظامی......کراچی

مٹن مسالے دار بریانی

اشیاء:۔

بکرے کا گوشت	ڈیڑھ کلو
چاول	ڈیڑھ کلو
تیل	ڈیڑھ کپ
لہسن پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
ادرک پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
دھنیا پاؤڈر	دو کھانے کے چمچے
نمک	حسب ذائقہ
پیاز	دو عدد (سلائس کاٹ لیں)
دہی	ایک کپ
گرم مسالا پاؤڈر	دو چائے کے چمچے
دار چینی	تین ٹکڑے
لونگ	چھ عدد
ثابت سیاہ مرچیں	دس عدد
بڑی الائچی	دو عدد
جائفل	چھوٹا ٹکڑا
جاوتری	تین چھوٹے ٹکڑے
چھوٹی الائچی	چار عدد
ہری مرچیں	چھ عدد
ٹماٹر	دو عدد (چھوٹے ٹکڑے کرلیں)
زعفران	ڈیڑھ چائے کا چمچہ
گرم دودھ	چھ کھانے کے چمچے
آلو	تین عدد
کیوڑا	چند قطرے

ترکیب:۔

ایک پتیلی میں تیل گرم کرکے اس میں پیاز ڈال کر

براؤن ہونے تک فرائی کریں اس کے بعد نکال کر الگ رکھ لیں۔

اب اسی تیل میں دو عدد دار چینی کے ٹکڑے، دو عدد چھوٹی الائچی، تین عدد لونگ، پانچ عدد ثابت سیاہ مرچیں، ایک عدد بڑی الائچی، ایک عدد جاوتری اور تھوڑا سا جائفل ڈال کر چمچہ چلائیں اس کے بعد اس میں بکرے کا گوشت، لہسن پیسٹ، ادرک پیسٹ، دھنیا پاؤڈر، لال مرچ پاؤڈر اور نمک ڈال کر گوشت کا پانی خشک ہونے تک بھونیں اس کے بعد اس میں دہی، آلو اور براؤن کی ہوئی پیاز کو چورا کرکے ڈالیں۔ گوشت گلنے کے بعد اس میں گرم مسالا پاؤڈر شامل کریں اور پانچ منٹ کے لیے دم پر رکھ دیں۔

ایک دوسری پتیلی میں چاول ڈال کر اس میں دار چینی، لونگ، ثابت سیاہ مرچیں، بڑی الائچی، جائفل، جاوتری، چھوٹی الائچی اور نمک شامل کرکے ایک کنی رہنے تک ابال لیں۔ اس کے بعد پانی نتھار کر چاولوں کو ایک طرف رکھ دیں۔ گرم دودھ میں گوشت زعفران بھگو کر ایک طرف رکھ دیں۔ ایک بڑے پتیلے میں پہلے ابلے ہوئے آدھے چاولوں کی تہ لگائیں اس پر تیار کیے ہوئے گوشت کا آمیزہ، ٹماٹر، ہری مرچیں اور ہرا دھنیا ڈال کر باقی چاول ڈال دیں اور آخر میں دودھ میں بھگویا ہوا زعفران اور کیوڑا ڈال کر ڈھکن ڈھک کر دم پر لگا دیں۔ لذیذ مٹن مسالے دار بریانی تیار ہے۔ سرونگ ڈش میں نکال کر رائتے کے ساتھ گرم گرم سرو کریں۔

ہالہ سلیم...... کراچی

اچاری قیمہ دیگی پلاؤ

اشیاء:۔

قیمہ (بکرے کا)	ایک کلو
باسمتی چاول	ایک کلو
اچار	ڈیڑھ کپ
پیاز	دو عدد
لہسن، ادرک پیسٹ	دو کھانے کے چمچے
ہری مرچیں	تین سے پانچ عدد
کڑھی پتے	تین سے چار عدد
گرم مسالا پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچہ
تیز پات	ایک عدد
لیموں	ایک عدد (باریک گول ٹکڑے کاٹ لیں)
لونگ	پانچ عدد
ثابت سیاہ مرچیں	پانچ عدد
پانی	چار کپ
نمک	حسب ذائقہ
دہی	ایک کپ
لیمو فوڈ کلر	چند قطرے
ہلدی پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
ٹماٹر	دو عدد (باریک کاٹ لیں)
تیل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

ایک سوس پین میں تیل گرم کرکے اس میں پیاز ڈال کر چمچہ چلائیں۔ براؤن ہونے پر اس میں قیمہ ڈالیں اور قیمے کی رنگت براؤن ہونے پر اس میں دہی، ٹماٹر، اچار، ہری مرچیں، لہسن، ادرک پیسٹ، کڑھی پتے، نمک، گرم مسالا پاؤڈر، تیز پات، لونگ، ثابت سیاہ مرچیں اور ہلدی پاؤڈر ڈال دیں اور بھونیں جب تیل الگ ہوجائے اور گوشت گل جائے تو پانی ڈالیں اور ابال آجائے تو اس میں چاول اور لیمو فوڈ کلر ڈال کر چمچہ چلائیں۔

جب پانی سوکھ جائے تو ہلکی آنچ پر دم پر رکھ دیں۔ مزے دار اچاری دیگی پلاؤ تیار ہے۔ سرونگ ڈش میں نکال کر لیموں سے گارنش کریں اور رائتے کے ساتھ گرم گرم سرو کریں۔

جویریہ ضیاء...... ملیر

بیوٹی گائیڈ

روبینہ احمد

موئسچرائزنگ ضروری ہے:۔

گرمیوں میں بھی آپ کی جلد کو موئسچر کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی سردیوں میں ہوتی ہے اور اگر آپ اپنی جلد کو سال کے بارہ مہینے نرم و ملائم اور یکساں طور پر نم دار رکھنا چاہتی ہیں تو آپ کو ہر موسم میں جلد کی حفاظت کے لیے خاص عمل موئسچرائزنگ پر توجہ دینی ہوگی۔

جس طرح سرد موسم میں خشک ہواؤں کا زور ہوتا ہے بالکل اسی طرح گرم موسم میں خشک ہواؤں کے خاص دن ہوتے ہیں جو جلد کے لیے بے حد مضر ہیں ان خاص دنوں میں کوشش کریں کہ تیز ٹھنڈے پانی یا تیز گرم پانی کا استعمال نہ کریں اس موسم میں خصوصی طور پر اسٹیم لینا آپ کی جلد کے لیے بہتر ہوسکتا ہے۔ موئسچرائزنگ پروڈکٹ کے معاملے میں ہمیشہ ملکی موئسچرائزر کو ترجیح دیں کیونکہ دودھ کی اضافی قوت ڈیڈ سیلز (مردہ خلیے) کو بھی ختم کردیتی ہے اس کے علاوہ دودھ میں اس کی اپنی خصوصیات کے ساتھ ساتھ پانی کی نمی بھی ہوتی ہے۔

گرمیوں میں آپ گرمی سے پریشان ہوکر دن میں زیادہ سے زیادہ منہ دھونے کو ترجیح دیتی ہیں جس کی وجہ سے ہر بار منہ دھونے کے ساتھ ساتھ جلد کی نمی بھی کم ہوتی رہتی ہے اور آپ نمی کے معاملے میں کمی محسوس کرتی ہیں اس کا آسان حل یہ ہے کہ غسل کے فوراً بعد ویسلین اور باڈی لوشن استعمال کریں۔ وٹامن ای جسم میں آئل اور پانی کو بیلنس رکھتا ہے اور بلڈ سرکولیشن کو بھی بحال رکھتا ہے۔ وٹامن ای کے وسائل میں انڈے، مچھلی، دہی، ویجی ٹیبل آئل، خشک میوہ جات اور مکھن شامل ہے۔

چہرے کے ساتھ ساتھ تمام جسم کا خیال رکھیں اور اچھے برانڈ کا باڈی لوشن استعمال کریں اگر آپ سردیوں کی طرح گرمیوں کے مخصوص خشک دنوں میں بھی اپنی جلد کی نمی کا باقاعدہ خیال رکھیں گی تو اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ آپ سال کے بارہ مہینے بہترین جلد کی مالک بن سکتی ہیں۔

نیچرل فیس موئسچرائزر

آپ کا چہرہ آپ کی شخصیت کی کھڑکی کہا جاتا ہے جس طرح آپ کے گھر کی کھڑکی سے آپ کے گھر کے ڈیکوریشن کا پتا چلایا جاسکتا ہے اسی طرح آپ کا چہرہ بھی آپ کے اندر کی صحت کا پتا بتاتا ہے۔ بہرحال یہ ضروری نہیں کہ آپ کی جسمانی کمزوری ہی آپ کی جلد کی خرابی کی وجہ ہو۔ روزمرہ آلودگی اور زیادہ دیر تک سورج کی شعاعوں میں رہنے سے بھی آپ کی جلد متاثر ہوتی ہے اگر بروقت اس ڈی ہائیڈریشن کو چیک نہ کیا جائے تو یہ جلد کے سیل کو نقصان پہنچا سکتی ہے اور وقت سے پہلے آپ کو عمر رسیدہ بنا سکتی ہے۔ آج کے اس مصروف دور میں یہ ناممکن ہے کہ آپ ہر وقت گھر کے پرسکون ماحول میں بیٹھ کر کام کریں اس لیے آپ موجودہ دور میں تیار ہونے والی لاتعداد بیوٹی پروڈکٹس پر انحصار کرتی ہیں جو نہ صرف یہ کہ آپ کے بجٹ سے بھی باہر ہوتی ہیں اور بعض اوقات آپ کی جلد کے لیے بھی نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہیں۔ بازار کی ان مہنگی اور سائیڈ افیکٹس کرنے والی پروڈکٹس سے بہتر ہے کہ آپ گھر پر تیار کی گئی پروڈکٹس پر زیادہ توجہ دیں جو نہ صرف جلد کے لیے موزوں ہوتی ہیں بلکہ بازاری پروڈکٹس کے مقابلے میں سستی بھی ہوتی ہیں۔ ان کے استعمال سے آپ بہتر نتائج حاصل کرسکتی ہیں اور کوئی سائیڈ افیکٹس کا خطرہ بھی نہیں رہتا اس لیے اب انتظار کس بات کا ہے ذیل میں دی گئی چیزوں میں سے کسی پروڈکٹ کو بھی آزما کر دیکھیں اور بغیر ایکسٹرا رقم ضائع کیے بغیر نتائج حاصل کریں۔

ہوم میڈ موئسچرائزر ریسیپیز

اجزاء:

تین چمچے...... ویٹ جرم آئل

تین چمچے...... شہد

ایک اونس...... Witch Hazel

ایک اونس...... گلیسرین

آدھا اونس......گلاب کا پانی

طریقہ:
ان تمام اجزاء کو اچھی طرح مکس کرکے اس وقت تک بلینڈ کریں جب تک یہ کریم کی شکل اختیار نہ کرلیں۔ ایک جار میں بھر کر ریفریجریٹر میں رکھ لیں۔ شاور کے بعد اپنے پورے جسم پر اسے لگائیں۔

ایلوویرا موئسچرائزر

اجزاء:
چھ چمچے......ایلوویرا
چھ چمچے......منرل واٹر

طریقہ:
دونوں کو برابر ملا کر اچھی طرح مکس کرلیں اس مکسچر کو کریم کی شکل دینے کے لیے ابال لیں' ٹھنڈا کرکے ایک جار میں محفوظ کرلیں اور سونے سے قبل استعمال کریں۔

بادام موئسچرائزر

اجزاء:
چار چمچے......منرل واٹر
چار چمچے......خالص بادام کا تیل

طریقہ:
منرل واٹر اور بادام کے تیل کی برابر مقدار لے لیں اور اپنے ہاتھوں سے اچھی طرح ملالیں اس مکسچر کو سونے سے قبل روزانہ اپنے چہرے پر لگائیں۔

بادام اور گلیسرین نائٹ کریم

اجزاء:
ایک چمچہ......بادام کا تیل
ایک چمچہ......ملک پاؤڈر
دو چمچے......گلیسرین
ایک چمچہ......لیمن جوس

طریقہ:
بادام کے تیل کو ملک پاؤڈر کے ساتھ ملالیں اس میں گلیسرین اور لیمن جوس بھی شامل کرلیں اچھی طرح بلینڈ کرکے اسے نائٹ کریم کے طور پر استعمال کریں۔

پیچ کریم موئسچرائزر

اجزاء:
ایک پکا ہوا آڑو اچھی طرح مسل لیں
ایک چمچہ......کھوپرے کا تیل
ایک چمچہ......بادام کا تیل
سوا چمچہ......اورنج آئل
سوا چمچہ......گلاب کا پانی

طریقہ:
آڑو کو اچھی طرح جوس نکال کر تمام اجزاء کو اچھی طرح بلینڈ کرلیں اچھی طرح حل ہونے تک ملاتے رہیں دن بھر اس کریم کو استعمال کریں اسے سدا ریفریجریٹر میں رکھنا زیادہ بہتر ہوگا۔

جوجوبہ فیشل موئسچرائزر

اجزاء:
25 ملی لیٹر......جوجوبا آئل
25 ملی لیٹر......ایپریکوٹ کرنل آئل
دو چمچہ......ایوننگ پرائم روز آئل
پندرہ گرام......بیز ویکس
دو کپ......سادہ پانی
دو چمچہ......گلاب کا پانی
ایک چمچہ......لیمن جوس
70 ملی لیٹر......بوتل کا پانی

طریقہ:
سادہ پانی' بیز ویکس' جوجوبہ آئل اور ایپریکوٹ کرنل آئل کو ڈبل بوائلر میں مکس کرلیں' اچھی طرح انہیں پکالیں۔ اس مکسچر کو نکال کر ٹھنڈا ہونے کے لیے چھوڑ دیں' بوتل کے پانی' گلاب کے پانی' لیمن جوس اور پرائم روز آئل کو ڈبل بوائلر میں ڈال کر اس میں مکسچر کو اچھی طرح گرم کرلیں اس میں ٹھنڈے جوجوبہ مکسچر کو ڈال لیں اور اسے اچھی طرح گاڑھا کرلیں۔ یہ کریم دو ماہ تک استعمال کی جاسکتی ہے' یہ دن بھر لگانے والی کریم ہے۔

ام ایمن......خانیوال

نیرنگ خیال

ایمن وقار

غزل

شب کی آنکھوں میں ہے لہو جاناں
کیجیے کچھ تو گفتگو جاناں
قریۂ شوق میں بھٹکتا ہوں
کون رکھے گا آبرو جاناں
خوب صورت ہے تو بہت لیکن
ذکر میرا ہے کو بہ کو جاناں
عشق تو مانگتا ہے قربانی
کب ہوا کوئی سرخرو جاناں
کیا ملا ہے مجھے محبت میں
دل ہوا ہے لہو لہو جاناں
یہ بچھڑنے کا وقت ہے لیکن
بات سن لو ذرا رکو جاناں
مت زمانے کی بات مانو تم
کہہ رہا ہے جو دل سنو جاناں
محبت کا ایک ہے اعزاز
زخم میرے نہ تم گنو جاناں

حکیم خان حکیم......اٹک

غزل

نگری نگری لوگ یہاں ویران ہوئے
عشق میں میری جاں بہت نقصان ہوئے
خود غرضی کو اوڑھ لیا ہے چہروں پر
دیکھ لیا ہے پتھر بھی بھگوان ہوئے
ہار دیا ہے بیٹے نے اک ممتا کو
کیسے کیسے لوگ یہاں انسان ہوئے
وہ میری دہلیز پر آیا برسوں بعد
ہم ان کو یوں دیکھ کے سب حیران ہوئے
اس کے لوٹ کے جانے پر احساس ہوا
میرے شہر کے دروازے بھی سنسان ہوئے
خون سے غزلیں سینچ رہی ہوں چپکے سے
ایسے کیسے یہ آخر دیوان ہوئے

فریدہ جاوید فری......لاہور

تُو میرے ساتھ رہا کر

میں تیرے ساتھ میں اب زندہ ہوں
اک مہاجر سا میں پرندہ ہوں
دل سہم جائے ناں......تُو ساتھ رہا کر ہر پل
سانس رک جائے ناں......تُو ساتھ رہا کر ہر پل
تُو گھڑی بھر کو جو چھپ جائے میری نظروں سے
کیسے بتلاؤں میری جان نکل جاتی ہے
وقت تھم جائے ناں......ڈر لگتا ہے
تُو بچھڑ جائے ناں......ڈر لگتا ہے
تُو نظر میں ہی رہا کر ہر پل
دسترس میں ہی رہا کر ہر پل
تُو میرے سنگ رہے آرزوئے جان ہے یہ
ہو تیرا ہاتھ میرے ہاتھ میں ارمان ہے یہ
تیری سنگت مجھے پریوں کے دیس لے جائے
اور اس خواب نگر سے تیری خوشبو آئے
خواب ٹوٹے نہیں......تُو ساتھ رہا کر ہر پل
ہاتھ چھوٹے نہیں......تُو ساتھ رہا کر ہر پل
جلد ہی چھوڑ تیرا دیس مجھے جانا ہے
زندگی تو ہے فنا موت میں کھو جانا ہے
چار دن تھے جو میرے پاس وہ گزر بھی گئے
تُو میری جان میرے ساتھ رہا کر ہر پل
شام ڈھلنے کو ہے تُو ساتھ رہا کر ہر پل

عرشیہ ہاشمی......آزاد کشمیر

غزل

آج مدت کے بعد کسی نے دل کا قفل کھولا ہے
زنگ آلود سی جینے کی خواہش آزاد ہوئی ہے
خوش رہو تو وجہ معقول ہو غم زدہ ہو تو جواب دینا پڑتا ہے
یہ دنیا کب کسی سے یہاں شاد ہوئی ہے

خوشی اورغم کی اظہار کے لیے ایک دو آنسو چھلک پڑتے تھے
اب تو آنسوؤں کی تعداد بھی لاتعداد ہوئی ہے
سنا ہے ایک ہیر تھی جس نے پیار کی خاطر جان گنوادی تھی
اب تو خستہ حال، فرسودہ سی یہ روداد ہوئی ہے
بڑی چاہ سے بڑی کثرت سے جن کو مانگا تھا کبھی دعا میں
اس دعا کے رد ہونے کی وجہ معلوم برسوں بعد ہوئی ہے
اس کو یاد رکھنے کا عہد کر بیٹھے تھے
اب جس کی آواز بھی ایک بوجھل، بوسیدہ سی یاد ہوئی ہے
وہ جکڑا گیا ہے فریبی رشتوں کی زنجیر میں
بالآخر قبول آج میری فریاد ہوئی ہے
زنگ آلود سی جینے کی خواہش آزاد ہوئی ہے
دیا احمد...... چکوال

دعا
اے میرے وطن تیری حسین راہوں کی
ہر راہ گزر پر سدا
خوشیوں کے پھول مہکیں
کامیابی کا ہر تارا چمکے
تیرے وسیع فلک پر سدا
اے وطن......!
تیرے جوانوں کو دے خدا اور جنون
جو تیری سرحدوں کی حفاظت کریں سدا
اے وطن......!
تیری دھرتی پر سدا خوشیوں کی اترے بارات
تیرے در و بام پر نہ آئے کبھی غم کی رات
سامعہ ملک پرویز...... خان پور ہزارہ

یادِ ماضی
نہ وہ حسرتیں نہ وہ خواہشیں
نہ وہ سوچ ہے نہ وہ خیال ہے
نہ وہ ولولے نہ وہ شوخیاں
نہ وہ شوقِ دل، نہ وہ جمال ہے
نہ وہ وقت ہے کہ بھروں سسکیاں
نہ وہ وقت ہے کہ رہوں بے قرار
نہ اب دل میں میرے کوئی آہ ہے
نہ اب میرے دشمن ہیں بے شمار
ترے ذکر کی تھیں جو محفلیں
سرِ شام ہی وہ چلی گئیں
جو نظر رہی ترے آس پاس
وہ ساعتیں بھی چلی گئیں
وہ اشک تھے بہتے رہے
وہ راتیں بھی ساری گزر گئیں
تری فکر میں تھیں جو الجھنیں
وہ باتیں بھی ساری گزر گئیں
جو لطافتوں کا تھا اک قافلہ
وہ جنونِ شوق تھا جو گزر گیا
ترے پیار پر میرا مان تھا
وہ قرض بھی دل سے اتر گیا
بڑا فخر تھا مجھے اپنے آپ پر
وہ باغِ تمنا بھی اجڑ گیا
مرے ساتھ تھیں تری رفاقتیں
کیا وہ وقت تھا جو بگڑ گیا
طلعت صابر...... حیدرآباد سندھ

نظم
وقت کی چھاؤں میں
زندگی اک خلش سی ہے
دور جاتی
پاس آتی......
الجھتی گرتی......
سنبھلتیں سانسیں
آس بھی ہیں
پھانس بھی ہیں......
وقت وقت کی بات ہے
کوئی دور ہے کوئی ساتھ ہے
کوئی اجنبی
کوئی آشنا

کوئی زندگی
کوئی ہر دعا
کبھی فرق ہے
کبھی فصل ہے
اور وصل فراق کی چھاؤں میں
ہمارا عشق اک سزا سا ہے
سزا بھی یہ کہ......
جس میں اداس ہی اداس ہو
پتھرائی بنجر آنکھوں میں
روشنی کا دیا نہ ہو......
روح سانسیں سب بنجر ہوں
اور اسی بنجر زندگی میں
ضمیر مر چکا ہو......
غلامیٔ نفس سے تھک چکا ہو
کوئی آئے اور نکال دے
اس قید زندگی سے ہمیں
کبھی معجزہ گر ہو جائے تو
ہمیں ان دکھوں سے نجات ملے
کوئی ساتھ ملے......!
سمیرا غزل صدیقی...... کراچی

گمنام
کتبے پر تو مرحوم کا نام لکھا ہوتا ہے ناں
وہ کہتے ہیں
کتبہ بنوانا ضروری ہے کیا؟
جو مر جائیں ان کے پیچھے
پیسے خرچ کرنا
فضول خرچی کہلاتا ہے
تو......
میرے شناختی کارڈ پر
پاسپورٹ پر
گھر کے کاغذات پرٹینگ کے پیپرز پر
کہانی کے آغاز پر
شاعری کے اختتام پر
نام درج کرنا شرط ہے ناں
تو پھر ایسا نہ ہو
دنیا میں نام بنانے کے لاکھ جتن کرنے کے بعد
جب میں دنیا سے چلی جاؤں
تو لوگ کہیں
کتبہ بنوانا ضروری ہے کیا؟
جو مر جائیں ان کے پیچھے
پیسے خرچ کرنا
فضول خرچی کہلاتی ہے
شیریں تبسم...... کراچی

مرحومہ ماں کے نام
بہت مشقتیں تُو نے جھیلیں
بہت سے درد تُو نے سہے ہیں
تختیٔ موت سے کئی گنا بڑھ کر
تیری تربت میں ٹھنڈک آئے
ماں تجھے ذرہ بھر تکلیف نہ ملے
اس دعا کے لیے میں نے ہاتھ ہیں اٹھائے
قدموں تلے رکھی ہے رب نے جنت
جھیلی ہے میری ماں نے زندگی کی مشقت
کلمہ گو کو بھی بخش دیتا ہے تُو......
یہ تو پھر ہے تیرے محبوب ﷺ کی امت
ماں تجھے ذرہ بھر تکلیف نہ ملے
اس دعا کے لیے میں نے ہاتھ ہیں اٹھائے
تُو تو ستر ماؤں بھی سے بڑھ کے چاہتا ہے
عجب کرشمے اپنی رحمت کے دکھاتا ہے
میری ماں کی عصیاں سے کرنا درگزر
تیری محبت و مغفرت جوش میں آئے
تیرا نامہ اعمال روشن ہو ماں
تیرے چہرے پر نور ہو بے پناہ
جو بھی لغزشیں ہیں تیری زیست کی
وہ سب نیکیوں میں بدل جائیں

ماں! تجھے آخرت میں کوئی دکھ نہ پہنچے
مولا کریم روزِ محشر اتنی رحمت برسائے
کہ تیرا چہرہ اس کے نور سے چمک جائے
ماں...... پیاری ماں
تجھے ذرہ بھر تکلیف نہ ملے
اس دعا کے لیے نیلم نے ہاتھ ہیں اٹھائے

نیلم شہزادی...... کوٹ مومن

بہت یاد آتے ہو تم
میرے خوابوں میں، خیالوں میں تم ہو
میری دھڑکن میری روح میں تم ہو
میرا گزرا وقت کل آج میں تم ہو
بہت یاد آتے ہو
شام ڈھلے رات کی تاریکی میں تم ہو
دیدار کو ترستی پیاسی نگاہوں میں تم ہو
سوگ مناتی غم میں نڈھال پلکوں میں تم ہو
ویران دنیا اجڑا گلشن خالی صحرا یعقوب
مرگ بستر پر تڑپتے جسم وجاں میں تم ہو

ایم یعقوب...... ڈیرہ غازی خان

نظم

میرے ہم نوا......
میرے خیر خواہ......
کہاں سو گئے؟
کہاں کھو گئے؟
شب وروز کرتی ہوں یاد تجھے بے پناہ
میں بھولی نہیں ہوں تجھے، ہے خدا گواہ
میری جان اب پلٹ آ باخدا
منتخب کر میری کوئی اور سزا
سن......
بڑی عیدیں گزر گئیں تیرے بنا
دیکھ......
چھوڑ دے یہ ضد اب مان جا
میرے ہم نوا......
میرے خیر خواہ......
کہاں سو گئے؟
کہاں کھو گئے؟

ثمین افضل وڑائچ...... شادیوال، گجرات

باخبر

بڑے دنوں سے ہے بے خبر وہ
جو میرے پل پل سے باخبر تھا
کبھی میں ٹوٹی تو جوڑتا تھا
وہ میرے قدموں پر دوڑتا تھا
میں روٹھ جاتی مناتا مجھ کو
طرح طرح سے ہنساتا مجھ کو
کبھی بچھڑنے کی بات ہوتی
تو سادھ لیتا تھا چپ ہمیشہ
وہ جو اکیلا چلا نہیں تھا
کبھی جو غم سے ڈرا نہیں تھا
کہاں گیا وہ کدھر گیا وہ
وہ شخص تو بڑا باہنر تھا
بڑے دنوں سے ہے بے خبر وہ
جو میرے پل پل سے باخبر تھا

نورین لطیف...... ٹوبہ ٹیک سنگھ نا گرہ

نظم

میری عید کے
لمحوں کو
میسر نہیں
چاند کو تکنے
کے اوقات
میرا وہ ہر لمحہ
ہی عید ہے
جس میں تم ملو
چاہے ابھی سے
پلٹ جاؤ......!

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

غزل

جان لیے جاتا ہے یہ مزاج عاشقانہ
بہت بجتی ہے آپ پر یہ گفتگوئے شاعرانہ
کچھ دیر پاس بیٹھو کہ نظروں کو سکون ملے
ہر بار چلے جاتے ہو کر کے کوئی بہانہ
حیران کیوں ہیں اب دیکھ کر ہماری حالت
آپ کے لیے ہی اپنایا ہے یہ انداز فقیرانہ
بہک جاتی ہیں یہ نظریں دیکھ کر تجھے سامنے
گر ہو سکے تو معاف کر دیجیے یہ حرکت گستاخانہ
ہر بار خفا ہوتے تھے آپ میری نظروں کے لمس سے
لو نکال کر ہی پھینک دی ہیں یہ نگاہیں بے تابانہ
نگاہِ کرم کیجیے کہ کب سے جھکی ہوئی ہے کنول
جان قبول کیجیے ہماری طرف سے چھوٹا سا نذرانہ

مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں

نظم

میں درد کی کتاب ہوں
مجھے کیا کرے گا وہ کھول کے
میرے ورق ورق پر اشک ہیں
میری بے بسی کے خیال ہیں
مجھے زندگی سے گلہ نہیں
جسے چاہا تھا وہ ملا نہیں
لگی چوٹ دل پر جو عشق کی
ابھی زخم وہ بھرا نہیں
میری سادگی کا جمال دیکھ
جس شخص نے مجھے بھلا دیا
اس شخص سے مجھے گلہ نہیں
رکھے خوش صدا بس ہے یہی دعا کنول
میری قسمت میں وہ تھا نہیں
اس لیے مجھے ملا نہیں

شگفتہ گل...... بھکر

سکون

دنیا سے مجھے
کچھ نہیں چاہیے
یا خدا......
بس اتنی سی
التجا ہے کہ......
مجھے اپنا قرب
عطا فرما ایسا......
کہ مجھے دنیا کا
ہوش نہ رہے
بس اتنا سا کرم
فرما دے
یا خدا......
مجھے دنیا کا مال و دولت
نہیں چاہیے......
دنیا تو فانی ہے
یا خدا......
ہم سب کے نصیب میں
ایسا سکھ لکھ دے
جس میں صرف
اور صرف سکون ہو

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

ساون بھادوں

لو پھر سے آیا ساون بھادوں
کتنی بوندیں برس گئیں
کچھ پیڑ کی ڈال پر اٹک گئیں
ننھی منی بوندیں ہیرے جیسی صاف شفاف
پتے پر سے جب گری تو
کیچڑ میں مل کر پل بھر میں کیسے
وہ تو بے مول ہوئیں
کسی کی زلفوں پر پڑی تو
خود پر بہت مغرور ہوئیں
ادائے بے نیازی سے زلف نے جو کھایا جھٹکا
ہوا کے دامن سے ٹکرائیں

کتنے حصوں میں چور ہوئیں
من میں خواہش جاگی میرے
بھرلوں بوندیں ہتھیلی پر
ہاتھ پھیلایا بھرلیں بوندیں
پرخواہش میری حسرت میں بدلی
ہاتھ کی اوک میں آتے ہی بوندیں
پانی میں بدلیں بے نام ہوئیں

ثنا منیر...... کھوکھر

ایک نام

کل رات بھی وہ رات تھی
کچھ دیر پہلے نیند سے
انگلی سے ٹھنڈے فرش پر
ایک ہی نام بس لکھتی رہی
اور پھر اس ہی نام پر
سر رکھ کر میں روتی رہی

فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر

غزل

خواب در خواب ہیں
حسرتوں کے باب ہیں
گلشن کی ڈالی ڈالی سسک رہی ہے
اور رو او بے گلاب ہیں
ظلم کی گھٹائیں ہیں چار سو
درد کے روز نکلتے آفتاب ہیں
کرب حال جو کرتے ہیں سوال
موت کے بن کرآتے جواب ہیں
جو کمایا شہر امیراں نے ہے
نکلتے اس کے غریبوں سے حساب ہیں

نحل سعدی آرائیں...... گولارچی

"اچھا لگا"

اس نے کہا
جو بھی کہا
اچھا لگا......
وہ کم سخن
وہ کم ادا
وہ بے وفا
اچھا لگا......
جب بھی ملا
روٹھا ملا
جب بھی ملا
اچھا لگا......
وہ ظلم پر مائل بہت
وہ جبر کا قائل بہت
اس کا ستم
ہر ایک ستم
مجھ کو سدا
اچھا لگا......
تم پیار کے قابل نہیں
تم پیار کے لائق نہیں
اس نے کہا
ہم سے کہا
ہم نے سنا
اچھا لگا......!

جاناں...... چکوال

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

دوستوں کے نام

السلام علیکم! ڈیئر آنچل قارئین' رائٹرز اور اسٹاف' کیسے ہیں آپ سب؟ آج میں ان لوگوں سے مخاطب ہوں جن سے میرا رابطہ صرف دل سے دل تک کا ہے۔ حنا یونس پتا نہیں کیوں تم مجھے یاد آتی ہو' ایسا لگتا ہے جیسے تم سے میرا روحانی تعلق ہو تم میری دعاؤں کے حصار میں ہو' اللہ پاک تمہیں بہت سی خوشیاں دے' بہت کامیابیاں ملے تم کو' آمین۔ لاڈو ملک ہوسکتا ہے تم مجھے بھول چکی ہو پر میں تمہیں کبھی نہیں بھول سکتی۔ زندگی نے وفا کی تو ہم ضرور ملیں گے آمین۔ انا خان مہوش کیسی ہو' تم بھی بہت یاد آتی ہو' تمہاری شرارتیں اور شوخیاں جب بھی یاد آتی ہیں۔ ہونٹوں پر خود بخود مسکراہٹ آجاتی ہے' جہاں رہو خوش رہو۔ ریحانہ راجپوت' عشرت سعید' شہناز اینڈ شازیہ اقبال' عائشہ ملک' جاناں ملک' کیسی ہیں آپ سب اور وہ سب دوستیں جنہوں نے میری تحریر کو پسند کیا ان سب کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ۔ میری ساری فیس بک فرینڈز اور بھی بہت سی دوستیں سب کیسی ہو؟ میں نے فیس بک اور موبائل استعمال کرنا ترک کردیا ہے' فرصت نہ ہونے کی وجہ سے جیسے ہی استعمال کروں گی سب سے رابطہ کروں گی' ان شاء اللہ۔ عافیہ چوہدری کہاں چلی گئیں تم اور کیسی ہو؟ صائمہ اکرم چوہدری آپ کا لکھا سیریل بہت ہی زبردست ہے' اللہ آپ کو مزید کامیابیاں عطا کرے' آمین۔ بہت سی دوستیں بے وفا ہوگئیں اپنے پیغامات میں یاد کرنا بھی گناہ سمجھتی ہیں۔ جیسے کہ ماہ رخ سیال' سار یہ چوہدری' اللہ پاک سب کو خوش رکھے۔ پیارے وطن میں امن و امان ہو' بہت خوشیاں ملیں' آمین۔ اللہ ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین ثم آمین۔

صائمہ سکندر...... حیدرآباد

فرینڈز اور فیملی کے نام

السلام علیکم میری سویٹ فرینڈز کیسی ہو سب؟ سب کو عید مبارک۔ اب تو تم بالکل ہی بھول گئی ہو' ہاں 13 اگست کو میری سالگرہ ہے اگر کوئی گفٹ دینا چاہے تو موسٹ ویلکم۔ ہاں اگر آنچل سے کوئی ہماری فرینڈ بننا چاہتی ہے تو گفٹ دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں' ہاہاہا۔ مذاق کررہی ہوں' میری سسٹر کی بھی اگست میں سالگرہ ہے' میری طرف سے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ بہت سی نیک دعائیں' اللہ تمہیں کامیاب کرے۔ دیکھو اب تمہیں آنچل سے ہی وش کررہی ہوں' اب آنچل پڑھنے پر ہم سے لڑنا نہیں' اوکے۔ میرے پیارے امی ابو میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں' اللہ آپ دونوں کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ سلامت رکھے' آمین۔ میری طرف سے میری فیملی کو بھی عید مبارک۔ مجھے پتا ہے آپ بھی مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ 3 ستمبر میں میری ایک فرینڈ کی سالگرہ ہے' میری طرف سے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ جہاں رہو خوش رہو آباد رہو۔ تم جانتی ہو میں تم سے کتنا پیار کرتی ہوں پھر بھی تم مجھ سے رابطہ نہیں کرتی۔ چلو ایک دن تمہیں ہماری قدر ہوگی' تمہارے لیے بہت سی دعائیں' آپ سب کی معصوم اور لاڈلی۔

زہرہ فاطمہ...... نامعلوم

تمام آنچل دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے آپ سب کا؟ شیریں گل کیسی ہو؟ امید ہے تم ٹھیک ہی ہوگی اور دعا ہے کہ ہمیشہ ٹھیک ہی رہو' آمین اور (اریبہ شاہ) فائقہ سکندر حیات' پارس شاہ' ماہ رخ سیال تم سب سے میں دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے تمہارے جواب کا انتظار رہے گا۔ شاہ ویز' شازم کیسے ہو؟ قاسم ہمیشہ خوش رہو' آمین۔

عروسہ پرویز...... کالس

تمام رائٹرز اینڈ قارئین کے نام

السلام علیکم! ڈیئر رائٹرز اینڈ سویٹ قارئین سسٹرز! امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گی' میں چار سال سے آنچل کی خاموش قاری ہوں اور پہلی بار آنچل کے توسط سے لکھ رہی ہوں' سمیرا شریف طور' نازیہ کنول نازی آپ میری موسٹ فیورٹ رائٹرز ہیں اور میں آپ سے دوستی کی خواہاں ہوں' بتایئے قبول ہے۔ ام مریم آپ کے ناول "مجھے ہے حکم اذاں" نے تو میری زندگی بدل کر رکھ دی' خاص طور پر آخری دو قسطوں نے۔ آئی ایم گریٹ فل ٹو یو' اقراء صغیر احمد جلدی سے کسی نئے ناول کے ساتھ انٹری ماریں' آپ بہت اچھا لکھتی ہیں۔ شاہ زندگی مجھے آپ کا نام بہت پسند ہے' کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی۔ پروین افضل شاہین "ہم سے پوچھئے" میں آپ کے سوالات بہت اچھے ہوتے ہیں' اس کے علاوہ سمیرا اشتاق' سیدہ غزل زیدی' عشناء کوثر' ارم کمال' صنم ناز' عائشہ نور شاہ' سامعہ ملک پرویز' دعا ہاشمی' نورین شاہد' امبر گل' نزہت جبیں ضیاء' راحت وفا' نورین لطیف' سباس گل' شزا بلوچ' عائشہ خان' شیریں گل' سیدہ جیا عباس' فریدہ جاوید فری' فصیحہ آصف' کرن ملک' شمع مسکان' فائقہ سکندر حیات' ناز نیین اینڈ بتول شاہ میں آپ سب سے دوستی کی خواہاں ہوں۔ اگر قبول ہو تو آنچل کی ذریعے ضرور بتایئے گا' اس دعا کے ساتھ اجازت کہ اللہ آپ سب کو ہمیشہ خوش اور سلامت رکھے اور تمام نیک دلی خواہشات پوری کرے آمین۔

ایم فاطمہ سیال...... محمود پور

بہت پیارے ساتھیوں' دوستوں' بہنوں' بیٹیوں کے نام

اللہ رب العزت آپ سب کو خضر عمری' صحت کاملہ اور دین و دنیا کی ہر خوشی اور کامیابی نصیب کرے آمین ثم آمین۔ ہمارے اس خاندان کو' اس محفل کو سدا سلامت رکھے' شاد و آباد رکھے۔ ہمارے ملک میں' شہر میں' گھر میں اتنے مسائل اور الجھنیں واقعات ہوتے ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ ہر ایک پر تبصرہ کروں مگر آپ لوگوں سے ایک گزارش ہے کہ پلیز اپنی روزمرہ کی مصروفیات میں سے تھوڑا ٹائم نماز' قرآن کے لیے بھی وقف کردیں۔ کوشش یہ ہی کریں کہ جب رات کو بستر پر لیٹیں تو سب سے پہلے اپنے رب سے وعدہ کریں کہ "اے میرے رب تیرا کرم ہے کہ تُو نے مجھے رات دی کہ میں آرام کرسکوں' سوسکوں اپنوں کے حصار میں۔ میری رات بخیر و عافیت بسر ہو' ان شاء اللہ صبح بیدار ہوکر پھر اللہ کا شکریہ ادا کریں کہ اللہ نے آپ کو ایک صبح اور نصیب کی کہ آپ کوئی نیکی یا بھلائی کا کام کریں اور دوسری رات سونے سے پہلے پھر نیکی کے لیے دعا کریں تو ان شاء اللہ ہر رات اور دن کے درمیان آپ کوئی نہ کوئی نیک کام ضرور کریں گے۔ آخر میں درجواب آں میں جو کچھ میرے لیے لکھا گیا وہ پڑھ کر مجھے بے حد خوشی اور فخر محسوس ہوا کہ مدیرہ جی نے بڑے ہی خوب صورت انداز میں مجھے مخاطب کیا ہے۔ "ہمارے ساتھ اور بھی لوگ آپ کی کمی کو محسوس کرتے ہیں" بہت شکریہ نوازش' اللہ تعالیٰ آپ کی ہر مشکل آسان کرے' آمین۔ آپ کے مطابق میں نے موضوع وہی رکھا ہے لیکن اور بہتر لکھنے کی کوشش کی ہے۔ اجازت' اللہ تعالیٰ ہم سب پر کرم فرمائے' آمین۔

مسز نگہت غفار...... کراچی

ثمرہ کے نام

السلام علیکم! ثمرہ آپ کی 26 اگست کو سالگرہ ہے بہت بہت مبارک ہو' اللہ تعالیٰ آپ کو بہت خوشیاں دے اور آپ کی زندگی میں آنے والا ہر سال خوشیوں اور کامیابیوں سے بھرپور ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کی نیک خواہشات اور مقاصد کو پورا کرے' آمین۔ زندگی کے ہر میدان میں کامیاب رہو' ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ڈیئر!

جب تک یہ زمیں یہ آسمان رہے
خوشیاں آپ کو نصیب ہو' آپ جہاں بھی رہو

ارم وڑائچ...... شادیوال گجرات

پیاری دوستوں کے نام

السلام علیکم! زنیرہ نعیم کیسی ہو؟ مجھے پتا ہے مجھے یاد کرتی ہو تم' میں بھی تم لوگوں کو بہت یاد کرتی ہوں۔ بڑے مزے کیے ہیں ہم نے' ایمن میں نے اپنا کہا پورا کردیا ناں؟ آنچل کے ذریعے ثابت کیا ہے ناں؟ اب تو مان جاؤ۔ ایمن زنیرہ انوائٹ کررہی ہے پر اسے نہیں پتا کہ اب ہم نے نہیں آنا۔ زنیرہ پلیز ناراض مت ہونا ہم صرف تمہیں ملنے آئیں گے۔ تم نے بہت اچھی دوستی نبھائی ہے' ہمیشہ یاد رکھتی ہو۔ آمنہ کو میرا اسلام کہنا ڈیئر! آنسہ جی' کیا حال ہے؟ پلیز پیپرز اچھے سے دینا جب میں کالج میں ہوتی ہوں اکثر ہی یاد آتی ہو۔ آنسہ کبھی بھی مجھ سے ناراض مت ہونا' میں تھوڑی مصروف ہوں۔ آنسہ تم بہت اچھی ہو' مجھے کبھی بھی اکیلے نہیں چھوڑا تھا وہ دن یاد ہیں جب کالج میں مزا کرتے تھے۔ جتنا مزا کالج کی لائف میں تھا یونیورسٹی میں لائف نہیں۔ زنیرہ کسی دن کالج کے گراؤنڈ میں بیٹھ کر مجھے ضرور یاد کرنا۔ تمہیں پتا ہے میں اس کالج کو بہت یاد کرتی ہوں پر میرا اس کالج کو چھوڑنا بہت ضروری تھا' میرے لیے دعا کرنا اور ہاں پلیز یاد رکھنا میں تم لوگوں کو آنچل کے ذریعے یاد رکھتی ہوں۔ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا ایمن؟ اور ہاں...... میں آمنہ کو کیسے بھول سکتی ہوں ویسے میں تم سے بہت ناراض ہوں' مجھے منانے کی کوشش بھی مت کرنا آنچل کے ذریعے۔

اقراء اکبر...... سانگلہ ہل

دل میں رہنے والوں کے نام

سب سے پہلے تو آنچل فرینڈز کو پیار بھرا سلام قبول ہو' اس کے بعد آنچل کی 38 سالگرہ بہت مبارک ہو' ارے ارے کتنی خوب صورت لگ رہی ہیں آنچل کی پریاں۔ بس یہی دعا ہے اللہ آپ کو نظر بد سے بچائے' تمہیں دشمنوں کی نظر لگ نہ جائے۔ آنٹی (شاہدہ) آپ کو منگنی کی مبارک باد قبول ہو۔ اللہ آپ کو اتنی خوشیاں دے کہ آپ کا دامن تنگ پڑ جائے' آمین۔ ماموں (غضنفر) آپ کو بھی منگنی کی مبارک باد قبول ہو۔ آنٹی طاہرہ' آنٹی رضیہ' آنٹی شاہدہ' آنٹی آسیہ آپ کو میری طرف سے پیار بھرا اسلام قبول ہو۔ ارے ارے پھوپو آپ کیوں ناراض ہورہی ہیں' آپ کو بھی چاہت بھرا سلام قبول ہو۔ اب آتے ہیں کزن (پارٹی) کی طرف: نبیہ' بھائی عاقب' بھائی بدر' نگہت' سبرینہ' علی' ایمن' صبیحہ' اسد' اویس' فیصل' احمد' حسنین' عاصم' ادیب' ثانیہ' آمنہ' حشیم' احمد' حماد' ارم' عائشہ' ایمان' عمارہ' منیب' آپی رفعت' آپی غوثیہ' آپی نصرت' آپی ساجدہ' آپی فرخ' آپی ناہید' بھائی افتخار' بھائی عمران' بھائی عرفان' بھائی نذیر' سب کو پیار بھرا اسلام قبول ہو۔ جن کے نام رہ گئے ہیں ان سے معذرت کرتی ہوں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ میری آپی ساجدہ' آپی ناہید کے لیے دعا کریں کہ اللہ ان کے دکھ و تکلیف دور کرے اور ان کو صحت عطا فرمائے۔ ان کے معصوم بچوں پر ان کا سایہ قائم و دائم رکھے' آمین۔ میری مما کے لیے بھی دعا کریں کہ اللہ ان کو صحت دے' آمین۔ اپنی چھوٹی دونوں بہنوں سے درخواست ہے کہ ایمن' صبیحہ دونوں کم بولا کرو اور ہاں منہ کے ڈیزائن کم بنایا کرو' ہاہاہا۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

کرشمہ کرن فاطمہ...... ہارون آباد

کچھ اپنوں کے نام

السلام علیکم! مائی لولی طوبیٰ! بہت بہت مبارک ہو' میٹرک کے اتنے شاندار نمبروں پر' منہ تو مت لٹکاؤ' یار کیا ہوا جو بورڈ میں پوزیشن نہیں آئی' اگلے ٹائم ان شاء اللہ آئے گی۔ ہماری لعل پرنسز 991 نمبر ہم سب کا سر فخر سے بلند کرنے کے لیے کافی زیادہ ہیں' اللہ تعالیٰ تمہیں زندگی کے ہر قدم پر کامیابی عطا کرے' آمین اینڈ ڈیئر کزنز مریم اینڈ عمرانہ تم لوگوں کے ساتھ عید کو بہت انجوائے کیا اور تھینکس فار بھائی رضوان جنہوں نے ہمیں بھرپور کمپنی دی اور ڈیئر عاشی ہم کیسے بھول سکتے ہیں۔ تم نے جو پیروڈی کی تھی ہمیں آج بھی

مسکرانے پر مجبور کردیتی ہے ویل ڈن۔ آخر میں معصوم سے کیوٹ سے عدنان بھائی کو اپنی اس معصوم سی کیوٹ سی (ہاہاہا) بہن کا سلام۔ اللہ آپ سب کو شاد و آباد رکھے آمین اور بھائی عثمان آپ کا ہم بالکل ذکر نہیں کریں گے کیونکہ آپ نے ہمیں بالکل کمپنی نہیں دی اللہ حافظ۔

مہرماہ ارشد بٹ...... گوجرانوالہ

سویٹ کیوٹ آپی مہوش جانی کے نام

السلام علیکم کیسی ہیں آپ؟ امید ہے اللہ کے فضل و کرم سے خوش باش ہی ہوں گی' آپی آپ کو اپنی منگنی کی بہت بہت مبارک ہو' اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی پھولوں سے بھر دے' آپ کو اتنی خوشیاں دے کہ آپ سوچ بھی نہ سکیں۔ بھائی سلیم آپ کو بہت بہت مبارک ہو' میں نے سوچا کسی نئے انداز سے آپ کو وش کیا جائے آنچل سے بڑھ کر کچھ سوجھا ہی نہیں بتایئے گا ضرور کہ میرا وش کرنے کا انداز کیسا لگا' اللہ تعالیٰ آپ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا کرے' آپ کی زندگی کو خوشیوں سے بھر دے' آپ کی بہن کی دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں۔ جی تو آپی غزالہ کب رہنے آنا ہے ہمارے پاس ہمارے عبداللہ کا بہت خیال رکھا کریں اور ہمارے بھیا جانی راشد کا بھی اللہ آپ کو بہت اچھی جاب دے۔ آپی صبا آپ کو بھی منگنی بہت مبارک ہو اور آپی حمیرا آپ کو بھی جب سب کی اکٹھی شادیاں ہوں گی تو مزے ہی آجائیں گے' فرینڈز آپ سب کو میری طرف سے سلام اور ہاں ہماری آپی صائمہ کو بھی بہت بہت مبارک ہو منگنی کی۔

حنظلہ جاوید...... رینا خورد

پرنس وسیم عرف وسی جی کے نام

السلام علیکم! شاہ جی میرے پردیسی پرنس اُف...... عید مبارک بہت بہت شاہ جی۔ آپ کی سعدی آپ کو بہت بہت مس کرے گی عید پر۔ بڑا شوق تھا ناں ابروڈ جانے کا' میرا ابھی نہیں سوچا' خیر یہ تو آپ آئیں گے تو بتاؤں گی مگر میری ناراضگی...... مگر پہلے پیار بھری عید تو وصول لیں اور اپنی طرف سے میرے لیے تگڑی عیدی تیار رکھیے گا اوکے ناں' اچھا پھر آگئی لو یو سو مچ مائی سویٹ پرنس اینڈ مائی لولی لولی سرتاج آئی مس یو شاہ جی پلیز آجائیں ناں پاکستان پلیز...... خیر بتاؤں گی میں آپ کو...... آپ کی پرنسز!

سعدیہ وسی......

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! ڈیئر فرینڈز عید کیسی گزری؟ امید ہے بہت عیدی اکٹھی کی ہوگی' ہاہاہا۔ ایس بتول شاہ ڈیئر شادی کی بہت مبارک ہو' سدا سہاگن رہو۔ ہادی اور عبید بھی آپ کو ڈھیروں مبارک باد پیش کررہے ہیں اور اپنی لالہ کے لیے دعائیں بھی کرتے ہیں آپ بھی ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا۔ شاہ زندگی ڈیئر کہاں غائب ہو' ٹھیک ہو ناں؟ پلیز انٹری دو۔ روبی علی سویٹو! میں کہیں غائب نہیں ہوں ڈیئر کیسی ہو آپ میں آپ کو بہت یاد کرتی ہوں۔ خنسا عباس کہاں گم ہو' انٹری دو یار۔ پروین افضل جی شکریہ کس بات کا کسی وی تو اپنے ہو' مجھے آپ بہت پسند ہیں اور آپ کا نام بھی۔ جیا عباس جی کہاں کھوگئی ہیں؟ کیسی ہیں آپ اور آپ کے گھر والے؟ سنیاں زرگر جی بھول گئی ہیں آپ بھی' پلیز رابطہ کرو ناں۔ تانیہ فراہم آکسفورڈ' یار کہاں کھوگئی ہو؟ دوستوں میرے بیٹے کے لیے دعا کرنا ہر دوسرے دن اسے کچھ نہ کچھ ہوجاتا ہے پلیز ہماری ہادی کے لیے بھی۔ نورین ڈیئر آپ کو بھی عنایہ بہت بہت مبارک ہو' اللہ اس کی لمبی زندگی اور اچھا نصیب کرے' آمین۔ مبین' انیس' نعمان' حمزہ تم سب کو گزری ہوئی عید مبارک۔ میرے کیوٹ سے عدن' صارم کو بھی' دیکھا آنی نے آپ کو یاد رکھا' ہادی تمہیں بھی سحر' حنا' حامد بھائی اور کاشف کو بھی مبارکاں جی۔ سحر اور حنا کو ہیپی برتھ ڈے بھی اور سحر کو شادی کی سالگرہ بھی۔ گفٹ تو تم لوگوں کو میں نے رسالے میں وش کرکے دے دیا ہے' اب نہیں لینا ناں (ہاہاہا)۔ مان ڈیئر آپ کو میں کیسے بھول سکتی ہوں ہیپی برتھ ڈے آپ کی ڈیئر وائف کی طرف سے بھی اور ہادی عبید کی طرف سے بھی۔ آپ نے تو جون میں میری برتھ ڈے پر گفٹ نہیں دیا لیکن میری طرف سے گفٹ تیار ہے جی' لو یو سو مچ۔ 14 اگست کو بھائی احسن کی برتھ ڈے ہے' آپ کو بھی سالگرہ مبارک ہو۔ عدن ڈیئر 25 اگست کو آپ کو بھی سالگرہ مبارک' یونہی ہنستے رہو اور ستمبر میں صارم جی آپ کو بھی ایڈوانس سالگرہ مبارک' دوستوں میں غریب اور یتیم بچوں کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہوں مجھے آپ کی مدد اور دعاؤں کی ضرورت ہے پلیز میرے لیے دعا کرنا میں یہ نیک کام کرسکوں' دعا کیجیے گا' طلب گار۔

نگینہ عمران...... چیچہ وطنی

اپنوں کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے آنچل پریوں' کیسی گزری عید آپ لوگوں کی۔ فیفہ جٹ کیسی ہو؟ میری کیوٹ اور سویٹ سعدیہ رمضان کیسی ہو؟ کہاں غائب ہو' آنچل میں انٹری کیوں نہیں دے رہیں؟ شہزادی شاہانہ میں کہیں گم نہیں ہوں۔ میری سسٹر شازیہ ماں جی جو بالکل ماں کی طرح محبت کرتی ہیں آپ کو بیٹے کی بہت مبارک ہو۔ رابعہ سلیم آپ کو بہت بہت شادی مبارک ہو' سدا ہنستی مسکراتی رہو۔ سوری یار مائنڈ نہ کرنا' میں تیری شادی میں نہیں آسکی' اگین سوری! ارم کمال کیسی ہو آپ؟ پتا نہیں کیوں آپ مجھے اپنی اپنی سی لگتی ہو۔ کوثر خالد آپ جڑانوالہ کے کس ایریا میں رہتی ہو' میری سسٹر شازیہ ڈیفنس ویو میں رہتی ہیں اینڈ جو لڑکیاں سید والا میں آنچل پڑھتی ہیں ان کو میری طرف سے محبت بھرا سلام قبول ہو' دعاؤں میں یاد رکھنا' اللہ حافظ۔

فرحت اشرف گھمن...... سید والا

احمد جمال' طیبہ' بشریٰ اور آنچل فرینڈز کے نام

پیارے نٹ کھٹ احمد بیٹا ویسے تو آپ میرے پیارے بیٹے ہو' فرماں بردار بھی ہو' اللہ تمہیں ہمیشہ نیک ہدایت دے' آمین۔ تھوڑی شرارتیں کم کردو اور بہنوں کو ستایا مت کرو خصوصاً کرن کو کیونکہ بہن تو پرایا دھن ہوتی ہے' آپ کو آپ کی ماما کی طرف سے عید مبارک اور ساتھ ہی 18 اگست کو آپ کی سالگرہ آرہی ہے تو سالگرہ کی بہت بہت مبارک ہو۔ طیبہ آپ میری پیاری بیٹی ہو خوب دل لگا کر پڑھو اور تعلیم کے آسمان پر درخشاں ستارہ بن کر چمکو آپ دونوں کو بہت بہت عید مبارک۔ میری طرف سے تمام آنچل فرینڈز کو عید کی مبارک باد قبول ہو۔ پروین افضل شاہین' طیبہ نذیر' لائبہ مہر' دعائے سحر' شبانہ امین راجپوت' رشک وفا' کرن ملک اور جن کے کام مجھے یاد نہیں (معذرت کے ساتھ) آپ سب پر عید کی خوشیاں خوب برسیں' ایسے بادل کی طرح جو خوب برس کر گرم تپتی زمین کی پیاس بجھاتا ہے۔

ارم کمال...... فیصل آباد

آپی نازی آپی سمیرا اور تمام بہنوں کے نام

السلام علیکم! پہلی بار شرکت کررہی ہوں۔ پیاری آپی نازیہ کنول اور سمیرا شریف طور شادی کے بندھن میں بندھنے پر آپ کو ڈھیروں دعائیں اور مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ پیاری آپی نازی آپ کی ہر تحریر خوب صورت ہوتی ہے جو اُمت مسلمہ کی ہر لڑکی کے لیے سبق ہے آنچل کے صفحات پر آپ کی تصویر دیکھی بہت خوشی ہوئی۔ پیاری سی نازی آپی' بھائی بھی بہت پیارے ہیں ماشاء اللہ۔ آپ کا شکریہ آپ نے اپنی شادی کا احوال شیئر کیا' اللہ سے دعا ہے کہ آپ کے نصیب میں ڈھیروں خوشیاں لکھے' نئے رشتے میں ڈھیروں پیار اور خوشیاں ملیں آپ کو۔ آپی سمیرا پیا گھر سدھارنے پر مبارک' آپ کی تمام تحاریر بہت اچھی ہوتی ہیں۔ زندگی کی بہت سی خواہشات ہیں جن میں آپ اور نازی آپی سے ملنے کی خواہش سرفہرست ہیں لیکن یہ تو شاید ممکن نہ ہو لیکن آنچل کے ذریعے آپ کی تحاریر کے ذریعے آپ کے ساتھ ہونے کا احساس ہے آپ کو اس سفر میں بے شمار خوشیاں نصیب ہوں' آمین۔ تمام

بہنوں کو ہمارا سلام آپ ہمیں نہیں جانتیں لیکن آپ کی خیریت و عافیت ہر ماہ پتا چلتی رہتی ہے' آپ کے دکھ سکھ کی خبر بھی پڑھ لیتی ہوں اور دعا کے لیے ہاتھ بھی اٹھتے رہتے ہیں۔ بہنا دعائے سحر آپ کی امی جان کا پڑھ کر بہت دکھ ہوا' بے شک ماں کی محبت کا نعم البدل دنیا میں نہیں یہ اللہ کا انمول تحفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کٹھن حالات میں آپ کو ہمت عطا کرے' آپ کو صبر وجمیل عطا فرمائے۔ تمام بہنیں بہت اچھی ہیں' حمیرا عروش' ایس بتول آپ کو بھی پیا گھر سدھارنے پر مبارک باد اور بہت سی دعائیں۔ دعائے سحر' انا احب' عائشہ پرویز' نجم انجم' ساریہ چوہدری' شمع مسکان' شاہ زندگی' عروسہ شہوار' اقصیٰ زرگر' سنیاں زرگر' زویا خان' بخش' ثوبیہ بلال' ارم غزل جنت' رشک وفا' مصباح سب کو سلام' عید مبارک۔ پروین افضل شاہین آپ کی تو کیا ہی بات ہے۔ سید جیا عباس آپ بھی بہت پیاری ہیں' آپ کی شاعری بھی' آج کل کہاں ہیں؟ خوشبو کیف آپ کہاں ہیں ایک ہی شہر کی ہیں ہم جان کر دلی خوشی ہوئی۔ شہناز اقبال' شازیہ اقبال کہاں گم ہو تم لوگ بھی۔ آنچل کی تحریریں ہر ماہ نیا عزم اور ولولہ عطا کرتی ہیں' آنچل بیک وقت نصیحتیں اور شعور دیتا نظر آتا ہے جو اپنے آنچل میں ہزاروں ہیرے چھپائے ہوئے ہے' ہر ماہ ہم تک پہنچتے ہیں۔ ایسے کامیابی کی منازل طے کرتا رہے' آمین۔ تمام بہنوں سے اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔

سمیرا حمید' سائرہ حیدر......کبروڑپکا

سدرہ مہربان اور ثمرین نواز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو سدرہ! زندگی کے شب و روز کیسے گزر رہے ہیں؟ بڑی خاموشی ہے یار سدرہ تم تو ایسے گم ہوئی ہو جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ یار میں بہت یاد کرتی ہوں تمہیں اور بھابی کا شناؤ کیسی ہے؟ میری طرف سے بہت عید مبارک اینڈ شازیہ باجی آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی اور ثمرین میڈم کہاں رہتی ہو آج کل یار اگر آسمان کی سیر کر لی ہو تو اب زمین پر رہنے والوں کو بھی یاد کرلو۔ میڈم جی عید مبارک اگر فرصت ملے تو یاد کرنے کی زحمت کر لینا اچھا اب اجازت چاہتی ہوں۔

نیلم شرافت......زرگراں

اپنے چاہنے والوں کے نام

آنچل کی پوری ٹیم اور تمام پڑھنے والوں کو ہمارا یعنی جازبہ عباسی کا چاہتوں محبتوں اور احترام سے بھرپور سلام۔ ہم خدائے بزرگ و برتر سے دعا گو ہیں کہ وہ وطن عزیز اور اس کے تمام باسیوں پر اور آنچل اور اس کی ٹیم پر اپنی بے شمار رحمتوں اور برکتوں کے در کھول دے' آمین۔ سونا شاہ قریشی کیسی ہیں آپ؟ مئی 2015 کے شمارے میں اپنا نام آپ کے اپنوں کی فہرست میں دیکھ کر دلی خوشی محسوس ہوئی' یقین جانیے ہمیں بھی آپ بہت اپنی اپنی سی لگی' آپ کا بہت شکریہ۔ ارم کمال (فیصل آباد) کیسی ہیں آپ؟' آنچل کے صفحات کی زینت بننے والی ہماری نگارشات کو سراہنے پر ہم آپ کے اور بھی جو جو بہنیں سراہتی ہیں تمام کے دلی شکر گزار ہیں بس رسالہ بہت لیٹ ملتا ہے اس لیے پہلے آپ سب کے نام پیغام اور شکریہ بلکہ ڈھیروں ڈھیر شکریہ اور اپنی محبتیں ارسال نہ کر سکے اللہ آپ سب کو خوش رکھے' آمین۔

جازبہ عباسی......دیول مری

بیوٹی کوئین اور فرینڈز کے نام

السلام علیکم! مائی سویٹ فرینڈز اینڈ بیوٹی کوئین کومل کیا حال چال ہیں؟ آپی سائرہ کیسی ہیں' اللہ تعالیٰ اسے جلدی سے ٹھیک کردے۔ کائنات مانو میں تمہیں بہت یاد کررہی ہوں' جلدی سے ہمارے گھر آجاؤ۔ کومل لیا رسو سویٹ۔ اقصیٰ موٹو کیسی ہو؟ سحر' ثمن' سمیرا' اقراء' سدرہ' علینہ' عائشہ' سب کو عید مبارک۔ انا ئیا پری لیا رسو بیوٹی فل' آپی گلناز آپ کی بیٹی بہت پیاری ہے۔ کومل ایم سو لکی کہ مجھے تم جیسی پیاری فرینڈ ملی۔ کومل اُفی سمجھ گئی نا تم؟ اللہ تعالیٰ تمہیں ڈھیر ساری خوشیاں عطا کرے' آمین۔

روحا غفور روحی......شاہکوٹ

کشمیری پرنسز (تانیہ) اینڈ پرنس (بابر)

وہ مجھ سے جواب طلب ہے کہیں بھول تو نہیں جاؤ گے
میں اسے جواب کیا دوں جب سوال ہی پیدا نہیں ہوتا

السلام علیکم! کیا حال چال ہیں ڈیئر پرنسز آپی ایس لیں سی تنا لگایا میں ہی ہوں آپ کی اپنی چڑیل (اوئے) اور آپ جناب پرنس صاحب (زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں' اپنی پرنسز آپی کی موجودگی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ خطاب دیا گیا ہے آپ کو ابھی بھی آپ وہی ہو فلاں فلاں) امید ہے ٹھیک ٹھاک ہوں گے آپ دونوں۔ قربانی والی عید کی ایڈوانس میں مبارکباں۔ پرنسز آپی میں 5th میں ایڈمیشن لینے ہی والی تھی ویسے آپی خوب دعائیں لی ہوں گی آپ نے بندہ ابھی بھی آپ کے اسٹوڈنٹس آپ کی سلامتی کی دعائیں کررہے ہیں (میں نے خواب میں دیکھا تھا آہم)۔ اوئے پرنس (فلاں فلاں) میں دس بار بھی انٹری دو ناں آنچل میں تو بھی یہ کبھی نہیں بھولوں گی کہ ٹھیک ٹھاک واقعی طور سے جلا یا کریں پلیز اگر آپ خود کے لیے اہم نہیں ہیں تو اپنے سے منسلک ان رشتوں کا خیال رکھ لیا کریں۔ اگر آپ میری ان باتوں کو لیکچر سمجھ رہے ہیں تو یوں ہی سہی بس عمل ہر صورت کرنا ہے بس تو......؟ ویسے آپ اچھے بچے...... میرا مطلب ہے فلاں فلاں ہو۔ جہاں تک مجھے پتا ہے آپ میری باتوں پر مائنڈ کرنے کے بجائے عمل کرنے کی کوشش کرتے ہو ڈیش گریٹ' آہم۔ میری طرف سے ڈھیر ساری سوریز' اگر آپ تک میری امانت پہنچ چکی ہو تو آپ سمجھ گئے ہوں گے' ہک ہاہ......ان دنوں میرا دماغ بالکل کام نہیں کررہا تھا' آئی ایم ریئلی سوری۔ میں سچ میں پاگل ہوں (اوئے خبردار جو مجھے پاگل کہا تو...... میں نے یوں ہی کہا ہے خود کو ہاں) پرنسز آپی آپ کی چھٹی ہوگئی تو میری ڈیوٹی لگ گئی۔ دراصل بچہ پارٹی کی بہت بچی ہے اسی لیے آنٹیز نے اپنے معصوموں (شیطانی چیلوں) کو میرے حوالے کردیا ہے' کئی گھنٹوں تک مسلسل سر کھپانا پڑتا ہے اپنا بھی کبھار تو آپی وغیرہ ڈانٹ بھی دیتی ہیں کہ اپنی جان دیکھ کر ٹیوشن لگاؤ میں بھی آگے سے ترتی کر کہہ دیتی ہوں" بھئی مجھ میں شیر کی جان ہے' آہم آہم......!" اوکے ڈیئر پرنسز اینڈ پرنس (فلاں فلاں) کیا ہوا جو آپ سے رابطہ نہیں ہو پار ہا دل تو ہمارے ملے ہوئے ہیں جو میرے اس دنیا میں رہنے تک ان شاء اللہ کبھی جدا نہیں ہوں گے۔ اپنا ڈھیر سارا خیال رکھیے گا' دعاؤں میں تو میں آپ کو ہمیشہ یاد رکھوں گی ہو سکے تو مجھے بھی اپنی دعاؤں میں تھوڑی سی جگہ دے دیجیے گا پھر ملیں گے' آہم رب رکھا۔

وجیہہ خان (بادل)......کہوٹہ

جان سے پیاری کزنز کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے سب کا' خیریت سے ہونہ اگر نہیں بھی ہو تو مجھے دیکھ کر خوش ہو جاؤ۔ ارے ارے اتنا خوش بھی مت ہو کہیں بے ہوش ہی نہ ہو جاؤ۔ سب سے پہلے تو تمام آنچل کے اسٹاف' رائٹرز کو عید کی مبارک باد۔ 17 اگست کو میرے جان سے پیارے بھانجے موسیٰ کی برتھ ڈے ہے اپنی اکا کی طرف سے تمہیں بہت زیادہ دعائیں اور بہت سا پیار اینڈ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو اینڈ لو یو۔ سب کزنز ہما' شاہ' لائبہ' تہمینہ' کنزیٰ' آمنہ' سحرش اور شاملہ کو سلام۔ سنیاں زرگر' طیبہ نذیر اور دعا کو میرا بہت سا سلام۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو' فی امان اللہ۔

نائلہ رحمان......فتح جنگ

یادگار لمحے

جویریہ سالک

نعت

اے سرکار مدینے والے
بگڑی تو میری بنانا
اے سبز گنبد والے
ہم کو بھی دیدار کرانا
اے سرکار مدینے والے
بگڑی تو میری بنانا
ہے دور آنکھوں سے وہ مدینہ
ہاں دل میں بسا ہے وہ مدینہ
دیدار کی حسرت ہے
اے سبز گنبد والے
اے سرکار مدینے والے
بگڑی تو میری بنانا

شاہ زندگی...... راولپنڈی

کیوں

ابھی تو آئی تھی عید
ابھی گزر بھی گئی
ابھی تو اس دن کی تیاری کی تھکن بھی نہ گئی
میں سوچتی ہوں......
یہ خوشیوں کے دن آنے میں اتنی دیر کیوں لگاتے ہیں
اور جب آ جائیں تو
کیوں......
اتنی جلدی گزر جاتے ہیں

امبر گل...... جھنڈو سندھ

قیامت تک ثواب

کسی کو قرآن پاک لے دو وہ جب بھی پڑھے گا تمہیں ثواب ملے گا۔

کسی ہسپتال میں وہیل چیئر کا انتظام کردو جو بھی مریض استعمال کرے گا ثواب ملے گا۔

مسجد کی تعمیر میں حصہ لو ہمیشہ کا ثواب۔

کسی پبلک جگہ پر واٹر پمپ لگوا دو ہر لمحہ ثواب۔

ایک درخت لگا دو اس کے سائے میں جو بھی انسان یا جانور بیٹھے گا یا اس کا پھل کھائے گا تو آپ کو ثواب ملے گا۔

اپنی اولاد کو حافظ قرآن بنا دو جب بھی وہ پڑھے گا آپ کو ثواب ملے گا' سبحان اللہ۔

طیبہ سعدیہ عطاریہ...... کھیالہ

افسانچہ

وہ اپنی ماں سے رخصت ہونے کی اجازت طلب کر رہا تھا' لہجے میں حسرت اور بے قراری مگر آنکھوں میں امید کے دیپ جل رہے تھے۔ ماں نے آنسو بھری آنکھوں سے ممتا بھری محبت سے چور نگاہوں سے اپنے لخت جگر کو دیکھا اور کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

''جا ماں کے جگر گوشے! خدائے بزرگ و برتر تجھے کامیاب کرے۔'' اس کی لاڈلی اکلوتی بہن شدت ضبط سے سرخ چہرہ لیے بھائی کے پاس آئی اس کا ہاتھ چوما اور صدق دل سے خدا سے اس کی کامیابی و کامرانی کی دعا مانگی تب ہی دو موتی اس کی آنکھوں سے پلکوں کی باڑ توڑ کر اس کے رخسار پر لڑھک گئے۔ بہن سے مل کر وہ اپنے والد کے قدموں میں جا بیٹھا' والد کے چہرے سے پریشانی جھلک رہی تھی انہوں نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا پھر اسے گلے لگا کر رخصت کیا جوں ہی وہ دروازے کی طرف مڑا تو وہاں اپنے چھوٹے بھائی کو روتے پایا۔ ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے اس کا دل مچل کے حلق میں آ گیا۔ سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں اور اس کا لہجہ بھیگتا چلا گیا اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو سینے میں سموتے ہوئے اللہ حافظ کہا اور گھر سے نکل گیا یہ کہتے ہوئے۔

''اب میں کہیں نہ کہیں سے برف لے کر ہی واپس آؤں گا پھر سب ٹھنڈا پانی پئیں گے۔''

جاذبہ عباسی...... دیول' مری

زندگی کی گاڑی

اگر آپ اپنی زندگی کی گاڑی کو کامیابی کے ساتھ چلانا چاہتے ہیں تو آپ کو دل کے ایکسلیٹر کو دبانا ہوگا۔ دماغ کے بریک مضبوط رکھنے ہوں گے' غصے کی اسپیڈ کو کنٹرول میں رکھنا ہوگا۔ آنکھوں کی ہیڈ لائٹس میں خلوص کی روشنی تیز کرنی ہوگی' آپ کی طبیعت کی ڈگی کافی کشادہ ہو اگر آپ کے پاس محبت اور خلوص کا لائسنس ہو تب آپ دنیا کی دوڑ میں اپنی گاڑی کو آسانی سے چلا سکتے ہیں۔

علمہ شمشاد حسین...... کورنگی' کراچی

علم دین چھپانا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جس سے علم کی کوئی بات پوچھی گئی جسے وہ جانتا ہو پر اس نے اس کو چھپا دیا تو قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام لگائی جائے گی۔''

(ابوداؤد' ترمذی)

مشا علی مسکان...... قمر مشانی

کیسی شرم؟

پہلا دوست دوسرے دوست سے: ''تمہیں شرم نہیں آتی اپنی بیوی کے ساتھ کپڑے دھلاتے ہوئے۔''

دوسرے دوست نے جواب دیا ''جب وہ میرے ساتھ روٹیاں پکا سکتی ہے تو میں اس کے ساتھ کپڑے نہیں دھلا سکتا۔''

چار سوار

چار پٹھان بائیک پر جا رہے تھے راستے میں کھڑے پولیس والے نے اشارہ کر کے رکنے کو کہا۔ پٹھان بائیک روکے بغیر اونچی آواز میں بولا۔

''پہلے ہی اتنی مشکل سے بیٹھے ہیں' تو کہاں بیٹھے گا۔''

کرشمہ کرن فاطمہ...... ہارون آباد

سمجھنے کی باتیں

❁ ہر لفظ میں مطلب ہے اور ہر مطلب میں فرق ہے۔

❁ زندگی میں دو چیزیں ٹوٹنے کے لیے ہوتی ہیں سانس اور ساتھ...... سانس ٹوٹنے سے انسان ایک بار مرتا ہے اور ساتھ ٹوٹنے سے بار بار مرتا ہے۔

❁ وقت اور محبت دونوں زندگی میں اہم ہیں۔ وقت کسی کا نہیں ہوتا اور محبت ہر کسی سے نہیں ہوتی۔

❁ نیند اور موت...... نیند آدھی موت ہے اور موت مکمل نیند......

❁ وقت اور سمجھ ایک ساتھ خوش قسمت لوگوں کو ملتے ہیں۔ وقت پر اکثر سمجھ نہیں ہوتی اور سمجھ آنے تک وقت نہیں بچتا۔

❁ یقین اور دعا...... دونوں نظر نہیں آتے لیکن ناممکن کو ممکن بنا دیتے ہیں۔

سعدیہ رشید بھٹی...... فیصل آباد

رزق

ایک مسافر تھکا ہارا رات کو کسی گاؤں کی مسجد میں پہنچا' امام صاحب موجود تھے مسافر نے ان سے کھانا طلب کیا تو امام مسجد نے پوچھا۔

''کیا تو نے نماز پڑھی؟''

مسافر بولا۔ ''بخدا! میری عمر اتنی برس ہے' میرے خدا نے آج تک رزق دینے سے پہلے نہیں پوچھا کہ میں نے نماز پڑھی یا نہیں۔''

مسرت فاطمہ رشید...... فیصل آباد

دکھ

دکھ بچھڑنے کا نہیں ہوتا
بلکہ......
ان رشتوں کے ٹوٹنے کا ہوتا ہے
جو برسوں کی رفاقت کے بعد
ایک پل میں ہی ٹوٹ جاتے ہیں
اور ہم......

بھی دامن رہ جاتے ہیں

صدف سلیمان...... شورکوٹ

بے وقوف

ایک مرتبہ تین دوست سیر کے لیے گئے' کچھ دنوں کے بعد تینوں کے پاس پیسے ختم ہوگئے۔ ان کے پاس واپس گھر جانے کے لیے بھی پیسے نہ بچے' تینوں دوست مشکل میں گھر گئے۔ انہیں کوئی جائے پناہ نظر نہ آئی آخر کار کافی دیر کے بعد ایک دوست کو یاد آیا کہ یہاں سے کچھ دور اس کے رشتے دار کا گھر ہے' اس نے اپنے باقی دوستوں کو کہا کہ وہاں چلتے ہیں دوست وہاں پہنچے کھانا وغیرہ کھایا اس کے بعد آرام کرنے لگے تو ایک دوست نے جیب کی نچلی تہہ سے پانچ سو کا نوٹ نکالا دوسرے دوستوں نے دیکھ کر کہا۔

''یار اگر تیرے پاس پیسے تھے تو پہلے کیوں نہیں نکالے۔''

پہلا دوست بولا۔ ''یار یہ تو میں نے مشکل وقت کے لیے رکھے تھے۔''

کرن ملک...... جتوئی

کالے اور گورے رنگ میں فرق

نہ گورا رنگ حسن کی علامت ہے اور نہ ہی کالا رنگ بدصورتی کی نشانی ہے۔ حسن صرف دیکھنے والے کی آنکھ میں ہوتا ہے۔

رنگوں میں نہیں

کیونکہ

کفن سفید ہوکر خوف کی علامت ہے اور کعبہ کالے غلاف میں بھی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

تکبر

تکبر سے اپنا سر بلند نہ کرو کیونکہ جیتنے والے بھی اپنا گولڈ میڈل سر جھکا کر لیتے ہیں۔

اچھے اور برے لوگوں میں فرق

اچھے لوگوں کی مثال بھینس کی طرح ہوتی ہے جو سوکھی گھاس کھا کر بھی میٹھا دودھ دیتی ہے اور برے لوگوں کی مثال سانپ کی طرح ہوتی ہے جو میٹھا دودھ پی کر بھی ڈس لیتا ہے۔

اقراء وکیل...... سرگودھا

سوچ سمجھ کر بولیں

جس طرح ریت میں پانی کے قطرے جذب ہوجاتے ہیں' اسی طرح ہمارے چند جملے کسی کے دل میں نشتر بن کر اتر سکتے ہیں اور دوسروں کے دل میں دکھ کا احساس پیدا کرسکتے ہیں' جس طرح پانی کے چند قطرے ریت سے نکالے نہیں جاسکتے اسی طرح ایک دفعہ زبان سے نکلی ہوئی بات کا اثر بھی دل سے نہیں نکالا جاسکتا۔ انسان اپنی توہین معاف تو کرسکتا ہے بھول نہیں سکتا اسی لیے جب بھی بولیں سوچ سمجھ کر بولیں۔

ارم وڑائچ...... شادیوال' گجرات

زندگی

اے زندگی......

جا ڈھونڈ......

کوئی کھوگیا ہے مجھ سے

وہ ملا تو سن

تجھے بھی

خدا حافظ......

نورین لطیف...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

جوکر

ایک جوکر نے کچھ لوگوں کو ایک لطیفہ سنایا تو سارے لوگ ہنسنے لگے' وہی لطیفہ جوکر نے دوبارہ سنایا تو پھر کم لوگ ہنسے پھر جب جوکر نے وہی لطیفہ تیسری بار سنایا تو کوئی نہیں ہنسا اس پر جوکر نے کہا۔

''اگر ہم ایک خوشی کو لے کر بار بار خوش نہیں ہوسکتے تو ایک غم کو بار بار سوچ کر روتے کیوں ہیں۔''

صباء الیاس...... ماہندر

چھوٹی سی بات

❁ زندگی اور خربوزے میں ایک بات مشترک ہوتی ہے یہ پھیکی بھی نکل آئے تو پھینکی نہیں جاتی۔

❁ گہری اور باآواز رعب والی آواز میں بولنے والا ضروری نہیں ایک شہنشاہ ہو وہ شدید زکام کا شکار ایک شخص بھی ہوسکتا ہے۔

❁ کہتے ہیں گاجریں کھانے سے نظر تیز ہوتی ہے تبھی تو خرگوش عینک نہیں لگاتے۔

مستنصر حسین کی چھوٹی سی بات

اقراء لیاقت...... حافظ آباد

ذرا سوچیے

جس قدر ہم انسانوں پر توکل کرتے ہیں اتنا ہی خدا پر کریں تو کسی اور جانب نظر اٹھانے کی حاجت ہی نہ رہے۔ آسانیاں پیدا کرنے کی جتنی آس ہم آس پاس بسنے والوں سے لگاتے ہیں اتنی ہی خدا سے لگا ئیں تو کبھی ناامید نہ ہوں۔ یہ سچ ہے کہ وسیلے بنانے والی ذات اسی وحدہ لاشریک کی ہے مگر فقط وسیلوں پہ توکل کرلینا اور اس ذات سے بے پروائی برتنا کہاں کا انصاف' کہاں کی بندگی ہے؟

لیلیٰ شاہ...... چک سادہ' گجرات

ضد

زندگی میں اگر کوئی آپ سے روٹھ جائے تو یہ مت سوچنا کہ غلطی کس کی ہے؟ اسے فوراً منالینا کیوں کہ ضد کی جنگ میں اکثر دوریاں جیت جاتی ہیں۔

مددگار

تمہارے لیے سب سے مددگار ہاتھ تمہارے اپنے ہاتھ ہیں اگر تم اپنی مشکلات کو برداشت نہیں کرسکتے تو پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو ملاؤ اور اللہ سے دعا کرو۔

مدیحہ نورین...... برنالی

اہم راز

❁ کوئی ایسی دلیل مت دو جس سے سامنے والا گھائل ہوجائے اس لیے دلیل کو اپنے پاس رکھو اور بندے کو بچالو۔

❁ بددعا کبھی زبان سے نہیں دی جاتی وہ آنسو جو پلکوں میں اٹکا رہ جاتا ہے بذات خود ایک بددعا کی راہ گزر بن جاتا ہے۔

❁ سردی کی شدت میں وہ چبھن نہیں ہوتی جو دوست کی بے رخی میں ہوتی ہے۔

❁ کسی پر اتنا اعتماد نہ کرو کہ ذرا سی چوٹ سے زندگی بوجھ نظر آنے لگے۔

❁ محبت تو یہ ہے کہ کوئی احساس دلائے بنا آپ کے درد کو سمیٹ لے آپ کی کمزوریوں کو ڈھانپ لے اس میں نہ کوئی وعدے ہوں نہ انتظار...... اس میں کچھ طلب کرنے کی نوبت نہ آئے ورنہ محض رابطے میں رہنا' گفتگو میں محبت کے بلند و بانگ دعوے کرنا زبان کا چسکا تو ہوسکتا ہے لیکن محبت نہیں۔

شگفتہ خان...... بھلوال

گناہ گار کی توبہ

رابعہ بصریؒ سے کسی نے پوچھا ''کیا گناہ گار کی توبہ قبول ہوتی ہے۔''

فرمایا۔ ''انسان اس وقت تک توبہ کر ہی نہیں سکتا جب تک اللہ توفیق نہ دے اور جب توفیق مل جائے تو پھر قبولیت میں کوئی شک نہیں رہتا۔'' سبحان اللہ

تمنا بلوچ...... ڈی آئی خان

گواہی

حضرت یوسفؑ نے ملک مصر میں قحط کے زمانے میں غلے کا نہایت عمدہ انتظام فرمایا' ذخیرہ جمع کرکے لوگوں کو قیمت پر اور محتاجوں کو مفت غلہ دلواتے تھے۔ ایک روز ایک شخص نے آ کر سوال کیا۔

آپ نے معمولی قیمت پر غلہ دلوایا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر آ کھڑا ہوا۔ آپ نے کچھ اور دلوادیا۔ تیسری مرتبہ آیا تو آپ نے فرمایا۔

''اے بندۂ خدا تُو خیال کر کہ غلہ کی کس قدر گرانی ہے دو دفعہ لے چکا اب پھر آ گیا ہے۔''

اس نے عرض کی ''اگر آپ کو میرا حال معلوم ہوجائے تو آپ میرا سوال رد نہ کریں۔''

آپؑ نے حال پوچھا اس نے کہا ''میں وہی لڑکا

ہوں، جس نے شیر خواری میں آپ کی پاکدامنی کی گواہی دی تھی۔" (واقعہ زلیخا یوسف) آپ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اس کو کئی من غلہ اور مال نقد دیا۔ خدائے تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی۔

"اے یوسف جس نے ایک دفعہ تمہاری پاکدامنی کی گواہی دی تم نے اس کو اس قدر نوازا بھلا جو شخص ہر روز ہماری توحید کی گواہی دے، ہم اس کو کس قدر نوازیں گے کیونکہ ہم سب سے زیادہ سخی ہیں۔"

"پس اے مسلمانو! سوچو اور خدا سے فیض اٹھاؤ۔"

عروسہ شہوار رفیع...... کالا گوجراں، جہلم

شدت

میں وہ پھول ہوں...... جو کھلے بنا ہی مرجھا گیا
وہ لہر ہوں جو...... ساحل سے ٹکرائے بنا پلٹ گئی
وہ آنسو ہوں جو...... پلکوں تک آ کر تھک گیا
وہ دعا ہوں جو...... لبوں تک آتے آتے رک گئی
وہ اداس دل ہوں...... جو ٹوٹنے کے بعد کبھی جڑ نہ سکا

سن اے میری ماں!! اگر مجھے کسی نے چھوا
تو صرف دنیا کی ٹھوکروں نے چھوا

سیدہ امامہ علی...... راولپنڈی، کہوٹہ

سنہرے موتی

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ جب ہم کسی موسیقی کی محفل میں ہوں تو ہمیں نیند نہیں آتی اور جب ہم کسی اسلامی محفل میں ہوتے ہیں تو ہمیں نیند آ جاتی ہے۔

تو انہوں نے کیا خوب صورت جواب دیا۔

"نیند بھی پھولوں پہ آتی ہے نا کہ کانٹوں پر۔"

اگر آپ کسی سے معافی مانگتے ہیں یا کسی کو معاف کرتے ہیں تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ میں رشتے نبھانے کی صلاحیت دوسروں سے زیادہ ہے۔

فرح جبیں...... آزاد کشمیر

کبھی کبھی میرا دل یہ چاہتا ہے......

کبھی کبھی تو میرا دل یہ چاہتا ہے کہ میں اس کائنات میں بکھرے ہوئے تمام لوگوں کے دکھ اپنے دامن میں سمیٹ لوں۔ کسی کی پلکوں پر آئے ہوئے آنسو ایک ایک کر کے اپنے دل میں اتار لوں اور خود غمگسار بن جاؤں۔ میرا ظرف اتنا اعلیٰ ہو جائے کہ بڑی سے بڑی خطا در گزر کر سکوں۔ ذات کو مٹادوں اور دوسروں کے لیے وقف ہو جاؤں اور دوسروں کے دکھ درد کا مداوا بن سکوں۔ میری سوچ اور میرا عمل دوسروں کے لیے تسکین کا باعث ہو، میری کسی بات سے کسی کی دل آزادی نہ ہو۔

میں کیا ہوں؟ میری ضروریات کیا ہیں؟ میری خواہشات کیا ہیں؟ یہ سب ختم ہو جائے اور اگر کچھ رہ جائے تو صرف ایک احساس جو انسان کی عظمتوں کا آئینہ دار ہو۔ مجھے کائنات کا ہر شخص مسکراتا ہوا ملے، کسی شخص کو کوئی غم نہ ہو۔ کاش...... کاش مجھ میں اتنی طاقت ہو کہ لوگوں کے دلوں سے درد و غم کے سائے دور کر سکوں۔ کاش میرا یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو، آمین۔

عاصمہ اور امداد...... نوشہرہ ورکاں

باباجان کے نام

میری دعا ہے کہ وہ پاک الٰہی
آپ کی لحد کو بنائے بقعہ نور
ہم سے کروائے وہ سدا نیک کام
جس سے رہے آپ کی روح مسرور

سامعہ ملک پرویز...... خان پور، ہزارہ

جب میں نے اپنے آپ پر حقیقت پسندانہ طریقے سے نظر ڈالی تو مجھے اپنا آپ بہت حقیر اور کمتر لگا کہ اللہ رب العزت نے انسان کو قطرے سے پیدا کیا اور پیدا کر کے خلیفۃ اللہ فی الارض بنا دیا مگر افسوس آج ہم اپنے فرائض کو سمجھ نہ پائے۔ آج ہم پاکستانی دنیا کی نظر میں سب سے زیادہ مفلوک الحال اور بے بس قوم ہیں۔ ہمارے ہاتھوں سے آباؤ اجداد کی میراث کو چھین لیا گیا۔ آج ہم اچھا پوشاک پہن کر اور اچھے مشروب اور کھانے کھا کر سمجھتے ہیں کہ "ہم چوں دیگر نیست" جبکہ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ "انسان کا ریشم کا لباس دنیا کے حقیر ترین کیڑے سے بنتا ہے۔"

افسوس! آج ہم اپنا دفاع نہیں کر سکتے کیونکہ قرآن و سنت جو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں تھمایا تھا اس کو بھلا چکے ہیں۔ خدارا! مسلمانو! ہوش کے ناخن لو قرآن و سنت کا علم حاصل کر کے وطن کی حفاظت کرتے ہوئے اقبال کے اس شعر کی مثل بن جاؤ۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

شازیہ ہاشم عرف تمثال ہاشمی...... قصور

سنہرے الفاظ

❖ بے شک مشکل وقت بتا کر نہیں آتا مگر سکھا کر اور سمجھا کر بہت کچھ جاتا ہے۔

❖ بے وقوف لوگ ہمیشہ اپنے خیالات کو ہی سچا اور مکمل سمجھتے ہیں جبکہ عقل مند لوگ اپنے خیالات کے بارے میں شبہات کا شکار رہتے ہیں۔

❖ کبھی بھی سچے انسان کو مکمل انسان کی تلاش میں مت کھو دینا کیونکہ مکمل انسان خیالی دنیا تک رہتا ہے جبکہ سچائی ایک حقیقت ہے۔

❖ جس محفل میں تمہارے دوست کی عزت نہ کی جائے یا تو اس محفل کو چھوڑ دو یا اس دوست کو۔

مہرین آصف بٹ...... آزاد کشمیر

☆ دنیا والوں پر اپنے دکھ ظاہر مت کرو
☆ کیونکہ یہ وہاں چوٹ ضرور لگاتے ہیں
☆ جہاں پہلے سے زخم ہو
☆ زندگی میں کبھی کسی کی ضرورت مت بنو
☆ بننا ہے تو کمی بنو کیونکہ ضرورت تو کوئی بھی پوری کر سکتا ہے پر کمی نہیں۔

فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر

اگر کوئی شخص کسی سے شدید محبت کرتا ہے
تو وہ اس سے شدید نفرت بھی کر سکتا ہے
کیونکہ......
ایک خوب صورت شیشہ جب ٹوٹتا ہے تو ایک خطرناک ہتھیار بن جاتا ہے۔

صائمہ کنول...... کبیر والہ

☆ غم اور مشکلات صرف اللہ تعالیٰ کو بتایا کرو اس یقین کے ساتھ کہ وہ بے شک تمہیں غم سے نجات دینے والا اور تمہاری تکلیف بھی دور کرنے والا ہے۔

☆......☆

زندگی میں کبھی کسی کو اپنا راز مت دینا
یہ دنیا اک تماشا ہے تمہیں بدنام کر دے گی

رخ کومل شہزادی...... سرگودھا

باتیں یاد رکھنے کی

❖ اپنی کمائی پاک رکھو تمہاری دعا قبول ہو گی۔

❖ دن میں امت کو اللہ کا پیغام پہنچاؤ، رات کو رو کر ان کی ہدایت کی دعا کرو، تمہارے اس عمل پر اللہ کو پیار آئے گا اللہ ہدایت کے فیصلے اتارے گا۔

❖ کسی سے اتنی نفرت نہ کرو کہ کبھی ملنا پڑے تو مل نہ سکو اور کسی سے اتنی محبت بھی نہ کرو کہ کبھی تنہا جینا پڑے تو جی نہ سکو۔

❖ شیطان سب سے پہلے انسان کی شرم و حیا پر ضرب لگاتا ہے تاکہ وہ بے حیا ہو کر آسانی سے گناہ کر سکے۔

❖ اپنی سوچ کو پانی کے قطروں سے بھی زیادہ شفاف رکھو کیوں کہ جس طرح قطروں سے دریا بنتا ہے اسی طرح سوچوں سے ایمان بنتا ہے۔

❖ شکست کھانا بری بات نہیں، شکست کھا کر ہمت ہار جانا بری بات ہے۔

عقیلہ رضی...... فیصل آباد

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! ابتداء ہے اس پروردگار کے بابرکت نام سے جو کل کائنات کا خالق ومالک ہے۔ اگست کا عید نمبر آپ تمام بہنوں کے معیار پر پورا اترا آپ سب کے تبصرے پڑھ کر دل خوش ہوا آپ سب کا دل کی گہرائی سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے اپنی بھی آراء سے آگاہی دے کر ہماری ٹیم کی محنت کو سند پسندیدگی عطا فرمائیں۔ شمارہ اکتوبر عید الاضحیٰ نمبر ہوگا جس میں اپنی نگارشات جلد از جلد ارسال کریں آئیے چلتے اب آپ کی بزم کی جانب۔

رقیہ غوری پٹھان...... حیدرآباد۔ پیاری دوست غزل زیدی! میرے پاس الفاظ نہ تھے نہ ہیں کہ تمہاری اس کامیابی پر تمہیں مبارک باد پیش کروں تمہیں یاد ہے جب تم نے مجھے بتایا کہ ماہنامہ آنچل میں تمہارا شاہکار ناول "کروں سجدہ ایک خدا کو" چھپ چکا ہے تو میں نے تمہیں مبارک ہو بہت بہت کے الفاظ کہتے ہوئے مجھے لگا یا تھا کہ اس وقت بھی میرے پاس الفاظ کی کمی تھی۔ تمہاری چھپی ہوئی خوبیوں کو جانتی تھی کہ خاموش رہنے والی غزل میں تھاٹھیں مارتا سمندر ہے، جس دن یہ کسی صورت باہر نکلا ایک تہلکہ مچادے گا اور الحمدللہ میری یہ بات ثابت بھی ہوئی کہ آنچل کی مدیرہ قیصر آراء نے پیش لفظ کی صورت میں تحریر سرگوشیاں میں تمہارے ناول کا ذکر بقیہ تحریروں کے مقابل فہرست میں اول کیا ہے اور کیوں نہ کرتیں بلاشبہ یہ سچ اور حق ہے۔ قصہ مختصر ہمارے پورے گروپ ممبر میں یہ تینوں آنچل کے شمارے دسمبر، جنوری، فروری گھومنے کے بعد اب مجھ تک پہنچے اس کی ایک وجہ میری پچھلے دنوں اپنی مصروفیات بھی رہیں۔ غزل تمہیں معلوم ہے مجھے کتابوں سے محبت ہے مگر ناول وغیرہ سے ہمیشہ دور رہی ہوں کہ یہ کہانیاں من گھڑت ہوتی ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ یہ معاشرے کی تصویر کشی کرتی ہیں اور شاید کسی کو راہ راست پر لے آتی ہوں مگر تمہارا ناول پڑھنے کے بعد مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ یہ ناول سوتے دلوں کا ایمان پھر سے زندہ کردے گا۔ مجھے اس ناول کو پڑھنے کے بعد یہ بات جان کر بہت خوشی ہوئی کہ دین وایمان کے بارے میں تمہارا تصور بہت صاف ہے۔ تمہاری ہیرے کی مانند تراشی ہوئی اردو جس نے تمہارے خیالات کو جگمگ کرکے صفحات کی زینت بنا ڈالا اور اللہ نے تمہاری محنت قبول کی اور یہ آج آنچل رسالے کی صورت میں ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تمہارے زور قلم کو اور تقویت بخشے اور مزید منصوبوں کو صحیح وقت پر تکمیل عطا فرمائے۔ میری تمام دعائیں تمہارے ساتھ ہیں! تمہیں معلوم ہے میں یونیورسٹی جاتی ہوں چھٹیوں کے بعد تمہیں کس قسم کا میٹر مل جائے ہو تو میسج کردینا میں لے آؤں گی۔ غزل ایک بات یاد رکھنا زندگی میں کبھی ایسا وقت بھی آجاتا ہے جب انسان خواہ مخواہ دنیاوی الجھنوں میں مصروف ہوجاتا ہے مگر تم اللہ کا شکر ادا کرتی رہنا کہ اس رب پاک نے تمہیں باقی صلاحیتوں کے ساتھ لکھنے کی بہترین صلاحیت سے نوازا ہے تو اس کو کبھی حالات ہوں ترک نہ کرنا۔ بانو قدسیہ کی تحریروں کو پڑھنا کہ وہ کس طرح حالات کو قابو میں رکھتے ہوئے لکھتی رہیں اللہ پاک تمہیں ہمیشہ خوش وخرم رکھے اور ترقیاں عطا فرمائے آمین۔

دلکش مریم...... چنیوٹ۔ السلام علیکم! اگست کا ٹائٹل پسند آیا عید سروے میں بھی بہنوں کے جوابات اچھے تھے۔ سمیرا شریف طور اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے آمین۔ "موم کی محبت" شرمین کی آزمائش کب ختم ہوگی اس کے حصے کی خوشیاں کب اس کو ملیں گی؟ عارض نے جان بوجھ کر زیبا کو نہیں پہچانا لگتا تو ایسا ہی ہے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" پتا نہیں کاشف کی کیلی کو سمیرا اتنی ڈھیل کیوں دے رہی ہے انہیں جلد از جلد سائیڈ پر کریں ناول دلچسپ موڑ پر ہے۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" نازیہ زرا ردمینس پر ہاتھ ہلکا رکھیں۔ مکمل ناول "زیست کی شام سے پہلے" اور "عید چاند ستاروں کی" دونوں بہترین تھے۔ حیا بخاری بہت خوب صورت ناول لکھا آپ کا شکریہ۔ سیاس گل ناول اچھا ہے بہت مگر تحسیم کا رانتل سے اتنا کھوز ہونا پسند نہیں آیا کیونکہ وہ نامحرم ہے اور پھر رانتل بھی شانے پر سر رکھ کر رونے لگی۔ اف پلیز ذرا خیال کریں افسانے بھی ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ بیاض دل میں بس مجھے اپنا شعری پسند آیا (غلط تو نہیں کہا؟) آئینہ میں حرا قریشی، جمع مسکان اور جاناں کا تبصرہ پسند آیا۔ جاناں وسیم بیگ شہلا آپی کو بھی وسیم کہنا چاہیے تھا آپ کو کراں کی طرف سے میں نے کہہ دیا ہے۔ "یادگار لمحے" "توبیہ بلال" "موناشاہ قریشی" "مدیحہ نورین" کے الفاظ پسند آئے۔ عشنا کوثر سردار کا ناول شائع کردیں پلیز میں ان کا آنچل میں ہی پڑھنا چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

سندس رفیق، مناہل شبیر...... عبدالحکیم۔ السلام علیکم! اگست کے آنچل کا ٹائٹل بہت نارمل سا تھا شاید مہندی اور جیولری دکھانے کے چکر میں تصویر بے حد قریب سے دی تھوڑی دور سے ہوتی تو اچھی لگتی۔ سمیرا شریف کا انٹرویو پڑھا فیشن زدہ محسوس ہوئیں اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ سروے کے جوابات پڑھنے کو دل نہیں چاہا نہ جانے کیوں شاید بعد میں پڑھ لوں۔ "ہم سے پوچھئے" میں کچھ سوال مزے کے ہوتے ہیں زیادہ تر سنجیدہ سے۔ یادگار لمحے میں پروین

افضل، زائرہ ریحانہ، نمرہ اسلام، نجم انجم اور صنعا سند ھو نے بہترین لکھا آئینہ میں حرا قریشی نے بہترین لکھا ویسے انہیں ڈکشنری سے مدد لینا پڑی ہوگی یا پھر کافی دیر اپنے ذہن کو کھنگالا ہوگا (لو جی ہم نے تبصرے پر تبصرہ کردیا) مہندی کے ڈیزائن اچھے تھے لیکن ہمارے ہاتھوں پر لگائے کون؟ پورے خاندان میں شاید ہی کسی کو مہندی لگانی آتی ہو۔ ربیعہ اسادر کی والدہ کے بارے میں پڑھ کر بے حد دکھ ہوا۔ پروین افضل اس لحاظ سے لکی ہیں کہ ہر بار موجود ہوتی ہیں ورنہ ہم تو بڑی مشکل سے ڈاک بھیجتے ہیں۔ نیرنگ خیال میں سب کی بہترین غزلیں تھیں نئے آنے والے کچھ لوگ پہلوں سے بھی اچھی شاعری کررہے ہیں۔ بیوٹی گائیڈ میں ہنی ایمان اور کام کی باتیں میں زینب احمد نے اچھا لکھا اللہ حافظ۔

دالو کرن بدر...... ہالا نیو۔ السلام علیکم شہلا آپی اب سے پہلے میری طرف سے پوری آنچل ٹیم، ریڈرز اور رائٹرز کو جشن آزادی مبارک۔

ترس رہی ہیں جو مدت سے تیری دید کو
وہ بے قرار نگاہیں تمہیں سلام کہتی ہیں

آنچل کا ٹائٹل بس ٹھیک تھا کچھ خاص نہیں۔ حمد ونعت ماشاء اللہ بہت عمدہ تھی نعت۔ اقبال عظیم نے فرسٹ لائن سے لے کر لاسٹ لائن تک بہت خوب لکھا ہے ہر بار کی طرح دانش کدہ اچھا لگا۔ "پیا کا گھر" سمیرا شریف کو بہت بہت مبارک اب آتے ہیں افسانوں کی طرف "اک شمع جلائی ہے" حمیرا نوشین کی تحریر دل کو چھو گئی۔ باقی سب افسانے ٹھیک تھے اس کے بعد ناول پڑھا نازیہ کنول نازی کیا خوب لکھ رہی ہیں "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھا سمیرا جی آپ سے ایک گزارش ہے اتنا کو اب تو کمرے سے نکال دو کب تک روتی رہے گی!!!! "موم کی محبت" "راحت وفا" اب تو اینڈ کردو اسٹوری بہت بور ہورہی ہے۔ مکمل ناول میں "زیست کی شام سے پہلے" اقراء صغیر جی کیا لکھا ہے دل کو چھو گئی آپ کی تحریر اتنی اچھی تھی کہ دوبارہ پڑھ ڈالی۔ بیاض دل سے صائمہ مہر گل، نادل مصطفیٰ کے اشعار بہت اچھے لگے۔ نیرنگ خیال سے "دھرتی کے فرشتے" پڑھ کر آنکھوں میں آنسو آگئے۔ ام حفصہ نے اچھا لکھا، طلعت خواجہ عرفانہ بہت اچھا لگا کیا خوب لکھا ہے۔ ڈش مقابلہ میں بھی ڈشز اچھی تھیں۔ آخر میں اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ اللہ آنچل کے لکھنے اور پڑھنے والوں کو ہمیشہ خوش رکھے آمین اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر کرن! خوش آمدید۔

جی کنول خان...... موسیٰ خیل۔ السلام علیکم پاکستان! آپ سب کو بہت بہت جشن آزادی مبارک۔ ڈیئر آپی آپ کا بہت شکریہ میرا خط شائع کرنے کا 25 تاریخ کو آنچل ملا جب اپنا نام آنچل میں دیکھا تو خوشی کے مارے اچھل پڑے۔ اس ماہ کا آنچل بھی ہمیشہ کی طرح بیسٹ تھا سب سے پہلے سمیرا شریف طور کا انٹرویو پڑھا سمیرا آپی دلہن بنی بہت خوب صورت لگ رہی تھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو یونہی ہنستا مسکراتا رکھے آپ کی تو میں بہت بڑی فین ہوں آپ کو دیکھنے کی بڑی خواہش تھی آنچل کے ذریعے آپ کو دیکھ بھی لیا۔ "موم کی محبت" اسٹوری بیسٹ جارہی ہے اب دیکھتے ہیں زیبا کو دیکھ کر عارض کا ردعمل کیا ہوتا ہے تصویر کو دیکھ کر تو انجان بن گیا۔ شرمین نے بولی بے چارے کو اتنا دکھی کردیا شرمین اور بولی میرے فیورٹ کردار ہیں۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" نازیہ آپی کے کیا کہنے آپ تو لفظوں کی جادوگر ہیں ایک ایک لفظ ایسا سحر طاری کردیتا ہے کہ کیا کہنے۔ زاویار کا دماغ کافی خراب ہے اسے ٹھیک کردیں۔ "چاند گنگنا دیا" حیا بخاری نے بہت اچھے موضوع پر قلم اٹھایا چلبلی سی ہیروئن ملالہ بہت پیاری لگی۔ انگلش کے لفظوں میں گالیاں دینے پر بڑی ہنسی آئی۔ حارب کا کردار اچھا لگا پاک آرمی کے جوانوں کو سلام جو اپنا گھربار، بچے، مائیں سب چھوڑ کر سرحدوں پر ہماری حفاظت کے لیے ڈٹے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے پاکستان کو ہر آفت سے محفوظ رکھے آمین۔ "محبت کا چاند عیدی چاند ستاروں کی" اچھی اسٹوری تھیں۔ ڈش مقابلہ میں تمام ڈشز کو پڑھا غور وفکر کرنے کے بعد عید پر یانی کھوئے والی قوامی سویاں جھٹ پٹ بنا ڈالیں اور گھر والوں کی جانب سے کافی داد موصول ہوئی (آہم)۔ ہم سے پوچھئے میں شمائل آپی بڑے اچھے جواب دیتی ہیں آپ اس بار ہم بھی آپ کی بزم میں شامل ہونے آرہے ہیں اچھا اب اجازت چاہتی ہوں ان شاء اللہ اگلے ماہ پھر حاضر ہوں گی اللہ حافظ۔

روشی وفا...... ماچھیوال۔ تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو میرا محبت بھرا اسلام کیسے ہیں آپ سب؟ امید ہے سب خیریت سے ہوں گے اس بار آنچل 25 کو مل گیا آئینہ میں اپنا نام جھلملاتا ہوا دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ سب سے پہلے سلسلے وار ناول "ٹوٹا ہوا تارا" کی طرف بڑھے بہت سلو اسٹوری جارہی ہے پلیز آپی اب تو ان کے ماضی سے پردہ اٹھادیں اور ہاں سمیرا آپی آپ کو شادی کی ڈھیروں مبارک باد۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" بھی بہت زبردست اسٹوری ہے پڑھ کر مزہ آگیا۔ اقراء صغیر احمد کا ناول "زیست کی شام سے پہلے" بہت زبردست تحریر تھی واقعی جو لوگ عورت کی عزت نہیں کرتے ان کی کوئی عزت نہیں کرتا۔ ماں، بہن، بیٹی اور بیوی عورت سے جڑا ہر رشتہ قابل احترام وتوقیر ہے مگر عاشق علی جیسے اور نہ جانے کتنے نفس کے غلام ان باتوں اور جذبوں کو کہاں اہمیت دیتے ہیں۔ "عیدی چاند ستاروں کی" اور "چاند گنگنا دیا" دونوں تحریریں اچھی لگیں۔ "محبت دل کا سجدہ ہے" یہ ناولٹ بھی اچھا جارہا ہے پر رانتل اور علی کو جدا مت کرنا۔ باقی تمام افسانے اچھے تھے مستقل سلسلے بھی سب اپنی مثال آپ تھے۔ نیرنگ خیال میں

سپاس گل، عائشہ نور عاشا، سعدیہ عابد کی غزلیں "بیاض دل" میں حافظہ زائنہ، حافظہ ریحانہ، حلیمہ سعدیہ کے اشعار اور اپنا شعر پسند آیا۔ اینڈ میں طیبہ منیر، مثل کو میرا پیار بھرا سلام اب اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

ثوبیہ بلال صبح...... ظاہر پیر۔ السلام علیکم! آداب اور آزادی مبارک 24 جولائی کو جونہی آنچل ہاتھ میں آیا سوچا سکون سے بیٹھ کر پڑھوں گی لیکن یہ کیا یہاں تو سارے ہی آنچل کے شیدائی نکلے آتے ہی دیکھ کر بولیں۔ ارے یہ کیا اگست کا آنچل آ بھی گیا اور مجھ سے لے کر سب ہی دیکھنے لگیں اور میں تو بس ان سب کا منہ دیکھ کر رہ گئی (آج کل چھٹیوں میں کمپیوٹر کلاس جوائن کی ہوئی ہے یہ سب وہاں کی فیلوز ہیں) ایک نے آنچل کی ٹائٹل پر کمنٹ پاس کیا کہ "یہ تو پچھلے سال کا ٹائٹل ہے" خیر مجھے اس سے کیا سب سے پہلے "پیا کا گھر" میں سمیرا شریف طور کو دیکھ کر سب ہی حیران رہ گئی اور ان کو ڈھیر ساری دعائیں۔ سروے عید کے رنگ میں سب نے ہی اچھا لکھا تھا مجھ سمیت (آہم......) جس کہانی کو سب سے پہلے پڑھنے کی جلدی تھی وہ ہے اقراء صغیر احمد کی "زیست کی شام سے پہلے" اختتام خوب ہوا۔ نازیہ کنول نازی کی "شب ہجر کی پہلی بارش" بھی اچھی جارہی ہے خاص طور پر آپ جو شاعری ایڈ کرتی ہیں وہ مجھے پسند ہے اور آپ کے کرداروں کے نام بہت مختلف ہوتے ہیں جو کہ میری ایک فیلو کو بہت پسند آتے ہیں اس کے علاوہ سمیرا جی کی کہانی "نوٹا ہوا تارا" پروین گئی عائزہ کی تصویر پیاری تھی لیکن پلیز کہانی کو جلد از جلد سمیٹیں۔ "موم کی محبت" کے ٹائٹل پر دی مایا علی کی تصویر پسند آئی یہ قسط بھی اچھی تھی ہاں اور ایک اور کہانی کے ٹائٹل پر دی گئی تصویر بہت پسند آئی وہ ہے نزہت جبیں کی "عیدی چاند ستاروں کی" حجاب اوڑھے دعا مانگتی پیاری سی لڑکی مسکراتے ہوئے اچھی لگی۔ اس بار زیادہ تر کہانیوں کے ناموں میں چاند نظر آیا جیسے "عیدی چاند ستاروں کی" چاند گنگنا دیا" محبت کا چاند" تمنا چاند ستاروں کی" "قوس قزح پر لکھا گیا" حیاء بخاری کا ناولٹ "چاند گنگنا دیا" اگست اور آزادی کا ترجمان تھا اور نسیمی غزل کا افسانہ "تمنا چاند ستاروں کی" اچھی لگی۔ باقی سب افسانے بھی ٹھیک تھے نیرنگ خیال میں زیادہ تر نظمیں عید کے بارے میں تھیں وہی سانحہ صفورا کے بارے میں پڑھ کر دل غم میں ڈوب گیا اور شاعری میں اپنی کوئی نظم نہ دیکھ کر کچھ مایوس بھی ہوئی پر آئینہ میں اپنا نام دیکھ کر صرف اس پر اکتفا کرلیا اور مہندی کے ڈیزائن دیکھ کر وہیں بیٹھے بیٹھے ایک دو ہاتھوں پر چھاپ دیے (مہندی سے ہی چھاپے تھے مشکل کیسی بیوٹیشن کی کلاس سے لے آئے بس) باقی سب بھی بیسٹ تھا۔ اللہ سے دعا ہے کہ آنچل ایسے ہی اپنی بہاریں دکھاتا رہے ہمارے ہاں موسم بھی آج کل بہت خوب صورت بنا ہوا ہے ہلکی ہلکی رم جھم میں گرم گرم چائے کے ساتھ گرم پکوڑے سموسے اور بریانی کا مزا لیتے ہوئے پسندیدہ آنچل پڑھنا لطف دوبالا کردیتا ہے آپ سب بھی اس موسم کو خوب انجوائے کریں ساتھ ہی اجازت دیں اللہ نگہبان رب راکھا دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور اللہ حافظ۔

سامعہ ملک پرویز...... خان پور، ہزارہ۔ ڈیئر آپی اینڈ آل ریڈرز السلام علیکم الیقین واثق کہ سب خیریت سے ہوں گے اتنی طویل غیر حاضری کے بعد آنچل میں حاضر ہوں۔ 12 اپریل بابا جان کی ڈیتھ کے بعد جیسے سب کچھ ختم ہوتا محسوس ہوا مگر وقت کا کام ہے گزرنا حالات معمول پر آنے لگے مگر ہم ادھورے رہ گئے اپنے غموں کے سنگ...... آپ سب سے التماس ہے میرے بابا جی کے لیے دعائے مغفرت کریں۔ آنچل کے بھی سلسلے اچھے جارہے ہیں شاعری، ڈش مقابلہ، یادگار لمحے، بیاض دل سب کا انتخاب و کلام زبردست رہا۔ سلسلے وار ناول بھی اچھے جارہے ہیں تفصیلی تبصرے کے ساتھ پھر حاضر ہوں گی شکریہ اللہ حافظ۔

رانی اسلام...... گوجرانوالہ۔ شہلا عامر جی! السلام علیکم! کیسی ہیں آپ امید ہے کہ خیریت سے ہوں گی ہم نے بہت دنوں بعد خط لکھا، محسوس تو کیا ہوگا بس کچھ گردش حالات میں گھر گئے تھے اس لیے خط نہ لکھ سکے اب جونہی حالات نے ہمیں اس قابل بنایا کہ کچھ لکھ سکیں تو فوراً سے پہلے خط لکھا، آنچل پہلے کی طرح ترقی کی منازل طے کررہا ہے اور میری دعا ہے کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔

جاذبہ عباسی...... دیول، مری۔ سلطنت آئینہ کی پیاری ملکہ شہلا جی آپ کو اور پڑھنے والی تمام پریوں کو آپ کے دیس کی ننھی سی خوب صورت سب سے کیوٹ فیری جاذبہ عباسی کا محبتوں اور خلوص بھرا السلام علیکم قبول ہو۔ ایک طویل عرصے کے بعد آپ کی محفل کو چار چاند نہیں بلکہ آٹھ چاند لگانے ہم تشریف لائے ہیں اپنی سہانی محفل میں شرکت پر ذرا گرم جوشی سے استقبال تو کریں ناں؟ ویسے تو آنچل میں شائع ہونے والی ہر تحریر بہترین ہوتی ہے مگر آج مجھے تبصرے کے لیے قلم اٹھانے پر نازی جی کی "شب ہجر کی پہلی بارش" اور راحت جی کی "موم کی محبت" نے مجبور کیا۔ نازی جی کے ناول میں کیا خوب کردار ہے عائلہ علوی کا اور صمید حسن صاحب کا ماضی ہمیں بھی کچھ ممتی میں اور کچھ نئی یادوں کی طرف دھکیل دیتا ہے اور پاک آرمی سے منسوب سدید تو ہمیں بہت ہی پرکشش اور ہینڈسم لگتا ہے۔ نازی جی پلیز! اپنے اس ناول کو الگ طرح سے پہچان دیجیے گا کہ ہم آپ کے باقی ناولز کی طرح اس کو بھی صدیوں بھول نہ سکیں۔ راحت جی "موم کی محبت" کہانی کا عنوان ہی کیا زبردست ہے کہ پڑھتے ساتھ ہی بہت کچھ ذہن کی اندھیری نگری میں پھر سے روشن ہوجاتا ہے۔ صفدر ایک ایسی انسان مگر اپنی نام نہاد اور مردانگی کی اکڑ سے بھرپور عارض ہر طرح سے خوبرو مگر اعتبار کی حس کمزور اور وہموں کا مارا ہوا۔ نہ پیا اور شرمین جن کو ان کا ماضی کسی طور حال میں لوٹنے ہی نہیں دیتا اور بوبی جیسا ایک ولن ہے یا ہیرو...... اکیا کہنے راحت جی کے آپ تو ذہن دل ہمارے دل میں گھر کرگئیں۔ اقراء صغیر احمد آپ کا ناول "زیست کی شام سے پہلے" بھی ایک مکمل شاہکار

تھا۔ اللہ کریم سب لکھاریوں اور قارئین اور آنچل کی پوری ٹیم کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور ہماری پاک دھرتی پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل کرے آمین۔

عالیہ اشرف...... لانڈھی، گل احمد۔ میری طرف سے آنچل کی تمام رائٹرز ریڈرز اور تمام اسٹاف کو محبت بھرا سلام۔ اللہ کے فضل و کرم سے آپ سب ٹھیک ہوں گے آنچل تین سال سے پڑھ رہی ہوں لیکن شرکت پہلی بار کررہی ہوں۔ اب بات کروں کہانیوں کی تو سب ہی بہت شاندار ہیں سلسلہ وار ناولز بھی بہت فنٹاسٹک ہیں (کس کس کی بات کروں؟) دوسرے تمام سلسلے بھی بہت لاجواب ہیں نازی جی اور سمیرا جی کی شادی کا سن کر بہت اچھا لگا آپ انہیں میری طرف سے مبارکباد دیجیے گا۔ اس مہینے یعنی اگست کی 18 تاریخ کو میری سالگرہ ہے (آپ آنچل کے ذریعے مجھے وش کریں گی نا) ماہنامہ حجاب بھی آرہا ہے بہت شدت سے انتظار ہے اب اجازت چاہتی ہوں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ و ایمان میں رکھے اور آنچل اور حجاب دونوں کو ترقی اور کامیابی سے ہمکنار کرے آمین۔

رومانہ قریشی...... پیر کنڈ۔ ڈیئر شہلا آپی اور تمام پڑھنے والیوں کو میرا محبت سے پُر سلام عرض ہے اگر سال میں ہر مہینے کوئی خوشی میسر آتی ہے تو وہ ہے آنچل کی خوشی بھئی جب ہی آنچل مہینے کی آخری تاریخوں میں ملتا ہے پڑھ کر ختم بھی کرلیتی ہوں لیکن پھر بھی دل خوش ہوتا ہے بار بار آنچل پر ہاتھ پھیرتی ہوں اور آنکھیں بند کرکے محسوس کرتی ہوں آنچل کی موجودگی اور سوچتی ہوں کہ اگر خدانخواستہ آنچل نہ ہوتا تو زندگی کتنی خاموش اور بے رونق ہوتی، خیر یہ تو آنچل سے دلی وابستگی کا اثر ہے۔ اب آتی ہوں تبصرے کی جانب تو کیا ہی کہنے محترمہ ماڈل صاحبہ بے حد خوب صورت اور شاندار سرورق، قیصر خالہ آپ کی سرگوشیاں تو دلوں کے حال بیان کرتی ہیں اور آپ نے صحیح کہا عوام چاہے جتنا رولا ڈالے لیکن وقت کے حکمرانوں نے کرنی اپنی مرضی ہے۔ حمد و نعت کو بھی نظر انداز نہیں کیا ان کو پڑھ کر اتنا سکون ملا جیسے جیتی ہوتی ہوں ہمارا وقت گزرتی جاتا ہے اب بات ہوجائے ناولز کی جناب تو سلسلے وار ناول میں سمیرا جی آپ تو واقعی میں کمال کرتی نہیں ہو بلکہ کمال ہو آپ نے یہ ٹھیک کیا کہ ابوبکر اور ہادیہ کو ایک کرنے کا فیصلہ اور یقیناً عباس کے ساتھ رابعہ وہی کریں گی اور پلیز انا اور ولید کو کچھ بھی کریں ساتھ ہی رکھیں۔ حماد کے ساتھ مجھے کا فیصلہ کو یاد رہے کو کرلیں لیکن انا اور ولید ہی ہونے چاہئیں پلیز، بہر حال قسط سپر تھی۔ راحت آپ تو بس کرتی ہی کچھ الگ ہیں کہانی میں عارض کی ہیروئن شرمین کوئی بنائے گا۔ نازیہ کنول کا ناول ابھی تک نہیں پڑھا بڑی مشکل سے صبر کیا ہوا ہے نازی آپی کے ناول کی پہلی قسط جب شائع ہوئی تو سوچ لیا تھا جب چھ قسطیں ہوں گی تب پڑھوں گی تین قسطیں تو ہوگئیں بس باقی تین کا شدت سے انتظار ہے۔ مکمل ناول میں اقراء نے بہت سپر ہٹ اینڈ کیا سوچتی ہوں کیا دنیا میں اتنے اچھے لوگ موجود ہیں جو اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے دوسروں کی مدد کریں۔ عیدی چاند ستاروں کی نزہت جبیں آپ نے بھی کمال کا لکھا، ناولٹ میں "چاند گنگنا دیا" حیاء بخاری کی بہترین کاوش تھی۔ "محبت دل کا سجدہ ہے" ختم ہونے پر ہی تبصرہ کروں گی افسانوں میں چاروں افسانے ہی اچھے تھے۔ حمیرا نوشین کا افسانہ "اک شمع جلائی ہے" ماں کے جذبے اور وطن کی محبت کی عکاسی کرتا ہوا افسانہ تھا سو بیسٹ رہا میری لسٹ میں۔ ہمارا آنچل میں انعم حسن اور ایس انمول کا انٹرویو پسند آئے آئینہ میں حرا قریشی کا خط چھا گیا حرا آپ اتنے خوب صورت لفظ کہاں سے لاتی ہو۔ نیرنگ خیال میں ام حمنہ کی نظم بیسٹ رہی "ہم سے پوچھے" میں رشک وفا کے سوالوں نے مسکرانے پر مجبور کردیا، رشک وفا کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی بتائیے گا ضرور آنچل کے تمام سلسلے ہی اچھے تھے خط یقیناً بہت لمبا ہوگیا ہے اللہ حافظ۔

طاہرہ ملک...... جلالپور، پیر والہ۔ سب سے پہلے میری طرف سے آنچل اسٹاف ریڈرز رائٹرز آپ سب کو عید مبارک۔ آنچل ہمیشہ کی طرح 27 کو ملا اس بار ہم نے بالآخر ہمت پکڑ ہی لی کہ چاہے جو بھی ہو آنچل میں شامل ہونا ہے آنچل کا اور ہمارا ساتھ تقریباً دس سال پرانا ہے ایک وقت تھا کہ آنچل کے ہر سلسلے میں ہم ہر ماہ شامل ہوتے تھے لیکن گردش دوراں نے ہمیں دور کردیا، لکھنا تو چھوڑ دیا پر آنچل پڑھنا نہ چھوڑا۔ اب آتے ہیں تبصرے کی طرف اس ماہ ہمارے لیے ایک خوب صورت سرپرائز تھا جی ٹھیک سمجھے (سمیرا شریف طور) جیسی بیوٹی فل رائٹر سے ملنا۔ ندا رضوان ٹھیک ہے ہماری فیورٹ رائٹرز (نازیہ، سمیرا) سے آپ نے ملوادیا۔ صالحہ سحر، ایس انمول، سعدیہ یوسف آپ سے مل کر اچھا لگا۔ "عید کے رنگ" زبردست سروے تھا۔ "زیست کی شام سے پہلے" اقراء صغیر احمد آپکا ہر ناول میرا فیورٹ ہوتا ہے کب آرہی ہیں آپ سلسلے وار ناول لے کر۔ رائمہ کی قسمت اچھی نکلی احد جیسا سمجھا ہوا آخر کار اس کا نصیب بنا۔ "موم کی محبت" راحت وفا آپ کا یہ ناول پچھلے ناولوں جیسا تاثر نہیں قائم کرسکا۔ شرمین صفدر کوئی بھی کردار انسپائر نہیں کرسکا۔ "عیدی چاند ستاروں کی" افرحہ سمجھدار نکلی جو اس نے بروقت اچھا قدم اٹھالیا۔ نویدہ بے چاری پر افسوس ہوا جس نے اتنی بڑی قربانی جس کی خاطر دی انہوں نے اس کی قدر نہ کی روایت شکن۔ سندس جبیں نے اچھا ناول لکھا "ٹوٹا ہوا تارا" اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ مائی موسٹ فیورٹ ناول اس کا ہر کردار جاندار ہے سمیرا جی اب انا بے چاری کی مشکلات ختم کردیں دہری اذیت کا شکار ہے وہ یہ جان کر اچھا لگا کہ ولید بھی انا سے پیار کرتا ہے۔ شہوار مصطفیٰ کو ایاز جیسی عفریت سے بچائیے گا اور جلدی جلدی ماضی سے پردہ اٹھائیں اور رابعہ کا مسٹر رائٹ عباس ہی ہوگا۔ "چاند گنگنا دیا" حیا بخاری صحیح کہا آپ نے یہ آرمی ہی ہے جس نے پاکستان کو ہر مشکل سے نکالا ایسی کہانیاں دل کو چھولیتی ہیں۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" سوری نازیہ جی میں یہ ابھی نہیں پڑھ سکی اپنی سسٹر رضوانہ اور سعدیہ سے اس کی

بہت تعریف سنی ہے۔ "محبت کا چاند" ٹھیک کہا آپ نے دولت ہی سب کچھ نہیں ہوتی' دولت کے بغیر زندگی گزر سکتی ہے لیکن محبت اور عزت کے بغیر نہیں گزر سکتی۔ مقدس مینے نے ارسل کی آنکھیں کھول ہی دیں "محبت دل کا سجدہ ہے" سباس گل ہم بے چینی سے منتظر ہیں کہ کب رائنل' علی اور کرن ذوالنون کا ملن ہوتا ہے۔ خوب صورت شاعری پسند آئی آپ کی "ایک شمع جلائی ہے" ہر بار یہ جان کر دل خون کے آنسو روتا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے کتنی بڑی قربانیاں دیں اور نوجوان نسل قدر نہیں کرتی۔ "تمنا چاند تاروں کی" بہت ہی اچھا لگا کہ اس نے دل کی نہ مان کر دماغ کے فیصلے کو ترجیح دی اور وجیہ ان کو منتخب کیا۔ بیاض دل میں پروین افضل شاہین' کرن وفا' جاناں' فاطمہ حرا کا انتخاب لاجواب تھا۔ ڈش مقابلہ میں طلعت نظامی' ہالہ' ہانیہ کی ڈشز پسند آئیں۔ بیوٹی گائیڈ کے تو کیا کہنے' محبت اسلم' مدیحہ کنول' نجم انجم' سعدیہ آپ کی شاعری دل کو چھوگئی۔ یادگار لمحے ہمیشہ کی طرح یادگار تھے آئینہ میں حرا قریشی کا لاجواب تبصرہ تھا آپ تو ہر طرف چھا گئیں۔ شمع مسکان' نمین روشنی' وفا آپ کا تبصرہ پسند آیا۔ پورا آنچل ہمیشہ کی طرح لاجواب تھا اللہ حافظ۔

حلیمہ سعدیہ شوکت...... تلہ خالصہ۔ السلام علیکم! شہلا آپی میں نے پہلے بھی آئینہ میں لکھا تھا لیکن شائع نہیں ہوا۔ افسانے میں "محبت کا چاند" بہت اچھی کہانی تھی۔ "تمنا چاند تاروں کی" بھی سبق آموز تھی۔ سروے میں بہت مزا آیا' قسط وار ناول نہیں پڑھے' سعدیہ یوسف ہمارے آنچل میں اچھی لگیں۔ یادگار لمحے میں طیبہ سعدیہ عطاریہ جی مزا آ گیا۔ سعدیہ نام میرا آپ کا بھی سعدیہ...... سعدیہ یوسف میں آپ دونوں سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ نیرنگ خیال بھی بہت اچھا تھا' ثوبیہ شہزادی کا۔ بیاض دل میں سب کے شعر اچھے تھے۔ ڈش مقابلہ واہ جی واہ اب اجازت چاہوں گی اللہ نگہبان۔

ارم کمال...... فیصل آباد۔ پیاری باجی! ہمیشہ خوش باش رہیں آمین۔ السلام علیکم! امید ہے کہ بفضل خدا خیریت سے ہوں گی اس دفعہ آنچل 26 تاریخ کو ملا ٹائٹل میں ماڈل کے تاثرات عید سے مطابقت نہیں رکھتے تھے۔ درجواب آں میں سب سے مل کر دل کو شاد کیا' ہمارا آنچل میں ایسی انمول آپ تو دل لے گئیں (لویو)۔ "پیا کا گھر" میں سمیرا شریف طور اور سلطان محمود کی شادی کا احوال پڑھ کر بہت مزا آیا۔ کوئی بات نہیں سمیرا جی قدم آہستہ آہستہ ہی اٹھتے ہیں اور دل لکھتے لکھتے ہی لگتا ہے' میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ "عید کے رنگ" بہت ہی خوب صورت سروے رہا' خصوصاً شمع مسکان' جاناں اور نزہت جبیں ضیا کے جوابات بہت پسند آئے۔ سلسلے وار ناولز میں "موم کی محبت" میں یوٹرن آ گیا ہے جو کہ دلچسپی کے گراف کو بڑھا رہا ہے جبکہ "ٹوٹا ہوا تارا" میں بھی اب لگتا ہے کہ معاملات فیصلہ کن مراحل میں آ گئے ہیں۔ کہانیوں میں اس دفعہ "عیدی چاند ستاروں کی' چاند تنگنا دیا" اور "محبت کا چاند" نے عید کے بعد بھی عید کا سا مزا دیا۔ بیاض دل میں سب کے اشعار نے سماں باندھ دیا۔ نیرنگ خیال میں سباس گل' ام حمنہ' عائشہ نوری شاہ اور ثوبیہ شہزادی کی شاعری واہ واہ۔ دوست کا پیغام آئے میں مدیحہ کنول سرور' پروین افضل شاہین آپ دونوں نے مجھے یاد رکھا' شکریہ۔ یادگار لمحے میں ثوبیہ بلال سیح' عائشہ پرویز اور صنعا کے مراسلے اے ون رہے۔ آئینہ میں سب کے چہرے خوب لائٹیں مار رہے تھے۔ ہم سے پوچھیے میں روشنی وقار رحمانی' حافظہ نادیہ یسین' حسب خان اور شبانہ امین راجپوت کے سوالات اور شائستہ جی کے جوابات ہنس ہنس کر پیٹ میں درد ہو گیا۔ مہندی کے ڈیزائن' بیوٹی ٹپس' ڈش مقابلہ سارے سلسلے خوب سے خوب تر رہے' اچھا جی اب اجازت دیں زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔

سیدہ سحر گیلانی...... مروزہ۔ السلام علیکم! آپی کیسی ہیں آپ؟ اللہ پاک آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ آپی زندگی میں اتنی الجھنیں ہیں کہ کچھ بھی سمجھ نہیں رہا' پلیز آپی جی میرے لیے دعا کریں۔ "زیست کی شام سے پہلے" اقرا صغیر احمد مجھے سمجھ نہیں آ رہا کن الفاظ میں تعریف کروں' کون سے الفاظ ایسے لکھوں کہ اس ناول کا اس کی خوب صورتی کی صحیح الفاظ میں تعریف کر سکوں بس اتنا لکھوں گی کہ آنچل میں یہ ناول لکھ کے میرے سویٹ آنچل کو اپنا گرویدہ کرلیا۔ "برف کے آنسو" پھر "مجھے ہے حکم اذاں" عشق تمام مصطفی ﷺ' کروں سجدہ ایک خدا کو' محبت دل کا سجدہ ہے" پھر یہ "ٹوٹا ہوا تارا" سب ناول ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔ کسی ایک کو کہنا کہ یہ بہت اچھا ہے باقی رائٹرز کے ساتھ زیادتی ہے ناول "شب ہجر کی پہلی بارش" "تو مجھے کچھ کچھ" یہ جوگی دشت فراق" جیسا لگتا ہے۔ آنچل کی دوسری ہم جولی کب آئے گی آنچل مجھے بہت مشکل سے ملتا ہے ہمارا گاؤں شہر سے دور ہے۔ باقی چیزوں پر تبصرہ نہیں کروں گی کیونکہ ایک ہی ناول پڑھا ہے باقی ان شاء اللہ آئندہ بھی موقع ملا تب حاضری لگاؤں گی فی امان اللہ۔

اے ایف افتخار...... عارف والا۔ السلام علیکم شہلا آپی کیا حال ہیں؟ آنچل جلدی مل گیا تو خدا کا شکر ادا کیا کہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ سرورق خوب صورت تھا سب سے پہلے اپنی فیورٹ رائٹر سمیرا جی کی شادی کا احوال پڑھا ان کو دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی میرا بہت دل چاہتا تھا ان سے ملوں اور نہیں تو کوئی تصویر ہی دیکھ لوں۔ اب آتے ہیں سلسلہ وار ناولز کی طرف تو سب سے پہلے اپنی ایک اور فیورٹ رائٹر نازیہ کنول نازی کا ناول "شب ہجر کی پہلی بارش" اچھا ہے' لگتا ہے نازیہ اپنا ریکارڈ برقرار رکھیں گی۔ "ٹوٹا ہوا تارا" مجھے ولید اور انا کی جوڑی بہت اچھی لگتی ہے پلیز انہیں جدا نہ کیجیے گا۔ میرے خیال سے انا کو سب سچ بتا دینا چاہیے۔ "موم کی محبت" بھی اچھا لگنے لگتا ہے اور کبھی بور' پتا نہیں شرمین بے چاری کا کیا بنے گا۔ مکمل ناول میں "زیست کی شام" کا اینڈ اچھا تھا ایسے ہی ہونا چاہیے مجھے اچھا لگا۔ "عیدی چاند ستاروں کی" مجھے سمجھ نہیں آئی کہ انسان دوسرے انسان سے اتنی نفرت کیسے کرسکتا ہے' اس

میں نازش کا کردار پڑھ کر بہت افسوس ہوا' اسے تو بہت سزا ملنی چاہیے تھی۔ ناولٹ میں "محبت دل کا سجدہ ہے" سباس آپی پلیز پلیز رائنل اور علی کو ملا دیں' ذوالنون اور کرن کی لو اسٹوری مزا دے رہی ہے۔ "چاند تنگنا دیا" حیا بخاری کی تحریر زبردست تھی' افسانے سارے ہی اچھے تھے۔ "حنا کے رنگ" "مہندی کے تمام ڈیزائن خوب صورت تھے' بیاض دل میں ثانیہ مسکان' عادل مصطفیٰ' فائقہ' کیف سکندر کا انتخاب اچھا لگا' باقی سارا آنچل ہی اچھا تھا۔ مجھے پروین افضل شاہین اور آمنہ ولید سے انسیت محسوس ہوتی ہے' اللہ آپ کو سدا خوش رکھے' اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی۔ آداب عرض ہے امید ہے سب کی عید بہت اچھی گزری ہوگی' سب سے پہلے میں بات کروں گی "زیست کی شام سے پہلے" کی اقرا جی بہت اچھا لکھا آپ نے۔ رائمہ اور احد کے کردار بہت اچھے تھے ویل ڈن اقراء جی۔ اب بات کرتے ہیں "محبت دل کا سجدہ" کی تو سباس گل اسٹوری بہت سلو ہے اس بار اتنا مزا نہیں آیا جلدی اینڈ کردیں کرن اور ذوٹی بیسٹ کردار ہیں۔ اس کے بعد "شب ہجر کی پہلی بارش" نازی جی اچھا لکھ رہی ہیں آپ۔ سمیرا شریف طور کی شادی کا احوال پڑھ کر بہت اچھا لگا' جوڑی بھی فٹ ہے' ماشاء اللہ۔ باقی تمام تحاریر بھی بہت عمدہ تھیں۔ عائشہ نور محمد آپ پھر کوئی دل کو چھو جانے والی تحریر لکھیں پلیز بیاض دل میں فاطمہ صدف سلیمان کے اشعار پسند آئے۔ نیرنگ خیال میں فریدہ' سباس گل' جیا آپی کی شاعری بیسٹ تھی۔ یادگار لمحے میں زائمہ ریحان' نورین لطیف' ماریہ کنول کا انتخاب پسند آیا۔ آئینہ میں سب کے تبصرے اچھے تھے آخر میں آپ سب سے درخواست ہے کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ ہمارے وطن عزیز کو مشکلات سے بچائے آمین۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

ثناء رسول ہاشمی...... صادق آباد۔ تمام قارئین کو سلام اس بار تو آنچل لانا بھی جوئے شیر لانے کے مترادف ثابت ہوا' چھوٹے بھائی کو تھوڑی رشوت دینا پڑی اور وہ بے چارا برستی بارش میں لے کر آیا۔ سرورق بڑا خوب صورت تھا' نیا نتول دلہن کے گیٹ اپ میں نیم وا آنکھوں سے مجھے ہی دیکھ رہی تھیں۔ جملہ اشتہارات کو سرسری نظر سے دیکھ کر حمد و نعت سے دل کو منور کیا' سمیرا صاحبہ کی شادی کا احوال پڑھا۔ بہت پیاری لگ رہی تھیں اللہ ان کی نئی زندگی میں ڈھیروں خوشیاں اور سکون عطا فرمائے۔ "عید کے رنگ" میں طیبہ نذیر' میزاب' حمیرا نوشین اور شیاں' انسی زرگر کے جوابات اچھے لگے۔ شازیہ فاروق بہت شکریہ اتنے اچھے وظائف بتانے کے لیے' باقی بہنوں کے جوابات بھی پسند آئے۔ "زیست کی شام سے پہلے" کے لیے الفاظ نہیں مل رہے کہ کیسے تعریف کریں' شروع سے آخر تک کہانی نے اپنے سحر میں جکڑے رکھا۔ "موم کی محبت" بیشتر قارئین نے جس خدشے کا اظہار کیا تھا وہی ہوا کہ عارض ہی زیبا کا گناہ گار ہے۔ "عیدی چاند ستاروں کی" نزہت صاحبہ کا لکھا ہوا ہر لفظ دل میں اتر گیا' گڈ جاب۔ "روایت شکن" سندس صاحبہ ویل ڈن بہت اچھا لکھا آپ نے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" میں اس بار ہادیہ اور ابوبکر کا کردار اچھا رہا۔ "چاند تنگنا دیا" کا اینڈ پڑھ کر ہمارا دل بھی تنگنا دیا۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" نازیہ کنول نازی زبردست رہی۔ "محبت کا چاند" اور پھر سب ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگے' وہی اینڈ تک۔ "محبت دل کا سجدہ ہے" رائنل اور علی میں ناراضگیاں شاید ختم ہونے کو ہیں' نمین کی بنیا تو پار لگ گئی اب دیکھیں ذوالنون اور کرن کا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔ "اک شمع جلائی ہے" حمیرا نوشین سچ لکھا آپ نے یہ وطن ہے تو ہم ہیں' ہماری پہچان ہے ورنہ ہم کچھ بھی نہیں۔ اس مٹی کا قرض ہے ہم پر جو ہمیں چکانا ہے۔ "تمنا چاند تاروں کی" سمی غزل آپ کچھ لکھیں اور ہم تعریف کی بجائے چپ رہیں' امپاسبل۔ وردہ کو خدا نے درست قوت فیصلہ سے نوازا' اگر یہ بھی حقیقت ہے کہ رشتے جوڑتے وقت شرافت و نجابت کے بجائے زیادہ تر دولت کو ہی دیکھا جاتا ہے۔ بیاض دل معیاری شاعری سے بھرپور تھی' دوست کا پیغام میں ربیعہ اسماء اور بنت اللہ آپ کی والدہ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ آئینہ میں دلفریب انداز بیاں لیے حرا قریشی سے ملاقات ہوئی۔ طیبہ نذیر ہم آپ کو دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں۔ ڈش مریم آپ کی حیرت پر ہمیں بھی حیرت ہے۔ ندا رشید' سمیہ کنول' روشی وفا اور طلیبہ آپ سب کے لیے ویلکم۔ حسب اعوان شرف شمولیت پر مبارک باد۔ بختاور ناز اللہ آپ کی والدہ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے' سونیا قیوم' خوش آمدید آپ کی طرح ہمیں بھی عائشہ نور محمد کے ناول نے اسیر کر رکھا ہے۔

فاطمہ بھٹی...... ہاڑی۔ السلام علیکم! ویسے تو ہم آئینہ دیکھتے ہی رہتے ہیں مگر سوچا کیوں نہ اب کی بار اس آئینہ میں خود کو دیکھا جائے کہ کیسے لگتے ہیں۔ آنچل کی تعریف کے لیے ہمارے پاس الفاظ تو ہیں نہیں مگر پھر بھی کہتے ہیں کہ یہ اپنی مثال آپ ہے "ٹوٹا ہوا تارا" اور "شب ہجر کی پہلی بارش" بہت ہی اچھے ہیں۔ سب ہی سلسلے آنچل کی سپر ڈوپر ہٹ ہیں مگر یادگار لمحے کا تو کیا ہی کہنا' اللہ حافظ۔

سمیہ کنول...... بھیر کنڈ' مانسہرہ۔ السلام علیکم قارئین اینڈ رائٹرز! سمیہ کنول اور تھری اسٹار گروپ کی طرف سے آپ سب کو چاہتوں بھرا' خلوص بھرا اسلام قبول ہو۔ کیسے ہیں آپ سب لوگ اور عید کیسی گزری بھئی؟ اب آتے ہیں تبصرے کی طرف آنچل 28 کو ملا اور بہت مشکلوں سے ملا۔ سب سے پہلے آئینہ پڑھا' حرا قریشی کا خط زبردست تھا۔ اس کے بعد یادگار لمحے پڑھے اور پھر دوڑ لگائی "زیست کی شام سے پہلے" واہ اقرا اپیا کیا کمال لکھتی ہیں' ویل ڈن۔ شکر ہے عاشق وڈیرا مر گیا ورنہ بڑی مشکل ہو جاتی احد اور رائمہ کو۔ سب سے بیسٹ اسٹوری "عیدی چاند ستاروں کی" تھی اور کچھ ابھی پڑھا نہیں کہ بتاؤں۔ نازیہ کنول نازی اپیا سے درخواست

ہے کہ شادی کے بعد بھول نہ جائیں آنچل کو زبردست ہے ناول کے ساتھ انٹری مار رہی ہیں۔ سب کو جشن آزادی مبارک پاکستان زندہ باد۔

اسماء نور عشاء...... بھوج پور۔ السلام علیکم میں آٹھ سال سے آنچل کی خاموش قاری ہوں میری اس خاموشی کو توڑنے میں عائشہ نور محمد کے ناول ''عشق تمام مصطفیٰ ﷺ'' نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ زبردست بہت خوب صورت ناول عائشہ جی آپ کو ڈھیروں ڈھیر مبارکاں اتنا خوب صورت ناول لکھنے پر۔ مجھے آنچل ڈائجسٹ بہت پسند ہے پلیز میری آپ سے ایک معصوم سی درخواست ہے عفت سحر طاہر سے بھی کوئی ناول لکھوائیں ان کی کمی بڑی شدت سے محسوس ہوتی ہے پہلی دفعہ قلم اٹھایا ہے امید ہے خوش آمدید کہیں گی۔ ہماری دعا ہے اللہ ہمارے پیارے سے آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین۔

لائبہ مہر...... حضرو۔ سلام قبول آنچل ہمیشہ کی طرح فائن شائن ہوں گے سب (ان شاء اللہ) اس بار آنچل بہت لیٹ ہو گیا انتظار کر کے پھر شکر کیا کہ 25 کو آنچل میرے ہاتھ آیا۔ سب سے پہلے اپنے آپ کو دیکھا کہیں بھی نہیں تھی خیر ہو جاتا ہے کبھی کبھی ایسا بھی کوئی بات نہیں۔ ٹائٹل پر ماڈل کی جیولری میک اپ اور مہندی دیکھ کر آف چکرا گئے تھے بھئی پتا نہیں شاپنگ کہاں سے کرتی ہیں یہ ڈریس بھی ایسا ہی ملتا صرف بالوں میں لگے ہوئے پھول اچھے لگے۔ ''زیست کی شام سے پہلے'' بہت اچھا لکھا اقراء جی آپ نے اس شمارے میں سب سے بہترین یہی لگا نزہت جبیں اینڈ حیاء بخاری سندس جبیں آپ تینوں نے بھی بہت اچھا لکھا۔ حیاء بخاری کا اسٹارٹ بہت اچھا لگا۔ ''روایت شکن'' کی مدیحہ منفرد سی بہت پیاری لگی اور نزہت جبیں کے ناول کی پھوپو اور دادی پر بہت پیار آیا کاش...... حمیرا نوشین زبردست سویرا فلک کنول اور ملکی غزل آپ کی تحریر مجھے بہت اچھی لگی (شاید اس لیے کہ میں اردو کو حقیقی طور پر بھی جانتی ہوں) سمیع راحت وفا کے ناول میں شرمین نے منگنی ختم کر دی ہے شکر ہے بہت خوشی ہوئی اور شرمین عارض کو بھی نہ ملے۔ عارض کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے سمیع احمد کا جان کر دکھ ہوا وہ پرفیکٹ تھا میرے خیال سے منفرد گندہ ہے اور نازیہ آپی نے گاؤں کا نقشہ کھینچا ہے تو بہت ہی اچھا لگا۔ سباس گل کے صرف کرن اور دو آنسوں والا کردار متاثر کر جاتا ہے بھئی بھاڑ باقی کچھ بھی متاثر کن نہیں اور رانیل اور علی کا کردار تو بالکل بھی پسند نہیں (سوری پلیز) اس ناول میں شاعری اچھی ہوتی ہے۔ سمیرا آپی کی پہلی اور سیکنڈ ایکلی پچھلا بھی گی لیکن سمیرا آپی پلیز یارا نا میرا فیورٹ کردار ہے جیسا آپ نے سوچا تھا ویسا ہی لکھیں تعریف تنقید تو تب بھی ہوگی جب آپ کہانی کو چینج کریں گی مزا بھی انا کی وجہ سے ہے اگر وہ سیدھی سادی ہوتی تو ٹوئسٹ نہیں آئے گا۔ اس کے علاوہ مجھے آپ بھی خاصی موڈی سی لگی ہیں۔ نیرنگ خیال میں نزہت جبیں ضیاء محبت اسلم چوہدری ام حمنہ نمین افضل وزارت فریدہ جاوید فری طارق محمود (شامل) کوثر خالد جویریہ راج تنہا جیا عباس اور سمیرا احمد نازی اور بیاض دل میں مہرگل رشک حنا عائشہ پرویز شمع مسکان جانان ملائکہ زاہد عادل مصطفیٰ رخ گل شہزادی اور یادگار لمحے میں پروین افضل مونا شاہ قریشی کنول بٹ ادم کمال جیا عباس سمیرا اشتیاق نجم انجم سب بیسٹ تھے۔ افشاں علی شاہانہ عباد طیبہ نذیر نجم انجم کرن ملک شکریہ یاد پروین افضل مبارکاں۔

علوینہ چوہدری...... فیصل آباد۔ السلام علیکم اوپری دن سب سے پہلے تو قیصرآرا آپی سے دو دو ہاتھ ہوتی ہوں آپ نے سرگوشیاں میں کیا کہا کہ آنچل ڈائجسٹ میں کوئی کمی رہ گئی ہوگی غلط...... بالکل غلط آنچل ہمیشہ کی طرح وقت پر 25 تاریخ صبح آٹھ بجے مہکتا ہوا ہمارے ہاتھ میں آیا۔ آج پہلی مرتبہ آئینہ میں شرکت کر رہی ہوں اس کی وجہ سمیرا آپی جی ہیں۔ آپ تو بارات والے دن زیادہ حسین لگ رہی ہیں ویسے کی نسبت۔ پہلی مرتبہ کسی رائٹر کے بارے میں اپنے نازک ہاتھوں سے کچھ لکھ رہی ہوں آپ کے سلطان صاحب تو آپ کے سامنے کچھ بھی نہیں ہیں مگر میری سسٹر کو تو آپ دونوں کی جوڑی بہت پسند آئی ہے۔ اب آتے ہیں تبصرے کی طرف تو سمیرا آپی میں سب سے پہلے آپ ہی کا ناول پڑھتی ہوں ''ٹوٹا ہوا تارا'' مصطفیٰ اور شہوار تو میرے فیورٹ ہیں۔ انا اور ولید بھی مجھے بہت پسند ہیں آپ کا ''وصل کی پھر ہجر کی رات'' تو مجھے اب تک یاد ہے اور زرش سمعان احمد اس کی بات ہی الگ ہے۔ ''زیست کی شام سے پہلے'' اقراء صغیر احمد آپ کا بھی ناول نصیب کا تھا مزا ہی آ گیا پڑھ کر۔ نازی آپی آپ کو بھی شادی کی بہت بہت مبارک باد آپ کے ناول ''شب ہجر کی پہلی بارش'' میں مجھے درمکنون اور صیام پتا نہیں کیوں بے حد پسند ہیں۔ ان دونوں کے بارے میں زیادہ لکھا کریں باقی سارا ڈائجسٹ بھی اوسم تھا۔ ڈش مقابلہ مہندی کے ڈیزائن وغیرہ وغیرہ بھی اور مجھے پروین افضل شاہین کا لکھنا پڑھنا بھی مزا دیتا ہے۔ اللہ حافظ۔

پاکیزہ علی...... جتوئی۔ تمام آنچل اسٹاف اور پڑھنے والوں کو پاکیزہ علی کی طرف سے محبت بھرا اسلام وآداب تو جناب اس دفعہ آنچل مجھے رم جھم برستی بارش میں ملا۔ بارش اور آنچل دونوں ہی پسند ہے بارش کو دور سے انجوائے کرتے ہوئے آنچل پڑھنے کا اپنا ہی ایک مزا ہے آنچل کی سرورق حسینہ سے مل بجاتے کہ شلز میں گھس گئے جب شمارے میں پہنچی تو پتا چلا کہ سمیرا آپی اپنے پیا کو پیاری ہوگئی ہیں تو مجھ سے رہا نہ گیا بس آپی سے عید مبارک وصول کرتے ہوئے باقی سب سے بچتے بچاتے اپنی پیاری سمیرا آپی کے پاس پہنچ گئے پھر جلدی سے تصویریں دیکھیں اور سوالات کے جوابات پڑھے سب بہت اچھا لگا آپی آپ ولیمہ میں بہت ہی پیاری لگ رہی ہو آپ دونوں کی جوڑی بہت پیاری ہے اللہ آپ کو سدا خوش رکھے اس کے بعد دوڑ لگانے والے ناول کی طرف گئی سب سے پہلے ''ٹوٹا ہوا تارا'' پڑھا سمیرا آپی پلیز انا کو عقل دے دو وہ ایک بے وقوف لڑکی کی باتوں میں آ کر اپنا رشتہ نہ توڑے اور اپنے اتنے پیارے

رشتوں پر اعتبار کر کے انہیں سب بتا دے کاوشہ کو اچھا سبق سکھانا اور پلیز انا اور ولید کو ملا دینا یہ میرے فیورٹ کریکٹرز ہیں۔ حیات علی کے راز کھلنے سے ساری کہانی سمجھ آ رہی ہے ویل ڈن سمیرا آپی۔ اس کے بعد ''موم کی محبت'' پڑھتے راحت وفا کے پاس پہنچ گئی۔ شرمین نے بہت اچھا فیصلہ کیا یوں بھی واقعی بچکانہ حرکتیں کرتا ہے محبت میں شک کیسا اور ایسے رشتہ قائم نہیں ٹوٹ جاتا ہے۔ شرمین اور عارض کی جوڑی اچھی لگی ہے ان کو ہی ملانا اور کیا زیبا کا گناہ گار اگر عارض ہے تو صفدر کا ری ایکشن کیا ہوگا پھر وہ اپنا رشتہ قائم بھی رکھ سکے گا۔ خیر بہت اچھے سے کہانی آگے بڑھ رہی ہے سمیع احمد کے بارے میں پڑھ کر افسوس ہوا پھر میری روڈ نازیہ آپی کی ''شب ہجر کی پہلی بارش'' کی طرف تھی زاویار عائلہ سے اتنی نفرت کیوں کرتا ہے۔ عائلہ پر اتنا ظلم ٹھیک نہیں پھر اتنی ٹینشن برداشت کرنا بہت مشکل کام ہے۔ عائلہ اور سعدیہ کی نوک جھونک بہت اچھی لگتی ہے۔ صمید حسن اور بریرہ کے کردار بہت پسند ہیں باقی ساری کہانی بہت زبردست ہے سو آپی کیپ اٹ اپ۔ مکمل ناول میں ''عید چاند ستاروں کی'' نزہت جبیں آپی کا پڑھا نازش جیسی سیلفش عورتیں گھروں کو توڑ دیتی ہیں۔ راقب نے ساری اصلیت بتا کر بہت اچھا کیا تھا ناولٹ میں ''چاند گنگنا دیا'' حیاء بخاری نے زبردست لکھا۔ بیاض دل میں ام حمنہ پروین افضل شاہین عادل مصطفیٰ روشی رحمانی مہرگل اور حمیرا نوشین کے اشعار پسند آئے تبصرے سب کے ہی پسند آئے باقی آنچل ابھی زیر مطالعہ ہے۔

سیدہ سعدیہ عظیم...... بہاولپور' ای میل۔ السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ امید کرتی ہوں ٹھیک ہوں گی۔ پہلی بار انٹری دی ہے۔ اب آتے ہیں تبصرے کی طرف تو سب سے پہلے اپنے نام کی تحریر دیکھی جو ملی تھی اور خوشی ہوئی اور آئینہ میں دیکھا جو نہیں ملا افسوس تو ہوا لیکن بہت نہیں کیونکہ کوشش کرنی چاہیے جو کر رہی ہوں پھر اقراء صغیر کا ناول پڑھا جو کافی پسند آیا اور شکر ہے اس کا اختتام بہت اچھا کیا ہے پھر پڑھا نازیہ کنول نازی کا جو ابھی تو اچھا ہے آگے کا تو کچھ کہہ نہیں سکتے کیونکہ ناول کبھی بھی موڑ لے سکتا ہے۔ نازیہ آپی پلیز آپ کہانی کو بور مت کرنا اور اقساط بھی تھوڑی ہوں کیونکہ لمبا ناول بور کر دیتا ہے کم اقساط ہونی چاہئیں تاکہ جیسا اب اچھا ہے ویسا ہی اچھا رہے۔ ''عید چاند ستاروں کی'' ناولٹ اچھا تھا اس میں بڑوں کی عزت بتائی گئی ہے اچھی بات ہے کہ ہمارے معاشرے میں یہ بات عام الفاظ میں بتائی جاتی ہے اور باقی ناولٹ بھی بہت اچھے تھے۔ شاعری تو ویسے بھی اچھی ہوتی ہے لیکن اس بار بہت اچھی نہیں تھی آپ کو فرحت اشتیاق کا کوئی ناول شائع کرنا چاہیے اور تہمت عبداللہ کو مدعو کرنا چاہیے۔ دعا ہے سحر آپ کا تعارف پڑھ کے اچھا لگا اور دعا ہے کہ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اور آپ کا سایہ آپ کے چھوٹے بہن بھائیوں پر قائم رہے آمین

حنا اشرف...... کوٹ ادو۔ السلام علیکم امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے لیجیے ایک بار پھر آئینہ میں تشریف لے آئی ہوں۔ اس بار آنچل کچھ جلدی مل گیا ورنہ آنچل مجھے تب ملتا ہے جب نیا ڈائجسٹ مارکیٹ میں آنے والا ہوتا تھا۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی بہت اچھی تحریریں تھیں ڈائجسٹ پڑھنا تب بہت اچھا لگتا ہے جب ہماری کسی پسندیدہ رائٹر کی کوئی تحریر شامل ہو اس بار فاخرہ گل صدف آصف اور شمسہ فیصل کی تحریریں دیکھ کر بہت اچھا لگا۔ عائشہ نور محمد کا ناول ''عشق تمام مصطفیٰ ﷺ'' بہت زیادہ پسند آیا انتہا خوب صورت تحریر عائشہ کا یہ دوسرا ناول ہے جو میں نے پڑھا ہے اور مجھے بہت پسند بھی آیا جزاک اللہ ڈھیر اتنی پیاری تحریر کے لیے۔ سمیرا شریف طور کا ناول ''ٹوٹا ہوا تارا'' ہمیشہ کی طرح زبردست تھا سب سے زیادہ صفحات اسی ناول کے ہوتے ہیں۔ سمیرا باجی ڈھیر سارے صفحات لکھنے کے لیے بہت شکریہ۔ شہوار اور مصطفیٰ کو ڈھیر ساری مبارک باد انا کی پوزیشن جلد از جلد کلیئر کروائیں اور پلیز یہ حماد کو دفعہ دور کریں اس قسط میں عادلہ بی بی اور وریہ چڑیل کو بہت مس کیا۔ ہادیہ بے چاری پر بہت ترس آیا رابعہ عباس اور ہادیہ ابوبکر کی شادی ایک ساتھ کروا دیں ولیمہ تو انا ولید اور ان سب کا ساتھ ساتھ ہوگا (شہوار اور مصطفیٰ کا جس دن ہوگا)۔ اقراء آپی کے ناول ''زیست کی شام سے پہلے'' کی قسط بھی اچھی تھی مگر باقی آئندہ لکھا دیکھ کر تھوڑا سا غصہ آیا میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں اب بھی کہہ رہی ہوں ناول کے آخر میں باقی آئندہ لکھ کر ہمارا ضبط نہ آزمایا کریں مہربانی ہوگی۔ نازیہ آپی کا ناول ''شب ہجر کی پہلی بارش'' کی دوسری قسط پڑھی ہمیشہ کی طرح زبردست عائلہ کا پیارا سا کردار پسند آیا۔ زاویار اگر وہ تو دو تھپڑ لگانے چاہئیں سعدیہ بہت اچھا بچہ ہے فی الحال میرا موسٹ فیورٹ...... سباس آپی ویل ڈن آپ کا ناولٹ بہت خوب صورتی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ رانیل پر اس قسط میں تھوڑا سا غصہ آیا واپس جانے کا فیصلہ اسے اتنی جلدی نہیں کرنا چاہیے تھا۔ قصور عمر کا تو نہیں تھا پھر سزا اس کے حصے میں کیوں؟ ممکن ہو تو محبت مل جاتی ہے رانیل بھی واپس آ جائے گی یقیناً اس محبت کے لیے جو وہ عمر سے کرتی ہے باقی قسط بھی پسند آئی۔ صدف آصف جی ماشاء اللہ آج کل آپ کی ڈھیروں ڈھیر تحریریں پڑھنے کو مل رہی ہیں ''مجھے رنگ دے'' ناولٹ بھی اچھا تھا۔ ہمیشہ ایسے ہی اچھا اچھا لکھتی رہو سدا خوش رہو آمین۔ شمسہ فیصل آپ کے افسانے ''اندر کا دکھ'' کے تمام الفاظ دل کو چھو گئے خصوصاً آپ کے افسانے کے الفاظ ''قاری بہتر لکھاری ہوتا ہے جہاں کہیں ہم اٹکنے لگتے ہیں وہ اپنے مثبت تبصروں سے ہمارے گونگے ہوتے لفظوں کو زبان دیتے ہیں مشکل کرداروں کو نبھانے میں ہماری مدد کرتے ہیں'' بہت بہت پسند آئے مجھے۔ فاخرہ گل آپی نے آپ کے افسانے کا نام دیکھ کر ہی یقین آ گیا کہ آپ کی یہ تحریر پہلے سے بھی زیادہ خوب صورت ہوگی۔ آپی آپ نے بالکل ٹھیک کہا اکثر ایسا ہی ہوتا ہے ہم اللہ کی خوشی اور رضا کے لیے کیا جانے والا کام اللہ کی خوشی کے بجائے رشتہ داروں کی خوشی میں کرتے ہوئے اس قدر ہانپ جاتے ہیں کہ اصل مقصد بہت دور رہ جاتا ہے اور

اس ناول کے سب سے خوب صورت الفاظ "بغیر کسی طنز کے کوئی بھی اچھی بات اس طرح سکھانا کہ اس کے دل میں اتر جائے یہ بھی اللہ کی راہ میں صدقے کے برابر ہی کی حیثیت رکھتا ہے سو مالی طور پر نہ سہی لیکن اپنی کردار اور اخلاق سے فی سبیل اللہ یہ صدقہ تو ہم روز ہی دے سکتے ہیں" بہت خوب صورت الفاظ سے لکھا گیا یہ افسانہ دل کو چھو گیا' ویل ڈن آپی جی۔ اللہ حافظ۔

آمنہ حبیب...... جہلم۔ السلام علیکم! آنچل اسٹاف اور پڑھنے والوں کو محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ ماشاء اللہ آنچل میں سب ہی ناول' افسانے' حمد و نعت' شاعری' غزلیں بہت اچھے ہوتے ہیں۔ میں نے جب سے آنچل پڑھنا شروع کیا سب ہی ناول اچھے تھے۔ پھر "موم کی محبت" یہ سلسلہ مجھے پسند ہے اور پڑھ بھی رہی ہوں۔ راحت جی آپ کا یہ ناول بہت مزے کا ہے' دلچسپ اسٹوری ہے اور ٹوئسٹ سے ہی مزا آتا ہے۔ آپ کے اس ناول کو ختم کرنے کا بہت سی بہنوں نے کہا لیکن مجھے لگتا ہے یہ اسٹوری انہیں سمجھا سکتی ہے جس پر ایسا کچھ بیت چکا ہو خیر میں نے تو یہ رائے دینی ہے کہ اسے اور اچھی بنائیں۔ باقی ناول' افسانے بھی کمال کے ہوتے ہیں۔ "محبت دل کا سجدہ ہے" یہ ناول دوسرے نمبر پر ہے پھر مکمل ناول میں سے "زیست کی شام سے پہلے" کمال کا ناول تھا۔ باقی رائٹرز بھی کمال کا لکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو بہت ترقی دے آمین۔ اللہ نگہبان۔

نوری نیازی...... میانوالی۔ السلام علیکم! پہلی دفعہ شرکت کر رہی ہوں آنچل بہت اچھا ہے۔ "تو نا ہوا تارا" بہت اچھا چل رہا ہے۔ انا کا مسئلہ اب حل کر دیں۔ "شب ہجر کی پہلی بارش' اچھی رہی۔ افسانہ "اک شمع جلائے رکھنا" اچھا تھا۔ پلیز قسط وار کہانیاں کم دیا کریں' باقی سب اچھا تھا۔ سمیرا شریف کو شادی مبارک۔ اللہ آپ کو خوش رکھے' نازیہ کنول نے تو مبالغہ آرائی کی حد کر دی آپ کا انٹرویو پڑھ کر خواہ مخواہ شرما جائے' اف آپ کے ناول کے ہیرو ایسے ہوتے ہیں یقین نہیں آتا۔

سدرہ مرتضیٰ...... کراچی۔ السلام علیکم! یہ کسی بھی ڈائجسٹ میں میرا پہلا خط ہے' جب کہ قاری تو میں تقریباً 18 سال سے ہوں' بس قلم اٹھانے کی ہمت نہیں تھی اس بار سمیرا شریف طور نے میری ہمت بڑھائی تو میں حاضر ہوں۔ سب سے پہلے تو میں یہ کہنا چاہوں گی کہ آنچل ایک معیاری ڈائجسٹ ہے اور میں اس کے سارے سلسلے شوق سے پڑھتی ہوں۔ اگست ٹائٹل مجھے بہت پسند آیا' سب سے پہلے سمیرا کا انٹرویو (پیا کا گھر) کی طرف بڑھی' اس کا مجھے بہت بے صبری سے انتظار تھا' بہت اچھا لگا سمیرا آپ کی شادی اور شادی کا احوال پڑھ کے۔ سمیرا آپ بہت خوب صورت ہیں' ماشاء اللہ' سلطان بھائی کے ساتھ آپ کی جوڑی بہت شاندار ہے۔ اللہ اس جوڑی کو سلامت رکھے اور آپ کا دامن ہمیشہ خوشیوں سے بھرا رکھے اور آپ سلطان بھائی کے ساتھ بہت مثالی زندگی گزاریں آمین۔ اب آتی ہوں کہانیوں کی طرف "تو نا ہوا تارا" بہت سنسنی خیز ہوئی ہے' انا کی وجہ سے۔ سمیرا اب بے چاری کی زندگی سکون میں لے آؤ' یار شہوار کے لیے خوشی ہے کہ وہ سکون سے ہے۔ ایاز کچھ تو بزنہ کرنے' کہانی میں جو روانی ہے وہ مجھے کہانی سے انیچ رکھتی ہے۔ راحت وفا کا "موم کی محبت" میں شکر ہے شرمین نے بونی سے منگنی نہیں کی اور گھر چھوڑ دیا۔ صبیح احمد کے خط نے کہانی کو ایک نیا موڑ دیا ہے۔ نازیہ کا "شب ہجر کی پہلی بارش" بھی بہت اچھا چل رہا ہے' کہانی کا پلاٹ اچھا ہے۔ کہانی میں فی الحال کافی الجھاؤ ہے وہ سلجھ گیا تو کہانی مزید اچھی ہو جائے گی۔ اب بات کرتی ہوں "محبت دل کا سجدہ ہے" کی' سباس گل کی یہ تحریر مجھے بہت اچھی لگی ہے' راحیل کا کردار میرا فیورٹ ہے۔ راحیل کی علی کے ساتھ صلح ہو جائے۔ نوشین کے احساس ندامت کو بہت اچھا قلمبند کیا سباس! ذوالنون کا کردار بھی اچھا ہے جو اپنی پالنے والی ماں کا دل بھی نہیں دکھانا چاہتا۔ اب میں بات کروں گی "زیست کی شام سے پہلے" کی واہ واہ اقراء جی کیا خوب کہانی لکھی آپ نے۔ آپ کی یہ کہانی مجھے بے حد پسند ہے۔ کہانی میں محبت' نفرت' ہمدردی غرض کہ سارے جذبے موجود تھے۔ "چاند گنگنا دیا" حیا بخاری تو ہر بار ایک نئے موضوع کے ساتھ آتی ہیں' اس بار بھی نیا موضوع تھا بہت اچھے سے قلمبند کی آرمی کی فیملی کے بارے میں کہ کتنے بڑے دل ہوتے ہیں' کتنے حوصلے کے ساتھ وہ اپنے بیٹوں' بھائیوں اور شوہروں کو محاذ پر بھیجتی ہیں۔ نزہت جبیں ضیاء کا "عیدی چاند ستاروں کی" بھی اچھی کہانی تھی پڑھ کے اچھا لگا۔ ایک عورت ہی گھر کو سنوار سکتی ہے تو عورت ہی بگاڑ بھی سکتی ہے اور افسانوں میں سب سے بہترین افسانہ مجھے "روایت شکن" لگا۔ انا اور محبت کی جنگ میں جیت ہمیشہ محبت کی ہونی چاہیے' جو کہ سندس نے دکھایا۔ سندس کا انداز بیاں مجھے بہت پسند ہے۔ پھر سمیرا فلک کا افسانہ بھی اچھا تھا' دور کے ڈھول سہانے ہی ہوتے ہیں۔ سلمیٰ غزل نے واقعی شمع جلائی ہے کہ کاش اس شمع سے ہمارے ملک کی راہیں بھی روشن ہو جائیں اور حمیرا نوشین نیا نام ہے پر تھوڑے سے وقت میں انہوں نے کافی اچھا نام بنا لیا ہے۔ "تمنا چاند تاروں کی" کا مورال بہت اچھا لگا کہ انا کا پندار اور خودداری سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ آخر میں یہ کہنا چاہوں گی کہ اللہ آپ سب رائٹرز کے قلم میں مزید طاقت دے اور آپ لوگ ایسے ہی ہم لڑکیوں کی زندگیاں سنوارتی رہیں آمین۔

☆اس دعا کے ساتھ ہی اگلے ماہ کے لیے رخصت کہ اللہ رب العزت ہم کو نیک ہدایت والی دائمی زندگی عطا فرما دیں آمین۔

آپ سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

س: عید والے دن جب میں نے اپنے میاں جانی پرنس افضل شاہین سے کہا کہ اتنا پرفیوم مت لگا میں اگر کوئی چڑیل عاشق ہو گئی تو انہوں نے بھلا مجھے کیا جواب دیا ہوگا؟

ج: ایک چڑیل کے ہوتے دوسری عاشق نہیں ہو سکتی۔

س: عید والے دن میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین کے ہاتھ میں تحفہ ہونا چاہیے تھا مگر وہ خالی ہاتھ سر کھجاتے ہوئے آئے اور مجھ سے بولے؟

ج: سسرالی رشتے دار میری جیب کاٹ کر لے گئے اُف...... آپ کے میاں بھی۔

س: عید والے دن میں اپنے میاں جانی کے سنگ سنگ کیوں رہتی ہوں؟

ج: تاکہ وہ آپ کے سسرالی رشتہ داروں کو کہیں عیدی نال دے دیں۔

س: عید والے دن سے ہی میرا جوتا میرا پاؤں کاٹ رہا ہے مجھے بہت غصہ آ رہا ہے' اپنا غصہ کس پر اتاروں؟

ج: ظاہر ہے اب بے چارے افضل صاحب ہی بچتے ہیں اور تو کوئی آپ کے عتاب میں آنے والا نہیں۔

عائشہ پرویز...... کراچی

س: السلام علیکم آپی! عید مبارک' میری عیدی کہاں ہے؟

ج: وعلیکم السلام! میاں جی کے بٹوے سے نکال لو شاباش۔

س: آپی یہ بتائیں عید کا دن اتنا بور کیوں گزرتا ہے؟

ج: کیونکہ آپ کو کوئی عیدی جو نہیں دیتا اب بور بھی نہ ہو۔

س: آپی آپ کو دیکھ کر ایک ہی گانا کیوں یاد آتا ہے؟
"کل شب میں نے دیکھا تجھ کو چاند جھروکے میں
اس کو کیا سلام تمہارے دھوکے میں"

ج: بہت شکریہ! اور مجھے آپ کو دیکھ کر باہر کا دروازہ نظر آتا ہے۔

س: آپی 6 اگست کو میری برتھ ڈے ہے اچھا سا کوئی گفٹ تو دیں؟

ج: سدا مسکراتی رہو ویسے کتنے برس کی ہو گئی ہو۔ بے شک کیک مت کھلانا مگر سچ بتانا' پھر گفٹ بھی لینا۔

س: آپی جب میرے ہاتھ میں آنچل ہوتا تو...... تو ہر کسی کے منہ پر بارہ کیوں بج جاتے ہیں؟

ج: شکر کریں صرف ان کے منہ پر بارہ بجتے ہیں آنچل چھین کر آپ کے منہ پر بارہ نہیں بجاتے۔

جازبہ عباسی...... دیول' مری

س: سلام عرض ہے جانو جی! ارے سارے آپ نے تو ہمیں گلے ہی لگا لیا' بھلے ہم ایک ماہ کے بعد حاضر ہوئے ہیں مگر اب چھوڑ بھی دیں' بہت گرمی ہے آپ کے ہاں۔

ج: وعلیکم السلام! چھوڑوں گی بعد میں جو میرا ادھار دینا ہے پہلے وہ لوٹاؤ' آپ کیا سمجھیں میں بھول جاؤں گی۔

س: ہم اکثر سوچتے ہیں کہ اگر ہم جیسی شہزادی اس ملکہ کوہسار (مری) میں پیدا نہ ہوتی تو اس کی دلکشی تو ماند پڑی رہتی جیسے ماں بن بچے کے ادھوری؟

ج: باقی سب باتیں ایک طرف مگر یقین جانو ہمیں بالکل بھی یقین نہیں آ رہا کہ آپ سوچتی بھی ہیں کیونکہ سوچنے سمجھنے کے لیے دماغ چاہیے ہوتا ہے' جس سے آپ بالکل پیدل ہیں۔

س: شمائلہ جی پتا ہے ہمارے رات والے سپنے میں اچانک سے آپ نظر آ گئیں تو بے جا حقیقت میں ہمارے منہ سے زور کی چیخ نکل گئیں بھلا کیوں؟

ج: کیونکہ ہم خواب میں بھی ہمیشہ کی طرح خوب صورت اور نکھرے فیس کے ساتھ تھے جب کہ آپ میک

اپ میں ایسی ہوتی ہیں، جلن سے چیخ تو نکلنی ہی تھی۔
س: اپنی خوب صورتی کے قصیدے مت پڑھنا کیونکہ جب ہماری چیخ ہماں اماں جان کے گوش گزار ہوئی تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں پھر ہماری ہرنی جیسی نازک کمر پر زور کا دھمو کا رسید کر کے بولیں "پتا نہیں اس چڑیل نے کس دوسری چڑیل کو خواب میں دیکھ لیا" ہاہاہا۔
ج: بتانا تھا کہ امی اپنی ساس کو نہیں بلکہ ایک خوب صورت شہزادی کا دیدار کیا ہے۔
س: ابا جان کہتے ہیں "تم ایک بیٹی ہو مگر خرچہ دس بیٹیوں جتنا کرائی ہو عید پر ہر بار مگر اس بار......؟
ج: میری طرف اس بے چارگی سے مت دیکھو میں اب کوئی ادھار دینے والی نہیں۔

زوبا خان بنگش......پنڈی
س: السلام علیکم آنی کیا حال ہے؟ گرمی تو نہیں چڑھتی آپ کو؟
ج: وعلیکم السلام! ہم تو اے سی میں رہتے ہیں البتہ آپ کی رنگت مزید سیاہ سے سیاہ ہوگئی ہے۔
س: سوچ رہی ہوں اس دفعہ آپ سے ملنے آجاؤں میری عیدی جو آپ کے پاس ہے، کب دے رہی ہیں پھر؟
ج: جب آپ مجھ سے لیا ادھار واپس کریں گی جب ہی آپ کو عیدی بھی ملے گی۔
س: آنی سب چھوٹے بھائی بہنیں مجھ سے عیدی مانگتی ہیں جب آپ جیسے بڑے ہمیں عیدی نہیں دیتے تو ہم کہاں سے دیں؟
ج: ان کو کہہ دیں کہ عیدی مانگ کر شرمندہ نہ کریں، ویسے بھی آپ انتہا درجے کی کنجوس ہیں۔
س: کبھی ایسا منگیتر دیکھا ہے جو دس روپے عیدی دیتا ہو ہاہاہا۔ اتفاق قسمت سے میرا ہی ہے، اجازت دیں آنی! خوش رہیں آمین۔
ج: اپنی خوش بختی پر خوش رہیں اور منگیتر سے عیدی لے کر اس کو مزید شرمندہ مت کریں۔

ارم کمال......فیصل آباد
س: وہ کیا چیز ہے جو روز آتی ہے، جاتی ہے لیکن ملتی نہیں؟
ج: لائٹ......اگر ملنا ہو تو سوئچ میں دو انگلیاں پھنسا دو، بہت طریقہ سے ملے گی۔
س: دل میں لڈو کب پھوٹتے ہیں، پتا ہے کیا؟
ج: جب ہونے والی ساس صاحبہ کا دیدار ہوتا ہے لیکن شرط ہے، ہونے والی ہو۔
س: کب آنکھوں میں جگنو اور ہاتھوں میں تتلیاں مسکراتی ہیں؟
ج: جب آپ کا میاں مہینے کی پہلی تاریخ کو اپنی تنخواہ آپ کے ہاتھ میں رکھتا ہے۔
س: عید کے دن میں ڈرتی رہتی ہوں کہ کہیں......؟
ج: کوئی عیدی مانگ کر شرمندہ نہ کر دے، ڈریں نہیں ڈھیٹ بنیں اور عید لیں۔
س: عید پر میں نے چوڑیاں بھی پہنیں، آنکھوں میں کاجل بھی لگایا پھر بھی ان کے چہرے کے زاویے بگڑتے ہی رہے کیوں؟
ج: کیونکہ آپ نے چاند رات کو ہی ان کی جیب جو خالی کر دی تھی، اب بے چارے چہرے کے زاویے بھی نہیں بدلتے۔

وثیقہ زہرہ......سمندری
س: آپی میں اپنے منگیتر کو کیا عید گفٹ کروں، اچھا سا مشورہ دیں؟
ج: منگنی ختم کر کے شادی کر لیں، اس گفٹ سے بہتر اور کوئی گفٹ ہو نہیں سکتا ساری زندگی اس کو یاد رہے گا۔
س: آپ کو عید پر کیا گفٹ کروں، اپنی پسند بتائیں؟
ج: سونے کے جھمکے، ہیرے کی نفیس انگوٹھی اور ان سے ہٹ کر آپ کی محبت بس میرے لیے یہ ہی بہت ہے۔
س: اگر وہ میرا گفٹ واپس کر دیں تو میں کیا کروں؟
ج: ان کا گفٹ بھی واپس مت کرنا، آخر انسانیت

بھی کوئی چیز ہے۔
س: اب یہ بھی بتا دیں کہ عید کہاں پر گزاروں؟
ج: اپنے کمرے میں بند ہو کر تاکہ باقی لوگ عید مزے سے گزار سکیں اور آپ عیدی لینے اور دینے دونوں سے محفوظ رہیں۔
س: جاتے جاتے عید مبارک تو بول دیں، اللہ حافظ۔
ج: خیر مبارک اور اپنی گفٹ والی بات یاد رکھنا۔

اقراء مسرت اتو......تلہ گنگ
س: آپی جی پہلی بار حاضر محفل ہیں، کیسا لگا؟
ج: خوش آمدید۔
س: آپی جی مجھ جیسے لوگ چراغ تو کیا ٹیوب لائٹ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے، آپ میری ہم خیال ہیں نا؟
ج: بالکل ہوں کیونکہ آپ جیسے لوگ ہر محلے اور ہر گھر میں پائے جاتے ہیں وہ بھی وافر مقدار میں۔
س: اپنی اتنی اچھی صحت کا راز تو بتلائیں نا جی؟
ج: خوش رہو اور دوسروں کو بھی خوش رہنے دو۔
س: اوآپی! کل پھل فروش والے کے ساتھ کس بات کی تمہید باندھ رہی تھیں؟
ج: آئندہ آپ کو اچھے اور سستے پھل فروخت کرے تاکہ آپ بھی ہماری طرح زندگی گزار سکیں۔

آمنہ غلام نبی......ہری پور
س: آپی! دوسری بار شریک محفل ہوں، خوش آمدید تو کہیے ناں؟
ج: ہم نے تو یاد نہیں کیا۔ اب آ ہی گئی ہو تو خوش آمدید کہہ دیتے ہیں۔
س: دنیا میں دو ہی تو خوب صورت ہیں ایک میں اور......بس میں ہی۔
ج: بہت خوش فہمی ہے آپ کو ذرا آئینہ بھی دیکھ لیا کرو، حقیقت سے نظر مت چرایا کرو۔
س: آپی جی گدھے کے سر پر سینگ کیوں نہیں ہوتے؟
ج: اپنے آپ سے پوچھو کیا خیال ہے۔
س: او کے آپی اللہ حافظ، ہمیشہ خوش رہیں، ہزاروں سال جئیں، چلتی ہوں پھر آؤں گی؟
ج: اللہ حافظ خوش رہو۔ اچھا پھر بھی آؤ گی چلو آ جانا لیکن ذرا خوش فہمی گھر رکھ کر آنا۔

نورین مسکان سرور......سیالکوٹ ڈسکہ
س: آپی جان! جی جی ہم ہیں حیران ہونے کی کوئی بات نہیں دراصل وہ کٹ نہیں مل سکا اس لیے کافی عرصے بعد تشریف لائے، کیسا لگا ہمارا آنا؟
ج: بالکل ایسا لگا جیسے چڑیا گھر میں نیا جانور آتا ہے اور شائقین اسے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔
س: آپی سنا ہے سانپ کا سر کھانے، کچھوے اور مینڈک کے گوشت سے دماغ بہت چلتا ہے مثلاً آپ ہر سوال کا جواب لاجواب دیتی ہیں تو کہیں...... ڈونٹ مائنڈ اٹ پلیز؟
ج: ایمان سے ہم آپ کا دماغ بالکل نہیں کھاتے بلکہ آپ یہ سب......
س: کل چاند نے مجھ سے کہا......مثلاً کیا؟
ج: چلو سسرال چلو، وہیں پر اپنی عید کرو۔
س: لوگ ہمارے دل میں چپکے سے چلے آتے ہیں اور بھگانے سے بھی نہیں جاتے، کیوں؟
ج: کیونکہ آپ خود باہر سے کنڈی لگا دیتی ہیں اور ان بے چاروں کو کھانا تک دیتی نہیں، بہت ظالم ہو تسی۔
س: شعر کا جواب شعر سے دیں تو میں آپ کی ذہانت پر ایمان لے آؤں۔
اک تمہارا سوا کون ہے میرا؟
پھر تنہا کس کے سہارے چھوڑ دیتے ہو
ج: تنہا خود رہتے ہو اور الزام ہمیں دیتے ہو
یہ ہی ایک بات تمہاری ہمیں اچھی نہیں لگتی

ماریہ کنول ماہی......چک درکاں
س: ڈیئر آپی! کیسی ہیں آپ؟
ج: الحمدللہ بالکل ٹھیک، دعائیں ہیں آپ بزرگوں

کی۔

س: کیوں اتنا یاد کرتی ہیں کہ مجھے مجبوراً آنا پڑتا ہے؟

ج: تم جو گفٹ دے کر گئی تھی کیا اب یاد بھی نہ کروں۔

س: ڈیئر آپی! چاند کا محبت سے کیا تعلق ہے جو ہر کسی کی لواسٹوری میں اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے؟

ج: وہ تو بے چارہ خود حیران ہے کہ لوگ اپنے محبوب کو اس سے مشابہت دیتے ہیں جب ہی تو اب آہستہ آہستہ سیاہ ہو رہا ہے۔

س: آپی اگر کوئی کہے کہ ماہی کو دو لفظوں میں بیان کریں تو وہ دو لفظ کون سے ہوں گے؟

ج: ماریہ کو مار دو۔

س: اچھا اب میں جا رہی ہوں مجھے روکنے کی فضول کوشش مت کرنا۔

ج: ہمارے پاس فالتو ٹائم نہیں ہے آپ کو روکنے کا۔

سنڈھو سسٹرز...... حضرت کیلیانوالہ

س: باجو جانی کیسی ہیں آپ؟

ج: الحمدللہ بہت زیادہ خوب صورت اور بہت زیادہ حسین اب مذمت بناؤ ہماری تعریف پر۔

س: باجو لوگوں کو غصہ آتا ہے تو وہ برتن توڑتے ہیں مجھے غصہ آتا ہے تو میں رونا شروع کردیتی ہوں بھلا کیوں؟

ج: کیونکہ اب ساس کے برتن تو توڑنے کی ہمت ہے نہیں آپ میں۔

س: باجو! گرمیوں میں غصہ بڑھ جاتا ہے آپ کو آج کل کس پر غصہ آتا ہے؟

ج: تمہارے بے فضول سوالوں پر۔

س: باجو! بڑی گرمی لگ رہی ہے اچھا چلتی ہوں اچھی سی دعا دیں اللہ حافظ۔

ج: اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے اللہ حافظ۔

کے ایم نورالشال...... کھنڈیاں خاص قصور

س: ہائے آپی دھوپ کی تمازت سے جھلسا ہوا چہرہ بھلا کس کا؟

ج: آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر پوچھتی ہو وہ بھی بغیر میک اپ کے چی چی چی۔

س: آپی بھلا اس محاورے کو لازمی ایجاد ہونا تھا جیسے "آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا"

ج: آپ کو اٹکے دیکھا تھا جب ہی تو محاورا ایجاد ہوا ورنہ کس کو پتا تھا۔

س: ہمیں یہ دیس سہانا لگتا ہے
مرنے کا تو بندہ بہانہ لگتا ہے
آپی اس سے آگے کیا آئے گا؟

ج: دروازہ آئے گا' جس پر لکھا ہوگا یہ باہر جانے کا راستہ ہے۔

وقاص عمر بگنزلو...... حافظ آباد

س: شہنائی کی آواز میں درد کیوں ہوتا ہے؟

ج: کیونکہ اس میں دولہے کے دل کی آواز شامل ہوتی ہے جب ہی تو دلہن بھی روتی ہے اور دوسرے دن اپنے کل رونے پڑ رہتی ہے۔

س: غموں کی دھوپ سے بچنے کے لیے کون سی چھتری استعمال کرنی چاہیے؟

ج: وہ چھتری جس سے آپ محروم ہیں یعنی خوشی کی چھتری۔

س: خواب میں زندگی اتنی رنگین کیوں دکھائی دیتی ہے؟

ج: رنگین چشمہ لگا کر جو سوتے ہو تم۔

س: زندگی میں عشق کی کیا اہمیت ہے؟

ج: دوسروں کو بے وقوف بنانا چھوڑ دو۔

س: جن کی دال نہیں گلتی انہیں کیا کرنا چاہیے؟

ج: انہیں اپنی سبزی بچا کر اس پر گزارہ کرنا چاہیے۔

❀

آپ کی صحت

بوسیدہ اکٹر یاشمہ مرزا

حمیرا شہزادی گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ میں آپ کو یہ خط بڑی امید کے ساتھ لکھ رہی ہوں کہ آپ میرے مسائل ضرور حل کریں گے۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ میرے منہ میں تالو پر بہت زیادہ خارش ہوتی ہے جب زبان کے ساتھ خارش کرتی ہوں تو چھینکیں آتی ہیں اور نزلہ زکام شروع ہوجاتا ہے بہت سی میڈیسن استعمال کی ہیں مگر کوئی فرق نہیں پڑا، دوسرا میرا قد چھوٹا ہے تیسرا معدہ ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے منہ سے بہت بدبو آتی ہے، چوتھا مسئلہ میری پلکوں کے بال بہت زیادہ گرتے ہیں۔

محترمہ آپ ALIUM CEPA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر صبح شام لیں اس کے علاوہ CARBO VEG-6 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں 20 سال کی عمر کے بعد قد بڑھنا مشکل ہوتا ہے۔

مسز افضل وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ میری بیٹی 2 سال کی ہے اس کا قد بہت چھوٹا ہے ایسا لگتا ہے جیسے 6 ماہ کی ہو۔ جسمانی طور پر کمزور ہے میں بہت پریشان ہوں پلیز کوئی اچھی سی دوا تجویز کردیں جس سے میری بیٹی کا قد بھی بڑھے اور صحت بھی اچھی ہو۔

محترمہ آپ بچی کو CALC PHOS-6X کی 2,2 گولی تین وقت روزانہ کھلائیں ان شاء اللہ صحت مند رہے گی۔

ماہم احمد ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر چھائیاں ہیں تھوڑا عرصہ ہوا ہے اور مجھے گیس کی شکایت ہے شاید اس لیے بنی ہیں چھائیاں پلیز اس کا علاج بتائیں۔

محترمہ آپ BERBARIS AQUIF-Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مینا بتول ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرا پیٹ بہت بڑھ گیا ہے عمر 25 سال ہے میں اَن میرڈ ہوں پلیز اس کا علاج بتادیں میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ CALC FLOUR-6X کی 4,4 گولی تین وقت روزانہ کھائیں مرغن غذا سے پرہیز کریں۔

سلطانہ عروج شاہ کوٹ ننکانہ صاحب سے لکھتی ہیں کہ آپ ہمارے مسائل شائع کیے بغیر ان کا علاج بتادیں۔

محترمہ آپ PULSATILLA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں خشک میوہ جات اور پھلوں کا استعمال زیادہ کریں اور بہن کو GELSEMIUM-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلائیں اور بالوں کو سفید ہونے سے روکنے کے لیے مبلغ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں۔ HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

مسز ایچ چغتائی گجرات سے لکھتی ہیں کہ ڈاکٹر صاحب میں مسلسل گیارہ سال سے آنچل رسالہ پڑھ رہی ہوں لیکن خط پہلی بار لکھ رہی ہوں میرا بیٹا محمد مدثر عباس جس کی عمر 14 سال ہے لیکن اس کا قد نہیں بڑھ رہا ہے پلیز ڈاکٹر صاحب مجھے اپنے بیٹے سے بڑی امیدیں ہیں ماشاء اللہ بہت لائق بھی ہے دوسرا مسئلہ میرے شوہر کا ہے ان کے پٹھے کمزور ہیں جسم میں سستی بہت زیادہ ہے ٹخنوں سے اوپر آدھا فٹ ٹانگیں بارہ مہینے ٹھنڈی رہتی ہیں۔

محترمہ آپ اپنے بیٹے کو CALC PHOS-6X کی 4,4 گولی تین وقت روزانہ کھلائیں اور BARIUM CARB-200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک مرتبہ پلائیں اور اپنے شوہر کو RHUSTOX-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلائیں۔

فوزیہ راؤ قصور سے لکھتی ہیں کہ میرے دو مسئلے ہیں میرے تین بچے ہیں جو سیزر سے ہوئے اور ان میں وقفہ بھی کم ہے اس کے ساتھ مجھے کالا یرقان ہے جس کی وجہ سے میں وقفے والی کوئی دوائی نہیں کھا سکتی آپ مجھے ہومیو پیتھک کی کوئی دوائی وقفے کے لیے تجویز کردیں اور ساتھ میں طریقہ استعمال بھی بتا دیں دوسرا مسئلہ میرے پیٹ کا ہے بہت بڑھ گیا ہے پلیز آپ کوئی اچھی سی دوا بتا دیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

محترمہ آپ CALC FLOUR-6X کی 4,4 گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور NATRUM MUR-200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ماہانہ غسل والے دن سے تین دن تک پی لیں ہر ماہ اسی طرح لیتی رہیں۔

نعمانہ شاہد ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میری والدہ کے دائیں بازو سے درد شروع ہوتا ہے اور ٹانگ تک جاتا ہے اور دائیں گردے میں پتھری ہے۔ برائے مہربانی دوا بتادیں گردے کی رپورٹ ساتھ بھیج رہی ہوں کھانا کھانے کے بعد بے چینی ہونے لگتی ہے ساتھ سانس بھی گھٹتی ہے۔

محترمہ آپ LYCOPODIUM-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

شبانہ کوثر سمندری سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتادیں ڈاکٹر صاحب میں پچھلے دس سالوں سے آنچل اور آپ کی صحت کا کالم پڑھ رہی ہوں لیکن خط پہلی بار لکھا ہے۔

محترمہ آپ PULSATILLA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

رفیعہ افضل ملتان سے لکھتی ہیں کہ میری امی کے سر میں بہت زیادہ جوئیں ہیں پچھلے دو سالوں سے ہم مختلف دوائیاں اور نسخے ٹوٹکے استعمال کرچکے ہیں لیکن جوؤں کا مسئلہ جوں کا توں ہے ہر دفعہ دیکھنے سے ایسا لگتا ہے کہ ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے پلیز کوئی اچھی سی دوا بتادیں ڈاکٹر صاحب دوسرا میرا مسئلہ ہے میری ٹھوڑی پر چھوٹے چھوٹے مگر سخت بال نکلتے ہیں پہلے یہ دو یا تین تھے مگر اب ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے اس کا علاج بتادیں۔

محترمہ آپ SABADILA-Q کے 10 قطرے پانی میں ڈال کر سر دھولیں ان شاء اللہ جوئیں ختم ہوجائیں گی۔ اس کے علاوہ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے ٹھوڑی کے فالتو بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں۔

عرفان خان کراچی سے لکھتے ہیں کہ حق زوجیت ادا کرنے سے قاصر ہوں اپنی صحت اپنے ہاتھوں برباد کرچکا ہوں میرا بھی کوئی علاج بتائیں۔

محترم STAPHISAGARIA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

سکندر بیگ لاہور سے لکھتے ہیں کہ میرے سر کے بال تیزی سے گر رہے ہیں لوگ مجھے گنجا کہہ کر پکارنے لگے ہیں میں بہت پریشان ہوجاتا ہوں۔

محترم آپ 700 روپے کا منی آرڈر میرے

کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا استعمال سے آپ کے بال لمبے گھنے اور خوب صورت ہوجائیں گے۔

نور فاطمہ میاں چنوں سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 30 سال ہے اور میری دور کی نظر کافی کمزور ہے میں نے اب تک عینک نہیں لگوائی مہربانی فرما کر اس کے لیے کوئی مناسب دوا تجویز کردیں بہن کی عمر 24 سال ہے نسوانی حسن نہ ہونے کے برابر ہے کیا وہ آپ کی BREAST BEAUTY استعمال کرسکتی ہے اور میری بہن کی آنکھوں کے نیچے حلقے ہیں آپ نے ایک بار کسی کو حلقوں کے لیے CHINA-3X تجویز کی تھی کیا ہم بھی یہ استعمال کرسکتے ہیں۔

محترمہ آپ PHYTO STIGMA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور بہن کو بریسٹ بیوٹی استعمال کرائی جاسکتی ہے مگر بھرپور فائدے کی امید کم ہے کیونکہ گروتھ کی عمر نکل چکی ہے اور آنکھوں کے حلقوں کے لیے چائنا 3x استعمال کی جاسکتی ہے۔

محمد افضال ماڈل ٹاؤن سے لکھتے ہیں میرا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیجیے گا آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

محترم آپ ACID PHOS-3X کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ایس این چکوال سے لکھتی ہیں کہ میرے سر کے بال بہت پتلے، چھوٹے اور بہت کم ہیں گرتے بہت ہیں چوٹی بالکل پتلی اور چھوٹی رہ گئی ہے اس کے علاوہ چہرے پر بال ہیں اور سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ میں اولاد سے محروم ہوں میری شادی کو پندرہ سال ہوچکے ہیں۔

محترمہ آپ ہیئر گروور اور ایفروڈائٹ منگوانے کے لیے 1600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں اس کے علاوہ اپنی الٹرا ساؤنڈ رپورٹ اور شوہر کی ٹیسٹ رپورٹ ارسال کریں تب ہی کوئی مشورہ دیا جاسکتا ہے۔

زہرہ بتول کوٹ چھٹہ سے لکھتی ہیں کہ ڈاکٹر صاحب میں بڑی امید سے آپ کو خط لکھ رہی ہوں میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترمہ آپ SECAL COR-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں چھوٹے بچے کو مقامی ڈاکٹر کو دکھائیں۔

محمد زید فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ میرا قد چھوٹا ہے قد بڑھانا چاہتا ہوں میرے لیے بھی کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ CALC PHOS-6X کی 4,4 گولی تین وقت روزانہ کھایا کریں اور BARIUM CARB-200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار پیا کریں۔

ش ف بستی بزدار سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ CHINA SULPH-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مریم خالد لکھتی ہیں کہ میری ہڈیاں بہت کمزور ہوگئی ہیں اور موٹاپا بہت زیادہ ہوگیا ہے اس کا علاج بتادیں۔

محترمہ آپ CALC CARB-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں مرغن غذا سے پرہیز کریں پیدل چلا کریں۔

محترم سلطان محمود شامی لاہور سے لکھتے ہیں کہ ہمارے گھریلو ملازم نے بچپن میں ہی بری عادت میں مبتلا کردیا اور آج 65 سال کی عمر تک بھی اس عادت سے چھٹکارا نہیں ملا بڑی امید کے ساتھ آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔

محترم آپ USTILAGO-Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مسز ملک ملتان سے لکھتی ہیں کہ میری بیٹی کا مسئلہ شائع کیے بغیر کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ بیٹی کو CALC CARB-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلائیں۔ ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

ح، ش سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ میری چھوٹی بہنوں کے سر میں جوئیں بڑھ گئی ہیں شیمپو بھی لگائے ہیں مگر نکلتی ہی نہیں کوئی دوا بتادیں اس کے علاوہ بھائی کو دائمی قبض کا مسئلہ ہے اس کی بھی دوائی بتادیں مہربانی ہوگی۔

محترمہ آپ SABADILA-Q کے 10 قطرے ایک مگ پانی میں ڈال کر اس سے سر دھویا کریں اور بھائی کو OPIUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلایا کریں۔

تنزیلہ عباس رحیم یار خان سے لکھتی ہیں کہ میری شادی کو پانچ سال ہوگئے ہیں میری عمر 28 سال ہے مجھے ابھی تک اولاد نہیں ہوئی۔ بہت سی لیڈی ڈاکٹر سے علاج کروایا لیکن مسئلہ حل نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے عمر دراز کرے پلیز میرا مسئلہ حل کریں بہت دعائیں دوں گی۔

محترمہ آپ ASHOKA-Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اللہ مراد پوری کرے گا۔

عثمان ظفر ڈیرہ غازی خان سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترم آپ AGNS CAST-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

علیزہ خانیوال سے لکھتی ہیں کہ حسن نسواں کی کمی ہے عمر سترہ سال ہے میری ہم عمر لڑکیاں مذاق اڑاتی ہیں میرا مسئلہ بھی حل کریں۔

محترمہ آپ SABALSERULATTA-Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ اس کے علاوہ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گا دونوں چیزوں کے استعمال سے ان شاء اللہ تعالیٰ قدرتی حسن بحال ہوجائے گا۔

ثمرین دلشاد سکھر سے لکھتی ہیں چہرے کے دانوں کی کوئی دوا بتائیں۔

محترمہ GRAPHITES-30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔

صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون نمبر 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان نمبر C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر B-14 نارتھ کراچی 75850

خط لکھنے کا پتا

آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس 75 کراچی۔

حنا کی باتیں

حنا احمد

بارشیں، سیلاب اور بیماریاں

بارشوں اور سیلاب کے بعد مختلف قسم کی بیماریاں پھیلنے کا زبردست اندیشہ ہوتا ہے جو وبائی شکل اختیار کرسکتی ہیں۔ ان بیماریوں پر قابو پانے کے لیے عوامی نوعیت کی آسان اور حفاظتی تدابیر پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔

پانی سے پھیلنے والی بیماریاں

گندے پانی میں مختلف بیماریوں کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔ جراثیم والا پانی پینے یا استعمال کرنے سے زیادہ تر معدے اور آنتوں کی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں مثلاً ہیضہ، میعادی بخار، پیچش، ڈائریا (اسہال) بدہضمی، پیٹ کے کیڑے وغیرہ۔

ان بیماریوں سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل حفاظتی تدابیر پر عمل کرنا ضروری ہے۔

❖ اس بات کی کوشش کی جائے کہ پینے کے لیے صاف پانی استعمال کیا جائے اور اگر ممکن ہو تو وبا کے دنوں میں پانی کو ابال کر پینے اور کھانا پکانے کے لیے استعمال کریں۔

❖ گلے سڑے پھل اور کچی سبزیاں کھانے سے پرہیز کریں۔ اس کے علاوہ کچے پھل اور سبزیاں اچھی طرح دھو کر استعمال کریں۔

❖ کھانے پینے کی اشیاء کو مکھیوں سے بچانے کے لیے اچھی طرح ڈھانپ کر رکھیں کیونکہ مکھیاں مختلف بیماریوں کے جراثیم ایک جگہ سے دوسری جگہ تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

❖ کھانا پکانے سے پہلے اور رفع حاجت کے بعد اپنے ہاتھ اچھی طرح صابن اور صاف پانی سے دھوئیں، گندے ہاتھ بھی بیماری کا باعث بنتے ہیں۔

❖ بچوں میں ڈائریا ہونے کی صورت میں ان کو نمکول پلائیں اور اس کے ساتھ ساتھ دوسری غذا بھی جاری رکھیں نمکول بڑوں کو بھی دیا جاسکتا ہے۔

❖ وبا کے دنوں میں سب کو بیماریوں کے خلاف حفاظتی ٹیکے لگوانے چاہئیں۔

ملیریا

ملیریا بخار ایک جراثیم کے ذریعے ہوتا ہے جو مچھر کے کاٹنے سے صحت مند آدمی کے خون میں داخل ہوکر بیماری کا باعث بنتا ہے۔ بارشوں اور سیلاب کے بعد گندہ پانی جوہڑوں اور تالابوں کی شکل میں جمع ہوتا ہے۔ ایسی جگہوں میں مچھر آسانی سے پھلتا پھولتا ہے، یہی مچھر انسان کو سوتے یا جاگتے میں کاٹ کر ملیریا بخار کرنے کا سبب بنتے ہیں۔

اپنے گردونواح میں گندے پانی کے جوہڑوں اور تالابوں وغیرہ کو چونا یا مٹی ڈال کر بند کردیں تاکہ ان جگہوں میں مچھر پرورش نہ پاسکیں۔

رات سوتے وقت مچھر سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو ڈھانپ کر رکھیں اگر ہوسکے تو مچھر دانی کا استعمال کریں۔

اپنے گھروں میں مچھر مار دوائی کا اسپرے کروائیں۔

ملیریا بخار ہونے کی صورت میں ڈاکٹر کے مشورہ کے مطابق دوائیوں کا استعمال کریں، دوا کا پورا کورس کریں تاکہ جسم سے ملیریا کے جراثیم کا مکمل خاتمہ ہوسکے۔

آنکھوں کی بیماریاں

بارشوں اور سیلاب کے باعث فضا میں نمی اور دھوپ سے پیدا ہونے والے حبس کی وجہ سے آنکھوں کے امراض میں اضافہ کا بہت زیادہ امکان ہے۔ آنکھوں کے دکھنے کے علاوہ آنکھوں کی سوجن، جلن اور ان سے پانی بہنے کی بیماریاں بھی ہوسکتی ہیں۔ ان سب سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل حفاظتی تدابیر پر

عمل کرنا بہت ضروری ہے۔
بچوں کو بارش اور جوہڑوں اور تالابوں کے گندے پانی میں نہانے سے سختی کے ساتھ منع کیا جائے۔
آنکھوں کو دن میں کئی مرتبہ پانی سے دھونا چاہیے۔
آنکھوں کی تکلیف بڑھنے کی صورت میں ڈاکٹر سے مشورہ کرنا چاہیے۔

جلدی بیماریاں

سیلاب اور بارش زدہ علاقوں میں پھوڑے پھنسیاں اور خارش کے امراض پھیلنے کا زبردست اندیشہ ہے۔
جلدی بیماریوں سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل حفاظتی تدابیر پر عمل کریں۔
ہر عمر کے لوگ جسم کی صفائی کا خاص طور پر خیال رکھیں‘ چھوٹے بچوں کو صاف ستھرا رکھا جائے اور صاف پانی سے نہلایا جائے۔
خارش کی بیماری ہونے کی صورت میں گھر میں دوسرے صحت مند افراد کی اشیاء استعمال نہ کی جائیں۔
اگر گھر میں کسی ایک فرد کو خارش ہو جائے تو خارش دور کرنے والی دوا گھر کے تمام افراد کو استعمال کرنا چاہیے۔
جسم پر خارش ہونے کی صورت خارش کرنے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ خارش سے بننے والے زخموں میں جراثیم منتقل ہو کر پھوڑوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

بالہ سلیم......کراچی

حسن کی نگہداشت

حسن کی نگہداشت کے لیے آلو بے حد مفید ہے۔ کھانے میں تو ہفتے میں ایک دو بار اس کا استعمال ہو ہی جاتا ہے۔ چہرے کے داغ دھبوں کے لیے بھی اس کا استعمال مفید ہے۔ آلو یا آلو کا رس چہرے پر ملنے سے یہ دھبے دور ہو جاتے ہیں اور رنگت بھی نکھرتی ہے۔
اگر آلو کے قتلے کاٹ کر آنکھوں پر لگا کر چند منٹ لیٹ جائیں تو اس سے آنکھوں کے گرد حلقے دور ہو جاتے ہیں اور تھکن بھی دور ہوتی ہے۔ چہرے کی صفائی کے لئے ایک آلو کدوکش کر کے لیموں کا رس‘ جو کے آٹے اور دودھ میں ملا کر چہرے پر لگائیں یہ ایک بہترین فیس ماسک ہے۔ اس سے چہرے پر تازگی پیدا ہوگی اور صفائی کے بعد چہرہ بھی نکھر جائے گا۔
پودینہ بھی حیرت انگیز فوائد کا حامل ہے۔ یہ نظام ہاضمہ کے لیے بہت مفید ہے۔ اکثر نظام ہاضمہ کی خرابی سے چہرے پر دانوں اور مہاسوں کی شکایت ہو تو پودینے کو کھانے پینے کی اشیاء میں زیادہ سے زیادہ استعمال کریں یہ شکایت نہیں رہے گی۔ تازہ پودینے کا پیسٹ بنا کر روزانہ رات کو چہرے پر استعمال کرنے سے دانے اور خشکی دور ہو جاتی ہے نیز پودینے کے رس کو ایگزیما سے متاثرہ جلد پر لگانے سے بھی حیرت انگیز نتائج حاصل ہوتے ہیں۔
گاجر میں وٹامن اے موجود ہوتا ہے جو جلد اور بالوں کے لیے بہترین وٹامن ہے اس لیے سردیوں میں عام مشروبات کے برعکس گاجر کا جوس زیادہ سے زیادہ استعمال کریں اس سے خون بھی صاف بنتا ہے اور آنکھیں بھی چمک دار ہوتی ہیں ساتھ ہی بینائی بھی تیز ہوتی ہے۔ گاجر کا عرق چہرے پر لگانے سے چہرہ صاف اور چمک دار ہو جاتا ہے۔ چہرے کی تازگی کے لیے گاجر کو کدوکش کر کے ایک چھوٹا چمچہ شہد روغن بادام کے چند قطرے اور تھوڑا سا گندم کا آٹا ملا کر مساج کریں۔ دس سے پندرہ منٹ بعد نیم گرم پانی سے چہرہ دھو لیں۔ چہرہ شاداب ہو جائے گا۔

طلعت نظامی......کراچی